نور الہدایہ

ترجمہ اردو شرح وقایہ آخرین

تالیف

جناب حضرت مولانا حافظ الحاج مولانا عبد الغفار صاحب لکھنوی

جسمیں

شرح وقایہ آخرین کی تمام مشکلات کو حل کردیا ہے جو طلبا وطالبات کیلئے یکساں مفید ہے۔

نیز

طلبہ وطالبات جو وفاق المدارس العربیہ کے نصاب کی تبدیلی سے سخت پریشان تھے اس کتاب کا مطالعہ ان کی پریشانی کو ختم کردے گا۔ سلیس، رواں، بامحاورہ اردو ترجمہ

مکتبۃ البخاری

نزد صابری پارک ۰ گلستان کالونی ۰ لیاری ٹاؤن کراچی

فون نمبر 2520385-2529008 موبائل نمبر 0300-2140865

نور الہدایہ
جلد سوئم

ترجمہ اردو شرح وقایہ اخیرین

تالیف

جناب حضرت مولانا حافظ الحاج مولانا عبدالغفار صاحب لکھنویؒ

جسمیں

شرح وقایہ آخیرین کی تمام مشکلات کوحل کر دیا ہے جو طلباء وطالبات کے لئے یکساں مفید ہے۔

نیز

طلبہ وطالبات جو وفاق المدارس عربیہ کے نصاب کی تبدیلی سے
سخت پریشان تھے اس کتاب کا مطالعہ ان کی پریشانی کو ختم کر دے گا
سلیس، رواں، بامحاورہ، اردو ترجمہ۔

ناشر

مکتبۃ البخاری، گلستان کالونی نزد صابری پارک،
لیاری ٹاؤن، کراچی۔ فون نمبر: 021-2520385 موبائل نمبر: 0300-2140865

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۞

امابعد جاننا چاہیے کہ علم دین افضل جمیع امور دینی ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذکر کیے گئے آپکے سامنے دو شخص ایک عالم تھا اور ایک عابد تھا کہ بزرگی عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسی بزرگی میری تم میں سے ادنیٰ شخص پر اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اُسکی جتنی مخلوقات زمین وآسمان میں ہیں یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی دریا میں دعا مانگتے ہیں بہتری کیواسطے اُس شخص کے جو علم دین حاصل کرتا ہے روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ترمذیؒ اور دارمیؒ نے اور فرمایا جناب باری تعالیٰ نے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں وہی لوگ جو عالم ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ یعنی گواہی دی اللہ نے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اُس کے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے کہ وہ قائم ہے ساتھ عدل اور انصاف کے تو اس مقام پر پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس سے شروع کیا اور دوسری بار ملائکہ کا ذکر کیا اور تیسری مرتبہ میں علم والوں کا۔ کہا غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فَنَاهِيْكَ بِهٰذَا شَرَفًا وَّفَضْلًا وَّجَلَالًا وَّنُبْلًا یعنی کفایت ہے یہ آیت واسطے شرف علم اور جلال اور بزرگی اُسکی کے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ یعنی بلند کرے گا اللہ تعالیٰ درجے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے اور اُن لوگوں کے جو دیے گئے علم منقول ہے حضرت ابن عباسؓ سے کہ علماء کے واسطے مومنین پر سات سو درجے زیادہ ہیں درمیان دو درجوں کے پانچسو برس کی راہ ہے اور اسی طرح بہت آیات فضل اور بزرگی علم میں وارد ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء وارث ہیں انبیاء کے اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی رتبہ بڑھ کے رتبۂ نبوت اور رسالت سے نہیں ہے تو کوئی شرف بھی شرف وراثت نبوت سے بڑھ کر نہ ہوگا اور فرمایا حضرت علیؓ نے کمیلؓ سے کہ اے کمیل علم بہتر ہے مال سے علم تیری نگہبانی کرتا ہے اور مال کی تو محافظت کرتا ہے اور علم حاکم ہے اور مال محکوم اور مال میں سے اگر خرچ کریگا تو کم ہو جاوے گا اور اگر علم کو خرچ کرے تو تو اور زیادہ ہو جاویگا اور کہا حضرت علیؓ نے کہ عالم بہتر ہے صائم مصلی مجاہد سے یہ تو فضیلت ہے مطلق علم دینی کی اور علم دینی میں کوئی علم علم فقہ سے زیادہ نہیں اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کا اور علم قرآن و حدیث اگرچہ اسکی اصل ہے لیکن یہ اُس سے ماخوذ ہے اور اس کا محصل اور نتیجہ ہے اور علم فقہ کی فضیلت میں فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے بہتری کا تو اللہ اُس کو فقیہ کر دیتا ہے دین میں روایت کیا اس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے اور جامع ترمذی میں وارد ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے اور فرمایا کہ دو خصلتیں ہیں کہ نہیں جمع ہوتی ہیں منافق میں ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق اور دوسری فقیہ ہونا دین میں تو روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دین کا ایک ستون ہے اور ستون اس دین کا فقہ ہے

بیان وجہ تصنیف اس کتاب اور درج احادیث اور ادلہ ہر مسئلے کا

وجہ تصنیف اس کتاب کی یہ ہے کہ جب ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوائے نفس کے موافق جو حدیثیں مشکوٰۃ شریف وغیرہ سے دیکھ لیں اُس پر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہب معین کے تھے اپنی خواہش کی طرف بلانے لگے تو رفتہ رفتہ ایسا حال ہوا کہ ایک فرقہ اُن کا علیحدہ ہو گیا یہاں تک کہ حنفیوں کی جماعت سے دور رہنے لگے اور جن جن مسجدوں میں کہ حنفیوں کی بڑی بڑی جماعتیں ہوتی ہیں حاضر نہیں ہوتے بلکہ اپنی ایک الگ مسجد خاص بنا کے جمعہ اور جماعت کرنے لگے اور جو لوگ مقلد تھے اور اُن کو ہر مسئلے میں آگاہی اُن احادیث سے جو اُس سے متعلق ہیں نہیں تھی اُن کو سمجھانے لگے کہ اس مسئلے میں کوئی تمہاری دلیل نہیں اور جس پر ہم عمل کرتے ہیں اس باب میں صریح حدیث دیکھو مشکوٰۃ یا ترمذی وغیرہما میں موجود ہے اور اسی طرح اپنے زعم ناقص کے موافق اعتراضات بیجا کرنے لگے، اور حال اہل عصر کا یہ تھا کہ اُن کے اکثر علماء کو بھی بخوبی اُن احادیث سے جو مذہب حنفیہ میں دلائل ہیں آگاہی نہ تھی اس وجہ سے نہایت شور اور نزاع مسلمانوں میں واقع ہوا تب اس عاجز ہیچمداں نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی کتاب اس قسم کی تالیف کرنا لازم ہے جس میں ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور حدیث سے مذکور ہووے اور جو حدیثیں لکھی ہیں اُنکی تخریج بھی اُس کی تحریر ہو تاکہ اُن حدیثوں کو مقلدین مذہب حنفیہ یاد کر کے اُن لوگوں کو الزام معقول دے سکیں تو اِس باب میں یہ مناسب معلوم ہوا کہ کتاب شرح وقایہ جو اس زمانہ میں مقبول اور درس میں داخل ہے ترجمہ کرے اور ہر مسئلے میں احادیث متعلق اُس کے ذکر کر دی جائیں اور ضعف اور توثیق رُوات بھی اُس کے ساتھ شامل کیجیے تاکہ ناظرین کو اس کتاب کے بخوبی احادیث سے واقفیت ہو جائے۔

بیان شرف اِس کتاب کا اور فوائد اس کے

پہلا فائدہ اِس کتاب میں یہ ہے کہ ہر مسئلے میں احادیث جو متعلق اِس مسئلے کی ہیں ذکر کیجاتی ہیں تاکہ حجت ہووے اُس کے منکرین کے لیے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جتنی حدیثیں اس میں لکھی ہیں اکثر جا اُن کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے اور صحت کو اکثر مقامات پر اثبات کو پہونچا دیا ہے تاکہ جائے کلام باقی نہ رہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات میں حدیث ہدایہ کی بھی تخریج کر دی ہے تاکہ ہدایہ پڑھنے والے کو بھی فائدہ حاصل ہو جائے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مسائل مختلف فیہا بین جو قول مختار ہے اُس کو بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ عمل کرنے والے کو اطمینان ہووے پانچواں فائدہ یہ ہے۔ جو اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھے اُس کو نہایت وقوف احادیث پر حاصل ہو گا اور بخوبی دلائل مذہب حنفیہ سے مطلع ہو جاویگا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب حجت ہے اُن لوگوں کے لئے جو مقلد ہیں مذہب حنفیہ کے ساتواں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب حجت ہے اُن لوگوں پر جو طعن کرتے ہیں مذہب حنفیہ پر آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب نافع ہے اُس شخص کو جو عالم ہووے کیونکہ فی الفور وقت نزاع کے ہر حدیث متعلق اُس مسئلہ کے نکال سکتا ہے اور جو شخص اُردو عبارت پڑھ سکتا ہے اُس کو بھی نفع ہو گا نواں فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات میں جو مسئلے مشکل ہیں اُن کی تفصیل کر دی ہے تاکہ ناظر کو ملال نہ ہووے دسواں فائدہ یہ ہے کہ باوجود رعایت ان سب باتوں کے رعایت اختصار بھی کی ہے تاکہ کتاب دراز نہ ہو جاوے اور اتنا اختصار بھی نہیں کیا کہ سمجھ میں نہ آوے گیارھواں فائدہ یہ ہے کہ جو مسئلے مشہور ہیں اور اُن میں غیر مقلدین بہت نزاع کرتے ہیں اُس میں لفظ حدیث[1] بھی ذکر کیا ہے اور تفصیل کی ہے تاکہ بخوبی حجت ہو جائے اُن پر بارھواں فائدہ یہ ہے کہ جتنی حدیثیں اِس کتاب میں مذکور ہیں سب کی تخریج کر دی ہے اور بے نشان حدیث نہیں لکھی تاکہ کوئی طعن نہ کر سکے تیرھواں فائدہ یہ ہے کہ جو حدیث موضوع ہے اُس کو نہیں ذکر کیا اور اگر کہیں ذکر کیا ہے تو لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اتفاق ہے محدثین کا اس بات پر کہ حدیث موضوع کا لکھنا جائز نہیں مگر جب کہ لکھدیوے

[1] یعنی حدیث کے [illegible] الفاظ کا ذکر کر دیا ہے۔

کہ یہ حدیث موضوع ہے ذکر کیا اس کو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اَخْرَجَهُ السِّتَّةُ یعنی جو شخص جھوٹ بولے میرے اوپر قصدًا تو چاہیئے کہ بنا لیوے ٹھکانا اپنا جہنم میں نکالا اس کو صحاح ستہ والوں نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور بعضوں نے اس کو متواتر کہا ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حدیث بیان کرے مجھ سے اور وہ جانتا ہے کہ یہ حدیث کذب ہے تو چاہیئے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم میں روایت کیا اس کو مسلم وغیرہ نے اور اسی طرح بعض واعظ جو حدیثیں بے نشان بیان کرتے ہیں اور تفسیر قرآن میں قصے طرح طرح کے جھوٹ بناتے ہیں مورد وعید شدید ہیں اس واسطے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قرآن میں اپنی عقل سے کہا تو چاہیئے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم میں اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے قرآن میں کہا بے جانے بوجھے تو چاہیئے کہ مقرر کرلے اپنا مقام جہنم میں اور قرآن کے معنی بیان کرنے میں نہایت احتیاط لازم ہے اور اگر کوئی معنی قرآن کے جانتے بھی ہوں اور وہ منقول احادیث اور تفاسیر معتبرہ سے نہ ہوں تو بیان کرنا اُن کا بھی خوب نہیں ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس شخص نے قرآن شریف میں عقل سے کہا اور اُس نے ٹھیک کہا تو بھی اُس نے خطا کی روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے

بیان تعریف حدیث اور اقسام حدیث کا

حدیث اُس کو کہتے ہیں کہ جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا یا خود کیا یا جو فعل حضرت کے سامنے ہوا اور آپ نے اُس سے منع نہ کیا تو جو زبان سے فرمایا اُس کو حدیث قولی کہتے ہیں اور جو کیا ہے اُس کو حدیث فعلی کہتے ہیں اور جو آپکے سامنے ہوا اُس کو حدیث تقریری کہتے ہیں اور حدیث دو قسم کی ہوتی ہے متواتر اور آحاد. متواتر اُس کو کہتے ہیں جس کو ہر زمانہ میں اتنے لوگوں نے روایت کیا ہو کہ احتمال کذب کا اُن کی طرف عقل کے نزدیک محال ہووے اور آحاد اُس کو کہتے ہیں جس کی روایت میں اس قدر کثرت نہ ہو اور آحاد تین قسم ہے مشہور اور عزیز اور غریب مشہور وہ ہے کہ جس کو ہر زمانے میں تین یا زیادہ راویوں نے روایت کیا ہووے اور عزیز وہ ہے جس کو ہر زمانے میں دو راویوں نے روایت کیا ہووے اور غریب وہ ہے جس کی روایت کسی زمانے میں ایک ہی راوی سے ہووے تو اب جاننا چاہیئے کہ متواتر حدیث سے ہر شخص کو علم یقینی اس سے حاصل ہوتا ہے اور احتمال شک کا بالکل زائل ہوتا ہے اور آحاد روایت سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور بعضی صورت میں جن کو معرفت حدیث حاصل ہے انکو علم یقینی بھی اُس سے حاصل ہوتا ہے اور آحاد میں بعضی روایت مقبول ہے اور بعضی مردود اگر راوی کی راستی اور صدق معلوم ہووے تو مقبول ورنہ مردود ہے **فائدہ**. متواتر حدیث بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی موجود نہیں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہے اور صحیح قول اول ہے كَذَا فِي بَعْضِ الْكُتُبِ **فائدہ** جو آحاد مقبول ہے اُس کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح اور ایک حسن صحیح اُس کو کہتے ہیں جس کو دیندار پرہیزگار خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانے میں برابر روایت کیا ہو اور نہ اُس میں کوئی عیب پوشیدہ ہو اور معتبر لوگوں کی مخالفت بھی نہ ہو اور صحیح حدیث کے کئی درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ اتفاق کیا ہو اُس پر بخاریؒ و مسلمؒ نے یعنی دونوں کی کتابوں میں وہ حدیث موجود ہووے دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقط بخاریؒ نے اُس کو روایت کیا ہو تیسرا درجہ یہ ہے کہ فقط مسلمؒ نے اس کو روایت کیا ہو چوتھا وہ جو بخاریؒ و مسلمؒ کی شرط اور اُن کے طریقے پر ہووے پانچواں وہ جو صرف بخاریؒ کے طور پر ہووے چھٹا وہ جو صرف مسلمؒ کے طور پر ہووے ساتواں وہ جو سوا بخاریؒ و مسلمؒ کے اور حدیث کے اماموں نے اُس کو صحیح جانا ہو **فائدہ** بعضوں کے نزدیک شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کی یہ ہے کہ حدیث کے راوی خوب ضبط کرنے والے اور پرہیزگار ہوں غفلت اور مخالفت ثقات وغیرہ سے خالی ہوویں اور بعضوں کے نزدیک شرط مسلمؒ کی یہ ہے کہ جو حدیث ایسی ہو کہ دو تابعی ثقہ نے دو صحابیوں سے روایت کی ہو اور اسی طرح اُن دو تابعی سے دو تبع تابعی نے روایت کی ہو اسی طرح سب طبقوں میں دو شخص ثقہ روایت کرتے چلے آئے ہوں اور یہ مضمون حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور حسن اُس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح کی طرح پر ہووے لیکن اُس کے راویوں کا درجہ حفظ و یاد وغیرہ میں صحیح کے راویوں سے کم ہو اور عمل کرنے میں دونوں برابر ہیں اور دونوں حجت ہیں

لیکن مرتبے میں صحیح حدیث زیادہ ہے حسن سے اور ضعیف حدیث اُس کو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اُس کے راوی میں کوئی وجہ ضعف کی مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اُس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہووے یا اُس کے راوی پر لوگ طعن کرتے ہوں تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو اس کا نام معلق ہے اور اگر انتہا سے ساقط ہووے مثلاً نام صحابی کا مذکور نہ ہووے اور تابعی حدیث بیان کرے تو اُس کو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہوں تو معضل ہے اور نہیں تو منقطع اور کبھی کبھی منقطع کو مرسل بولتے ہیں اور مرسل کو منقطع بولتے ہیں اور جس کا راوی جھوٹا ہووے تو اُس حدیث کو موضوع کہتے ہیں یا اُس پر تہمت جھوٹ کی لگی ہووے تو اُس کو متروک کہتے ہیں یا غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا اُس کو وہم بہت ہووے یا سچے لوگوں کی روایت کے مخالف اُس کی روایت ہووے یا فاسق بدعتی ہووے تو اس کو منکر کہتے ہیں **فائدہ** صحابی اُس کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہووے اور ایمان پر اُس نے انتقال کیا ہووے اور تابعی اُس کو کہتے ہیں جس نے صحابی کو دیکھا ہے اور تبع تابعی اُس کو کہتے ہیں جس نے تابعی کو دیکھا ہووے **فائدہ** ضعف اور توثیق سب راویوں میں محدثین بیان کرتے ہیں لیکن صحابی تو سب ثقہ ہیں کوئی ضعیف نہیں اور نہ اُن میں کسی طرح کا طعن ہے **فائدہ** ایک قسم حدیث کی مدلس ہے یعنی وہ حدیث جس میں راوی نے اپنے شیخ کو چھپایا ہووے اور اس کا نام نہ لیا ہووے کسی مصلحت سے اور ایک قسم مضطرب ہے جس میں راویوں نے اختلاف کیا ہو سند یا متن میں اور ایک قسم مُدرج ہے جس میں راوی نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث میں شامل کر دیا ہووے اور ایک قسم معنعن ہے یعنی جو برابر ایک نے دوسرے سے روایت کیا ہو بلفظ عن کے **فائدہ** اور شاذ اُس کو کہتے ہیں جو حدیث مخالف روایت معتمد لوگوں کے ہووے اور معلول اُس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کی علت پوشیدہ جو صحت حدیث میں قدح کرتی ہو پائی جاوے اور متابع اُس کو کہتے ہیں کہ ایک راوی نے ایک حدیث دوسرے راوی کے موافق روایت کی اور اسی کو شاہد بھی کہتے ہیں اور مرفوع وہ حدیث ہے جو کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا فعل آپ کا ہووے اور موقوف وہ حدیث ہے جو صحابی کا فعل یا قول ہووے اور وقف کہتے ہیں صحابی کے قول یا فعل ذکر کرنے کو اور رفع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل ذکر کرنے کو **فائدہ** اور ان قسموں کے سوا اور بھی قسمیں حدیث کی ہیں لیکن اس جگہ پر بوجہ اختصار کے ترک کیا **فائدہ** حدیث کی مشہور کتابیں چھ ہیں اور اُن کو صحاح ستہ کہتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اور بعضوں کے نزدیک ابن ماجہ صحاح میں داخل نہیں اور موطا امام مالکؒ کی صحاح میں داخل ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جتنی حدیثیں ہیں صحیح ہیں یا حسن ہیں ضعیف حدیث اُن میں نہیں پائی جاتی اور باقی چاروں کتابوں میں سب قسم کی حدیثیں صحیح اور حسن اور ضعیف ہیں اور صحاح اُن کا نام اِسواسطے ہے کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں اور ان کتابوں کے سوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں اور اُن میں بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں مثلاً معاجم ثلاثۂ طبرانی اور سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق کی اور مسند دارمی کی اور حال اِن سب کا بالتفصیل بستان المحدثین میں مذکور ہے اور ہم اس جگہ پر صحاح ستہ والوں کا حال مختصر کچھ لکھے دیتے ہیں

احوال بخاری رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

نام و نسب اُن کا ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہے قد و قامت اُن کا میانہ تھا نحیف یعنی دُبلے آدمی تھے اور حالت طفولیت میں دونوں آنکھیں جاتی رہی تھیں اس سبب سے ان کی والدہ کو نہایت ملال تھا خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی آنکھوں میں روشنی عنایت کی اور یہ تیری گریہ وزاری کا بدلہ ہے صبح کو جب اُٹھیں دیکھا کہ آنکھیں لڑکے کی روشن ہیں اور جب دس برس کے تھے مکتب میں جہاں حدیث کو سُنتے یاد کر لیتے اور اُسی سن میں شغل حدیث کا اُن کو تھا اور جب مکتب سے فارغ ہوئے ایک شخص کو بخارا میں سُنا کہ وہ محدث تھے اور داخلیؒ اُن کا نام تھا بخاریؒ نے اُن کے پاس آمد و رفت شروع کی ایک روز داخلیؒ اپنی کتاب سے احادیث

پڑھ رہے تھے کہ یکایک اُن کی زبان سے نکلا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اُسی وقت بخاریؒ نے کہا کہ ابو الزبیرؒ نے ابراہیمؒ سے نہیں سُنا داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو مبارکباد دی پھر بخاریؒ نے کہا کہ اصل نسخے میں دیکھنا چاہیے سو داخلیؒ گھر میں گئے اور اصل نسخہ لائے اور بخاریؒ کو بلا کے کہا کہ بھلا میں نے تو غلط پڑھا اب صحیح کیا ہے بخاریؒ نے کہا کہ صحیح سُفْیَانُ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ ہے داخلیؒ حیران ہوئے اور اپنے نسخے کو جس میں پڑھتے تھے صحیح کیا اور جب سولہ برس کے ہوئے تمام کتابیں حدیث کی آپ کو یاد تھیں حامد بن اسمٰعیلؒ ایک بزرگ کہ بخاریؒ کے زمانے میں تھے کہتے ہیں کہ بخاریؒ حدیث کے اُستادوں کے پاس بلا دوات و قلم کے جاتے آتے تھے تو ہم لوگوں نے کہا کہ تم کو کیا فائدہ ہے اس سے جو تم سُنتے ہو گے بھول جاتے ہو گے اسی طرح سب لوگوں نے اُن کو کہنا شروع کیا سولھویں دن بخاریؒ نے کہا کہ تم نے مجھے تنگ کیا اب جو تم نے لکھا ہے اُس کو سامنے لاؤ اور میری یاد کو اُس سے مقابلہ کرو اس عرصے میں پندرہ ہزار حدیث سب لوگوں نے لکھی تھیں بخاری رہ نے سب یاد سے پڑھنا شروع کیں اور ایسا خوب یاد تھا کہ میں نے اپنی حدیثوں کو اُن سے صحیح کر لیا پھر کہا بخاریؒ نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں بیفائدہ محنت کرتا ہوں تو ہم لوگوں نے اُس روز سے جانا کہ یہ شخص شدنی ہے اس کی برابری کوئی نہ کر سکے گا اور صحیح بخاریؒ تصنیف کرنے کا یہ سبب ہے کہ ایک روز اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا کہ اگر کوئی جُدا صحیح حدیثوں کو جمع کرے تو کیا خوب ہو کہ بلا خدشہ لوگ اُس پر عمل کرنے لگیں بخاریؒ کے دل میں یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثیں اُن کے پاس تھیں اُن کا انتخاب کرنے لگے جو حدیث نہایت صحیح پائی اُس کو لکھا اور باقی کو ترک کیا اور معمول یہ کیا تھا کہ ہر حدیث کی تحریر کے واسطے غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور دعا کرتے کہ یا الٰہی مجھ سے خطا نہ ہو وے آخر اسی طرح سولہ برس کامل محنت کر کے مسجد کے اندر منبر اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے بیچ میں صحیح بخاریؒ مرتب ہوئی اور انتقال کیا بخاریؒ نے خرتنگ میں کہ ایک گاؤں ہے دو فرسخ سمرقند سے وقت نماز عشاء کے اور دن عید فطر بعد نماز ظہر کے دو سو چھپن ہجری میں انکو دفن کیا اور باسٹھ برس کی عمر آپ کی تھی

احوال مسلم رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

ان کے باپ کا نام حجاج ہے اور کنیت انکی ابو الحسین اور لقب انکا عساکر الدین ہے نیشاپور جو ایک شہر ہے خراسان میں وہاں کے رہنے والے ہیں ابو زرعہ رازیؒ اور ابو حاتمؒ نے جو اجلہ محدثین میں سے ہیں انکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہے اور صحیح مسلم اُن کی نہایت عمدہ کتاب ہے تین لاکھ حدیث سے اِس کتاب کو انتخاب کیا ہے اور بعضوں نے اس کو صحیح بخاریؒ پر مقدم رکھا ہے کہا حافظ علی نیشاپوریؒ نے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح زیادہ مسلمؒ کی کتاب سے نہیں۔ ابو حاتم رازیؒ نے کہ اجلہ محدثین میں سے ہیں مسلمؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن کا حال پوچھا مسلمؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو میرے اوپر مباح کیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو بُرا کہا اور پیدا ہوئے تھے سال دو سو دو میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو سو چار میں اور بعضوں نے کہا دو سو چھ میں اور صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وفات اُن کی یکشنبہ کو شام کے وقت ہوئی اور دوشنبہ کے دن پچیسویں تاریخ کو رجب میں سال دو سو اکسٹھ میں مدفون ہوئے اور وفات اُن کی اِس طرح پر ہوئی کہ ایک مجلس میں لوگوں نے آپ سے ایک حدیث پوچھی اُنھوں نے اُس کو نہ پہچانا اور اپنے گھر آ کے سب کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا اور لوگوں نے سامنے اُن کے ایک ٹوکرا کھجور کا رکھ دیا تھا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ حدیث نہ ملی اور خُرمے تمام ہو گئے اور یہ اُن کے انتقال کا سبب ہوا

احوال ابو داؤد رحمۃ اللہ تعالے علیہ کا

نام ان کا سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشر بن شداد بن عمر بن عمران الازدی سجستانی ہے اور سجستان معرّب ہے سیستان کا اور سیستان ایک ملک ہے سندھ اور ہرات کے بیچ میں متصل ہے قندھار کے اور وہ جو ابن خلکان رہ نے کہا ہے کہ سجستان ایک قریہ ہے قریب بصرے

کے خطا ہے تولد ان کا ۲۰۲ھ دو سو دو ہجری میں ہوا اور اکثر بلاد اسلام میں مانند مصر اور شام اور حجاز اور عراق اور خراسان وغیرہم میں سیر کی اور علم حدیث کو بخوبی جمع کیا حفظ حدیث اور عبادت اور تقویٰ اور صلاح میں ایک فرد کامل تھے اور آپ ایک دامن کشادہ رکھتے تھے اور ایک تنگ لوگوں نے اس حال کو اُن سے دریافت کیا فرمایا کہ دامن کشادہ واسطے کتابوں حدیث کے ہے اور دوسرے دامن کے کشادہ رکھنے کی حاجت نہیں اسراف ہے اور موسیٰ بن ہارونؒ کہ ایک بزرگان وقت میں سے تھے فرماتے کہ ابو داؤدؒ دنیا میں واسطے حدیث کے پیدا ہوئے اور آخرت میں واسطے جنت کے اور جب اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے امام احمدؒ کے پاس لے گئے اُنھوں نے اُس کو دیکھ کے بہت پسند کیا اور ابو داؤدؒ نے اس کتاب کو پانچ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا ہے اور کُل حدیثیں اس کتاب میں چار ہزار آٹھ سو ہیں اور التزام کیا ہے اس بات کا کہ حدیث صحیح ہووے یا حسن اور اسی واسطے یہ کتاب بعد صحیحین کے سب کتابوں سے زیادہ معتبر ہے اور وفات ابو داؤدؒ کی سولھویں تاریخ میں شوال سے سال دو سو اور پچھتر ہجری میں ہوئی اور بصرے میں مدفون ہوئے اور عمر آپ کی تہتر سال کی ہوئی

احوال ترمذی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

کنیت ان کی ابو عیسیٰ ہے اور نام و نسب محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک سلمی ہے اور ترمذ نام ایک شہر کا ہے اور ترمذیؒ شاگرد ہیں بخاریؒ کے اور مسلمؒ اور ابو داؤدؒ سے بھی روایت کرتے ہیں برسوں طلب علم حدیث میں صرف کیے اور یہ کتاب اُن کی عمدہ تصانیف سے ہے، کئی فائدوں پر بہ نسبت اور کتابوں کے زیادہ مشتمل ہے اوّل ترتیب اس کی خوب ہے دوسرے تکرار کم ہے تیسرے ہر مقام پر مذاہب ائمہ اور وجوہ استدلال ہر ایک کی ذکر کی ہیں چوتھے ہر حدیث کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے پانچویں ضعف اور توثیق راویوں سے بھی تعرض ہے اور ان کو خلیفہ بخاریؒ کا کہتے ہیں اور تورع اور زہد اور خوف اُن کا بیحد تھا خوف الٰہی سے برسوں رویا کیے آخر اندھے ہو گئے اور ایک حکایت عجیب اُن کی یہ ہے کہ مکے کی راہ میں ایک شیخ سے ملاقات کی اور پہلے اُس شخص سے دو جز حدیث کے لکھے تھے اور فرصت قرأت کی نہیں پائی تھی ترمذیؒ نے اُس وقت اُن سے قرأت طلب کی شیخ نے قبول کیا اور کہا کہ وہ جز نکالو یکایک ترمذیؒ نے جو اُن کو تلاش کیا تو وہ نہ ملے اور گم ہو گئے تھے دو جز سفید کاغذ سادہ کے نکال کے حدیث اُن سے سُننے لگے شیخ کی نگاہ جو اُس کاغذ پر جا پڑی غصہ ہو کے بولے کہ کیا تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو ترمذیؒ نے کہا کہ نہیں میں نے اُن جزوں کو گم کیا لیکن احادیث سب مجھے اُن جزوں کے یاد ہیں شیخ نے تعجب سے کہا کہ پڑھو، ترمذیؒ نے اوّل سے آخر تک پڑھ دیا اور کہیں نہ بھولے اور سب حدیثیں سُنا دیں شیخ نے کہا کہ اس کا مجھ کو یقین نہیں آتا سابق سے تم نے یاد کر لی ہوں گی ترمذیؒ نے کہا امتحان فرمائیے شیخ نے چالیس حدیثیں غریب نکال کے اُن کو ایک بار سُنا دیں ترمذیؒ نے اُن حدیثوں کو پھر بعینہٖ ایک جا بھی نہ بھولے اور سنا دیا اور ایسے ایسے امتحان اُن کے حافظے کے اکثر ہوا کیے اور کہتے ہیں کہ جب میں اس جامع کی تصنیف سے فارغ ہوا پہلے اس کتاب کو علمائے حجاز کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کیا بعد اس کے علمائے عراق کے سامنے وہ بھی خوش ہوئے بعد اس کے میں نے اس کتاب کو رواج دیا اور وفات اُن کی ترمذ میں دوشنبے کی رات کو ستائیسویں رجب میں سال دو سو ستر اور نو ہجری میں ہوئی

احوال نسائی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا

نام اُن کا ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی ہے اور یہ نسبت بطرف نسا کے کہ نام ایک شہر کا ہے خراسان میں پیدا ہوئے سال دو سو اور چودہ ہجری میں اور بڑے بڑے شیخوں اور عالموں کو حدیث کے پایا شافعی مذہب تھے اور ہمیشہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے نہایت قوی اور زبردست تھے چار بیبیاں تھیں ہر رات کو ایک کے پاس جاتے تھے اور لونڈیاں بھی بہت تھیں اور پہلے ایک کتاب حدیث کی لکھی اور نام اُس کا سُنن کبریٰ رکھا جب اُس کی تصنیف سے فارغ ہوئے ایک امیر نے اُن سے پوچھا کہ جتنی حدیثیں اس کتاب میں ہیں سب صحیح ہیں اُنھوں نے کہا کہ صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں سب قسم کی حدیثیں ہیں اُس امیر نے عرض کیا کہ ایک کتاب ایسی جمع کیجیے

جس میں سب حدیثیں صحیح ہو دیں تب اُنھوں نے اُس کو خلاصہ کر کے صحیح حدیثیں منتخب کیں اور نام اُس کا مجتبےٰ رکھا اور اُس کو سُنن صغریٰ بھی کہتے ہیں اور وہ جو سنن نسائی اس زمانے میں مشہور ہے یہی سنن صغریٰ ہے اور سبب اُن کی وفات کا یہ ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے مناقب میں ایک کتاب اُنھوں نے تصنیف کی بعد فراغت کے اُنھوں نے چاہا کہ اس کتاب کو جامع دمشق میں بیان کریں کہ وہاں کے لوگ بسبب سلطنت بنی اُمیّہ کے خوارج کی طرف میل رکھتے ہیں کچھ تھوڑا سا بیان اُس کتاب کا کیا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ آپ نے امیر المومنین معاویہؓ کے مناقب میں بھی کچھ لکھا ہے فرمایا کہ معاویہؓ کو یہی کافی ہے کہ نجات پا جاویں اُن کے مناقب کہاں ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا کہ میرے نزدیک اُن کے مناقب میں سے کچھ صحیح نہیں اسی طرح کچھ کہا کہ عام لوگوں نے اُن کو تشیع کی طرف منسوب کیا اور لاتیں مارنا شروع کیں کچھ چوٹ اُن کے فوطوں میں پہونچی کہ اس کے سبب سے آپ بیجان ہوگئے خادم اُن کو اُٹھا کے گھر میں لائے اُنھوں نے کہا کہ مجھ کو اسی وقت مکہ معظمہ میں لے چلو کہ وہاں جا کے مروں یا راستے میں مر جاؤں غرض مکہ میں پہونچے اور صفا اور مروہ کے بیچ میں مدفون ہوئے وفات اُنکی دن شنبہ تاریخ تیرھویں صفر میں سال تین سو تین میں ہوئی اور بعضے کہتے ہیں کہ راہ میں اُن کا انتقال ہوا اور وہاں سے لاش اُنکی مکے میں لے گئے

احوال ابن ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا

نام اُن کا ابو عبد اللہ محمد بن زید بن عبد اللہ بن ماجہ قزوینی ربعی ہے اور ربعی نسبت ہے طرف ربع کے کہ نام ایک قبیلے کا ہے اور قزوین نام ایک شہر کا ہے عراق عجم میں اور یہ کتاب اُن کی عمدہ تصانیف میں سے ہے اور صحاح ستہ میں بقول راجح داخل ہے اور جب اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے ابو زرعہ رازی کے پاس لے گئے اُنھوں نے اس سُنن کو دیکھ کے کہا کہ اگر یہ کتاب کسی شخص کے ہاتھ لگے گی اکثر کتابیں فن حدیث کی بے کار ہو جاویں گی اور واقعی یہ کتاب بسبب اختصار اور عدم تکرار میں بے نظیر ہے اور ابو زرعہ نے اس کتاب کی صحت کی شہادت دی اور کہا کہ غالب ہے کہ اس میں کوئی حدیث نہایت ضعیف اور موضوع نہ ہوگی اور اس سنن میں بتیس کتابیں ہیں اُن میں ایک ہزار پانچ سو باب ہیں اور سب حدیثیں اس کی چار ہزار ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ماجہ اُن کی ماں کا نام تھا عبد اللہؒ دادا اُن کے صحابی تھے سنہ دو سو اور نو ہجری میں پیدا ہوئے اور بہت مشائخ حدیث سے استفادہ کیا اور بخوبی اس فن سے مطلع ہوئے اور وفات اُن کی دو شنبے کے روز سنہ دو سو تہتر ہجری میں بائیسویں تاریخ رمضان میں ہوئی فقط

بیان تقلید کا

جاننا چاہیے کہ بعض محققین نے تقلید مذہب معین کو مذاہب اربعہ میں سے واجب کہا ہے اور بعضوں نے مستحسن تو موافقت ان دونوں قولوں میں اس طور پر ہے کہ جو شخص عالم فن حدیث کا ہووے چاروں مذہب کے ماخذ اور اصول سے واقف ہو کلام اللہ کی آیات منسوخہ اور غیر منسوخہ اور معانی اُن کے سے بخوبی مطلع ہووے اور معرفت ضعف حدیث اور صحت میں بہرۂ تام رکھتا ہو کیفیت روات سے آگاہ ہو بہت احادیث اُس کو مستحضر ہوں اکثر کتابیں حدیث کی اُس کے مطالعے سے گزری ہوں تو ان سب صورتوں کا جو شخص جامع ہووے اُس کو تقلید مذہب معین کرنا مستحسن ہے اور جس شخص میں یہ شرائط متحقق نہیں تقلید کا وجوب اُسی کے حق میں ہے اور اس زمانہ میں ایسا شخص جو ان شرائط مذکورہ کا جامع ہووے اکثر مقاموں میں متحقق نہیں اگرچہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہے اور تقلید ائمہ مجتہدینؒ مسائل شرعیہ میں درحقیقت اطاعت خدا اور رسول میں داخل ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اسی واسطے مفسرین نے اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے اُمرا اور سلاطین سلین مراد لیے ہیں نہ مجتہدین شریعت چنانچہ بیضاوی میں ہے کہ اس کی تائید کرتا ہے قول اللہ تعالیٰ کا فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اس واسطے کہ مقلد کو جائز نہیں کہ نزاع کرے مجتہد سے اُس کے حکم میں بخلاف اُمرا کے اور عبارت اُس کی یہ ہے وَھُوَ یُؤَیِّدُ الْوَجْہَ الْاَوَّلَ اِذْ لَیْسَ لِلْمُقَلِّدِ اَنْ یُّنَازِعَ الْمُجْتَھِدَ فِیْ حُکْمِہٖ بِخِلَافِ الْمَرْؤُسِ اِنْتَھٰی کیونکہ اطاعت علمائے اہل اجتہاد کی اطاعت خدا اور رسولؐ کی نہ ہوگی

حالانکہ وہ لوگ حافظان علم نبوت اور شارحان کتاب و سنت ہیں اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ اور عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اسی مضمون پر دلالت کرتا ہے اور وہ جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہیں کہ تقلید ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ وغیرہ کی ایسی ہے جیسے مشرکین تقلید اپنے آباء و اجداد کی کرتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ قیاس اس تقلید کا مشرکین کی تقلید پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مقلدین مجتہدین کو وسائط بلوغ علم نبوت اور وسائل وصول احکام شریعت سمجھ کر تقلید کرتے ہیں بالاستقلال ان کو مصدر احکام نہیں جانتے ہیں امام ابوجعفرؒ نے بسند متصل نقل کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اخذ کرتے ہیں اوّل ساتھ کتاب کے پھر ساتھ سُنّت کے پھر ساتھ قضایائے صحابہؓ کے اور عمل کرتے ہیں ہم جس پر اتفاق ہوتا ہے صحابہؓ کا اور جس میں کہ اختلاف ہوتا ہے صحابہؓ کا اس کو قیاس کرتے ہیں اور مسئلے پر اور روایت کی بیہقیؒ نے مدخل میں بسند صحیح حضرت امام ابوحنیفہؒ سے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ اِذَا جَآءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَلَی الرَّاْسِ وَالْعَیْنِ وَاِذَا جَآءَ عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَخْتَارُ مِنْ قَوْلِھِمْ وَاِذَا جَآءَ مِنَ التَّابِعِیْنَ زَاحَمْنَاھُمْ یعنی جس وقت آئے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے اور جس وقت صحابہؓ سے ہو اُس میں اختیار[لہ] کرتے ہیں ہم اور جس وقت تابعین سے آیا ہووے تو اُن کی مزاحمت کرتے ہیں یعنی اُس میں کلام کرتے ہیں اور قیاس کو دخل دیتے ہیں اور کس طرح حضرت امام صاحبؒ تابعین کے قول میں مزاحمت نہ کریں گے کیونکہ خود بھی تابعین میں سے ہیں اور روضۃ العلماء سے مذکور ہے اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی فرمایا امام صاحبؒ نے ترک کرو قول میرا بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور فرمایا اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ یعنی جب صحیح ہو جاوے حدیث تو وہی میرا مذہب ہے اور صراط مستقیم میں ہے کہ اصحاب ابوحنیفہؒ کے متفق ہیں کہ حدیث ہر چند اسناد اُس کی ضعیف ہو مقدم اور اولیٰ ہے قیاس سے اور اجتہاد سے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدون ضرورت کے عمل قیاس پر ہرگز نہیں کیا اور میزان شعرانی میں ہے وَمَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِھِمْ اِلَّا لِجَھْلِہٖ بِہٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِہٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ عَلَیْہِ لَاسِیَّمَا الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ الَّذِیْ اَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰی عِلْمِہٖ وَوَرَعِہٖ وَعِبَادَتِہٖ وَدِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ وَاسْتِنْبَاطَاتِہٖ وَحَاشَاہُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بِالرَّاْیِ الَّذِیْ لَا یَشْھَدُ لَہٗ ظَاہِرُ کِتَابٍ وَّلَا سُنَّۃٍ یعنی نہیں طعن کیا کسی نے بیچ کسی قول کے اقوال مجتہدین سے مگر جاہلوں نے اس قول کے کہ جاہل رہے اُس کی دلیل سے یا دقت اور باریکی اُس کی سے خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اجماع کیا سلف اور خلف نے اُن کے علم اور ورع اور عبادت اور دقت مدارک اور استنباطات اُن کے پر اور بچے قول سے دین خدا میں اُس رائے سے کہ نہیں شہادت دی ہو اُسکی کتاب اور سُنّت نے اور لیکن وجوب تقلید کا واسطے غیر مجتہد کے تو اتفاق کیا اُس پر علمائے اُمّت نے کہا جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں یَجِبُ عَلَی الْعَامِیِّ وَغَیْرِہٖ مِمَّنْ لَّمْ یَبْلُغْ مَرْتَبَۃَ الْاِجْتِھَادِ اِلْتِزَامُ مَذْھَبٍ مُّعَیَّنٍ مِّنْ مَّذَاھِبِ الْمُجْتَھِدِیْنَ انتھٰی یعنی واجب ہے عامی اور غیر عامی پر جو نہ پہونچا ہو درجۂ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مذاہب مجتہدین سے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے روضۃ الطالبین میں اَمَّا الْاِجْتِھَادُ الْمُطْلَقُ فَقَالُوْا اِخْتَتَمَ بِالْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ حَتّٰی اَوْجَبُوْا تَقْلِیْدَ وَاحِدٍ مِّنْ ھٰؤُلَآءِ عَلَی الْاُمَّۃِ وَنَقَلَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ الْاِجْمَاعَ عَلَیْہِ یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ ائمہ اربعہ کے اور واجب ہے تقلید ایک کی اُن میں سے اُمّت پر اور نقل کیا امام الحرمین نے اجماع اس پر اور بحر العلوم نے شرح تحریر ابن الہمام میں لکھا ہے غَیْرُ الْمُجْتَھِدِ الْمُطْلَقِ یَلْزَمُہٗ تَقْلِیْدُ مُجْتَھِدٍ مَّا مِنَ الْمُجْتَھِدِیْنَ الْمُطْلَقِیْنَ یعنی جو مجتہد مطلق نہ ہو اُس کو لازم ہے تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کسی کی ائمہ اربعہ میں سے واجب ہے اور ہم بھی کسی مسئلے پر جو مخالف ائمہ اربعہ کے ہو عمل نہیں کرتے بلکہ کسی مسئلے پر موافق ابوحنیفہؒ کے اور کسی پر موافق شافعیؒ کے اِس طرح پر عمل کرتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ باعث اِس کا یا تو حصول درجۂ اجتہاد ہے کہ جس کا قول صحیح موافق احادیث

[لہ] یعنی اقوال مختلفہ صحابہؓ میں سے جس کا قول اقرب ہو بصواب اسے اختیار کرتے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

کے پاتے ہیں اُس پر عمل کرتے ہیں تو اس صورت میں تقلید کی کیا حاجت ہے اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے یہ امر ہے تو مخالف حق اور باطل ہے کیونکہ اتفاق کیا علماء نے اس بات پر کہ نہیں جائز ہے غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے میں رائے ابو حنیفہؒ پر اور دوسرے میں رائے شافعیؒ پر کہا ملا علی قاری رحمہ نے رسالے میں اپنے کہ تالیف کیا اُس کو قفال کی رد میں بَلْ وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُعَيِّنَ مَذْهَبًا مِنَ الْمَذَاهِبِ اِمَّا مَذْهَبَ الشَّافِعِيِّ فِي جَمِيعِ الْفُرُوعِ وَالْوَقَائِعِ وَاِمَّا مَذْهَبَ مَالِكٍ وَاِمَّا مَذْهَبَ اَبِي حَنِيفَةَ وَغَيْرِهِمْ وَلَيْسَ اَنْ يَنْتَقِلَ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ مَا يَهْوَاهُ وَمِنْ مَذْهَبِ اَبِي حَنِيفَةَ مَا يَرْضَاهُ لِاَنَّا لَوْ جَوَّزْنَا ذٰلِكَ لَاَدّٰى اِلَى الْخَبْطِ وَالْخُرُوْجِ عَنِ الضَّبْطِ وَحَاصِلُهُ يَرْجِعُ اِلٰى نَفْيِ التَّكْلِيْفِ لِاَنَّ مَذْهَبَ الشَّافِعِيِّ اِذَا اقْتَضٰى تَحْرِيْمَ الشَّيْءِ وَمَذْهَبَ اَبِي حَنِيْفَةَ مَثَلًا اِبَاحَةَ ذٰلِكَ الشَّيْءِ بِعَيْنِهِ اَوْ عَكْسَ ذٰلِكَ فَهُوَ اِنْ شَاءَ مَالَ اِلَى الْحَلَالِ وَاِنْ شَاءَ مَالَ اِلَى الْحَرَامِ فَلَا يَتَحَقَّقُ الْحِلَّةُ وَالْحُرْمَةُ وَفِي ذٰلِكَ اِعْدَامُ التَّكْلِيْفِ وَاِبْطَالُ فَائِدَتِهِ وَاسْتِئْصَالُ قَاعِدَتِهِ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ انتہیٰ مَا ذَكَرَهُ یعنی بلکہ واجب ہے اُس پر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعیؒ کی جمیع فروع اور وقائع میں یا مذہب مالکؒ کی یا مذہب ابو حنیفہؒ وغیرہم کی اور یہ نہیں کہ جو جی چاہے مذہب شافعیؒ سے اختیار کرلے اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہؒ سے کیونکہ جواز میں اس کے کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اس کا نفی تکلیف کی ہے کیونکہ جب مذہب شافعیؒ مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہے اور مذہب ابو حنیفہؒ کا مثلاً اُس کی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حلال کے اور جب چاہے طرف حرام کے تو حلت اور حرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور اس میں صریح اعدام تکلیف ہے اور ابطال ہے اُس کے فائدے کا اور استیصال ہے اُس کی بنا کا اور یہ باطل ہے اور کہا ترشیح میں لَا خَيْرَ فِي اَنْ يَكُوْنَ حَنَفِيًّا فِي بَعْضِ الْمَسَائِلِ وَشَافِعِيًّا فِي بَعْضٍ اُخَرَ یعنی نہیں بہتر ہے کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں اور شرح عین العلم میں ہے فَلَوِ الْتَزَمَ اَحَدٌ مَذْهَبًا كَاَبِي حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِيِّ فَلَزِمَ عَلَيْهِ الْاِسْتِمْرَارُ فَلَا يُقَلِّدُ غَيْرَهُ فِي مَسْئَلَةٍ مِنَ الْمَسَائِلِ یعنی جس نے لازم پکڑا ایک مذہب مثلاً مذہب ابی حنیفہؒ یا مذہب شافعیؒ کا تو واجب ہے کہ ہمیشہ اُسی مذہب پر رہے اور سوا اس کے کسی مسئلے میں غیر کی تقلید نہ کرے اور کہا ابن عبد البرؒ نے اِنَّ تَتَبُّعَ رُخَصِ الْمَذَاهِبِ غَيْرُ جَائِزٍ بِالْاِجْمَاعِ یعنی تلاش رخصتوں کا ہر مذہب میں ممنوع ہے بالاجماع اور تفسیر احمدی میں ہے اِذَا الْتَزَمَ مَذْهَبًا يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَدُوْمَ عَلٰى مَذْهَبٍ الْتَزَمَهُ وَلَا يَنْتَقِلَ عَنْهُ اِلٰى مَذْهَبٍ اٰخَرَ یعنی جس مذہب پر التزام کرے تو چاہیے کہ مداومت کرے اُس پر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے الحاصل ان روایات و اقوال سے بخوبی واضح ہے کہ جو شخص پایہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اُس کو واجب ہے اور وجوب و حقیت تقلید پر بہت سی دلیلیں ہیں کہ اُن کو اس مقام میں ذکر کرنا مناسب ہے **دلیل پہلی** یہ ہے جو ہم نے اس مقام میں قول اکابر علمائے اُمت کے اس باب میں بیان کیے **دلیل دوسری** ایسی ہے کہ اُس میں خصم کو جائے کلام نہیں وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جب ارشاد فرمایا کہ مسائل میرے ماخوذ ہیں احادیث اور آیات سے تو دو حال سے خالی نہیں یا اس قول کی تصدیق کرتے ہو یا انکار کرتے ہو اور اُس کو کذب جانتے ہو بر تقدیر اول تو تابعداری اس مذہب کی جمیع مسائل میں واجب ہوگی اور تقدیر ثانی میں اگر احتمال کذب کا جیسے امام صاحب کی طرف ہے اسی طرح جائز ہے کہ احتمال کذب کا بخاریؒ و مسلمؒ کی طرف ہووے مثلاً جب امام صاحب کہ مصداق خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ کے ہیں یوں فرماویں کہ مسائل بیان کیے ہوئے ہمارے ماخوذ ہیں کتاب اور سنت اور قضایائے صحابہؓ سے تو قول اُن کا لائق اعتماد نہ ہوا اور جب بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہما کہ اُن سے نہایت متاخر ہیں ذکر کریں کہ یہ حدیث ہم کو فلانے سے پہونچی ہے تو قول اُن کا بغیر گفتگو مقبول ہو جاوے تو جیسا جائز ہے کہ امام اعظمؒ نے کذباً یہ کہا ہو کہ مسائل بیان کیے ہوئے میرے ماخوذ ہیں کتاب اور سنت سے اور واقع میں وہ مسائل اختراعی

وعلی ہوں اسی طرح جائز ہے کہ بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہما نے کذّابا کہا ہو کہ یہ حدیث ہم کو فلانے سے پہونچی ہے تو ایک کی بات کو صادق جاننا اور دوسرے کی بات کو باوجود بزرگی وفضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلامرجح بلکہ ترجیح مرجوح ہے **دلیل تیسری** یہ ہے کہ اس زمانے میں اکثر غیر مقلد جو علما سے سُن لیتے ہیں کہ یہ قول موافق حدیث کے ہے اور اُس پر عمل کرتے ہیں تو تعجب ہے کہ قول اُن علمار کا جن کو امام صاحب کی نسبت بالکل وقوف نہیں لائق اعتبار ہو جاوے اور امام صاحب کا قول لائق اعتماد اور عمل کے نہ ہووے اور یہ نہایت درجے کا جہل ہے **دلیل چوتھی** یہ ہے اکثر علمار اور فضلا اور اولیار اللہ اس اُمت میں اتباع مذہب حنفیہ کرتے چلے آئے ہیں تو احتمال بطلان اس مذہب کا ایک شخص کے قول سے کس طرح جائز ہوگا **بیت** ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند + روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را + **دلیل پانچویں** یہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی اطاعت کرو بڑے گروہ کی اور جو اس میں سے نکل جاوے نکالا دوزخ میں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا یعنی جو شخص مومنوں کی راہ کے سوا اور راہ طلب کرے پھیریں گے ہم اُس کو جس طرف پھرا اور داخل کریں گے ہم اُس کو جہنم میں اور بُری ہے وہ جگہ پھر جانے کی اور حالانکہ اکثر لوگ اُمت کے تقلید مذہب ابی حنیفہؒ پر ہیں اور بعض باقی اوپر مذاہب ثلاثۂ باقیہ کے کما قال علی قاریؒ نے وَاَمَّا اِتِّبَاعُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا فَفِی الْاِزْدِیَادِ فِیْ جَمِیْعِ الْبِلَادِ سِیَّمَا فِیْ بِلَادِ الرُّوْمِ وَمَا وَرَاءَ النَّہْرِ وَوِلَایَۃِ الْہِنْدِ وَالسِّنْدِ وَاَکْثَرِ اَہْلِ خُرَاسَانَ وَعِرَاقٍ مَعَ وُجُوْدِ کَثِیْرٍ مِّنْ فِیْ بِلَادِ الْعَرَبِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَظُنُّ اَنَّہُمْ یَکُوْنُوْنَ ثُلُثَیِ الْمُسْلِمِیْنَ بَلْ اَکْثَرُ عِنْدَ الْمُہَنْدِسِیْنَ بِالْاِتِّفَاقِ یعنی اتباع مذہب ابی حنیفہؒ کا تو زیادتی پر ہے قدیم سے اور جدید سے تمام شہروں میں خاص کر کے روم کے ملکوں میں اور ماوراء النہر کے اور ولایت ہندوستان اور سندھ اور اکثر اہل خراسان اور عراق میں باوجود اس کے کہ بہت لوگ ہیں عرب میں بالاتفاق اور جانتا ہوں میں کہ ہوں گے وہ دو ثلث مسلمانوں کے بلکہ اکثر نزدیک مہندسین کے بالاتفاق اور اکثر اولیار اللہ اور کاملین اسی مذہب کے مقلد رہے در مختار میں ہے وَقَدِ اتَّبَعَہٗ عَلٰی مَذْہَبِہٖ کَثِیْرٌ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاہَدَۃِ وَرَکَضَ فِیْ مَیْدَانِ الْمُشَاہَدَۃِ کَاِبْرَاہِیْمَ بْنِ اَدْہَمَ وَشَقِیْقِ نِ الْبَلْخِیِّ وَمَعْرُوْفِ نِ الْکَرْخِیِّ وَاَبِیْ یَزِیْدَ الْبُسْطَامِیِّ وَفُضَیْلِ بْنِ عِیَاضٍ وَدَاوٗدَ الطَّائِیِّ وَاَبِیْ حَامِدِ نِ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَیُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ وَوَکِیْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِیْ بَکْرِ نِ الْوَرَّاقِ وَغَیْرِہِمْ آخر تک اور ایسا ہی ذکر کیا اکثر علمارؒ نے اور کہا اہل کشف نے کہ جیسا مذہب امام ابو حنیفہؒ کا قدیم سے ہے اسی طرح آخر تک رہے گا اور دیکھنے کی بات ہے کہ امام اعظم صاحبؒ اتباع حدیث میں اوروں سے زیادہ ہیں کہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں اور قیاس کو اُس کے مقابلہ میں جائز نہیں رکھتے تو افسوس ہے اُن لوگوں پر کہ باوجود مشاہدے ان امورات کے اور اس احتیاط بلیغ کے اُن لوگوں کو اصحاب رائے سے شمار کرتے ہیں اور اس مذہب کے مسائل کو اپنے زعم باطل کے موافق خلاف احادیث وآیات کے سمجھتے ہیں اور اُن کے تابعوں کو کہ سواد اعظم میں داخل ہیں گمراہ اور خاطی کہتے ہیں تمثل مشہور ہے کہ چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے مُنھ پر خاک پڑتی ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت دیا ہے وہ لوگ کبھی حشر تک اتباع اس طریقۂ سنیہ سے باز نہ آویں گے اور بعض لوگ جو مصداق یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ کے ہیں باغوائے مفسدین شاید کہ اس سے محروم رہیں یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِہِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ **دلیل چھٹی** یہ ہے کہ بوقت تسلیم کے جب کوئی مسئلہ مسائل حنفیہ میں سے اس قسم کا نکالو کہ جس کی کوئی دلیل حدیث ضعیف یا صحیح یا آیت قرآن شریف سے نہ ہو تو اس صورت میں اگر خاص اُس مسئلے میں کلام کرو اور اُس پر عمل نہ کرو تو قول تمہارا لائق قبول ہوگا اور وہ جو مسئلہ رفع یدین یا قرأت میں پیچھے امام کے یا قلتین کے مسئلے میں کلام کرتے ہیں تو سب مسائل کو ہم نے فضل الٰہی سے اس کتاب میں تفصیل بیان کیا ہے اور تمامی مطاعن کے جوابات تحریر کیے ہیں دیکھنے سے ظاہر ہوگا حالانکہ امام شافعیؒ

کے مذہب میں بھی بہت سے ایسے مسئلے ہیں جن کی دلیلیں ضعیف اور اُن میں کلام ہے مثلاً جہر بسم اللہ کا اور حدث نہ ہونا خون اور پیپ کا اور کھانا اُس ذبیحے کا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہووے قصداً اور کوئی مذہب ایسا نہیں کہ ہر مسئلے میں اُس کے ادلّہ قوی ہوں سب قسم کے مسائل ہوتے ہیں ہاں ایسا قول نہ ہو جو مخالف صریح حدیث کے ہووے اور کسی دلیل سے اُس میں تمسک نہ ہووے واللہ اعلم وعلمہ اتم

جواب اُن مطاعن کے جن کو اکثر غیر مقلدین بیان کرتے ہیں

طعن پہلا۔ ہم لوگ احادیث کے اوپر عمل کیا کرتے ہیں اور تعجب ہے کہ قول ابو حنیفہؒ کا تو قابل قبول ہو اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قابل عمل کے نہ ہووے جواب احادیث پر عمل کرنا تو عین ہمارا مطلوب ہے مگر یہ کہ جس شخص کو معرفت حدیث کی اور ناسخ ومنسوخ کی ہووے اور معانی حدیث کے سمجھتا ہووے اور طریقہ استنباط جانتا ہو تو اُس شخص کو عمل بالحدیث جائز ہے اور جس میں یہ شروط متحقق نہیں اُس کو عمل کرنا ظاہر الفاظ حدیث پر دیکھ کے جائز نہیں تقریر شرح تحریر میں ہے وَلَیْسَ لِلْعَامِّیِّ الْاَخْذُ بِظَاهِرِ الْحَدِیْثِ لِجَوَازِ کَوْنِهٖ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بَلْ عَلَیْهِ الرُّجُوْعُ اِلَی الْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَاءِ فِیْ حَقِّهٖ اِلٰی مَعْرِفَةِ صَحِیْحِ الْاَخْبَارِ وَسَقِیْمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوْخِهَا فَاِذَا اعْتَمَدَ کَانَ تَارِکًا لِلْوَاجِبِ عَلَیْهِ انْتَهٰی یعنی نہیں جائز ہے عامی کو تمسک کرنا ساتھ ظاہر حدیث کے بسبب جواز مصروف ہونے اُس کی کے ظاہر سے یا منسوخ ہونے اُس کی کے بلکہ لازم ہے عامی پر رجوع طرف فقہاء کے جہت عدم اہتداء کے حق میں اُس کے طرف معرفت صحیح احادیث اور سقیم اور ناسخ اور منسوخ کے پس اگر اعتماد کرے گا ظاہر حدیث پر تو ہوگا تارک اُس چیز کا جو واجب ہے اُس پر اور کفایہ حاشیہ ہدایہ میں مسطور ہے اَلْعَامِّیُّ اِذَا سَمِعَ حَدِیْثًا لَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّاْخُذَ بِظَاهِرِهٖ لِجَوَازِ اَنْ یَّکُوْنَ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا بِخِلَافِ الْفَتْوٰی اور معنی اس کے وہی ہیں جو اوپر بیان کیے اور بھی کفایہ میں مرقوم ہے اِنَّ الْمُفْتِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ مِمَّنْ تُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ وَیُعْتَمَدُ عَلَیْهِ فِی الْبَلْدَةِ فِی الْفَتْوٰی وَاِذَا کَانَ الْمُفْتِیْ عَلٰی هٰذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَی الْعَامِّیِّ تَقْلِیْدُهٗ وَاِنْ کَانَ الْمُفْتِیْ اَخْطَاءَ فِیْ ذٰلِکَ وَلَا یُعْتَبَرُ بِغَیْرِهٖ هٰکَذَا رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَابْنُ رُسْتَمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَبِشْرٌ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ انتہت یعنی چاہیے کہ مفتی ہو اُن شخصوں سے کہ لی جاتی ہے اُن سے فقہ اور اعتماد کیا جاتا ہے اُن پر شہر میں بیچ فتویٰ کے اور جبکہ ہو مفتی اس صفت پر پس عامی پر لازم ہے تقلید اُس کی اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو اس مسئلے میں اور نہ اعتبار کرے ساتھ غیر اُس مفتی کے ایسی ہی روایت کی ہے حسنؒ نے ابو حنیفہؒ سے اور ابن رستمؒ نے امام محمدؒ سے اور بشیرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے اور مسلم الثبوت میں یہ ہے کہ اجماع کیا ہے محققین نے اوپر منع عوام کے تقلید صحابہؓ سے بلکہ اُن پر لازم ہے اتباع اُن لوگوں کی کہ جلا دی ہے اُنھوں نے اور باب باب کیا ہے اُنھوں نے پس مہذب اور منقح کیا ہے اُنھوں نے اور جمع کیا ہے اُنھوں نے اور اسی بنا پر کیا ہے ابن الصلاحؒ نے منع کو تقلید سے سوا چار اماموں کے کیونکہ یہ بات نہیں جانی گئی ہے غیر میں ان چار کے اور اس میں کلام ہے اور وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہیں ان معنی کر صحیح ہے کہ اصل مضامین اُس کے ایسے نہیں ہیں کہ بیان کیے سے سمجھ میں ہر خاص وعام کے نہ آویں مثل مطالب منطق اور علوم فلسفہ کے اور ان معنی کر غلط ہے کہ اس کے حقائق کو سمجھ کر عبارت سے نکال لینا اور بیان کر دینا ہر آدمی اور ان پڑھے کو آسان ہے بلکہ بعض مضامین ظاہر میں نہایت آسان اور سہل ہوتے ہیں لیکن حقیقت اُس کی سوا واقفین کے اور کو نہیں کھلتی پس اگر ظاہر پر ایسے مطعون کے یہ شخص بدون تحقیق کے واقفوں سے باوجود استطاعت اور قدرت سوال کے عمل کرے گا تو عجب نہیں کہ مواخذہ دار ہووے علاوہ اس کے قول امام ابو حنیفہؒ پر ہم اس طرح سے عمل نہیں کرتے کہ یہ بالذات اُن ہی کا قول ہے بلکہ اس طرح پر کہ یہ قول اُن کا قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہے اور موافق شریعت کے ہے تو قول ابو حنیفہؒ اور قول رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم میں کچھ منافات نہیں بلکہ کوئی قول ابوحنیفہ رح کا اس قسم سے نہیں پایا جاتا جس کی دلیل کچھ احادیث وآیات سے نہ ہووے اور پھر در صورتیکہ عمل عامی کو ظاہر حدیث پر منع ہووے اور قول ابوحنیفہ رح کا موافق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو تو عمل کرنا احادیث پر اپنی رائے کے موافق اور ترک کرنا تقلید ابوحنیفہ رح کی نہایت عقل وانصاف سے بعید ہے اور ابوشامہ رح سے جو منع تقلید میں مروی ہے تو بر تقدیر صحت نقل کے وہ طعن نسبت اُن لوگوں کے ہے کہ جنھوں نے حرام کہا ہو نظر کرنے کو کتب احادیث میں اور ہم لوگ اُس کو ہرگز حرام نہیں کہتے بلکہ موجب اجر جزیل اور ثواب کا جانتے ہیں اور مشارق الانوار میں جو خلاف حدیث کے چلنے سے منع کیا ہے بعد متنبہ ہوجانے اس بات کے کہ یہ مخالف ہے اُس حدیث کے سو وہ کچھ مخالف ہمارے نہیں ہے اور علیٰ ہذا القیاس یہی مراد ہے اُن قولوں سے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ مصلحت اور قرار داد علمار کا آخر زمانے میں تعیین اور تخصیص مذہب ہے کہ ضبط اور ربط کار دین ودُنیا اسی میں ہے پہلے سے مخیر ہے جس کو چاہے اختیار کرے ہوسکتا ہے اور بعد اختیار ایک مذہب کے دوسرے مذہب کی طرف جانا بے توہم سوء ظن اور تفرق کے اعمال اور احوال میں نہ ہوگا پس قرار داد متاخرین مختار ہے اور اسی میں خیر ہے اب کسی مجتہد کے تابع کو نہیں پہونچتا ہے کہ اگر کوئی حدیث مخالف اپنے مذہب کے پاوے تو اپنے مذہب کو چھوڑ دے اور اُس حدیث پر عمل کرے یہ طریقہ متقدمین کا ہے علما کو اس زمانے میں سوا متابعت مجتہدوں کے کوئی طریقہ نہیں ہے اور حکم مجتہد کا درحقیقت حکم کتاب وسُنت ہے بدر کلام صاحب فتح العزیز یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز رح کا اس آیت کی تفسیر میں بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا منع میں اُس تقلید کے کہ مشرکین اُس کو مقابلے میں حکم خدا ورسولؐ کے پیش کرتے تھے ہے نہ منع میں اس تقلید کے کہ فی الحقیقۃ اطاعت خدا ورسولؐ کی ہے اور کس طرح مولانا صاحب منع کرتے اس تقلید کو حالانکہ خود بھی مقلد تھے اور خود اسی تفسیر میں وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کے تحت میں فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے جن کی اطاعت بحکم خدا فرض ہے مجتہدین شریعت اور شیوخ طریقت ہیں کہ حکم اُن کا بھی واجب الاتباع ہے عوام اُمت پر کیونکہ فہم اسرار شریعت اور دقائق طریقت اُن کو میسر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پوچھ لو نصیحت والوں سے اگر تم نہیں جانتے ہو اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے عقد الجید میں لکھا ہے جان تو بیشک تمسک کرنے میں ساتھ ان مذاہب اربعہ کے مصلحت عظیمہ ہے اور اعراض میں اُس سے بڑا مفسدہ ہے اور ہم بیان کریں گے اُس کو کئی وجہوں سے انتہیٰ **طعن دوسرا** دیکھو صحاح ستہ کی کتابیں جو احادیث کے فن میں اور کتابوں سے زیادہ معتبر ہیں اکثر جا حدیثیں شافعیہؒ کے موافق ہیں اور حنفیہ کے مخالف تو اولیٰ اس صورت میں عدم اتباع مذہب حنفیہ ہوگا **جواب** صحاح ستہ کے ماسوا اور بہت سی کتابیں حدیث کی ہیں کہ جن کو محدثین نے بیان کیا ہے مثلاً معاجم طبرانی کی مؤطا امام محمدؒ کی مصنف ابن ابی شیبہؒ کی کتابیں دارقطنیؒ کی تصانیف طحاویؒ کی تصانیف ابن حبانؒ اور حاکمؒ کی وغیرہا اور صحاح ستہ کی شہرت مبنی ہے اس بات پر کہ اکثر حدیثیں ان کتابوں کی صحیح ہیں جیسا کہ ان کا ذکر اوپر ہم کرچکے اور یہ لازم نہیں کہ جو حدیث ان کتابوں میں نہ ہووے وہ صحیح نہ ہووے سیکڑوں حدیثیں صحیح ایسی ہیں بخاریؒ ومسلمؒ کی شرط پر کہ ان کتابوں میں موجود نہیں **طعن تیسرا** حنفی لوگ اکثر جا مخالفت حدیث کی کرتے ہیں اور قیاس اور رائے کو دخل دیتے ہیں اس واسطے نام ان کا اہل الرائے ہوا اور یہ نام ان کا قدیم سے ہے ترمذی میں جا بجا دیکھو مسائل مذہب حنفیہ کو لکھا ہے وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الرَّاْيِ **جواب** ظاہرا اہل الرائے کہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ امام ابوحنیفہ صاحبؒ کے وقت میں مدارک اور باریکی استنباطات اس قسم کی تھی کہ بعض اہل عصر کی سمجھ میں قول اُن کا بلا تامل وفکر نہیں آتا تھا اس وجہ سے بعض لوگوں نے اُن کو اہل الرائے کہنا شروع کیا اور یہ نام وجہ طعن نہیں ہوسکتا الا اس صورت میں کہ مسائل اُن کے صرف رائے اور اختراع عقل پر مبنی ہوں حال آنکہ کوئی مسئلہ اُن کا اس قسم کا نہیں جس کے ساتھ اور مجتہد نے بھی تمسک نہ کیا ہو اور کیونکر اہل رائے یہ لوگ ہوں گے حال آنکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف ومرسل مقدم تر اور اولیٰ تر ہے قیاس اور

اجتہاد سے برخلاف امام شافعیؒ کے کہ وہ حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے تو اگر کسی نے ازراہ تعصب یا کسی اور وجہ سے کوئی کلمہ خلاف اُن کی شان کے کہا تو اُس پر اعتبار کرنا درصورتیکہ وہ مطابق واقع اور نفس الامر کے نہ ہو وے نہایت جہالت ہے اور کوئی ایسا شخص جو کسی فن میں کامل ہووے نہیں گزرا کہ کسی نے اُس کے کلام میں ردوقدح نہ کیا ہو اور اس کی شان میں کچھ نہ کہا ہو یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتفاق مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کے اولیائے کبار میں سے ہیں اور کسی کو اہل حق میں سے اُن کی ولایت اور علو درجہ میں کلام نہیں لیکن ابن الجوزی محدثؒ نے کیا کیا اُن کی شان میں کہا ہے اور اسی قبیل سے محاربات و مشاجرات و منازعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھنا چاہیے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری جانب کو بُرا کہنے لگے مثلاً ترمذیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی شان میں جو بیان کیا تو اب ترمذیؒ کی بُرائی کرنا ہم کو لازم نہیں یا ابن الجوزیؒ نے ازراہِ خطا کے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں جو کہا اُس سے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی بُرائی کرنا اور اُن پر طعن کرنا لازم نہیں **طعن چوتھا** یہ جو چار مذہب لوگوں نے مقرر کر لیے ہیں اُس کا حکم کچھ خدا اور رسولؐ نے نہیں فرمایا ہے بلکہ ان لوگوں نے اپنے دل سے چار مذہب ٹھہرا کے حق کو اُن میں منحصر کیا اور جو قول کہ اُن کے مخالف ہے اُس کو باطل بتایا پس دلیل شرعی اس باب میں کوئی پائی نہیں جاتی **جواب** دلیلیں شرع میں چار ہیں ایک کہ اُن میں اجماع اُمت بھی ہے اور اطاعت اہل اجماع کی فرض ہے اور اجماع کیا اُمت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ان چار مذہبوں پر اور اتفاق کیا اس بات پر کہ جو ان چاروں کے مخالف ہو باطل ہے اشباہ میں ہے وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ وَقَدْ صَرَّحَ فِي التَّحْرِيْرِ اَنَّ الْاِجْمَاعَ اِنْعَقَدَ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفٍ الْاَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَثِيْرَةِ اَتْبَاعِهِمْ یعنی جو حکم مخالف ہوں چار اماموں کے قول کے سو وہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی ہے ابن الہمامؒ نے تحریر میں کہ تمام علماء کا اجماع ہوا ہے عمل نہ کرنے پر اُس مذہب کے جو مخالف ہے اِن چار اماموں کے اِس واسطے کہ اِن اماموں کا مذہب ضبط اور آراستہ ہوا ہے اور اِن کے اتباع کرنے والے بہت لوگ ہیں حاصل یہ ہے کہ ان اماموں کے مقلدین سواد اعظم میں داخل ہیں اور سواد اعظم کی متابعت کرنے کو حدیث میں حکم ہے اور اس کا بیان گزرا اور نہایۃ المراد میں مرقوم ہے وَفِيْ زَمَانِنَا هٰذَا قَدِ انْحَصَرَتْ صِحَّةُ التَّقْلِيْدِ فِيْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِي الْحُكْمِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ وَفِي الْحُكْمِ الْمُخْتَلَفِ فِيْهِ اَيْضًا قَالَ الْمُنَادِيُّ فِيْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَلَا يَجُوْزُ الْيَوْمَ تَقْلِيْدُ غَيْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ قَضَاءٍ وَلَا اِفْتَاءٍ یعنی ہمارے اس زمانے میں منحصر ہوئی ہے تقلید اِن چار مذہب میں خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف پھر اِن چار کے سوا اور کسی کی تقلید جائز نہیں اور کہا منادیؒ نے جامع صغیر کی شرح میں جائز نہیں ہے اس زمانے میں تقلید کرنی سوا ان چار اماموں کے نہ تو قضا میں نہ فتوٰی میں یعنی قاضی کو درست نہیں کہ ان مذاہب کے سوا اور کا حکم کرے اور مفتی کو درست نہیں کہ برخلاف ان کے فتوٰی دے اور تفسیر احمدی میں ہے قَدْ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى اَنَّ الْاِتِّبَاعَ اِنَّمَا يَجُوْزُ لِلْاَرْبَعَةِ فَلَا يَجُوْزُ الْاِتِّبَاعُ لِمَنْ حَدَثَ مُجْتَهِدًا مُخَالِفًا لَهُمْ یعنی بیشک اجماع ہوا ہے اس بات پر کہ اتباع سوائے ان چار مذہبوں کے کسی کا جائز نہیں سو نہیں جائز ہے اتباع اُس شخص کا جو نیا مجتہد مخالف ان کے نکلے اور اسی کتاب میں ہے وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ فِي الْاَرْبَعَةِ وَاتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِيٌّ وَقَبُوْلُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا مَجَالَ فِيْهِ لِلتَّوْجِيْهَاتِ وَالْاَدِلَّةِ یعنی انصاف یہ ہے کہ منحصر ہونا مذہبوں کا ان چار میں اور اتباع ان کی فضل الٰہی ہے اور مقبولیت ہے اُس کی نزدیک اللہ تعالیٰ کے اور اس باب میں دلیل اور توجیہ کو دخل نہیں **طعن پانچواں** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہر ایک صحابی جیسی حدیث کو پاتے تھے اسی طرح پر عمل کرتے تھے مجتہد ہو یا عامی نہ یہ کہ کسی صحابی معین کی جو مجتہد ہوتا صرف اُس کی تقلید پر اقتصار کرتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل میں لاتے تھے تو اب اس زمانے میں بھی موافق اُس کے عمل کرنا صواب ہے کچھ حرج نہیں **جواب** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں یا اُس زمانے میں جو آپ کی وفات سے قریب تھا اکثر لوگ صحابی موجود تھے کسی حدیث کو جو غیر معتبر ہو کبھی بیان نہیں

طعن چوتھا

طعن پانچواں

کرتے تھے احتمال کذب کا اُن کی نسبت ہرگز نہ تھا اسی واسطے جو شخص کہ کوئی حدیث کسی صحابی یا تابعی مقبول سے سُنتا تھا بوجہ اعتبار کے اُس پر عمل کرتا تھا برخلاف اس زمانہ کے کہ ہزاروں قسم کی حدیثیں اور قصّے لوگوں نے جھوٹ ایجاد کر لیے ہیں اور آدمی حدیث کے سب قسم کے ہونے لگے تو اس صورت میں ہر شخص کے کہنے کے موافق عمل کرنا ناجائز ہوا جو لوگ کہ حال اور کیفیت رُوات اور احادیث سے واقف تھے وہ اور لوگوں کو بتلا دیتے تھے اور لوگ اُن کی تقلید کرتے تھے تو زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قیاس کرنا اس زمانے کا حماقت ہے اور بہت سے مطاعن جو غیر مقلدین بیان کرتے ہیں اُن کا جواب بھی ان جوابات سے نکل آوے گا اور جب مشہور طعنوں کا یہ حال ہوا تو معلوم نہیں کہ جو اور طعن ہیں وہ کیسے ہوں گے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اُن کی باتوں کی طرف خیال نہ کریں اور جس طریقے پر کہ اکابر علمائے اُمت اور ہزاروں اولیاء اللہ محبوب خدا کے چلتے رہے اُسی پر چلیں اور ایک مکر اس فرقے کا یہ ہے کہ نام اپنا بمقابلہ حنفیؒ و شافعیؒ کے محمدیؒ رکھا ہے اس وجہ سے کہ ہم لوگ طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کرتے ہیں اور اُس کی پیروی کرتے ہیں برخلاف مقلدین کے کہ اُن لوگوں نے خلاف طریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا طریقہ اختیار کر لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو ترک کیا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ طریقۂ ابو حنیفہؒ یا شافعیؒ کا بعینہٖ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کچھ اُس کے مخالف نہیں اور تسمیہ ان کا ان نسبتوں کے ساتھ بوجہ تقلید مذہب معیّن کے ہے ورنہ تمامی اہل حق محمدیؒ ہیں حاجت ان کی تخصیص کی کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں جو معروف کتابیں مشتہر اور رواج پا گئی ہیں مثل مشکوٰۃ شریف وغیرہ کے اُن میں سے اپنے مذہب کے موافق احادیث نکال کے عوام مقلدین سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیثیں صحیح ان کتابوں میں منحصر ہیں اور تمھارے مسائل صریح مخالف ان احادیث کے ہیں تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوڑ کے قول ابو حنیفہؒ کا اختیار کرتے ہو اور نہیں جانتے کہ بہت سی کتابیں ایسی حدیث کی ہیں کہ اُنھوں نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی اور ہزاروں حدیثیں صحیح بخاریؒ و مسلمؒ کی شرط پر ان کتابوں میں موجود ہیں فقط

فصل چند اصطلاحات کتاب ہذا کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ صاحبینؒ کا لفظ اس کتاب میں جہاں آیا ہے مراد اُس سے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ ہیں اور طرفین سے امام محمدؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور شیخین سے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اس کتاب میں حرف ص سے جو قلم جلی سے لکھا ہے مراد کتاب اصل شرح وقایہ ہے اور حرف ف سے زیادات اور جو احادیث کہ زائد مضمون اصل کتاب پر ہیں بطریق فوائد کے مراد ہیں اور جہاں مطلق لفظ امام ہے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں اور ائمہ اربعہ سے امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالےٰ مراد ہیں اور لفظ شیخین سے ذکر احادیث میں بخاریؒ اور مسلمؒ مقصود ہیں اور جماعت سے چاروں علمائے باقیہ یعنی ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ منظور ہیں اور مقصود اصلی تالیف وتصنیف اس کتاب سے فائدہ خلق اللہ ہے نہ کسی کا رد اور نہ کسی کا اظہار خطا منظور ہے تو اب یہ بندہ عاصی پر معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت ایزد منان محمد وحید الزمان ولد مولوی مسیح الزماں لکھنوی فاروقی حنفی مؤلف اس کا اُن صاحبوں کی خدمت میں جو اس کتاب کے مطالعے سے مسرور اور محظوظ ہوں عرض رسا ہے کہ جس جگہ پر از راہ خطاے انسانی کے کسی قسم کی لغزش دیکھیں تو پردۂ عفو سے چھپا دیں اور مجھ گنہگار اور میرے والدین اور تمامی اعزا اور اقارب اور عامۂ مسلمین کے واسطے دعائے خیر کریں اور اس کتاب کے پڑھنے کا یہ طریقہ رکھیں کہ جس جگہ پر نام مبارک حضرت سیدنا ومولانا ورسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

آوے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس شخص پر ذکر کیا جاوے نام میرا اور وہ درود نہ بھیجے مجھ پر تو وہ بڑا بخیل ہے اور حقیقت میں بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو دنیا میں کسی کا دوست ہوتا ہے اُس کے ذکر کے وقت مدح وثنا میں اُس کی مشغول ہوتا ہے اور جب محبوب خدا شافع روزِ جزا پیغمبر حق جناب نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنا جاوے اور پھر لوگ ثواب صلوٰۃ وسلام سے محروم رہیں اور جس کسی کا آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ذکر آوے اُن پر کلمہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ضرور جانیں اور تابعین کو اور اور علماء کو بہ کلمہ رحمۃ اللہ علیہ اکتفا کریں اور قبل شروع اس کتاب کے باادب بیٹھ کے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف تین بار اور سورۂ اخلاص تین بار اور الحمد ایک بار پڑھیں اور ثواب اُس کا تمام صحابہؓ اور علماءؒ اور سب بزرگان دین کو پہونچا دیں بعد اُس کے کتاب کو مطالعہ کریں اور پھر بعد فراغ کے بھی ایسا ہی کریں اور یہ تصور کرتے رہیں کہ جتنا علم ہم سیکھتے ہیں یا سکھاتے ہیں وہ سب خالصًا خدا کے واسطے اور اُس کی رضامندی کے لئے اور عمل کرنے کیلئے کرتے ہیں اور غرض دُنیا اور تحصیل مال کبھی علم سے نہ رکھے تبعد رعایت ان سب شرائط کے ضرور اللہ تعالےٰ اُس کے علم میں برکت دے گا اور توفیق عمل کی عطا فرماوے گا.

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاجْعَلْ خَوَاتِمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَيْرِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْنَا مُهِمَّاتِ الْعِلْمِ وَ
اَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَهْمًا عَامِلًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا مُشْبَعًا وَعَمَلًا مُقَرِّبًا
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ
مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ تَمَّتْ مُقَدِّمَةُ
الْكِتَابِ وَيَتْلُوْهَا كِتَابُ الطَّهَارَةِ اَللّٰهُمَّ تَمِّمْ
بِالْخَيْرِ يَا كَرِيْمُ يَا وَهَّابُ

کتاب کا نام ـــــــ نور الھدایہ ترجمہ شرح وقایہ اخیرین

مولف ـــــــ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب لکھنویؒ

قیمت ـــــــ

ناشر

عبدالواحد قادری مکتبۃ البخاری گلستان کالونی نزد صابری پارک کراچی

ملنے کے پتے

مکتبۃ البخاری گلستان کالونی لیاری ٹاؤن۔ کراچی	مکتبہ نصیریہ افضل مسجد کھارادر۔ کراچی
نور محمد کتب خانہ آرام باغ۔ کراچی	مکتبہ علیؓ معاویہؓ سعید آباد بلال مسجد۔ کراچی
میر محمد کتب خانہ آرام باغ۔ کراچی	مکتبہ بنوریہ سائٹ ایریا۔ کراچی
قدیمی کتب خانہ آرام باغ۔ کراچی	مکتبہ بغدادی تھانہ لیاری۔ کراچی
دارالاشاعت اردو بازار۔ کراچی	مکتبہ طیبہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی
عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ۔ کراچی	مکتبہ المعارف بنوری ٹاؤن۔ کراچی
درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی	مکتبہ قاسمیہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی
مکتبہ العلمیہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی	مکتبہ زکریا بنوری ٹاؤن۔ کراچی
بیت الکتب گلشن اقبال۔ کراچی	مکتبہ لدھیانوی بنوری ٹاؤن۔ کراچی
دارلکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور	اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی
دارالشعور مکی دارالکتب۔ لاہور	مظہری کتب خانہ گلشن اقبال۔ کراچی
مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار۔ راولپنڈی	اقبال بک سینٹر صدر۔ کراچی
دوست ایسوسی ایٹس الکریم مارکیٹ اردو بازار۔ لاہور	مکتبہ عمر فاروقؓ شاہ فیصل کالونی۔ کراچی
مکتبہ بیت القلم۔ اسلام آباد	مکتبہ امدادیہ سکھر
مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدر آباد	حقانی کتب خانہ لاڑکانہ
حاجی امداد اللہ اکیڈمی حیدر آباد	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن۔ کراچی

فہرست جلد سوم نورالہدایہ ترجمہ اُردوی شرح وقایہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ص کتاب البیع

بیع کہتے ہیں مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے دونوں ماضی کے صیغے ہوں **ف** جاننا چاہیے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی احمدؒ نے مسند میں اور بزار نے رفاعہ بن رافعؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کھانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور سب خرید و فروخت جو بھلی ہووے صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابو داؤدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید و فروخت میں لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملادو اس کو تم صدقے سے یعنی بیع میں اکثر بیکار باتیں اور جھوٹی قسمیں صادر ہوجاتی ہیں تو اس گناہ کے اٹھانے کیلئے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہوگیا اس پر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہووے کیونکہ آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کیلئے کھیت کا جوتنا پھر اسمیں بیج بونا پھر اس کا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اسی کی ذات سے متعلق ہووے تو اس سے ہرگز نہ ہوسکے گا اور اسی طرح کپڑے میں روئی کے درخت بونا اور اس میں سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اس سے بذات خاص ممکن نہیں اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لئے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہ ہوتی تو یا تو دوسرے کی چیز کو زبردستی سے چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کرکے بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہے کذا فی الفتح اور دونوں طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد یا آگ تو اس کی بیع جائز نہیں اور ایجاب کہتے ہیں اس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اس کے جواب میں دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد اس کے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا میں نے خریدا بعد اس کے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں لفظ ماضی کے صیغے ہوں یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کریں تو اگر مشتری نے صیغۂ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہ ہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خریدا فتح **ص** اور رضامندی کی قید بیع میں اسواسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جس پر زبردستی کی جاوے مال بیچنے پر منعقد ہے **ف** اور اس کا بیان کتاب الاکراہ میں آوے گا **ص** اور بھی بیع جائز ہوجاتی ہے اس طرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اٹھا کر دیدے اور مشتری دام اس کے حوالے کرے اور زبان سے کچھ نہ کہیں اس کو بیع تعاطی کہتے ہیں اور جائز ہے یہ عمدہ نفیس چیزوں میں اور ذلیل چیزوں میں بھی اور کرخیؒ کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزوں میں جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزوں میں جائز نہیں **ف** ذلیل چیزیں ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھانس

وغیرہ اور نفیس بھاری قیمت کی چیزیں جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ ص اور بیع تعاطی میں شرط ہے کہ دونوں جانب سے ہووے اور بعضوں کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہے جیسے گیہوں کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اُس میں گیہوں رکھ کر لیجاوے بعد اس کے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہوں اُٹھا لے گیا ف تو اس میں تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی ص یا پوچھا کہ گیہوں کیونکر بیچتا ہے تو اُس نے کہا ایک پیمانہ ایک درم کو اور وہ پانچ پیمانے نپوا کر لے گیا تو یہ بیع ہو گئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہوں گے ف تو اس میں تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی نہ ظاہر ہووے مثلاً اگر مشتری نے روپے دیدیے اور خربوزے اُٹھا کے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہو گی درمختار ص پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اُس کو اسی مجلس میں ف یعنی مجلس ایجاب میں اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہو گی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہو گا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جس میں وہ قبول اور فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغول نہ در پیش ہووے جو ایجاب کو فوت کر دیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے ص یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دے مگر جب کئی چیزیں ہوں اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنے والا اگر پھر گیا یا کوئی اس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جاویگا ف اسواسطے کہ کھڑا ہو جانا دلیل ہے نہ لینے کی ص اور جب ایجاب و قبول دونوں پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسی کو اختیار نہیں مگر خیار عیب یا خیار رویت ف یعنی جب ایجاب و قبول اتنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہو گئی اب نہ لینے کا اختیار مشتری کو نہیں رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار نہ رہا سوائے اختیار عیب کے یا رویت کے کہ ان دونوں کا بیان آگے آوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد ایجاب و قبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہے جب تک مجلس نہ بدلے دلیل شافعیؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب خرید و فروخت کریں دو مرد تو ہر ایک اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ جدا نہ ہوں اور تاویل کی اس کی ابراہیم نخعیؒ نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالیٰ کا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی گواہ کر لو جب باہم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا مضبوطی بیع کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہے بعد ایجاب و قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہ ہو تو ان آیتوں کا ابطال ہوتا ہے فتح دوسری دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ جابرؓ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اُس کا ترمذیؒ نے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار لازم ثابت نہیں ہوتا ص اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اسکی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اسکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے ف یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کر دے کہ میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو ضرورت بیان اُن کے تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو ان کی تعداد کہ دس روپے اور اوصاف یعنی سکۂ شاہی یا عالمگیری مثلاً بیان کرنا ضرور ہے ص اور درست ہے نقد داموں بیچنا اور اُدھار بیچنا بشرطیکہ اُدھار کی مدت معلوم ہووے ف مثلاً کہہ دیوے کہ ایک ماہ میں اس کے روپیے میں دوں گا اس واسطے کہ مدت اگر معلوم نہ ہو گی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا ہو گا بائع دام جلدی طلب کرے گا اور مشتری دیر میں دے گا اور دلیل اس کے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا مطلق ہے اس میں یہ قید نہیں کہ دام نقد لیوے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کر دی اُس کے پاس زرہ اپنی ص اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نہ کیے ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہیں یا دمشقی ص تو اگر اس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو جونسی قسم

چاہے دیدے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہے تو جس کا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج میں برابر ہوں اور قیمت میں مختلف تو بیع فاسد ہو جاویگی اگر جو مقرر کر دے ایک قسم کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہو گی بائع اُس قسم کا درہم مانگیگا جو قیمت میں زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت کا دیگا **ص** اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزوں کی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانہ میں ناپ کر اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو **ف** مثلاً غلہ عوض میں روپے یا اشرفی یا پیسوں کے بیچے یا گیہوں بدلے میں چاول کے یا جو کے اور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ اسمیں احتمال ہے زیادتی کا اور زیادتی اسمیں بیاج ہے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر اس ہاتھ لے اور اُس ہاتھ دے اور خلاف جنس میں اس کا احتمال نہیں کیونکہ اُسی حدیث عبادہ میں ہے کہ جب قسمیں بدل جاویں تو جس طرح چاہو بیچو مگر دست بدست **ص** اور ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تول کر بیچنا درست ہے اگرچہ اُس کا اندازہ معلوم نہووے اور اگر اناج کا ڈھیر صاع پیچھے ایک درہم ٹھہرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہو گی کل ڈھیر کی نہو گی مگر جب جتنے صاع ہیں سب کا ذکر کر دیوے مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کل ڈھیر میں بیع جائز ہو جائیگی اور صاع ایک پیمانے کا نام ہے جسمیں قریب پونے چار سیر اناج کے سماتا ہے اسّی روپیہ کے سیر سے **ص** اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان اور ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہو گی **ف** یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہ ہو گی اسواسطے کہ یہاں افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لے گا اور بائع دُبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اسمیں بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اُس کپڑے میں ہے جسمیں ایک گز جُدا کرنا موجب نقصان کا ہووے اور جو نہ ہووے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہو گی منتخ **ص** اور یہی حکم ہے ہر عدد متفاوت میں **ف** یعنی جو چیزیں شمار کر کے بیچی جاتی ہیں اور افراد اُن کے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربزہ انار وغیرہ **ص** اور اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہہ کر کہ سو صاع ہیں سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکر لے یا راضی نہ ہو تو واپس کر دے اور جو سو سے زیادہ نکلیں تو وہ بائع کا ہے اسواسطے کہ اُس نے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے کے تھان کو اسطرح بیچا **ف** یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کا **ص** اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان دس روپے کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہیں کہ چاہے دے اور چاہے نہ دے **ف** اور مشتری کو یہ نہیں پہونچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اُسکی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** اور اگر تھان کی قیمت میں بائع نے یوں کہدیا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کو فی گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہے کہ حصے رسد داموں سے لے لیوے یا واپس کر دیوے اور ایسا ہی ہے اگر زیادہ نکلا **ف** مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپے کو لے سکتا ہے اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لے سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہے فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اس کا حکم آگے آتا ہے **ص** اور ایک گھر سو گز کا ہے اُس میں سے دس گز زمین بیچی جس کی جگہ معلوم نہ ہووے تو بیع فاسد ہے اور اگر مکان کے سو حصے ہوں اُسمیں سے دس حصے بیچے تو جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہے **ف** اور دلیل سب کی ہدایہ میں مسطور ہے **ص** اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچی کہ اسمیں دس تھان ہیں اور اُسمیں کم زیادہ نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اور اسی صورت میں اگر ہر ہر تھان کے دام کہدے تو جب دس سے کم نکلیں بیع صحیح ہو گی اور مشتری کو اختیار ہے چاہے حصہ رسد دام دے کر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلیں تو بیع فاسد ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں معلوم نہیں کہ دس تھان جو بکے ہیں کون سے ہیں اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہے ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لے لیوے بغیر اختیار کے **ف** یعنی اُسکو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ اس زیادتی میں مشتری کا نفع ہے کچھ نقصان نہیں **ص** اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپے کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مشتری چاہے

تو اوّل صورت میں گیارہ روپے کو لے لیوے اور دوسری صورت میں دس کو اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اوّل صورت میں ساڑھے دس روپے کو اور دوسری صورت میں ساڑھے نو کو لے لیوے **ف** درمختار میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے لیکن بہت سے علما نے بلحاظ عرف کے قول امام محمدؒ کا اختیار کیا ہے اسواسطے قاضی کو اختیار ہے جس روایت پر فتویٰ دے ہو سکتا ہے **ص** اور صحیح ہے بیچنا گیہوں کا بالی میں **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک قول میں ناجائز ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے گیہوں کے بالی میں یہاں تک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا اس کو جماعت نے سوائے بخاریؒ کے **ص** اور اسی طرح باقلے اور چانول اور تل کا چھلکوں میں اور اسی طرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور دوسرے چھلکوں میں یعنی اندر کے پوست میں بالاتفاق جائز ہے اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو درست ہے اور مشتری پر اسی وقت اُس کا توڑ لینا واجب ہے **ف** اور دلیل اس کی فتح القدیر میں مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ میں ان پھلوں کو درخت پر رہنے دوں گا تو بیع فاسد ہو گی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل بیع سے نکال لیے **ف** مثلاً یہ کہا کہ میں پھل اس درخت کے بیچتا ہوں مگر چار سیر ان میں سے لے لوں گا ان کو نہ بیچوں گا تو یہ بیع ناجائز ہے اور ہدایہ اور درمختار میں ہے کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہووے یعنی معین کر دے کہ اس میں سے اس قدر نہیں بیچوں گا روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے **ص** اور بیع میں مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہے اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہے **ف** اور ایک روایت میں روپیہ پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہے لیکن صحیح اول ہے **خلاصہ** **ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپے اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہو گا کہ قیمت حوالے کرے بعد اُس کے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے میں اسباب کے

یا روپے اشرفی کو بدلے میں روپے اشرفی کے خریدا تو دونوں کو حکم ہو گا کہ معاً ایکدوسرے کو دیویں

ص بابُ الخیار

ف یعنی جا کر بیچنے کے بیان میں خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونوں کو **ص** بائع اور مشتری دونوں کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہے اور اس سے زیادہ کا درست نہیں **ف** اور صاحبینؒ نزدیک جائز ہے ایک مدت معلومہ تک برابر ہے کہ تین دن کی ہووے خواہ ایک مہینے کی یا ایک برس کی اور اس خیار کو خیار الشرط کہتے ہیں دلیل امام صاحبؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دارقطنی او بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمر وانصاریؓ دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت میں تو فرمایا واسطے اُن کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہیں فریب ہے اور مجھے اختیار رہے تین دن تک اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابان بن ابی عیاش سے اُنھوں نے انسؓ سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے مگر مرد صالح ہے اور روایت کی دارقطنیؒ نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اس کی اسناد میں احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہے اور صاحبینؒ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث میں نشان نہیں ملتا **ص** تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحبؒ اور زفرؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر اُنھوں نے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا **ص** تو امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہ ہو گی **ف** اور فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن دام نہ دونگا تو بیع نہ ہو گی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگا دے گا تو درست نہ ہو گی نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہو گی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا

ابان بن ابی عیاش

احمد بن میسرہ

کردے تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی **مسئلہ** بائع کا اختیار شے مبیع کو ملک بائع سے نہیں نکالتا بلکہ وہ شے مدت خیار تک بائع کی ملک میں رہتی ہے تو اگر بائع کے اختیار کی صورت میں وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو گئی، تو مشتری پر قیمت اُس شے کی لازم آویگی نہ ثمن **ف** ثمن اُس کو کہتے ہیں جو درمیان بائع اور مشتری کے ٹھہری ہو اور قیمت جو اُس کا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپے کو خریدا تو چار روپے ثمن ہوئے اب بازار میں اُسکی قیمت تین حال سے خالی نہیں یا چار روپے ہیں یا کم و بیش اول صورت میں ثمن اور قیمت مقدار میں مساوی ہیں اور دوسری صورت میں ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت میں ثمن کم اور قیمت زیادہ ہے تو اس مسئلہ کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار رکھا کہ اس عرصے میں چاہوں تو کپڑا پھیر لوں یا اس کی ثمن لے لوں اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعدہٗ اُسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہو گیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آویں گے بلکہ جو کچھ اُس کپڑے کی قیمت از روئے نرخ بازار ہووے وہ دینا پڑیگی اس لئے کہ جب بائع نے خیار رکھا تو وہ کپڑا اسی کی ملک میں رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہیں اور مشتری اُس کو بقصد خریداری لے گیا ہے اور اُسمیں قیمت لازم آتی ہے **ص** اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شے بائع کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک میں نہیں آتی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں آجاتی ہے اس صورت میں اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو گئی یا عیب دار ہو گئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی **ف** تو حاصل کلام یہ ہے کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اور وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو جاوے تو اُس کو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور وہ شے اُس کے پاس تلف یا عیب دار ہو جاوے تو ثمن دینی پڑیگی **ص** اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اُس کے مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح نہیں فاسد ہوگا مدت خیار میں اسواسطے کہ اُنکے نزدیک جب مشتری کو خیار ہووے تو وہ شے ملک میں مشتری کے نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہو جاویگا اسواسطے کہ وہ اُس لونڈی کا مالک ہو گیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار میں خاوند نے اُس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہے تب بھی پھیر سکتا ہے اور اگر بکر ہے تو نہیں پھیر سکتا ہے نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت میں نہیں پھیر سکتا **ف** اور وجہ اُسکی ظاہر ہے اور آگے آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہیں وہ سب مبنی ہیں اسی بات پر کہ خیار مشتری میں امام صاحبؒ کے نزدیک وہ شے ملک مشتری میں نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک ملک میں مشتری کے آجاتی ہے **ص** اگر مشتری نے ایک غلام بشرط حیات خریدا اور وہ اُس کا قریب نکلا **ف** یعنی ذو رحم محرم جس کا بیان کتاب العتاق میں ہو چکا **ص** تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاویگا **ف** اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہو جاویگا سب کے نزدیک ہدایہ **ص** اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو حیض اُسکو آویگا وہ استبرا میں شمار نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اُس کو بائع پر رد کر دیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اُس کے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار میں وہ جنی ید بائع میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ اُم ولد نہ ہوگی تو اُسکو پھیر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی اُم ولد ہو جائیگی تو اب نہیں پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری نے ایک شے کو بشرط خیار خریدا اور اُس پر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شے بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع کے پاس تلف ہو گئی مدت خیار میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رد کے اور ثابت نہ ہونے ملک کے اور مشتری پر اُسکی ثمن لازم نہ آویگی اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اُس پر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون نے **ف** یعنی جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہووے **ص** ایک شے بشرط خیار خریدی بعد اُس کے بائع نے ثمن اُس کو معاف کر دیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک خیار اُس کا باقی ہے یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دے اور صاحبینؒ کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک ذمی نے ایک ذمی [illegible] شے [illegible] خریدی [illegible] شرط

خیار پر بعد اُس کے خریدار مسلمان ہو گیا تو صاحبینؒ کے نزدیک خیار اُس کا باطل ہو گیا یعنی اب اُس کو پھیر نہیں سکتا ورنہ لازم آویگا تملیک خمر اور مسلم نہیں مالک ہوتا تملیک خمر کا اور امام صاحبؒ کے نزدیک باطل ہو دیگی بیع اس لئے کہ اگر بیع باقی رہے تو در صورت اسقاط خیار مالک ہو گا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جائز نہیں پس یہ آٹھ مسئلے ثمرات اختلاف کے ہیں آور جس شخص کو اختیار ہے وہ جائز اور تمام کر سکتا ہے معاملے کو اگرچہ طرف ثانی اُس وقت حاضر نہ ہووے اور فسخ نہیں کر سکتا جب تک طرف ثانی نہ حاضر ہووے اور امام ابی یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہے بے اُس کے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اُس نے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ کی پہونچی تو معاملہ فسخ ہو جاویگا اور اگر مدت خیار میں اُس کو خبر فسخ کی نہیں پہونچی تو معاملہ تمام ہو جاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مرجاوے تو اُسکے وارث کو بھی خیار رہے گا اور اگر اُس کو خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ تھا اور وہ مرگیا تو اُس کے وارث کو نہ ہوگا ف خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرؤیۃ اُسے کہتے ہیں کہ بن دیکھے چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے پھیر دینے کا اور خیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع میں کوئی عیب نکلا تو اس میں بھی پھیرنے کا اختیار رہتا ہے اور خیار التعیین یہ کہ مثلاً دو غلاموں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مرگیا تو اُس کے وارث کو بھی اختیار معین کر کے لے لینے کا باقی رہیگا ص اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے ف مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کرلے گا تو بیع منعقد ہو گی ورنہ نہ ہو گی ص تو درست ہے اور اس صورت میں جو بیع[1] کو جائز یا فسخ کرے گا درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہو گی اور اگر دونوں کی باتیں ملا ہوویں تو بیع فسخ ہو جاویگی اور اگر دو غلاموں کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھے اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جُداگانہ بیان کر دی ہے اور جس غلام میں اختیار ہے اُس کو معین کر دیا تو بیع جائز ہے ورنہ فاسد ہے ف مثلاً قیمت جُداگانہ نہ بیان کی اور محل خیار معین نہ کیا یا قیمت جُداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نہ کیا یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جُداگانہ بیان نہیں کی ص اور اگر دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جس کو چاہے گا معین کرلے گا تین دن کے عرصہ میں صحیح ہے اور جو شرط معین کرنے کی نہیں کی تو جائز نہیں اور جو ایک کو چار کپڑوں میں سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہیں ف یعنی اگر چار کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین دن میں ایک پسند کر کے لے لوں گا تو جائز[2] نہیں کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحساناً جائز ہوئی ہے بنظر حاجت کے طرف دفع غبن کے اور تین کپڑوں سے حاجت مندفع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہو گا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں ہدایہ ص اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اس کے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اُس گھر کے بکا اور اُس نے شفعہ کی راہ سے اُس کو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کیجاویگی پہلے گھر کی خرید میں ف اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نہ کرتا تو دوسرے گھر میں شفعہ کا دعویٰ کب ہو سکتا ہے ص اور اگر دو شخصوں نے مل کر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک اُن میں سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہیں کر سکتا یعنی اُس کا بھی اختیار جاتا رہا اس لئے کہ جو وہ پھیرے گا تو مبیع عیب دار ہو جاویگی یہ عیب شرکت اور اس میں ضرر بائع کا ہے اور اسی طرح خیار العیب اور خیار الرؤیۃ میں ف یعنی دو شخصوں نے مل کر خریدا بعد اُس کے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہے پھیر نہیں سکتا یا بن دیکھے دونوں نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو دوسرا جو ناراض ہے نہیں پھیر سکتا آور صاحبینؒ کے نزدیک سب صورتوں میں جو ناراض ہے رد بیع کر سکتا ہے ص اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ نان پز ہے یا نویسندہ ہے اور اُس کے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن سے لے لیوے یا پھیر دیوے اس لئے کہ یہ اُمور اوصاف ہیں ان کے عوض میں ثمن میں نقصان نہ ہوگا ●

ص فصل خیار رویت کے بیان میں

ف یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان میں ص جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اُس کا خرید لینا درست ہے اور جب اُس کو دیکھے تو اختیار رہے چاہے اُسی داموں کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا اُس کیلئے حق فسخ ہے ف اور اُس کی کوئی مدت مقرر نہیں تو جائز ہے

بیان خیار التعیین

[1] یعنی مشتری یا دو فقار ۱۲ [2] عدم تعیین مبیع ۱۲

واسطے اُس کے فسخ بیع تمام عمر تک ص جبتک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نہ کرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر ف اور بعضوں کے نزدیک موقت ہے بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھ کے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نہ کرے تو خیار ساقط ہوجاتا ہے لیکن صحیح اول ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ خرید صحیح نہیں ہے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دار قطنیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اُس کو تو واسطے اُس کے اختیار ہے جب دیکھے اور اسناد میں اسکی عمر بن ابراہیم کُردی ہے نسبت کیا گیا ہے طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا امام ابو حنیفہؒ نے ہیثمؒ سے اُنھوں نے محمد بن سیرین سے اُنھوں نے ابو ہریرہؓ سے مثل اُس کے اور بھی مؤید ہے اُسکی وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ نے مکحولؒ سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جس کو نہیں دیکھا تو اُس کو اختیار ہے جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہے اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ص اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہوجاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز نہ ہوگی اور جس شخص نے بیچا اپنی شے کو بغیر دیکھے ہوئے تو اُس کو اختیار نہیں ہے ف اور پہلے امام صاحبؒ کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اُس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاویؒ نے پھر بیہقیؒ نے علقمہ بن ابی وقاصؓ سے کہ طلحہؓ نے کچھ مال خریدا حضرت عثمانؓ سے تو کہا گیا اُن سے کہ نقصان پایا تم نے اسمیں کہا حضرت عثمانؓ نے کہ مجھ کو اختیار ہے اس واسطے کہ میں نے بیچا ایسی چیز کو جس کو نہیں دیکھا تو حکم بنایا اُن دونوں نے جبیر بن مطعمؓ کو تو فیصلہ کیا اُنھوں نے اس بات پر کہ اختیار طلحہؓ کو ہے اور نہیں اختیار ہے حضرت عثمانؓ کو ص اور خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط دونوں باطل ہوجاتے ہیں جب شے مبیع میں مشتری کے پاس آکر کچھ عیب ہوجاوے یا مشتری اُس شے میں ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہ ہووے جیسے غلام کو آزاد کردیوے یا مدبر کردیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اُس سے متعلق ہوجاوے جیسے بدون خیار کے اُس کو بیچ ڈالے یا گرو رکھدے یا کرائے میں دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہوں یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہوجاتا ہے اور اسی طرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہ ہوجاوے جیسے بشرط خیار اُس کو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار میں وہ شے ملک بائع سے نہیں نکلتی ص یا بازار میں اُس کا نرخ کرادے یا کسی کو ہبہ کردے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہوں گے تب خیار باطل نہ ہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہوجاویگا اور غلہ کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منھ کو اور جانور کے منھ اور پٹھے کو اور تہ کیے ہوئے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اُس میں نقش و نگار نہ ہو دیکھ لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوجاویگا اور اگر اُس کپڑے میں نقش و نگار ہے تو جس جگہ نقش ہے اُس کا بھی دیکھنا ضرور ہے بغیر اُس کے دیکھے خیار ساقط نہ ہوگا ف اور در مختار میں ہے کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھول کر ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ کتب معتبرہ میں ہے ص مشتری نے اگر کسی کو مول لینے کیلئے یا مبیع پر قبضہ کرنے کیلئے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہوجاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پہنچادے قبضہ کرنیکا یا تسلیم کرنیکا بائع سے اور اُس نے پیام پہنچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اُس کا خیار کو ساقط نہ کریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شے خرید نے کیواسطے وکیل کیا تھا تو اُس کے دیکھنے سے خیار ساقط ہوجاویگا اور ہدایہ میں ہے کہ اس پر اجماع ہے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا البتہ وکیل بالقبض میں اختلاف ہے اور غایۃ الاوطار میں جو اختلاف وکیل خرید میں اور اتفاق وکیل بالقبض میں لکھا ہے بالکل سہو ہے ص اور اس زمانے میں داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہے کیونکہ زمانۂ سابق میں جب دیوار یں گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اُن کے یکساں تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا ف اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط صحن دیکھنا بھی کافی نہیں بلکہ اُسکے دالان کوٹھریاں کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس زمانے میں اور اسی طرح حکم ہے باغ کا در مختار ص اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہے اور جب خریدے تو اُس کو اختیار رہیگا اور اگر اُس کو ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اُن چیزوں میں جو ٹٹولنے سونگھنے یا چکھنے سے اُنکا حال معلوم ہوجاتا ہے ف جیسے بکری عطر حلوا ص اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اُسکا خیار رویت کا ساقط نہ ہوگا جبتک کہ اُس کے اوصاف بیان نہ کیے جاویں اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر ایسی جگہ میں کھڑا ہوجاوے کہ درصورت بینائی اُس کو دیکھ لیتا تو خیار اُس کا ساقط ہوگا ف جب

یہ بھی کہدے کہ میں راضی ہوگیا اور کہا حسنؒ بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہے قول امام صاحبؒ کے کیونکہ اُنکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ مؤکل کے ہے ہدایہ ص اگر دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھ کے دونوں کو ساتھ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونوں کو پھیر سکتا ہے نہ ایک کو جس کو نہیں دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اُس کا حال بدل گیا ہے تو اُسکو اختیار ہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہے اور بائع کہے کہ نہیں بدلا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے قسم سے اور اگر دیکھنے میں اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تونے دیکھ کے خریدا ہے اور مشتری کہے کہ میں نے بن دیکھے خریدا ہے تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہے اور اگر ایک گٹھری تھانوں کی مول لی اور اُنمیں سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسی کو ہبہ کرکے اُسکے حوالے کردیا تو خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اسمیں عیب نکلے تو جو باقی رہا ہے اُسکو پھیر سکتا ہے ف ہدایہ میں اور اصل کتاب میں اسکی یہی وجہ لکھی ہے کہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مانع ہیں تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے میں تفریق صفقہ ہوتی ہے قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہے بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اس کے اور خیار عیب منع کرتی ہے تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ میں بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیرے گا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اس کی شرح وقایہ میں مسطور ہے اور یہی ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر وہ تھان پھر مشتری کے پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہوگئی یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرؤیۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ بعد سقوط کے پھر عود نہ کریگا مثل خیار الشرط کے اور اُسی پر اعتماد کیا قدوریؒ نے اور درمختار میں ہے کہ صحیح کہا اُس کو قاضی خاں نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہیں طلب کرسکتا ہے اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کیواسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اُس عوض کا جو اُسکو حاصل ہوگا درمختار طحطاوی

ص فصل خیار عیب کے بیان میں

ف یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہے اُس کے بیان میں ص مشتری اگر مبیع میں ایسا عیب پاوے جس سے اُسکی قیمت تاجروں کے نزدیک کم ہوجاتی ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے دام سے لیوے ف اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہے جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً عداؓ بن خالدؓ سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہیں عیب ہے اُس میں اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن شاہین میں ہے بَیْعُ الْمُسْلِمِ بِالْمُسْلِمِ مَا کَانَ سَیِّئًا یعنی بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہے جو سالم ہو عیب سے اور سُنن ابی داؤد میں ہے حضرت عائشہؓ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اُس کے پاس رہا پھر اُسمیں عیب پایا تو پھر دادیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہیں پہنچا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اُسکا نقصان ہوا ہے بائع سے پھر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے پر موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا بچپنے میں جب عقل رکھتے ہوں عیب ہے اور جب عقل نہ رکھتے ہوں تو عیب نہیں اور بڑے پن میں دوسرا عیب ہے ف حاصل اُسکا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہے وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اُسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اُس صورت میں خیار نہیں مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹے پن میں چرایا اور وہ عقل رکھتا ہے اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونوں جگہ ایک ہے وہ بے پروائی جو عہد طفولیت میں ہوتی ہے ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن میں کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت میں مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہ ہوگا ف اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی ہے اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے ص اور عاقل ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نہ رکھتا ہو تو اُسکی چوری عیب نہیں ہے ف اور اسی طرح بھاگنا اُس کا شمار میں نہیں بلکہ وہ گمراہ ہے ہدایہ ص اور جنون خواہ چھوٹے پن میں ہووے یا بڑے پن میں ہر طرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں مجنوں ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹے پن میں مجنون ہوا یا بڑے پن میں ہر صورت میں اُسکو اختیار واپسی کا ہے اور مُنھ اور بغل

کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی میں عیب ہے غلام میں نہیں ف اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتیں اُس میں مخل ہیں برخلاف غلام کے کہ خدمت میں یہ باتیں قادح نہیں الا درصورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت میں خدمت میں حرج ہوگا ہدایہ ص اور کافر ہونا دونوں میں عیب ہے ف اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اُسکی آزادی کفارہ قتل میں صحیح نہیں ہے تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نہ کریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رد کرسکتا ہے ہدایہ ص اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہے ف سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے عورت میں اور ان دونوں کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دی جاویگی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہووے یا بعد قبض کے ہدایہ ص اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہیں ف کیونکہ ابھی احتمال ہے بالغہ نہ ہونے کا ص اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہوگیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اُس کے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو رد نہیں کرسکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اُسکو قطع کیا بعد اُس کے اُس میں عیب معلوم ہوا تو جس قدر عیب سے نقصان ہے اُس کے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہیں پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہوجاوے اُس قطع کیے ہوئے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اُس کپڑے کو بعد قطع بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہیں لے سکتا اِس لئے کہ بائع کو اختیار تھا کہ مبیع عیب دار لے لیتا اور نقصان عیب نہ دیتا پس اب بیع سے مشتری حابس مبیع کا ہوگا تو وہ نقصان نہیں لے سکتا اور اگر قطع کرکے اُس کو سی لیا یا سُرخ رنگا ف اور اگر سیاہ رنگے گا تو بائع اگر راضی ہوجاویگا تو پھیر سکتا ہے ص یا ستو خرید کے اُس کو گھی میں ملایا بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو مشتری پھیر نہیں سکتا ف اگرچہ بائع راضی ہوجاوے پھیر لینے پر کیونکہ اسمیں زیادتی ملک مشتری ہوگئی ہے اور وہ جُدا نہیں ہوسکتی ص اور اگر بعد عیب معلوم ہونے کے ان چیزوں کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ اس صورت میں مشتری حابس مبیع نہیں ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع اُس کو نہیں لے سکتا تھا پس حق رجوع بالنقصان باقی رہیگا ف ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اُس کو قطع کر کے اپنے نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہیں پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہے ص اگر ایک غلام خریدا اور اُس کو آزاد کردیا مفت یا مدبر کردیا یا لونڈی خریدی کی اُس کو ام ولد بنایا یا مر گیا نزدیک مشتری کے بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہے اور اگر مال کے عوض میں اُس کو آزاد کیا یا اُس کو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کُل یا بعض اُسمیں سے کھا لیا یا کپڑا خرید کے اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اُس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہیں سکتا اور اگر انڈا یا خربزہ یا ککڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کار آمد نہ ہووے تو کُل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کار آمد ہے تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہوجاویگی جیسے سو اخروٹوں میں ایک یا دو بُرے نکلے ہدایہ ص اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اُسمیں عیب معلوم ہوا اور اُس نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اُس میں عیب کا یا اُنھوں نے دیکھا تھا اُس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس یہ عیب نہ تھا اور اُس نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اُس شئے کو پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شئے پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہیں پھیر سکتا ف اور دلیل اُس کی اصل میں مذکور ہے ص اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اُس کے اُس میں عیب کا دعویٰ کیا تو قاضی مشتری پر واسطے ادائے قیمت کے جبر نہ کریگا یہانتک کہ بائع حلف کرلیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کردیوے کہ مبیع بائع کے پاس عیب دار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت میں قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیویگا اور دوسری صورت میں وہ شئے بائع کو پھروا دیگا تو جبتک ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہیں دلا سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ بائع قسم سے نکول کرے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کردے تو اب قضائے قاضی باطل ہوجاویگی ص اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن بائع کے

حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے عیب نہ ہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاوے گا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھیر دی جاویگی ف تو اگر بائع۔ نے عیب نہ ہونے پر قسم کھالی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت میں ثمن مشتری سے دلادی جاویگی اب اگر پھر اُس کے گواہ آگئے اور اُنھوں نے گواہی دی اُس شئے کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلادی جاویگی اور مبیع بائع کو کفایہ ص تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کرنے کے دعویٰ کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہے تو بائع سے قسم نہ لی جاویگی جبتک کہ مشتری گواہ نہ لادے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہے اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اُس نے اس غلام کو اور سپرد کیا اُس کو مشتری کے اور جبتک کبھی نہ بھاگا تھا ہرگز یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اُس کے رد کا نہیں پہنچتا اوپر میرے جس طور سے وہ دعویٰ کرتا ہے یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے ہرگز ف کیونکہ ان تینوں صورتوں میں بائع کو گنجایش تاویل اور بات بنانے کی نہیں ہے کہ اُس طور پر قسم سے سمجھ لے ص اور اس طرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی جس وقت اُس نے بیچا تھا اُسوقت غلام میں یہ عیب نہ تھا یا قسم خدا کی جس وقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اُس وقت یہ عیب نہ تھا ف اسواسطے کہ دونوں صورتوں میں بائع کو گنجائش بات بنانے کی ہے کیونکہ اول صورت میں ممکن ہے کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہوگیا ہو اس صورت میں اُس کا کلام سچا ہوسکتا ہے اور مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہے اور دوسری صورت میں ہوسکتا ہے کہ مراد اُس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونوں کے وقت میں نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا ص اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہ ہوویں بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ میں نہیں جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے تو اگر اُس نے قسم کھالی تو دعویٰ مشتری کا لغو ہوگیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دی جاویگی جو بعد گواہوں کے پیش ہونے کے دیجاتی تھی ف یعنی اُسی تین طرح سے ص اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک قول میں جب مشتری کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع کو قسم بالکل نہ دی جاویگی ف اس واسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہے دعویٰ صحیح پر اور دعویٰ صحیح نہیں ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہیں ہوتا بائع کا جبتک عیب ثابت نہ کرے مبیع میں گواہوں سے اور یہاں گواہوں سے عیب ثابت نہیں ہوا پس حلف نہ لی جاویگی اور اگر دعویٰ بالغ غلام کے بھاگنے میں ہووے تو قاضی بائع کو اس طور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہیں بھاگا میرے پاس جب سے یہ مردوں میں شریک ہوا ہے یعنی بالغ ہوا ہے اسواسطے کہ چھوٹے پن میں بھاگنا سبب نہیں رد کا بعد بلوغ کے ہدایہ ص اور ایک قول میں قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبینؒ کے ف اور یہی مختار ہے ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اُس کے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اُسمیں عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسی داموں میں دو لونڈیاں بیچی تھیں ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی اکیلی ان داموں میں بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیاں بیچی تھیں لیکن مشتری یہ کہتا ہے کہ میرے قبضے میں ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہے کہ تو دونوں لیگیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر ہوگا اس لئے کہ اختلاف قدر مقبوض میں ہے پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب میں اور اسی طرح اگر قدر مبیع میں اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض میں یعنی مشتری کہتا ہے کہ دونوں کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر میں نے قبضہ کیا اور بائع کہتا ہے کہ تو نے دونوں پر قبضہ کیا ہے تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا بحلف اور اگر دو غلاموں کو ایک ہی مرتبے میں خریدا اور اُن میں سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی میں عیب معلوم ہوا تو چاہے دونوں کو رکھے اور چاہے دونوں کو پھیر دے ف اور یہ نہیں کرسکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقۂ بیع تمام نہیں ہوا ہے بسبب عدم قبض مشتری کے دونوں غلاموں پر تو ایک کے پھیرنے میں تفریق صفقہ لازم آتی ہے قبل تمام کے اور وہ جائز نہیں ہدایہ ص اور اگر دونوں پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہے ف اسواسطے کہ یہاں صفقہ بسبب قبض کے تمام ہوگیا ہے تو تفریق صفقہ میں کچھ قباحت نہیں ص جو چیز نپ یا تُل کے بکتی ہے ف جیسے غلہ وغیرہ ص اگر اُس میں سے کسی قدر میں عیب پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے ف مثلاً من بھر گیہوں خریدے اور سیر بھر اُسمیں سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کُل کو واپس کردے چاہے کُل کو

رکھے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ جتنا عیب دار ہے اُسکو واپس کردیوے اور باقی کو رکھ لیوے ص اور بعضوں نے کہا یہ جب ہے کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف میں ہو اور اگر دو ظرفوں میں علیحدہ علیحدہ ہووے تو وہ بمنزلے دو عبدوں کے ہے ف جیسے دو بورے گیہوں کے ہوویں من من بھر کے ص تو جس میں عیب نکلے اُس ظرف کو پھیر سکتا ہے اور اگر مبیع میں کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کرچکا ہے تو اُس کو یہ اختیار نہیں کہ جس قدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے آور اگر قبل قبضے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کرسکتا ہے ہاں مبیع اگر کپڑا ہووے اور اُس میں تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کردے ف اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہیں ہے بلکہ اناج وغیرہ ہے تو اُس میں تھوڑا نکل جانا مشتری کو مضر نہیں کرتا اسواسطے کہ اُس کے دام بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے میں بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کیلئے لیا تھا وہ اب نہ بن سکے گی ص اگر ایک گھوڑا خرید کر اُس میں عیب پایا اور پھر اُس کا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اُس پر سوار ہوا تو خیار ساقط ہوجاویگا اس لئے کہ یہ رضا ہے آور اگر سوار ہوا اُس کے پھیرنے کیلئے یا پانی پلانے کیلئے یا چارا خریدنے کیلئے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ناممکن نہ ہو ف مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوئے نہ چلے یا مشتری چلنے سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہ ہوویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آنکر اُس کا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض میں گردن مارا گیا تو اوّل صورت میں مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونوں صورتوں میں بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کی قیمت دونوں حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اُسی غلام کی اگر سارق نہ ہو تو کیا قیمت ہے اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہے لگا کر اول جو ثانی پر بڑھے اُس قدر بائع سے پھیر لیوے اور اُسی طرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کی ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب زچگی کے مرگئی ف تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبینؒ کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی جتنی قیمت بڑھے اُسقدر پھیر لیوے ہدایہ ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ میں مبیع کے سب عیبوں سے بری ہوں اور مشتری نے اُسکو منظور کرلیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نہ سکے گا اگرچہ بائع نے ہر ہر عیب کا نام نہ لیا ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور بائع سب عیبوں سے بری رہے گا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابویوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوگیا ہو اُس سے بائع بری نہ ہوگا ف اور یہی قول ہے زفرؒ کا اور مختار قول امام ابویوسفؒ کا ہے

ص باب بیع باطل اور فاسد کے بیان میں

ف شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے آور اگر سالم نہ ہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنوں یا مبیع میں خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب و قبول و مبیع میں خلل نہ پڑے لیکن اُس کے ثمن میں خلل واقع ہووے اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہ ہو یا اُس میں ایسی شرط ہووے جو مقتضائے عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اور اصل کتاب میں ہے کہ مال وہ چیز ہے جس میں آدمیوں کی رغبت ہووے اور اُس کو لوگ خرچ کریں تو مٹی اور خون اور جو جانور آپ سے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہیں ہے لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہ زخمی کر کے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے آور ذبیحے مجوسی کے مال ہیں لیکن شرع میں یہ چیزیں متقوم نہیں ہیں جیسے شراب اور سور اور مال شرع میں غیر متقوم ہے یعنی بے قیمت اُس کی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہم کو حکم ہوا ہے لیکن وہ اور دینوں میں مال متقوم ہے تو جو چیزیں بالکل مال نہیں ہیں جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپ سے جانور مرا ہو تو اس میں بیع بالکل باطل ہے برابر ہے کہ اُس کو مبیع بنادیں یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہے ہماری شرع میں جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ مجوسی تو اُس کو اگر بدلے میں روپے اشرفی

کے بیچیں تو بیع باطل ہے اور اگر اسباب کے بدلے میں بیچیں یا اسباب کو ان چیزوں کے بدلے میں بیچیں تو اسباب میں بیع فاسد ہے اور ان چیزوں میں باطل تو باطل وہ بیع ہے کہ جس کی اصل اور وصف دونوں فاسد ہوں اور فاسد وہ ہے جس کی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک باطل اور فاسد میں کچھ فرق نہیں ہے اور تحقیق اسکی اصول فقہ میں ہے انتہیٰ اور ہدایہ میں ہے کہ بیع باطل میں وہ شے مشتری کی ملک میں کسی طرح نہیں آتی تو اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اُس کا تاوان مشتری پر نہ ہوگا اور بیع فاسد میں جب مشتری اُس شئے پر قبضہ کر لیوے تو اُسکا مالک ہو جاتا ہے اور اُس شے کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے میں مُردے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آنکر ہلاک ہو گیا تو اُسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہے اور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے میں شراب یا سُور کے خریدا تو زید پر اُسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اُس پر قبضہ کریگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک میں آجاویگا اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہے اس قاعدۂ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہے کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ میں کام آویگا ص باطل ہے بیع اُس چیز کی جو مال نہیں ہے جیسے خون یا مُردہ ف اس واسطے کہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں دوسرے یہ کہ حرام کیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ یعنی حرام ہے تم پر مُردہ جانور اور خون اور گوشت سُور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوائے خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جس وقت حرام کرتا ہے کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہے اُن پر قیمت اُس کی روایت کیا اُس کو ابو داؤد نے ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ مکے میں تھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ نے اُس کے حرام کی بیع شراب اور مُردہ اور سُور اور بتوں کی سو کسی نے کہا یا رسول اللہؐ فرمائیے چربی کو مُردے کی کہ روغن کرتے ہیں اُس سے ناؤ کو اور چرب کی جاتی ہیں اُس سے کھالیں اور روشن کرتے ہیں اُس سے لوگ سو فرمایا نہیں وہ حرام ہے لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالیٰ نے جب حرام کی اُن پر چربی جانوروں کی پگھلایا اُسکو پھر بیچا اُس کو پھر کھائے دام اُس کے ص اور آزاد شخص کی ف اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہیں ہے اور صحیح بخاریؒ میں مروی ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہیں کہ دشمن ہوں گا میں اُنکا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اُس نے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اُسکی اور ایک وہ شخص جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اُس کو مزدوری اُسکی ص اور اسی طرح اُن چیزوں کے عوض میں بیچنا بھی باطل ہے اور بھی باطل ہے بیع اُم ولد کی ف اسواسطے روایت کی ابن ماجہؒ نے سُنن میں کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپنے کہ آزاد کر دیا اُسکو لڑکے نے اُس کے یعنی ابراہیمؑ نے اور روایت کی بیہقیؒ اور مالکؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے اُم ولد کی تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث میں آوے خدمت لے اُس سے مالک اُس کا جبتک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہے ص اور مدبر کی ف یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے ہدایہ مدبر مطلق اُس کو کہتے ہیں جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور مدبر مقید وہ ہے جس سے مالک کہے کہ اگر میں اس سفر سے واپس آؤں تو تو آزاد ہے یا اُس بیماری میں اگر مر جاؤں تو تو آزاد ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مطلق مدبر کی بھی جائز ہے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جو گزری کتاب العتاق میں کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اُس کو دارقطنیؒ نے ص اور مکاتب کی ف اور یہی صحیح مذہب ہے شافعیؒ کا اور بعض مالکیہؒ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اُس میں دو روایتیں ہیں اصح اور اظہر یہ ہے کہ جائز ہے اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے مکاتب غلام ہے جب تک کہ باقی رہے اُس پر ایک درہم اور نقل کیا اُس کو بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ آئی بریرہؓ مدد مانگتی تھی حضرت عائشہؓ سے اپنے بدل کتابت میں سو کہا حضرت عائشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی ہو جاویں اس بات پر کہ سب روپے میں اُن کو ایک دفعہ دیدوں اور تجھ کو آزاد کروں تو میں یہ امر کروں گی تو ذکر کیا بریرہؓ نے اس بات کا اپنے مالکوں سے کہا اُنھوں نے نہیں راضی ہیں ہم اس پر مگر یہ کہ تیرا ولا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عائشہؓ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپؐ نے کہ

خرید لو تم اُس کو اور آزاد کر دو اور ترکہ اُسی کو ملے گا جو آزاد کریگا اور اُس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہو جاوے بیع پر درست ہے اور یہی موافق قیاس کے ہے ص اور باطل ہے بیع اُس مال کی جو شرع میں بے قیمت ہے جیسے شراب یا سور روپے اشرفی کے بدلے میں ف یعنی ان چیزوں کے بدلے میں جو ثمن ہیں جیسے روپے اشرفی اور پیسے جن کا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالے جس وقت حرام کرتا ہے کوئی شئے حرام کرتا ہے ثمن اُسکی روایت کیا اُس کو ابو داؤدؒ نے اور گزرچکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالے نے بیع شراب اور سور اور مُردے اور بُتوں کی ص اور اگر بائع نے آزاد اور غلام کو ملاکر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مُردار کو ف جس پر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے یا بدون ذبح کے مرگیا ہو ص تو دونوں کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علٰحدہ کہدی ہووے ف مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے ان دونوں کو بدلے میں دو روپیہ کے ایک روپیہ قیمت ہے مذبوحہ کی اور ایک روپیہ مُردے کی ص اور اگر غلام کو مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملاکر بیچے یا اپنی ملک کو شئے وقفی کے ساتھ ملاکر فروخت کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہو جاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہ ہوگی ف اگرچہ ہر ایک کی قیمت علٰحدہ علٰحدہ بیان نہ کی ہووے ہدایہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے میں شراب کے یا شراب کا بدلے میں اسباب کے فاسد ہے ف یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب میں تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کرلیگا اس صورت میں اُسکی قیمت اُس پر لازم آویگی اور اُس کا مالک ہو جاویگا لیکن شراب میں باطل ہے یہانتک کہ عین شراب کا مالک نہیں ہو سکتا تو جس کی طرف سے شراب ٹھہری ہے وہ اُس کی قیمت دیگا ص اور باطل ہے بیع مچھلی کی دریا میں قبل شکار کے اگر روپے اشرفی کے بدلے میں ہووے اور فاسد ہے اسباب کے بدلے میں ف اسواسطے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خرید و مچھلی کو پانی میں بیشک اُسمیں خطر ہے یعنی دھوکا ہے روایت کیا اُسکو امام احمدؒ نے اور اشارہ کیا اس طرف کہ موقوف ہونا اُس کا صواب ہے آور روایت کی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں عمرؓ بن خطاب سے کہ فرمایا اُنھوں نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے آور نکالا مثل اُس کے ابن مسعودؓ سے ص اور اگر مچھلی کو شکار کر کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اُس کو پکڑ سکتے ہیں تو اُسکی بیع جائز ہے آور بغیر جال یا شست کے نہیں پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہے آور مچھلیاں دریا سے ایک طرف گڑھے میں آن کو جمع ہو رہی ہیں اور آن کی راہ دریا کی بند کردی تو بیع اُنکی جائز ہے ورنہ باطل ہے اور بھی باطل ہے بیع ہوا میں اُڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ ملک میں نہیں آیا آور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکی تسلیم پر قادر نہیں ہے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے آور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ وہ بائع سے ہلا ہو اور اُس کے بلانے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جائز ہے بیع اُس کی ورنہ نہیں فتح ص اور باطل ہے بیع بچے کی پیٹ میں ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدنے سے اُس چیز کے جو پیٹ میں ہے چوپایوں کے یہانتک کہ جنیں روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اُس چیز کی جو نر کی پشت میں ہووے اور مادہ کے شکم میں ص اور بچے کے بچے کی ف یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہے ویسے ہی اُس بچے کے بچے کی جس کو عربی میں نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہیں روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کی یعنی ولد الولد کی اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق میں بسند صحیح منقول ہیں آور یہی موافق ہیں لغت کے اور قریب ہیں ازروے لفظ کے اور اسی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جس چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہو ویگا اور پھر بچے کا بچہ اُس وقت میں دام دوں گا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہے قسطلانی ص اور جائز نہیں بیع دودھ کی تھن میں جانور کے ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اُس چیز کی جو تھنوں میں جانور کے ہے آور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہانتک کہ کھانیکے قابل ہووے

اور نہ بیچی جاوے اُون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن میں روایت کیا اُس کو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور دارقطنیؒ نے اور نکالا اُس کو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں عکرمہؓ کے اور یہی راجح ہے اور بھی نکالا اُس کو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اُس کو بیہقیؒ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں عکرمہؓ سے اُنھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپ نے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن میں اور گوشت بکری میں یا چربی اُس کی یا سُرین اُس کے یا پائے اُس کے یا کھالیں اُس کی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہوں میں یا گھی دودھ میں **فتح ص** جاننا چاہیئے کہ دودھ کی تھن میں بیع جائز نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ معلوم نہیں کہ تھن کے اندر دودھ ہے یا خون ہے یا ریح تو اس صورت میں بیع باطل ہونی چاہیئے اسواسطے کہ اُس کے وجود میں شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جائیگی اور یہ وجہ چاہتی ہے کہ بیع فاسد ہو **ف** اسی واسطے ہم نے اُس کو جائز نہیں کہا تا دونوں صورتوں کو شامل ہو جائے **ص** اور فاسد ہے بیع اُون بھیڑ کی پیٹھ پر اس لئے کہ محل قطع میں جھگڑا ہوگا اور جس بیع میں جھگڑا ہو پس وہ فاسد ہے **ف** اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گزری **ص** اور ایک کڑی کی چھت میں اور ایک گز کی کپڑے میں اگرچہ اُس کے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جائیگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اُکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہے بیع اُس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے میں پھنسے **ف** اسواسطے کہ اس میں دھوکا ہے اور منع کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے اور اسی طرح باطل ہے بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اُس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعیدؓ میں روایت کیا اُس کو ابن ماجہؒ نے **ص** اور فاسد ہے بیع مزابنہ اور وہ یہ ہے کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے واسطے شبہہ ربوا کے **ف** اور اسی طرح سے محاقلہ یعنی گیہوں کو بالی میں بیچے اُس گیہوں کے بدلے میں جو کٹے ہوئے الگ رکھے ہیں اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہے اسواسطے کہ اسمیں گمان بیاج کا ہے بسبب شبہہ زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور روایت کیا اُس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اُس کو ترمذیؒ نے **ص** اور فاسد ہے بیع ملامسہ اور بیع حصاۃ اور منابذہ کی اس لئے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ساتھ ایک فعل کے ان فعلوں سے مثل جوے کے **ف** یہ تینوں بیع مروج تھیں زمانہ جاہلیت میں بیع ملامسہ اُسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری نرخ کریں ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اُس کو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہو جائے اور بیع حصاۃ اُسے کہتے ہیں کہ مشتری جب اُس پر کنکر رکھدیوے تو بیع لازم ہو جائے اور بیع منابذہ یہ کہ جب بائع مبیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جائے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاریؒ نے حدیث انسؓ میں کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلمؒ اور چاروں اصحاب سُنن نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے **ص** اور نہیں جائز ہے بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑوں سے بلا تعین مگر بشرط اس کے کہ لیوے مشتری جس کو چاہے اور باطل ہے بیچنا گھانس کا زمین میں اسواسطے کہ وہ غیر محفوظ و مقبوض ہے اور اُسکو ٹھیکہ دینا اسلئے کہ اجارہ ہے ہلاکی عین پر **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے سُنن میں جریر بن عثمانؓ سے اُنھوں نے ابی خراش بن حبان بن زید سے اُنھوں نے ایک مرد صحابیؓ سے کہا کہ جہاد کیا میں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سُنتا تھا میں آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھانس اور آگ میں اور روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور اسناد کی ابن عدی نے کامل میں احمدؒ اور ابن معین سے کہ جریر راوی اس حدیث کا ثقہ ہے اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہیں **فتح ص** اور باطل ہے بیع شہد کی مکھیوں کی ہاں جب ایک چھتے میں شہد اور مکھیاں دونوں ہوں تو بیع مکھیوں کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہو جائیگی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیوں کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہوں جائز ہے **ف** اور اسی پر فتویٰ ہے **درمختار ص** اور ریشم کے کیڑوں کی اور اُس کے تخم کی **ف** یعنی جس کے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے **ص** امام صاحبؒ کے نزدیک جب اُن کیڑوں میں ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑوں کی ریشم کی تبعیت میں درست ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت میں

درست ہے **ف** اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار **ص** اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع فاسد ہے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے **ص** مگر اُس شخص سے جس کے پاس گمان ہو اُس غلام کے ہونیکا **ف** اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق میں بھاگا ہوا نہیں ہے بلکہ اُس کے قبضہ میں ہے **ص** اور باطل ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن میں ہووے اسلئے کہ وہ جز آدمی کا ہے پس نہ ہوگا مال یا لونڈی کا دودھ ہووے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہے واسطے اعتبار جز کے ساتھ کل کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے **ف** اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر میں ہے کہ نفع اُٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہے یہانتک کہ بعض مشائخؒ نے آنکھ میں ڈالنے کیلئے بھی منع کیا ہے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے دوا کے واسطے **ص** اور باطل ہے بیع سُور کے بالوں کی **ف** اسواسطے کہ وہ نجس العین ہے **ص** اور موزہ سینے کیلئے اُس سے انتفاع جائز ہے **ف** اور اگر کہیں بدون خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خرید اُسکی جائز ہے اور بائع کو اُس کی بیع حرام ہے تو اُسکی قیمت حلال نہیں بائع کیلئے اور بال اُس کا پانی کو بقول صحیح نجس کر دیتا ہے امام ابی یوسفؒ کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے درمختار **ص** اور باطل ہے بیع آدمی کے بالوں کی اور حرام ہے نفع اُٹھانا اُس سے اور بھی باطل ہے بیع مُردے جانور کے کھال کی قبل دباغت کے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابوداودؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عبداللہ بن حکیمؒ سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اُٹھاؤ مُردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اُس کے پٹھوں سے **ص** اور بعد دباغت کے اُس کو بیچنا اور کام میں لانا درست ہے **ف** اور دلیلیں اُسکی کتاب الطہارۃ میں گذریں اور قوی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے میں اور وہ مرگئی تو گزرے اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپنے کیوں نہیں لی تم نے کھال اُسکی اور دباغت کر کے نفع نہ اُٹھایا کہا صحابہؓ نے کہ وہ مُردہ ہے فرمایا آپنے کہ مُردے کا صرف کھانا حرام ہے **ص** اسی طرح مُردار جانور کی ہڈی اور اُون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور اُن کا بیچنا جائز ہے **ف** اسواسطے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور دلیل اُنکی کتاب الطہارۃ میں گزری کہ موت ان میں سرایت نہیں کرتی **ص** اور ہاتھی مثل درندوں کے ہے اُسکی ہڈی کا بیچنا اور اُس سے نفع اُٹھانا درست ہے مگر امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں **ف** اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ہاتھی مثل سُور کے نجس العین ہے اور صحیح ہمارا مذہب ہے اور اُسی کی مؤید ہیں بہت سی احادیث جن کا بیان فصل دباغت میں کتاب الطہارۃ سے گزرا **ص** اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونوں گر گئے یا بالاخانہ فقط بالکل گر گیا اب بالاخانہ کے مالک نے صرف حق بالاخانہ بیچا تو بیع اُسکی باطل ہے اسواسطے کہ سوائے اُوپر ہونے کے حق کے اور کوئی چیز باقی نہیں اور اُوپر ہونے کا حق مال نہیں **ف** یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی چیز اُس قسم کی باقی نہیں رہی جو مشاہدہ میں موجود ہو صرف ایک حق تعلی یعنی اُوپر ہونیکا حق باقی ہے اور وہ مال نہیں ہے اور جو مال نہیں ہے اُس کی بیع باطل ہے ہدایہ **ص** ایک بردہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہے بعد اُس کے غلام نکلا تو بیع باطل ہے اور اگر ایک مینڈھا خریدا اور بعد اُس کے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے چاہے رکھے یا پھیر دیوے اور فاسد ہے خرید اس طور پر کہ مشتری سے بائع اُسی چیز کو پہلی قیمت سے کم میں لے لیوے قبل وصول قیمت اوّل کے مثال اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہیں ہوئے تھے کہ مشتری سے پھر اُس کو خرید لی تو دس کے عوض میں دس ہو گئے اور بائع کے پانچ روپیہ اور مشتری پر باقی رہے **ف** اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہے جو مالک کے ضمان میں نہیں آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اُس کو ابوداودؒ و ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمرو بن العاصؓ سے اور صحیح کہا اُس کو ترمذیؒ اور ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ نے علوم الحدیث میں اور بھی روایت کی امام ابوحنیفہؒ نے مسندؔ میں ابی اسحاق سبیعی سے اُنھوں نے عورت سے ابی السفرؒ کی کہ کہا ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہ زیدؓ بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے بدلے میں پھر خریدا اُس کو چھ سو درہم کے عوض میں تو کہا حضرت عائشہؓ

نے کو خبر پہونچا دے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالیٰ نے باطل کر دیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نہ کروگے اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا اُس نے کہ میں نے زید بن ارقم کے ہاتھ ایک غلام بیچا آٹھ سَو روپے کو میعاد پر پھر خرید لیا میں نے اُن سے چھ سَو روپے کو فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ خبر پہونچا دے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نہ کروگے بُرا کیا تو نے جو بیچا اور خریدا اور یہ حدیث صحیح ہے اور یہ قول حضرت عائشہؓ کا پہچانا گیا ہے قول سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور امام شافعیؒ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور عالیہ اسکی اسناد میں مجہول ہے باطل ہے اسواسطے کہ عالیہ ایک عورت جلیل القدر ہے زوجہ ابی اسحٰق سبیعی کی ذکر کیا اس کو ابن سعد نے طبقات میں اور کہا سُنا ہے اُس نے حضرت عائشہؓ سے **فتح** **ص** اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہیں وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے ساتھ ملاکر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی میں بیع فاسد ہے اور دوسری میں جائز ہے بقدر حصہ ثمن کے **ف** اسواسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اُس سے کم کو خریدا ہے تو اُس میں بیع جائز نہ ہوگی اور دوسری لونڈی میں صحیح ہو جائیگی **ص** تیل کو اسطرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیویں گے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کریں گے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا نہ ہو تو یہ فاسد ہے اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہے اُسکا حساب میں مجرا کرلیں گے تو یہ درست ہے **ف** اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ احتمال ہے کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم وبیش اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضائے عقد ہے اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہے اور ہر وزنی چیز میں یہی حکم ہے **ص** اور گھی کُپّے میں خریدا اور مشتری جب کُپّا پھیرنے گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کُپّا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کُپّا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا **ف** اسواسطے کہ کُپّے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا ہدایہ اور یہاں بھی قید گھی کی اتفاقی ہے بلکہ جو وزنی چیز ہو اُس میں یہی حکم ہے **ص** باطل ہے مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اُس کا اور صحیح ہے بیع اور ہبہ راہ کا **ف** یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہے تو جس شخص کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہے اُس نے اتنی زمین بیع کی تو باطل ہے اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہے اور اُس نے راستہ بیچا تو صحیح ہے **ص** بعض علماء نے کہا ہے کہ مسیل سے یا رقبۂ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے **ف** جیسے نہر یا نالے یا چھت **ص** اور راہ سے بھی رقبۂ راہ مراد ہے یعنی اتنی جگہ جس میں سے گزرتا ہے تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہے لہذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں **ف** یہ جب ہے کہ اُس کا طول وعرض معین معلوم نہ ہوئے اور جب اُس کا طول وعرض بیان کر دیوے اس طرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاوے تو جائز ہے بیع اُس کی جیسا کہ ذکر کیا سرخسیؒ نے یا پانی بہنے کی جگہ کے لیکن اس کے حدود اور جگہ بیان کر دیوے تب بھی جائز ہے ذکر کیا اس کو قاضی خانؒ نے **چلپی** **ص** اور رقبۂ راہ معلوم ہے اگر اُس کے حدود بیان کر دیے اور اگر نہیں بیان کیے جب بھی وہ مقدار ہے دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین میں تو جائز ہے اُس میں بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر ہے تو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے یعنی ایسا حق ہے کہ متعلق ہے ایسی چیز سے جو باقی نہیں رہتا **ف** جب چھت گر جائے **ص** اور راہ سے اگر حق گزرنے کا مراد ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں **ف** ایک روایت میں بیع اُس کی صحیح ہے اور دوسری روایت میں باطل ہے درمختار میں ہے کہ اکثر فقہاء نے روایت اول سے اخذ کیا ہے اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہے **ص** وجہ بطلان یہ ہے کہ وہ صرف حق ہے اور مال نہیں ہے اور وجہ صحت یہ ہے کہ اُسکی طرف احتیاج ہے اور وہ ایک حق معلوم ہے متعلق ہے اُس چیز سے جو باقی ہے **ف** یہ جب ہے کہ حق گزرنے کا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو بالاتفاق باطل ہے **ص** اور صحیح ہے وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خرید نے شراب اور سُور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحبؒ کے **ف** لیکن مکروہ ہے بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنائے یا اُس کو بہا دیوے اور سُور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اُس کے ثمن کو تصدق

حاشیہ: [illegible]

حاشیہ: بیع حق مرور کا بیان

کرے طحطاوی **ص** اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہیں **ف** درمختار میں ہے کہ یہی ظاہر تر ہے **ص** یہاں پر بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہیں **ف** جاننا چاہیئے کہ احادیث اور آثار شرط بیع میں مختلف وارد ہوئے ہیں طبرانی نے اوسط میں روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونوں کا معلوم ہوتا ہے اور حدیث اوپر گزر چکی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا حضرت عائشہؓ سے کہ خرید بریرہؓ کو اور شرط کر لو اس کے مالکوں کیلئے وَلا کی اور وَلا اسی کو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع جائز ہے اور شرط باطل اور بھی اوپر گزری حدیث خیار الشرط کی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع اور شرط دونوں جائز ہیں اسواسطے فقہا نے شروط کی تقسیم کر دی **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کو عقد مقتضی ہووے جیسے شرط ملک واسطے مشتری کے یا اسکو عقد مقتضی نہ ہووے لیکن اسمیں نفع کسی کو نہ ہووے **ف** یعنی نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہے اسکی مثال ہدایہ میں لکھی ہے کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اس کو بیع نہ کرے **ص** جائز ہے **ف** اور وہ شرط لغو ہے مثلاً اس صورت میں مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کو عقد مقتضی نہ ہووے اور اسمیں بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد ہے اول کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت میں بائع کو نفع ہے دوسری مثال یہ ہے کہ ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اسکو قطع کر دیوے یا اسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے اس شرط پر کہ اس کی جوتی بنا دیوے یا اس کا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتوں میں مشتری کا نفع ہے مگر جوتی میں شرط تسمہ لگانیکی جائز ہے استحساناً واسطے تعامل انسانوں کے اور قیاساً جائز نہیں تیسرے کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اسکو آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتوں میں معقود علیہ کو نفع ہے اور فاسد ہے بیع لونڈی کی بدون حمل کے **ف** یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہے اور لونڈی تیری ہے تو یہ بیع فاسد ہے اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہیں تو اسکا استثنا بھی درست نہو گا **ص** اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کیلئے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاریٰ کے روزوں تک یا یہودیوں کی عید تک دونگا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہ ہوں تو یہ فاسد ہے **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہو گی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر میں دیگا اور اگر ان دونوں کو دونوں پہچانتے ہوں تو جائز ہے درمختار نوروز اس دن کو کہتے ہیں جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہے اور مہرگان وہ دن ہے جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہے **ص** یا یہ کہا کہ حاجیوں کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائیں چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانوروں کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک دونگا تو بھی بیع فاسد ہے **ف** اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر میں ہوتے ہیں تو بائع اور مشتری میں نزاع ہو گی **ص** اور اگر ان مدتوں تک بیع کی اور قبل ان وقتوں کے آنے کے مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر ان مدتوں تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہے ◆

فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان میں

ص بیع باطل میں مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہے بعضوں کے نزدیک تو اسکے تلف ہو جانیسے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا اور بعضوں کے نزدیک مشتری پر ضمان اس کی قیمت کا لازم ہوگا **ف** اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قنیہ **ص** اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اس کی صراحۃً ہو **ف** مثلاً بائع یہ کہے کہ تو اس پر قبضہ کرلے **ص** یا دلالت حال سے **ف** مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد میں قبضہ کیا **ص** اور مبیع اور ثمن دونوں مال ہوں تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو جاوے قبضہ مشتری میں تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنًی **ف** مثل حقیقۃً ان چیزوں میں جو مثلی ہیں جیسے گیہوں چاول اور اناج وغیرہ اور مثل معنًی ان چیزوں میں جو غیر مثلی ہیں جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزوں کا مثل حقیقۃً نہیں ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف میں ایک ہونا دشوار ہے اسواسطے قیمت کو ان کا

مثل معنوی قرار دیا گیا ہے ص اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور اسیطرح بعد قبض مبیع کے جبتک وہ شے مشتری کی ملک میں ہو اگر فسادات عقد میں ہووے یعنی احد العوضین میں جیسے بیع درہم کی بدلے میں دو درہم کے ف اور اس کے فسخ میں حکم قاضی شرط نہیں اور اگر کوئی فسخ میں انکار کرے تو قاضی جبرا فسخ کرا دیوے در مختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجھکو ایک ہدیہ دیوے تو جس نے شرط لگائی ہووے اُسکو فسخ واجب ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور شیخینؒ کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہے تو اگر مشتری نے بیع فاسد میں مبیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اُسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہو جائیں گے اور اُس پر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا ف اسواسطے کہ مبیع سے حق غیر کا متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ تعالیٰ کے اور حق العباد مقدم ہے حق اللہ تعالیٰ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بندہ محتاج ہے ص اور بیع فاسد اگر فسخ کیگئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہیں لے سکتا جبتک اُس کا ثمن نہ پھیر دیوے اور اگر بائع بعد فسخ کے مرجاوے تو پہلے اُس شے کو بیچکر مشتری کا ثمن ادا کرینگے بعد اُسکے اور قرضخواہوں کو جو بچیگا وہ دیا جاویگا ف جیسے رہن میں اگر راہن مرجاوے تو شئے مرہون کو بیچ کر اول روپیہ مرتہن کا ادا کریں گے بعد اُسکے جو بچیگا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہوں کو ملیگا ہدایہ ص اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے بیع کو بیچا اور اُسمیں نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہیں اور اُسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے جو نفع کمایا تھا اُس کو حلال ہو گیا ف اور دلیل اُسکی ہدایہ اور اصل کتاب میں مذکور ہے ص اسی طرح پر اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کچھ روپیوں یا اشرفیوں کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپے یا اشرفی ادا کر دیے بعد اُس کے مدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اُن روپیوں میں نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاویگا ف اور مدعا علیہ سے جس قدر روپے لیے تھے وہ پھیرنا پڑیں گے ص اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اُس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اُسکی قیمت لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک مکان گرا دیا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا ف ایسا ہی اگر مشتری نے اُس زمین میں درخت بوئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہیں کر سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اُکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبینؒ کو ترجیح دی ہے اور نہر الفائق میں مذہب امام صاحبؒ کو اور وہی مختار ہے اس زمانے میں

فصل مکروہات بیع میں

ص مکروہ ہے لاڑھیاپن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اُسکی خرید میں رغبت کرے اور دھوکا پاوے اور اپنے کو خریدنا منظور نہ ہو ف اسکو عربی میں نجش ملکہتے ہیں روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجش کرو ص اور مول کرنا اُس چیز پر جس کا کوئی اور مول کر چکا ہے اور دونوں کی رضا پائی جاتی ہے اُس پر ف اور اگر اُس نے ابھی مول نہیں چکایا تو جائز ہے صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہے واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہے اگر ذمی ہو یا مستامن در مختار ص اور مکروہ ہے اناج کو آگے بڑھ کر لینا جب شہر والوں کو ضرر کرے اسلئے کہ جب بنجارہ قریب شہر کے ہوتا ہے تو عامہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق ہوتا ہے پس مکروہ ہے کہ بعض شخص آگے جاکے لیویں اور سب کو اس خریداری سے باز رکھیں ف یعنی اناج لیکر بنجارے جو آتے ہیں تو شہر کے باہر جاکر اُن سے خرید لینا مکروہ ہے اسکی کراہت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شہر میں قحط ہے اور یہ شخص قافلے میں جاکر ملا اور اُن سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں لاکر خاطر خواہ قیمت کو بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجاروں کا شہر میں آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر میں قحط اور تنگی نہ ہو مگر ان قافلے والوں کو نرخ شہر کا معلوم نہ ہووے اور یہ شخص اُن سے جاکر سستا خرید کر لیوے فریب دیکر اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ مکروہ نہیں ہے ہدایہ عینی میں مروی ہے ابن عباسؓ

سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اُس کے یہی معنی ہیں جو اوپر گزرے ص اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانہ قحط میں مہنگے داموں کی طمع سے ف حاضر وہ شخص ہے جو شہر میں رہتا ہے بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہے تمانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہے روایت کی بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اُس حدیث کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگوں کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہیں اُنکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملیں اور اسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لادے اور اُسکی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہیں مجتبیٰ اور درمختار اور اصل کتاب میں اور منقول ہے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہے اس کے آخر حدیث کہ چھوڑو لوگوں کو تا اللہ تعالےٰ روزی دے بعضے آدمیوں کو بعضوں سے روایت کیا اسکو مسلم نے جابرؓ سے ص اور مکروہ ہے بیع وقت اذان جمعے کے تحریماً ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ یعنی اے ایمان والو جس وقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑو سودا کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہے سعی میں اور وہ واجب ہے یہانتک کہ اگر سعی میں خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی میں سوار ہیں اور وہ کشتی چلی جاتی ہے مسجد جامع کو تو مضائقہ نہیں درمختار ص اور جن دو بردوں میں قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونوں نکل گئے ہدایہ ص اور دونوں صغیر سن ہوں یا ایک صغیر سن تو ان میں جدائی ڈالنا مکروہ ہے جب کسی حق کے سبب سے نہ ہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جب ان دونوں میں ناتا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع بدون دوسرے کے جائز نہیں ف اور بعضوں نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں خواہ ناتا ولادت کا ہووے یا اور طرح کا اور یہی قول ہے زفرؒ اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذیؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جُدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اُس کے ولد کے جُدائی ڈالیگا اللہ تعالیٰ درمیان اُس کے اور درمیان دوستوں اُس کے کے دن قیامت کے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور صحیح کیا اُسکو حاکمؒ نے شرط مسلمؒ پر اور نظر کی اُسمیں محدثینؒ نے کہ اُس کی اسناد میں یحییٰ بن عبداللہ ہے نہیں اخراج کیا اُس سے صحاح میں اور اختلاف کیا گیا اسمیں اور بسبب اختلاف کے نہیں صحیح کیا اُسکو ترمذیؒ نے اور روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے ایک قصے کے ساتھ اور روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہے وہ شخص جس نے جدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اُس کے ولد کے اور کہا کہ اسناد اُس کی صحیح ہے اور روایت کی ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ ہبہ کیے مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس میں بھائی تھے تو بیچا میں نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علیؓ کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا میں نے بیچ ڈالا اُسکو تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اُس کو پھیر لے اُس کو کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی حاکمؒ اور دارقطنیؒ نے دوسرے طریق سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجھ کو سو ساتھ بیچ دو بھائیوں کے تو بیچا میں نے اُن دونوں کو الگ الگ اور کہا میں نے آنکر یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپنے کہ پھیر لے اُنکو اور بیچ اُن کو ایک ساتھ اور نہ جُدائی کر درمیان اُنکے صحیح کیا اُس کو حاکمؒ نے اوپر شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کے اور نفی کی ابن قطانؒ نے ہر عیب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولیٰ ہے اُن حدیثوں میں جن پر اعتماد ہے اس باب میں اور روایت کیا اُس کو احمدؒ اور بزارؒ نے دوسرے طریق سے لیکن اُسمیں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں ہمارے نزدیک ص اور اگر جُدائی ان دونوں کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اُسمیں دیا گیا یا عیب کے سبب سے روکا گیا تو مکروہ نہیں اور جائز ہے بیع من یزید یعنی نیلام ف جس کو ہراج کہتے ہیں اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن

مالکؒ سے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرتؐ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اُس نے کہا کیوں نہیں ایک کمل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ اُنکو میرے پاس لے آ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا میں ان کو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دونوں کو دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں چیزیں اُسکو دیں اور دونوں درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُسمیں لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اُس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اُسکو دس درہم حاصل ہوئے سو اُس نے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنیسے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے مُنہ پر ہووے بسبب سوال کے

ص باب اقالے کے بیان میں

ف اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہے حدیث سے فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیر لے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالیٰ لغزش اُسکی قیامت کے دن روایت کیا اُسکو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور صحیح کہا اُسکو ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے ص جاننا چاہیئے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق میں تو فسخ بیع ہے اور سوا اُنکے اور شخصوں کے حق میں مانند بیع جدید کے ہے تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق میں نہ ہو سکے تو اقالہ باطل ہو گا ف اور مثال اُسکی آگے آتی ہے ص اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہے تو اُس کا فائدہ یہ ہے کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعویٰ شفعہ پہونچتا ہے ف مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اُس وقت حق شفعہ ساقط کر دیا بعد اُس کے اب اقالۂ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق میں تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق میں بیع جدید تو اب پھر اُس کو دعویٰ شفعہ پہنچ سکتا ہے درمختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اُس کے اقالۂ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہو گا ف یعنی اب بائع اول کو وطی اُسکی جائز نہ ہو گی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ بیع ہے تو اگر بیع نہ ہو سکیگی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک فسخ ہے اور اگر فسخ ممکن نہ ہو گی تو بیع شمار کیجاویگی ص تو باطل ہے اقالۂ بیع اُس لونڈی میں جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آنکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آنکر بعد قبض کے جنی تو اس اقالے کو فسخ نہیں بنا سکتے اسواسطے کہ بیع میں زیادتی ہو گئی اور یہ مانع فسخ ہے تو اقالہ باطل ہو گا کفایہ ص امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل نہیں ہے کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہیں اور اقالہ اتنی ہی قیمت کو درست ہے جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپئے کے بدلے میں بیع ہوئی تھی اور اقالے میں اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہو گی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط صحیح ہے اسواسطے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول ہے اور فسخ نہیں ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع جدید ہے تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہو گی اِلّا کمی قیمت کی اُس صورت میں درست ہے جب مبیع میں مشتری کے پاس آنکر کوئی عیب ہو گیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہیں ہے البتہ ہلاک ہو جانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہے ف یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہو جاوے تو یہ اقالے کا مانع نہیں اسواسطے کہ ثمن تابع ہے بیع میں اور اصل مبیع ہے اور وہ موجود ہے اسی واسطے اگر مبیع تلف ہو جاویگی مشتری کے پاس تو پھر اقالہ اُس کا نہ ہو سکے گا مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مر گیا تو اب اقالہ اُس کا نہیں ہو سکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے مبیع ہلاک ہو گئی تو اقالہ باطل ہو کر اصل بیع قائم ہو جاویگی بحر ص اور اگر مبیع میں سے کسی قدر تلف ہو جاوے تو اُسی قدر کا اقالہ نہ ہو سکیگا باقی کا درست ہو گا ف مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر

اُس کے حصّے کے اقالہ صحیح ہے **مسائل الحاقیہ** اقالے میں رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہے اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہیں ہوسکتا اور واجب ہے اقالہ عقد فاسد و مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہ ہوگا صابون کو خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہے اس واسطے کہ کل مبیع باقی ہے اور صحیح ہے اقالے کا کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آویگی مگر اقالہ سَلم کا اقالہ صحیح نہیں انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اُس کا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں درمختار

ص باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان میں

مرابحہ کہتے ہیں چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کر کے اور تولیہ کہتے ہیں صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے **ف** جاننا چاہیئے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہے مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضیعہ، مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہوچکا ہے اور مساومہ کہتے ہیں اُس بیع کو جس کے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہو جاویں بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضیعہ کہتے ہیں اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہے اور نقلاً بھی بدلیل اس حدیث کے جس کو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت میں کہ حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹ خریدے اور اُن میں سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہو جیے صدقے ہوں آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپؐ نے میں نہیں سوار ہوں گا اس اُونٹ پر جو میری ملک میں نہیں ہے تو کہا ابوبکرؓ نے کہ وہ اُونٹ آپ کا ہو گیا فرمایا آپ نے نہیں مگر اُس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اُس کو حضرت ابوبکرؓ نے اور سوار ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اُونٹ پر اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے سعید بن المسیبؒ سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت سب برابر ہیں نہیں ہے حرج ان میں اور مرسلات سعیدؒ کے مقبول ہیں **فتح ص** اور شرط ان دونوں کی یہ ہے کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو **ف** یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہو جاوے ثمن مثلی جیسے روپے اشرفی اور کیل موزون یعنی جو چیزیں ناپ تُل کر بکتی ہیں اور جو گِن کر بکتی ہیں لیکن مقدار میں یکساں اور قریب ہوتی ہیں اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ اُن کے افراد کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہووے چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت اُسکی مجہول ہے ہاں اگر مشتری ثانی اُسی چیز کا مالک ہو جاوے جس کو بائع ثانی نے قیمت میں دیا تھا اور اُسی قیمت سے خریدے تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اُس کو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اُسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلا نفع تو جائز ہے کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہے **نہر ص** اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہے کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہے خرید و فروخت میں وہ شخص بائع واقف کے ایمان پر نفع دیکر یا اصل لاگت پر خرید کرسکتا ہے اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہے اسواسطے ان دونوں بیعوں کا مدار امانت اور دیانت پر ہے اور ضرور ہے اسمیں احتراز خیانت اور شبہہ خیانت سے **مسئلہ** اور اصل لاگت کپڑے میں شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی اور اسی طرح ڈور میں بٹوائی کی مزدوری اور غلے میں باربرداری کی **ف** اور بھیڑ بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور شوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بقدر اسراف کے اور سنچوائی پانی کی کھیت میں اور نہروں کی صفائی کی اور باغ میں درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزوں کی مزدوریاں اصل لاگت میں گنی جاوینگی اسیطرح موتی میں سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی میں دروازہ بنانیکی **درمختار و نہر** ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہے کہ جن مصارف کی لاگت میں ملانے کا دستور ہو تجار میں اور اُس کے سبب سے مبیع میں یا قیمت میں زیادتی ہووے تو وہ لاگت میں ملائے جاویں گے **ص** لیکن ان چیزوں کی اُجرت اور مزدوری جب لاگت میں ملائی جاوے تو بائع یوں کہے کہ اتنے داموں کو مجھے یہ چیز پڑی ہے اور یوں نہ کہے کہ اتنے کو میں نے خریدا ہے **ف** تاکہ جھوٹ نہ ہو جاوے اور جس مکان میں اسباب رکھا ہووے اُس کا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل نہ ہوگی **ہدایہ ص**

تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اوّل نے مرابحہ میں خیانت کی تو اُسکو اختیار ہے چاہے اُن داموں پر جو مشتری اوّل نے بیان کیے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم ہوئی تو جس قدر مشتری اوّل نے خیانت کی رو سے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہوں کاٹکر باقی دام دیدیوے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مشتری اوّل کے بتائے داموں پر لے لیوے یا پھیر دیوے ف اور فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے ص اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اُس کو جس داموں پر بیچا تھا اُس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اُس کو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع اوّل کو اصل لاگت سے مجرا کر لے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شے مفت پڑ جاوے تو اب اسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس۱۰ روپے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا پھر دس۱۰ کو خرید لیا تو اب اُس کو اگر مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجھ کو پانچ روپیہ کو پڑا ہے اور اگر دس۱۰ روپے کو خریدا اور بیس۲۰ کو بیچا اور پھر دس۱۰ کو خریدا تو اب اُسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح پر بیچ ڈالے برخلاف صاحبینؒ کے کہ اُن کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہے ف اور صاحبینؒ کا قول خلق پر آسان ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اگر اُس غلام نے جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہے اگرچہ وہ غلام قرضدار ہووے بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس۱۰ روپیہ کو اور مولیٰ نے اُس سے پندرہ کو خریدا تو مولیٰ اگر اُس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس۱۰ روپے بتلاوے اور ایسا ہی اُس کا اُلٹا یعنی اگر مولیٰ دس۱۰ روپے کو کپڑا لیکر اُسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس۱۰ روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے ف اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے اور قرضدار غلام میں جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ مولیٰ کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑیں گے جن داموں مولیٰ یا غلام نے اُس شے کو لیا ہے یعنی دس۱۰ روپے ان دونوں صورتوں میں ص اور اگر مضارب کے پاس دس۱۰ روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرارداد پر اُس دس۱۰ روپے کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اُس کو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ۱۲ روپیہ قیمت کپڑے کی بتاوے ف اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہے صاحب مال کی اور اسی طرح اُس کے اُلٹے میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اُس کا کتاب المضاربۃ میں آویگا ص اگر لونڈی خریدی صحیح وسالم اور مشتری کے پاس آکر کانی ہوگئی ف کسی آفت سماوی سے ص یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اُس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہے اُس کو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کردے اور اس کا بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آکر کانی ہوگئی یا اُس سے میں نے جماع کیا ہے ف اور ابویوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیان اُس کا ضرور ہے اور یہی مذہب ہے باقی ائمہ کا فقیہ ابواللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین بن الہمامؒ نے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر مشتری نے خود آنکھ اُسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے اُسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اُس کا ازالۂ بکارت کیا جماع سے تو ان صورتوں میں جس وقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کر دیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اُس کو چوہا کہیں سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اُس کو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اُس کا ضرور نہیں اور اگر اُس کے لپیٹنے اور کھولنے سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے اُس کا بیان ضرور ہے اور اگر ایک غلام خریدا ہزار روپیہ کو اُدھار ایک مدت پر پھر سو۱۰۰ کے نفع پر اُسے فروخت کیا بغیر بیان کے ف یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو اُدھار لیا ہے ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہے جب معلوم ہووے اُس کو یہ بات چاہے اُس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے ف لیکن اگر رکھ لے گا تو اُس کو گیارہ سو روپیہ نقد دینے پڑیں گے نہ مؤجل ص تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اُس کو گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آویں گے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہے ف کہ اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت اُدھار مشتری اوّل کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا چاہے اُس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور اگر بعد مبیع کے تلف کرنیکے خیانت مشتری اوّل پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑیں گے ص اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجھ کو پڑی ہے اُتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور عمرو کو معلوم نہیں کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑی ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر

عمرو کو اُسی مجلس بیع میں معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہے تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے لے چاہے پھیر دیوے ف تو اگر مجلس میں بھی حال ثمن کا معلوم نہ ہووے تو بیع باطل ہو جاویگی در مختار ص جس چیز کو خریدے تو جبتک اُس پر قبضہ نہ کر لیوے بیع اُسکی جائز نہیں مگر عقار میں ف جاننا چاہیے کہ مبیع دو قسم ہے ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکیں جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جس کی نقل و تحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اسکو عقار کہتے ہیں دلیل اس باب میں وہ روایت ہے جو اخراج کیا اُس کا شیخین اور مالکؒ نے ابن عمرؓ سے کہ نہ بیچے کوئی غلے کو یہانتک کہ قبضہ کر لے اس پر اور طعام وغیرہ منقولات میں سے ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہیں بدلیل اُس حدیث کے جسکو روایت کیا نسائیؒ نے سنن کبریٰ میں حکیم بن حزام سے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلوات اللہ علیک میں خرید و فروخت کیا کرتا ہوں تو بتا دیجیے کہ کونسی خرید و فروخت حلال ہے اور کونسی حرام ہے تب فرمایا آپنے کہ نہ بیچ تو کسی شئے کو یہاں تک کہ قبضہ کر لے تو اُس پر اور بھی روایت کیا اُسکو احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبانؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے یوسفؒ بن ماہک سے اُنھوں نے سنا حکیم بن حزام سے اور اُنکے بیچ میں ابن عصمہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ مخرجین اُس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہیں درمیان ابن ماہکؒ اور حکیمؓ کے اور بعضے نہیں اور ابن عصمہ ضعیف ہے نہایت درجے کا کہا ابن حزمؒ نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہے اور صحیح کہا اُنھوں نے حدیث کو بروایت یوسفؒ بن ماہکؒ خود حکیمؓ سے اسواسطے کہ اُس نے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیمؓ سے روایت قاسم بنؒ اصبغ میں اور صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونوں کے بیچ میں ہے ذکر کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور عبداللہ اور ابن قطانؒ نے اُسکو ضعیف کہا اور دونوں نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ حشمی حجازی ہے اور وہ جو ضعیف ہے عبداللہ بن عصمہ نصیبی ہے یا اور کوئی ہے تو حق یہ ہے کہ یہ حدیث حجت ہے اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں نقل کی زید بن ثابتؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہانتک کہ لیجاویں اُسکو تجار اپنی منزلوں تک اور صحیح کہا اُسکو اور تنقیح میں ہے کہ اسناد اسکی جید ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہاں منقول ہے کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلوں تک ممکن ہے نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائیؒ کی عام ہے تو اُس کا جواب امام صاحبؒ یہ دیتے ہیں کہ مراد اُس سے بھی شئے منقول ہے اس لئے کہ غایت اس نہی سے یہی ہے کہ جبتک مبیع پر قبضہ نہیں کیا احتمال ہے اُسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف و ہلاک عقار میں نہایت نادر ہے اسی واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اُس کے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اُسوقت میں غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں قبل قبض کے فتح و در مختار ص اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو نپ یا تل کر یا گن کر بکتی ہے ف جیسے غلہ کہ نپ کر عرب میں اور حوالی مدراس میں بکتا ہے اور سونا چاندی تل کر بکتا ہے اور اخروٹ وغیرہ گن کر ص تو نہ بیچے اُسکو اور نہ کھاوے یہانتک کہ ناپے اُسکو یا تولے یا گنے ف اور اگر یوں ہی کھاویگا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہے در مختار ص منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع غلہ سے جبتک کہ جاری نہ ہوں اُسمیں دو صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بائع مشتری کے سامنے بعد بیع کے اُس کو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہے کہ بائع کا اُس صورت میں ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہے اب پھر مشتری کو ضرور نہیں ناپنا وغیرہ یہاں تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اُس کو ناپ یا تول یا گن رکھا ہے تو یہ کافی نہیں اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت میں وہ بھی معتبر نہ ہوگا ف اور اُس سے وہ چیزیں نکل گئیں جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریاں لگا کر بکتی ہیں تو ان کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اصل اس باب میں روایت ہے ابن ماجہؒ کی جابرؓ سے نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يَجْرِيَ فِيْهِ صَاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِيْ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہ ہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ اور بزارؒ اور عبدالرزاقؒ نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہے اگرچہ اس حدیث کی اسنادوں میں ضعف ہے لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ائمہؒ کے حجت ہے اور محل حدیث وہ ہے کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ یا تول کے اور اب اُسکو بیع کرتا ہے تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہو گیا عینی یا وہ صورت ہے جس کو شارح بیان کرتا ہے ص ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کُر میں گیہوں کے مثلاً

ایک مدت معین پر تو ہر گاہ مدت گزری تو مسلم الیہ نے ایک گر گیہوں کا ایک شخص سے خرید کر کے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کر لیوے اُس کر پر پہلے مسلم الیہ کیطرف سے پھر اپنے لئے تو پہلے رب السلم نے اُس گیہوں کو مسلم الیہ کیلئے ناپا پھر اپنے لئے ناپا تو جائز ہوگا **ف** اس صورت میں صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزیں گزوں سے نپ کر بکتی ہیں اُس کا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپ لینے کے درست ہے اور ثمن میں تصرف کرنا **ف** جیسے روپے کے بدلے اشرفیاں لینا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کر دینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح ص** قبل اس بات کے کہ بائع اُس پر قبضہ کرے درست ہے **ف** کیونکہ ثمن تابع ہے بیع میں اور اُسمیں خوف فسخ عقد کا نہیں بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہیں تعین سے بخلاف بیع کے ہدایہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں بیچتا ہوں اونٹ نقیعؓ میں تو بیچتا ہوں عوض میں دیناروں کے اور لیتا ہوں دراہم اور بیچتا ہوں عوض میں دراہم کے اور لیتا ہوں دینار تو فرمایا آپ نے نہیں ہے حرج اسمیں اگر لے نرخ سے اُس دن کے جبتک کہ جُدا نہ ہو تم دونوں اور تمہارے درمیان میں کوئی معاملہ باقی ہووے روایت کیا اسکو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ نے اور صحیح کہا اسکو حاکمؒ نے **ص** ثمن میں کمی اور زیادتی کرنی درست ہے جبتک مبیع قائم ہے یعنی کمی مطلقا درست ہے اور زیادتی اُس صورت میں جبتک مبیع ہلاک نہ ہوئی ہو تو درست ہے **ف** اور بعد ہلاک مبیع کے زیادتی ثمن درست نہیں اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکو بیچا پھر اُسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا در مختار **ص** اور اسیطرح جائز ہے زیادتی مبیع میں **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے مبیع میں کچھ اوپر بڑھا دے تو درست ہے **ص** اور ان صورتوں میں کل کا استحقاق ہو جاتا ہے یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور بائع نے اگر مبیع بڑھا دی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونوں کا مستحق ہوتا ہے اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر مبیع درصورت زیادتی یا ثمن درصورت زیادتی کسی شخص غیر کی نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لیگا اور اسیطرح بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہے اصل عقد سے گویا عقد اس قدر مبیع یا اس قدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھا دیا تو گویا ایسا سمجھا جائیگا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اسیطرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھا دیے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاویگا **ص** اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علحدہ احسان رہیگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے مابقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت میں کم قیمت سے لیگا **ف** یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپے پر بعد اُس کے زید نے پچیس روپے بڑھا دیے یا عمرو نے پچیس روپے گھٹا دیئے اور بکر کا شفعہ اُس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول میں صرف سو ہی روپے کو اور صورت ثانی میں پچھتر کو لے سکتا ہے **ص** اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ بدلے میں ہزار روپے کے اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو روپے کا مثلاً اور اُس نے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور سو روپے ضامن سے اور اگر اُس نے یہ نہیں کہا کہ میں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہوں **ف** یعنی ثمن کی قید اُس نے نہیں لگائی **ص** بلکہ اتنا ہی کہا کہ میں سوا ہزار کی سو کا ضامن ہوں تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھ نہیں لازم آتا سوائے قرض کے **ف** قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپے اشرفی غلہ وغیرہ **ص** اور طرح کا دین **ف** مثلاً ثمن مبیع **ص** اسکی مدت معلوم اگر دائن مقرر کر دیگا تو وہ مؤجل ہو جاویگا **ف** یعنی پھر اندرون مدت کے اُس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مُقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کر دے تو صحیح نہیں یعنی اُسکو لازم نہیں کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ کر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہے تو جیسے معیر کو مدت استیفائے عاریت کی لازم نہیں اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہے کیونکہ اسمیں رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں **ص** کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے اُدھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہے **ف** حال آنکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے زیلعیؒ و نہر **مسائل الحاقیہ** ایک لڑکے صغیر مجبور کو قرض دیا اور اُس نے ہلاک کر دیا تو ضامن نہ ہوگا اور مثل اُس کے مرد بائع بیہوش ہے شرائط زائدہ قرض میں باطل ہیں اور اُن سے قرض باطل نہیں ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے

آنے کا تول کر جائز ہے کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہے در مختار

ص باب ربوا یعنی سود کے بیان میں

ف سود لینا باتفاق اُمت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے فرمایا اللہ سبحانہ نے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا یعنی اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں مراد ربوا سے مال زائد ہے خواہ قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں اور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی معنی مصدری فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اور حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع میں زیادہ دین لین کو فتح صحیح مسلم میں جابرؓ سے روایت ہے کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانیوالے پر اور کھلانیوالے پر اور اُسکے لکھنے والے پر اور اُسکے گواہوں پر اور فرمایا آپ نے سب برابر ہیں اور روایت کی امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا ایک زمانہ لوگوں پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانیوالا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اُسکو پہنچ جاویگی اُسکو بھاپ اُسکی اور ایک روایت میں گرد اُسکی عبداللہ ابن حنظلہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درم سود کا کہ کھاتا ہے اُسکو آدمی جان بوجھکر سخت زیادہ ہے چھتیس زنا سے اخراج کیا اس کا احمدؒ اور دارقطنیؒ نے اور روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہے مال حرام سے تو جہنم قریب ہے اُسکے اور روایت کی ابن ماجہؒ و بیہقیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے کم ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعودؓ سے ہے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہے مال اُس سے لیکن انجام اُس کا نقصان ہے اور احمدؒ و ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج کو آیا میں ایک قوم پر کہ پیٹ اُنکے مثل گھڑوں کے ہیں اور اُسمیں سانپ دکھائی دیتے ہیں تو پوچھا میں نے جبریل علیہ السلام سے کون ہیں یہ لوگ کہا اُنھوں نے یہ سودخوار ہیں فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہے اور تحقیق کہ حضرتؐ نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نہ فرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمیں شبہہ بھی بیاج کا ہووے ص ربوا ایک زیادتی ہے ایک جنس کی دو چیزوں میں تول یا ناپ سے جو خالی ہے عوض سے اور شرط کیگئی ہے واسطے احد المتعاقدین کے ف یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے ص معاوضے میں تو ایک جنس کی دو چیزوں کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہوں کے بسبب متحد نہ ہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے میں پانچ گز کے اور خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہوں اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہوں اور دو سیر جو کے بدلے میں بیچا اسواسطے کہ یہاں اگرچہ ثانی زائد ہے لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سیر بھر جو کے مقابلے میں دو سیر گیہوں ہو دیں اور سیر بھر گیہوں کے عوض میں دو سیر جو اور یہ جو کہا گیا کہ شرط کیگئی ہے احد المتعاقدین کیواسطے اس سے وہ صورت خارج ہو گئی کہ زیادتی کی شرط شخص ثالث کیلئے ہووے تو وہ ربوا نہیں شمار کیجاویگی اور معاوضے کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اُس عقد میں جو خالی ہوتا ہے عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہیں ہے علت اور شرط ربوا کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ دونوں چیزیں قدری ہوں یعنی پیمانے میں ناپ کر یا تول کر بکتی ہوں دوسرے یہ کہ اُن دونوں چیزوں کی جنس ایک ہوئے ف مثلاً دونوں طرف گیہوں ہوں یا چاول یا سونا یا چاندی اور اگرچہ وہ چیز ناپ یا تول کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کر کے جیسے ککڑی آم وغیرہ تو اُس میں ایک کے بدلے دو لینا درست ہے یا جنس ایک نہ ہو جیسے جو کے بدلے گیہوں یا چاول کے بدلے جو تو اس صورت میں بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا ص اور شافعیؒ کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہے کہ وہ دونوں چیزیں یا کھانیکی قسم سے ہو دیں جیسے گیہوں چاول یا قیمت جیسے سونا چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ کھانیکی قسم سے ہووے یا قابل رکھ چھوڑنے یا جمع کرنیکے ہوئے ف اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا صحاح ستہ والوں نے سوائے بخاریؒ کے عبادۃ بن صامتؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے اور چاندی کو بدلے میں چاندی کے اور گیہوں کو بدلے میں گیہوں کے اور جو کو بدلے میں جو کے اور کھجور کو بدلے میں کھجور کے اور نمک کو بدلے میں نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست برابر برابر

تو جب یہ قسمیں مختلف ہووے یعنی گیہوں بدلے میں جو کے یا جو بدلے میں نمک کے مثلاً تو بیچو جس طرح چاہو تم لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہے اور اسی کو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل اسکی کتب اصول میں بتفصیل مذکور ہے ص تو جو چیز نپ یا تل کر بکتی ہے جب بدلے میں اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اُس میں زیادتی لینا حرام ہے اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہ ہووے جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہے اور لوہا وزنی اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک زیادتی انمیں حرام نہیں ف کہ یہ دونوں چیزیں کھانیکی نہیں ہیں لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہے اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام نہیں ص اور برابر برابر بیچنا درست ہے اور جو جنس قدر شرعی میں داخل نہیں جیسے نصف صاع سے کم اُن میں بھی زیادتی حرام نہیں جیسے بیع ایک مٹھی گیہوں کے بدلے میں دو مٹھی گیہوں کے یا ایک انڈے کے بدلے میں دو انڈوں کے یا ایک کھجور کی بدلے میں دو کھجور کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں حلال ہے کھانے کی چیزوں میں بیع ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اس لئے کہ اصل ہمارے نزدیک علت ہے اور اُنکے نزدیک حرمت ف اسواسطے کہ مقادیر میں شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہیں البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہے صدقۂ فطر وغیرہ میں تو جو اُس سے کم ہے اُس میں زیادتی حرام نہ ہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے ص تو جہاں پر قدر و جنس دونوں موجود ہیں وہاں زیادہ لینا اور اُدھار بیچنا دونوں حرام ہیں جیسے ایک صاع گیہوں کو بدلے میں دو صاع گیہوں کے بیچے یا ایک صاع گیہوں کو بدلے میں ایک صاع گیہوں کے بیچے ایک طرف اُدھار سے یا دونوں طرف اُدھار سے اور جہاں پر نہ قدر ہے نہ جنس وہاں دونوں باتیں درست ہیں ف مثلاً چار آموں کو بدلے میں دو خربزوں کے بیچے یا دو آموں کو بدلے میں دو خربزوں کے ایک طرف اُدھار کر کے یا دونوں طرف اُدھار کر کے ص اور جہاں پر فقط قدر ہے یا فقط جنس تو وہاں زیادتی درست ہے لیکن اُدھار بیچنا نادرست ہے جیسے ایک صاع گیہوں کی بیع ساتھ دو صاع کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھ گز ہراتی کپڑے کے بدلے میں تو یہ بیع نقد درست ہے اور اُدھار درست نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط اتحاد جنس میں قرض بیچنا حرام نہیں ف پہلی صورت میں صرف قدر ہے اور دوسری صورت میں صرف اتحاد جنس اور دلیل اسکی شرح وقایہ میں مذکور ہے ص اور جو اور گیہوں اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیویں ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہوں کھجور اور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگوں نے اگر گیہوں کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونے کو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیے جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھ چیزوں کے باقی چیزیں لوگوں کی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر لوگ اُس کو ناپ کر بیچتے ہیں تو کیلی گنی جاوینگی اور جو تول کے بیچتے ہیں تو وزنی ص تو بیع گیہوں کی گیہوں کے ساتھ برابر تول کر جائز نہیں ف اسواسطے کہ اصل میں وہ کیلی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل میں فرق ہو اس صورت میں ربوا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونے کے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہیں ف اسواسطے کہ وہ اصل میں وزنی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونیکے ناپ میں وزن میں تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص جیسے جائز نہیں بیع ان چیزوں کی ڈھیر لگا کر ف اسواسطے کہ اسمیں احتمال زیادتی کا ہے ص اور ان چیزوں میں وقت عقد کے معین کر دینا مبیع کا ضرور ہے یہ ضرور نہیں کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کر لیں ف یعنی اگر گیہوں کے بدلے میں گیہوں بیچے جاویں تو دونوں کو معین کر دینا مجلس عقد میں ضرور ہے یہ لازم نہیں کہ اُسیوقت ہر ایک شخص اپنے اپنے عوض پر قبضہ بھی کر لیں ص البتہ عقد صرف میں قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد میں ضرور ہے ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونوں ثمن کی چیزیں ہوں مثلاً روپیہ اشرفی ہوں یا چاندی سونا تو اس صورت میں مجلس عقد میں بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہے ف اور بیان اسکا باب الصرف میں آویگا ص اور شافعیؒ کے نزدیک جب طعام کی بیع ہووے تو قبضہ کرنا دونوں طرف سے عوضین پر مجلس عقد میں ضرور ہے ف شافعیؒ کی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامتؓ ہے جسمیں دست بدست مذکور ہے یعنی یداً بید امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ معنی اس کے عیناً بعین ہیں جیسا کہ روایت مسلمؒ اور شافعیؒ میں ہے باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے ص بیع ایک پیسے معین کی بدلے میں دو پیسے معین کے جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ف اسواسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک پیسے چلن وار ثمن میں داخل ہیں اور ہماری دلیل اصل میں مذکور ہے لیکن محتاط قول امام محمدؒ کا ہے ص اور درست ہے

بیع گوشت کی ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اُسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو کم وبیش بشرط تعیین کے البتہ اُدھار درست نہیں **در مختار ص** اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہے اُسی جانور کے بدلے میں بیع ہے تو ضرور ہے کہ گوشت زائد ہو اُس قدر گوشت سے جتنا اُس حیوان میں نکلے تاکہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی پچونی وغیرہ کے اور نزدیک شیخینؒ کے مطلقاً جائز ہے اس لئے کہ یہ بیع موزوں کی ہے عوض غیر موزوں کے **ف** اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک بیع مطلقاً جائز نہیں بدلیل اُس حدیث کے جس کو روایت کیا مالکؒ نے مؤطا میں اور ابوداؤدؒ نے مراسیل میں سعید بن المسیبؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے میں حیوان کے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بیع سے زندہ کی بدلے میں بیجان کے اور مراسیل سعیدؒ کے بالاتفاق مقبول ہیں اور روایت کی ابن خزیمہؒ نے سمرہؓ سے مانند اس کے بروایت حسن عن سمرةؓ کہا بیہقیؒ نے اسناد اسکی صحیح ہے اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہؓ سے ثابت کیا ہے اُس کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور جس نے نہیں ثابت کیا اُس کے نزدیک مرسل ہے جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی میں ہے کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نہ کرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہے بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے **ف** رطب کہتے ہیں تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے میں رطب کے اور اسی طرح رطب کی بدلے میں تمر کے برابر درست ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہیں اسواسطے کہ رطب سوکھ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہے کہ مروی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے میں تمر کے تو فرمایا آپنے کیا کم ہو جاتا ہے تر خرما سوکھ کر کہا انھوں نے ہاں تو منع کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو پانچوں عالموں نے اور صحیح کہا اسکو ابن المدینیؒ اور ترمذیؒ اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر میں داخل ہے بدلیل اُس حدیث کے جو ہدایہ میں ہے کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپنے کیا کل تمر خیبر کے اسی طرح ہیں اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہے اور یہ حدیث بخاریؒ ومسلمؒ میں بروایت ابوسعید خدریؓ موجود ہے لیکن اسمیں رطب کا لفظ نہیں البتہ روایت کی حاکمؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے سعدؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اُدھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہیں صرف اُدھار ممنوع ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی ثابت ہے **حکایت** ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگ اس مسئلے میں امام صاحبؒ پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اُن سے کہ رطب کی بیع تمر سے کسطرح جائز کہتے ہو امامؒ نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا رطب تمر ہے یا تمر نہیں ہے اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ کے اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث کے اِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعدؓ کی وارد کی امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زیدؔ بن عیاش پر ہے اور اُسکی حدیث مقبول نہیں تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو امامؒ کی وَتَمَامُهٗ فِیْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ **ص** اور درست ہے بیع انگور تر کی بدلے میں انگور خشک کے جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے ہوئے گیہوں کی اپنے مثل سے اور خشک سے اور اسی طرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے برابر **ف** اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے **در مختار ص** اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی **ف** یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اُونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس ایک جنس ہیں اور اسی طرح بھیڑ بکری تو ان میں زیادتی کمی درست نہیں **ہدایہ ص** اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے عوض میں کم وبیش بیچنا درست ہے **ف** بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کیونکہ دونوں ایک جنس ہیں **طحطاوی ص** اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکۂ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دُنبے کی چکتی کے یا گوشت کی کمی وبیشی کے ساتھ درست ہے **ف** ناقص کھجور کی قید

اتفاقی ہے چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اسواسطے یہ لفظ کہا ص اور اسی طرح درست ہے روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہوں کی ہو در مختار ص عوض میں گیہوں کے اور آٹے کی کمی بیشی سے اگرچہ ایک جانب اُدھار ہووے اسی پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو اُدھار ہوا ور گیہوں اور آٹا نقد ہو جب بھی جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ بہتر نہیں ہے اور یہی مختار ہے ص اور نہیں جائز ہے بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ میں سے مگر مساوی اور اسی طرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید کہتے ہیں عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہیں خراب کو جیسے گیہوں بعض عمدہ ہوتے ہیں اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہے تو یہ نہیں جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ دیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ میں ہے جَيِّدُهَا وَرَدِيُّهَا سَوَاءٌ یعنی جید اور ردی ان چیزوں میں سے سب برابر ہیں کہا زیلعیؒ نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہیں ص اور اسی طرح جائز نہیں بیع گیہوں کی ساتھ ستو کے یا گیہوں کی ساتھ آٹے کے یا آٹے کی ساتھ ستو کے نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزیں نپ کر بکتی ہیں اور ناپ میں انکی زیادتی کمی کا احتمال ہے کیونکہ گیہوں زیادہ سماویں گے بنسبت آٹے کے ص اور جائز نہیں بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہانتک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اُس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض میں کھلی کے ہو جاوے اور روٹی کا قرض لینا تول کر جائز ہے گن کر جائز نہیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بالکل جائز نہیں نہ وزن سے اور نہ گنتی سے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرح درست ہے مالک اور غلام میں سود متحقق نہیں ہوتا اسواسطے کہ غلام مع اُس کے مال کے ملک ہے مولیٰ کی ف یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہو اور اُس پر دَین نہ ہووے اور اگر اُس پر دَین ہے تو زیادتی کی سود گنی جاویگی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی میں دار الحرب میں سود ثابت نہیں ہوتا ف اور دار الاسلام میں سود ہوتا ہے اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو لینا اُس کا جس طرح ممکن ہو جائز ہے ایسا ہی ہے اصل میں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمانوں کیلئے ہووے لیکن جواب مسئلہ عام ہے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے اور ائمہؒ باقیہ کے نزدیک درست نہیں کیونکہ نصوص حرمت ربا مطلق ہیں اور امام صاحبؒ کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے بیاج درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب میں اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کیا اسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہیں ہے بیاج درمیان اہل حرب کے اور گمان کرتا ہوں کہ کہا آپنے اور درمیان میں اہل اسلام کے کہا شافعیؒ نے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور نہیں حجت ہے آسندکی اس حدیث کی بیہقیؒ نے معرفہ میں مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق اکبرؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ جیتنا قمار ہے اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرطیکہ نہ ہونے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علمائے مذہب نے اس میں لازم کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہاءؒ کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہے اِنْتَهٰى مَا قَالَ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ مُلَخَّصًا

ص باب اُن حقوق کے بیان میں جو بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو داخل نہیں ہوتے

ف حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں وہ ہے جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کیواسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر مبیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین میں ص داخل ہو جاتی ہے دار کی بیع میں علو اور عمارت اُسکی اور مفاتیح ف مراد مفاتیح سے وہ ہیں جو اغلاق سے متصل رہیں کبھی جدا نہ ہو دیں جیسے ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کے ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اُسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق کو فارسی میں کلیدانہ اور بندور کہتے ہیں یعنی لوہے کا آلہ جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے

بعضے اہل ہند اس کو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اسکو ضبۃ اور کیلون بولتے ہیں **غایۃ الاوطار** ص اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہیں داخل ہوتا ہی
دار کی بیع میں ظلہ **ف** بضم ظائے معجمہ اور تشدید لام کے اُس چھتے کو کہتے ہیں جو دروازے پر ہوتا ہے اور صاحب مغرب سے منقول ہے کہ ظلہ وہ ہے جو
ایک طرف اُسکی کڑیوں کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے درمختار میں ہے کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اُس کا دروازہ اندر سے
مکان کے ہووے تو دار کی بیع میں داخل ہوگا بالاخانہ کے مانند **فائدہ فتح القدیر** حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں جنکی شناخت ضرور ہے بیت
منزل. دار. بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کیواسطے بنا ہووے اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور منزل
بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمیں رات دن آدمی رہیں اور اُسمیں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اُس میں صحن
بے چھت نہ ہو اور اُسمیں اصطبل نہ ہو اور دار نام ہے اُس احاطے کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل بے چھت کے آنگن پر مشتمل
ہو ص مگر اُس صورت میں جب بِعْتُ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهَا یا بِمَرَافِقِهَا یا بِكُلِّ قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍ هُوَ مِنْهَا اَوْ فِيْهَا ہووے **ف** یعنی اگر بائع نے عقد بیع میں یہ الفاظ
بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہو جاویگا معنی اس کے یہ ہیں کہ بیع کیا میں نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہے یا ساتھ منافع اور حقوق اُس کے
کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اُس دار سے ہے یا دار میں ہے ص اور زمین کی بیع میں اشجار یعنی درخت اُس کے داخل ہو وینگے اور کھیت داخل نہ ہوگا
ف وجہ اُسکی یہ ہے کہ اشجار متصل ہیں زمین سے باتصال قرار یعنی اسواسطے نہیں بوئے گئے کہ پھر وہ اُکھاڑے جاویں یا جدا کیے جاویں برخلاف کھیتی کے
اور ضابطہ اس بات کا یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مبیع کا اسم اُسکو شامل ہو عرف میں یا متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جدا کرنے کیلئے نہ ہو تو وہ بیع میں
داخل ہو جاویگی ورنہ نہیں جیسے زینہ اینٹ چونے کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیریں اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوویں دار کی بیع میں
داخل ہونگی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر میں رکھا ہو تو وہ داخل نہ ہوگا **درمختار و تاتارخانیہ** اس قاعدے کی راہ سے جو اوکھلی گھر میں پتھر کی گڑی ہوئی
ہے گھر کی بیع میں داخل ہوگی اور اسی طرح نیچے کا پاٹ اُس کا از روئے استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے کا پاٹ از روئے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان
کے داخل ہوتا ہے ص اور نہیں داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کے درخت کی بیع میں الا اگر خریدار شرط کر لیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ
نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اُس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی تو
پھل اُس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمدؒ نے روایت کی اصل میں کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمیں کھجور کے درخت ہیں تو پھل
بائع کا ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار ص ہر چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع میں بائع یہ کہدے کہ بِعْتُ بِحُقُوْقِهٖ اَوْ بِمَرَافِقِهٖ **ف** قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍ هُوَ لَهٗ فِيْهَا
وَمِنْهَا مِنْ حُقُوْقِهَا یا مِنْ مَرَافِقِهَا **ہدایہ** ص جب بھی کھیت اور پھل داخل نہ ہونگے **ف** اسواسطے کہ یہ چیزیں حقوق اور منافع نہیں ہیں البتہ اگر یہ کہیگا
کہ بِعْتُهٗ بِكُلِّ قَلِيْلٍ وَكَثِيْرٍ هُوَ لَهٗ مِنْهَا اَوْ فِيْهَا تو یہ چیزیں داخل ہو جاوینگی اسواسطے کہ اس صورت میں بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہیں کی **ہدایہ** ص
اور بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهٗ کہے اور نہ منزل کی بیع میں مگر جبکہ منزل کی بیع میں بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهٗ کہدیگا تو بالاخانہ داخل
ہو جاویگا اور دار کی بیع میں داخل ہوگا اگرچہ بِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَهٗ نہ کہے **ف** اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہے اور شئے اپنے ہمسر کو نہیں شامل ہوتی بخلاف
منزل کے کہ وہ در صورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہے بالاخانے کو جیسا انکی تعریف سے معلوم ہو چکا ص جیسے داخل نہیں راہ اور مسیل اور شرب بیع
میں البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کر دیگا تو یہ چیزیں داخل ہو جاوینگی اور اجارے میں ہر طرح خواہ ذکر کرے خواہ نہ کرے داخل ہونگی **ف** راہ سے وہ راہ
مراد ہے جو طریق خاص انسان کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کیطرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع کے ہے چنانچہ **بحرالرائق**
میں معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اُس کا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی میں
ہے اور مسیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہے پانی لینے کے حصے سے **کذا فی الطحطاوی**
ص وجہ اسکی یہ ہے کہ اجارہ منعقد ہوتا ہے منفعت پر اور بدون ان چیزوں کے منفعت متصور نہیں اور بیع سے ملک عین شئے مقصود ہوتی ہے تو ممکن

ہے کہ غرض مشتری کی بیع اُس شئے کی ہونا انتفاع **ف** کیونکہ ملک رقبہ میں کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہیں **مسائل الحاقیہ** گھر کی بیع میں کنواں جو اُس گھر میں ہو اور اُسکی گھرنی[1] اور جو تخت زمین میں گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہے آور ڈول رسّی کنوئیں کی داخل نہیں آور حمام کی بیع میں دیگیں[2] داخل ہیں جو دیواروں میں وصل ہیں نہ کانسے یعنی بڑے پیالے آور دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالوں کے تغار اور تیلیوں کے مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں زمین کی بیع میں داخل نہیں اور گدھے کی بیع میں اُسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو دہقانوں سے یا دیہاتیوں سے خریدا ہو اور جو تاجروں سے خریدیگا تو داخل نہ ہوگا البتہ رسّی جو اُسکے گلے میں بندھی ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسّی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بغیر شرط کے داخل نہیں آور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اُونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے آور گائے کا شیرخوار بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے آور گدھی کی بیع میں اُس کا بچہ داخل نہیں اگرچہ شیرخوار ہووے آور اگر انگور کے درختوں کو خرید کیا تو وہ رسّیاں جو زمین کی گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں آور اسیطرح وہ تھونیاں جو ایک طرف سے زمین میں گڑی ہیں اور جتنی چیزیں تبعًا داخل ہیں اُنکے مقابل کچھ ثمن نہ ہوگا تو اگر وہ تلف ہو جائیگا قبل ادائے ثمن کے اس صورت میں ثمن کچھ ساقط نہ ہوگا جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بالتبع اسی طرح سے چند چیزیں بے نکالے ہوئے نکل بھی جاتی ہیں جیسے قریے کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ انتہٰی ملتقطًا من الدر المختار و الفتح و العالمگیریۃ

باب استحقاق کے بیان میں یعنی مبیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان میں

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نہ تھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خرید کی بعد خرید کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہیں لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہوں سے ثابت کر دی تو اس صورت میں زید لونڈی اور ولد دونوں لے سکتا ہے **ف** فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار میں مذکور ہے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت وقع ہو جاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مقرلہا کے بعد انفصال ولد کے برخلاف صورت اوّل کے **ص** ایک شخص نے دوسرے کسی سے کہا کہ مجھ کو خرید لے کیونکہ میں غلام ہوں اور اُس نے خریدا بعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اُس کے بائع کا پتہ نہیں اس صورت میں مشتری ضمان ثمن اُس شخص سے جس نے اپنے تئیں غلام کہا تھا لے لیگا **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس پر ضمان نہیں آور اگر بائع کا نشان و پتہ موجود ہے تو مشتری رجوع ثمن اُسی بائع پر کریگا نہ غلام پر درمختار **ص** اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اُسکو پاویگا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھ کو رہن رکھ لے کہ میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہ ہوگا برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہ ہو اس لئے کہ رہن عقد معاوضہ نہیں پس نہ ہوگا آمر ضامن اُسکی سلامتی کا اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک حق مجہول کا ایک دار میں اور مدعاعلیہ نے کچھ روپیہ دیکر اُس سے صلح کر لی بعد اُس کے اُس دار میں سے کچھ حصّہ کسی شخص غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت میں مدعاعلیہ مدعی پر کچھ رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اس حصّہ مستحق کے سوا تھا آور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت میں البتہ مدعاعلیہ نے جو روپیہ صلحًا مدعی کو دیا ہے سب پھیر لے گا اس مسئلے سے یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعویٰ مجہول سے جائز ہے اوپر مال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اُس چیز میں ہے جو ساقط ہو جاویگی اور یہ جہالت اسقاط حق میں موجب منازعت نہیں ہے اور بعض فتاویٰ سے منقول ہے کہ صلح نہیں صحیح ہے مگر جب دعویٰ صحیح ہو جاوے تو اس مسئلے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعویٰ حق مجہول کا غیر صحیح ہے اور بہت سے مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہیں اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعویٰ کل دار کا کیا اور مدعاعلیہ نے کچھ روپئے دیکر اُس سے صلح کر لی بعد اُس کے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعاعلیہ اُسی قدر حصّہ اپنے زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے **ف** مثلاً آدھے دار کی صورت میں آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت میں ربع روپیہ پھیر لیوے **ص** اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بے اذن اُس کے بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہے چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اُس

لے گھرنی یعنی گراری ۱۲ ؎ ۲ اس لئے کہ وہ جاتی نہیں سکا سبحا ۱۲

سورت میں ہے کہ بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہوں اور اسی طرح اگر ثمن عرض ہو تو اُس کا بھی باقی ہونا ضرور ہے **ف** عرض وہ چیزیں ہیں جو متعین ہو جاتی ہیں عقود میں جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اُس کے دین ہے جو متعین نہیں ہوتی ہیں جیسے دراہم و دنانیر پیسے رائج یا جو چیز کیلی وزنی ہیں **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہو جاویگی اور بائع کے ہاتھ میں وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہے قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہیں اُسکی طرف **ف** اسواسطے کہ بائع یہاں فضولی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلئے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہیں کرسکتا کیونکہ یہاں حقوق بیع رجوع کرتے ہیں طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہے اور نکاح میں حقوق نکاح رجوع کرتے ہیں طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہے **ص** اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کرکے لے گیا اور اُسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اُس کے مشتری نے اُسکو آزاد کردیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اُس نے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت میں مشتری کا عتق نافذ ہو جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں عتق ہے اُس غلام لونڈی میں جس کا مالک نہیں آدمی **ف** روایت کیا اُسکو ترمذیؒ نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے **زیلعی** اور شیخینؒ کی دلیل اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اُس کے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت میں بیع ثانی جائز نہ ہوگی اسواسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہے مشتری اول کیلئے جب وہ ملک موقوف مشتری ثانی پر طاری ہووے تو اُسکو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اس لئے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کیلئے وقت خریداری سے تو یہ قطع ید ملک مشتری میں ہوا پس ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہیئے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اُس کو فقیروں پر خیرات کردیوے اسلئے کہ زیادتی میں شبہہ عدم ملک ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اُس کے مالک کو تاوان میں دینا پڑتی ہے اسلئے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے میں نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر قیمت یعنی نرخ بازار اُس غلام کا زائد اُس ثمن سے نکلا جس کے عوض میں مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہے تو نصف قیمت بھی اُس کی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جس قدر زیادہ ہووے اُتنے کو مشتری تصدق کردیوے فقیروں پر **ص** اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اُسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گزارے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھ کو اجازت بیع کی نہیں دی یا گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے اقرار کیا تھا کہ میں نے زید کو اجازت بیع کی نہیں دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہے کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام رد کردے عمرو پر تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ دعویٰ بکر کا متناقض ہے کیونکہ اُس نے جب اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ اجازت نہیں ہوئی ہاں البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجھ کو مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع مردود ہو جاوے گی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو اسواسطے کہ تناقض مانع ہے صحت دعویٰ کا اور نہیں منع کرتا صحت اقرار کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں بھی اگرچہ دعویٰ میں تناقض ہے لیکن تناقض مانع صحت مدعا علیہ نہیں ہے تو مشتری کو ہوسکتا ہے کہ بائع کی موافقت کرلے اس باب میں اور بیع کو رد کردیوے

ص باب بیع سلم کے بیان میں

ف بیع سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنی قول اللہ تعالے کا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ الآیۃ حمل کیا اسکو عبداللہ بن عباسؓ نے اوپر بیع سلم کے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے مستدرک میں اور صحیح کہا اسکو اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے کہ کہا ابن عباسؓ نے کہ شہادت دیتا ہوں میں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اس کا اسی آیت سے اور بھی اخراج کیا اُس کا شافعیؒ نے مسند میں [illegible] ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آئے

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنی بیع سلم کرتے تھے میووں میں برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپؐ نے جو شخص سلف کرے تم میں سے کسی میوے میں تو چاہیے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین میں ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار اور احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتے ہیں ص سلم کہتے ہیں بیع کو ایک شئے کی اس طور پر کہ مبیع دین ہو جاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہیں ص تو مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہیں اور صحیح ہے سلم ہر اُس چیز میں جسکی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے ف اور جن چیزوں کی صفت اور قدر بیان سے معلوم نہ ہو سکے تو اُن میں سلم جائز نہیں جیسے وہ چیزیں کہ عددی ہیں متفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار ص جیسے جو چیزیں کہ ناپ کر بکتی ہیں پیمانے میں ف مثلاً گیہوں چاول آٹا غلہ وغیرہ ص یا تُل کر سوائے ثمن کے ف یعنی مثمن ہوں ثمن نہ ہوں مثمن اُس چیز کو کہتے ہیں جو عوض میں ثمن کے آوے اور سوائے ثمن کی قید سے زیبہ اشرفی دراہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تُل کر بکتے ہیں لیکن چونکہ ثمن ہیں خلقتاً اور عرفاً اور مثمن نہیں ہوتے اسواسطے سلم ان میں جائز نہیں ص یا گز کی گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جبکہ اُس کا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کر دیوے یا شمار اُن چیزوں میں جو قریب قریب ایک سی ہوتی ہیں ف یعنی چھٹائی اور بڑائی میں اُن کے بہت فرق نہیں ہوتا ص جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے معین سے ف اور زردآلو انجیر بھی ان ہی میں داخل ہیں درمختار ص اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی میں اور تازی مچھلی میں بھی جب اُس کا موسم ہو ف بے موسم تازی مچھلی میں سلم درست نہیں مگر اُس شہر میں جہاں ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم سے ف جیسے رو ہو وغیرہ ص اور جائز ہے سلم طشت اور کانسے اور موزون میں اگر اُنکی پہچان بیان ہو سکے ورنہ نہیں جائز ہے ف اور اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہیں جائز ہے سلم اُس چیز میں جس کا قدر اور وصف معلوم نہ ہو مثل حیوانات کے ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہیں کہ بعد بیان ان سب باتوں کے بھی اُس میں تفاوت فاحش رہتا ہے دوسرے یہ کہ مذہب شافعیؒ کا صریح مخالف حدیث کے ہے روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں اور دارقطنیؒ نے سنن میں ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان میں کہا حاکمؒ نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر میں ہے ص اور نہ سری اور کلے پایوں میں اور نہ کھالوں میں شمار کی رو سے اور نہ لکڑی کے گٹھوں میں اور نہ ترکاریوں کی گڈیوں میں واسطے تفاوت بہت کے پس اگر بیان کیا جاوے طول بندھن گٹھوں کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزوں میں ف جیسے موتی پوت وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اُس کا اندازہ معلوم نہ ہووے ف اس واسطے کہ احتمال ہے کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم سلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانوں کے گیہوں یا کسی خاص درخت کی کھجور پر ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال میں اُس قریے میں کچھ پیدا نہ ہو یا اُس درخت میں کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہ ہوگا ص اور نہیں جائز ہے سلم یہانتک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار میں وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گزرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گزرنے پر یا بیچ میں دونوں وقتوں کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گزرنے کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصل اور ہدایہ میں مذکور ہے ص اور نہیں جائز ہوتی ہے سلم گوشت میں ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام اور مقدار اسکی بیان کر دیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر اور ائمہ ثلاثہ بھی صاحبینؒ کے متفق ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطیں ہیں اُن کو معلوم کرنا چاہیے، اول بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو دوم بیان کرنا اُسکی نوع کا کہ آدمی کے سینچے ہوئے یا بارانی سوم بیان کرنا اسکی صفت کا کہ عمدہ ہوں یا ناقص چہارم بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جس کا مقدار معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہ ہووے جیسے زنبیل وغیرہ ص یا بانٹ معلوم و معین سے جس کا وزن معلوم ہووے پنجم مدت سلم فیہ کے ادا کرنے کی ف

ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہے ابن عباسؓ کی جس کو روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اور اُسمیں اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ موجود ہے ص اور اقل مدت ایک مہینہ ہے صحیح قول میں اسواسطے کہ بعضوں کے نزدیک اقل مدت تین دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف درمختار میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ اقل مدت ایک مہینہ ہے ص ششم راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد ان چیزوں میں متعلق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور ہے بیان مقدار اُس کا ف یہ کہ روپیے اتنے ہیں یا غلہ اتنا ہے ص اور یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اُس کے بیان مقدار کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ مقصود حاصل ہو گیا اُسکی طرف اشارہ کر دینے سے جیسے ثمن مبیع میں یا اُجرت اجارے میں ف کہ ثمن مبیع یا اُجرت کیطرف اگر اشارہ کر دیا تو اُس میں بیان مقدار ضرور نہیں ص امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال کے روپیے یا اشرفیاں کھوٹی ہوتی ہیں اور مجلس عقد سلم میں مسلم الیہ اُسکو نہیں بدلتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہ ہوگا تو یہ تحقق نہ ہوگا کہ کتنے روپے میں سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گزر جانیکے قادر نہیں ہوتا سو اُس کو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہے اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہ ہوا تو منازعت واقع ہوگی ہاں اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اُس کا مقدار بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ کپڑے میں عقد متعلق اُسکی ذات سے ہوتا ہے نہ اُس کی مقدار سے اب دو مسئلوں کی تفریع کرتا ہے چھٹی شرط پر تو جائز نہ ہوگی سلم دو جنسوں میں بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے ف مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کُر میں گیہوں کے اور ایک کُر میں جَو کے اور یہ بیان نہ کیا کہ گیہوں کے حصے کے کتنے روپے ہیں اور جَو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہ ہوگی بوجہ معلوم نہ ہونے راس المال کے ص یا دو نقدوں میں بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے ف جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر دیکر ایک کُر میں گیہوں کے اور ایک کا حصہ معلوم ہے اور دوسرے کا معلوم نہیں کہ کتنا حصہ ہے مسلم فیہ سے ج ص ہفتم بیان مکان جہاں پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جس کی بار برداری اور مزدوری چاہیئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر عقد سلم واقع ہوا اُسی جگہ مسلم فیہ کا دینا لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہے ثمن اور اُجرت اور قسمت جب اُن میں بار برداری و مزدوری ہو ف ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عوض مکیل یا موزون کے قرض خرید کیا مدت معین کر کے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مکان ادائے غلہ شرط ہے اور اُجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مکان ایفائے اُجرت شرط ہے اور قسمت کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے برخلاف صاحبینؒ کے کذا فی الطحطاوی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہووے کہ اُسمیں بار برداری وغیرہ کی حاجت نہ ہووے تو جہاں چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے اور یہی قول اصح ہے اور جامع صغیر کی روایت میں جہاں پر عقد سلم ہوا ہے وہاں حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جُدا ہونیکے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کُر میں گیہوں کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرض میں اور سو نقد میں صحیح ہو جاویگی ف کُر ہوتا ہے ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کُر سات سو بیس صاع کا ص اور سلم نہیں صحیح ہوتی اگر اُسمیں خیار الشرط ہو یا خیار الرؤیۃ کیونکہ یہ دونوں مانع ہیں تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہیں ہے تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جُدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہو جاویگی ف اور دلیل اُسکی ہدایہ میں مذکور ہے ص راس المال اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہیں جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجھ کو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہو جاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہے کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہو جاوے اور تصرف فی راس المال کی یہ صورت ہے کہ رب السلم راس المال کے بدلے میں کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے میں کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اُس کو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے

راس المال کے بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہے پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال
ف یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے سنن میں ابو سعید خدریؓ سے عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعِیْدِ الْجَوْهَرِیْ مَنْ اَسْلَمَ فِیْ شَیْءٍ فَلَا یَاْخُذْ اِلَّا مَا اَسْلَمَ فِیْهِ اَوْ رَاْسَ مَالِهٖ اور ضعیف کیا اسکو دارقطنیؒ نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شے میں تو نہ پھیرے اسکو غیر میں مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ نہ لے مگر اسی چیز کو اور حسن کہا اسکو ترمذیؒ نے اور کہا کہ نہیں پہچانتے ہم مرفوع اس کو مگر اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اس کو احمدؒ وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذیؒ نے اسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہے اور روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے موقوفاً کہ فرمایا ابن عمرؓ نے جس وقت سلم کرے تو کسی شے میں تو نہ لے مگر راس مال اپنا یا وہ چیز کہ سلم کی ہے تو نے اسمیں اور روایت کیا ابو الشعثاء سے مثل اس کے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام اور زفرؒ کا اسمیں اختلاف ہے اور حجت ان پر یہی حدیث ہے ص زید نے عمرو سے ایک کُر میں گیہوں کے سلم کی جب وعدہ گزرا تو عمرو نے ایک کُر گیہوں کا بکر سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جا کر وہ گیہوں لے لیوے بغرض ادائے مسلم فیہ کے تو جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ یہاں دو عقد ہیں سلم اور شرا تو ضرور ہے کہ اُس میں صاع بائع اور مشتری کے دونوں جاری ہوویں ف بدلیل اُس حدیث کے جو اوپر گزری ص اور قرض میں یہ صورت درست ہے مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہوں قرض لیے بعد اُس کے اتنے گیہوں زید نے بکر سے خرید کر کے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہوں بکر سے اپنے قرضے کے ادا میں لے لیوے تو صحیح ہے ف دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے ص البتہ سلم میں بھی درست ہے اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہوں اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالتاً اُس پر قبضہ کر کے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کر کے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت میں دونوں کے صاع جاری ہو گئے ف اور یہ صورت اوپر گزر چکی ہے ص اگر مسلم الیہ نے رب السلم کی حکم سے اُسکی غیبت میں اُس کے برتن میں مسلم فیہ کو ناپ دیا یا بائع نے حکم مشتری سے اُسکی غیبت میں اپنے ظرف میں یا اپنے مکان کے ایک کونے میں مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت میں بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کے ظرف میں اُسکی غیبت میں مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کُر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کُر خرید کا دونوں میرے برتن میں ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اُس کے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاویگا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اُتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال میں دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اُس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اُس کے دونوں نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی مسلم الیہ کے پاس تو اقالہ باقی رہیگا اور اُس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقائے معقود علیہ پر اور وہ مسلم فیہ ہے ف یعنی اقالہ صحیح ہو جاویگا اور مسلم الیہ کو قیمت اُس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی ص یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے میں بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اُس کے تلف ہو گیا تو اقالہ باقی رہیگا اور قیمت شئے تلف شدہ کی دینا پڑیگی یا بعد تلف ہونیکے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور قیمت اُسکی دینا ہوگی برخلاف خرید نے لونڈی کے عوض میں ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالے کے مری تو اقالہ باطل ہو گیا اور اگر قبل اُس کے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہ ہوگا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے شرط کر لی تھی خراب گیہوں کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہیں لگائی تھی یا اُس کا اُلٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہیں ہوئی تھی تو قول اُسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہوں ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانیکا ہوگا اور جو ان کا منکر ہوگا اُس کا قول معتبر نہ ہوگا اس لئے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے فساد عقد کیونکہ سلم میں بیان صفت اور مدت ضرور ہے یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قول منکر کا معتبر ہوگا اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجھ کو یہ چیز بنا دے جیسے جوتے والے سے کہے کہ مجھ کو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے ف استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل یعنی آدمیوں کے رواج کے

جائز ہے ہدایہ ص تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہے تو سلم ہو جاویگا خواہ اُس کا رواج ہو یا نہ ہو پس شرائط سلم کے اُسمیں معتبر ہوں گے اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز میں رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کاسہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ ف حاکم شہید کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہے تو بائع جب بناکر وہ شے لاتا ہے تو بیع ہو جاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہے ص اور جب بیع ہوا تو کاریگر اُس کے بنانے پر جبر کیا جاوے گا اور جس نے بنانے کا حکم کیا ہے وہ اپنے قول سے پھر نہیں سکتا اور مبیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اُسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اُسکو لے لیا صحیح ہوگا اور مبیع متعین نہ ہوگی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اُس کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے والے نے اُس چیز کو دیکھا تو اُس کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے ف اسواسطے کہ اُس نے خریدی ایسی چیز جس کو نہیں دیکھا تھا اور اُسکو اختیار رہتا ہے جیسا گزرا خیار الرؤیۃ میں ص اور نہیں صحیح ہے استصناع بغیر بیان مدت کے اُس چیز میں جس کا رواج نہیں ہے جیسے کپڑا وغیرہ

ص باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان میں

ف بیل یا گھوڑا مٹی کا خرید لڑکے کے جی لگنے کیواسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اُسکی کچھ قیمت نہیں اور اُسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور تلف کرنیوالے پر اُس کے ضمان ہے اور مجتبیٰ کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا اُس سے کھیلنا جائز ہے درمختار ص صحیح ہے بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندوں کی برابر ہے کہ سکھائے ہوئے ہوں یا بے سکھائے ہوئے ف جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہیں تو اُس کو معلم کہتے ہیں ورنہ غیر معلم تو مطلب مصنفؒ کا یہ ہے کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلم ہو یا نہ ہو بیع اُسکی درست ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع اُس کتے کی درست نہیں ہے جو کٹہا ہے اور نزدیک شافعیؒ کے کسی کتے کی بیع درست نہیں اسواسطے کہ روایت کی ابن حبانؒ نے صحیح میں ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہے زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانیوالے کی اور روایت کی شیخینؒ نے ابو مسعود انصاریؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہے ابو الزبیرؓ سے کہ پوچھا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو مسلمؒ اور نسائیؒ نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہے اور نجاست سے ذلت اُسکی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اُس کا لازم آتا ہے تو ناجائز ہوگی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث جابرؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے اور اسناد اسکی صحیح نہیں اور احادیث صحیحہ میں اس کا استثنار مذکور نہیں ہم کہتے ہیں کہ روایت کی ابو حنیفہؒ نے مسند میں ہیثمؒ سے اُنھوں نے عکرمہؒ سے اُنھوں نے ابن عباسؓ سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت میں کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہے اسواسطے کہ ہیثم ذکر کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور روایت کی بیہقیؒ نے مثل اُس کے جابرؓ سے اسکی اسناد میں بھی ہیثمؒ ہے لیکن ہیثم باتفاق محققینؒ ثقہ ہے توثیق کی اُسکی ابن سعدؒ اور دار قطنیؒ نے اور اخراج کیا اُس سے ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں اور روایت کی دار قطنیؒ نے ابو الزبیرؓ سے اُنھوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کی طحاویؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپئے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاویؒ نے عبداللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتوں کے پھر فرمایا کیا کرتے ہیں یہ کتے اور رخصت دی شکاری کتے میں اور حدیث ابو ہریرہؓ کی ابتدائے اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی کیونکہ خود مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور دی حجام کو اُجرت

اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اُجرت نہ دیتے روایت کیا اسکو شیخین نے ابن مسعودؓ سے اور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہیں اسواسطے کہ اُس سے نفع لیا جاتا ہے بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث نُهِيَ عَنْ ثَمَنِ کَلْبٍ پہلے عام تھی اور پھر کلب صَید اور زراعت کا اُس سے مخصوص ہوا تو اب وہ عام ظنی ہوگیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہے قیاس سے مگر اس صورت میں لازم آتا ہے کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پہونچانیوالے کی بیع بالکل جائز نہ ہووے جیسا مذہب ابو یوسفؒ کا ہے تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی نہ رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتے کی درست ہوجاوے جیسا کہ مروی ہے امامؒ سے واللہ اعلم ہکذا فی فتح القدیر و شرح المسند للامامؒ **ص** اور ذمی بیع میں مثل مسلمان کے ہے الا شراب اور سوٗر کی بیع کہ ذمی کو درست ہے اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم میں مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے حرام کیا شراب کے پینے کو اُس نے حرام کیا اُس کی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہے امام محمدؒ کے آثار میں **ص** تو شراب ایسی ہے ذمی کے حق میں جیسے سرکہ ہمارے نزدیک اور سوٗر ذمی کے حق میں جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہے اور سوٗر ذوات القیم سے **ف** یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اُس کے عوض میں خمر دلائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہے یعنی اُن چیزوں میں سے ہے ذمیوں کے حکم میں کہ اُنکے تلف کر دینے سے مثل اُس کا لازم آتا ہے اور سوٗر ذوات القیم سے یعنی اُن چیزوں میں سے ہے جن کے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہے تو اگر ذمی نے سوٗر دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت میں اُن کے یہاں جو اُس سوٗر کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سوٗر جیسا ہمارے یہاں سرکہ مثلی ہے اور بکری ذوات القیم سے **ص** زیدؓ نے ایک لونڈی خرید کی اور قبل قبضے کے اُس کا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہے اب اگر عمرو نے اُس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسفؒ کے قول میں اور یہی مختار ہے درمختار **ص** اور اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادائے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہوگیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام میں نے زید کے ہاتھ بیچا ہے تو اگر اُس کا ٹھکانا معلوم ہے تو وہ غلام واسطے ادائے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری سے جہاں ہوگا اُس سے طلب کی جاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہے کہ اُس کا ٹھکانا معلوم نہیں اس صورت میں وہ غلام بیچا جاویگا اور اُسکی قیمت سے ثمن بائع ادا کی جاویگی **ف** تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑیں گے جب مشتری حاضر ہوگا اُسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اُس کا پیچھا کرے جب اُسکو پاوے تو اُس سے لے لیوے اور اگر مشتری غائب ہو بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سُنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اُس کا ٹھکانا معلوم نہیں اور مرتہن نے اپنے دَین کیواسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہے کہ بیع اُسکی جائز ہے کذا فی الدر المختار والطحاوی **ص** اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور اُن میں سے ایک شخص غائب ہوا **ف** یعنی اس طرح پر کہ اُس کا مکان معلوم نہیں نہر **ص** تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اُس کو روک رکھنا یہاں تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہے طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہیں **ف** طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شخص حاضر نا چار ہے اُسکو نفع اُٹھانا بیع سے ممکن نہیں جب تک کُل ثمن ادا نکرے تو جسوقت اُس نے کل ثمن ادا کر دی تو متبرع نہ ہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نہ کرے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ شخص حاضر متبرع ہے اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے میں اس لئے اُس نے بغیر حکم غائب کے اُس کا حصہ ثمن ادا کیا ہے تو جب وہ حاضر ہوگا تو اُس سے حصہ ثمن کو پھیر نہیں سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہے اور فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے ہدایہ **ص** کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانچسو پانچسو مثقال ہر ایک کے واجب ہونگے **ف** اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانچسو مثقال سونا اور پانچسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے **ص** اور جو کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہوں گے اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے **ف** یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہیں وزن میں اور ذکر اُس کا کتاب الزکوٰۃ میں گزرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہے

تو پانچسو مثقال سونا اور پانچسو دراہم اس صورت میں لازم آویں گے ص ایک شخص کے کچھ روپئے کھرے جو دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے اُن کو کھوٹے ادا کیے اور دائن کو معلوم نہ ہوا اُس نے خرچ کر ڈالے یا اُس کے پاس سے تلف ہوگئے تو اُس کا حق ادا ہوگیا طرفین رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اُس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لے لیوے ف زیوف جمع زیف کی ہے زیف وہ روپیہ ہے جس کو تاجر لے لیویں اور خزانۂ اسلام میں نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپئے ستوقہ یا نبہرجہ ہوں تو باتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتویٰ ہے ستوقہ وہ درم ہے جس پر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ وہ درم جو دار الضرب سلطانی میں نہ بنا ہووے یا جس کو تاجر بھی نہ لیویں درمختار ص اگر پرندنے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پانوں اُسکی زمین میں جاکر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اُنکو پاویگا اس کی ملوک ہو جاویں گے نہ صاحب زمین کی اسلئے کہ صید کا مالک وہی ہوتا ہے جو اُس کو پکڑے البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہونگے اور جو مکھی نے چھتا لگایا کسی کی زمین میں تو وہ اُس کا مالک ہوگا خواہ اُس نے اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کیواسطے تیار کی ہو یا نکی ہو اور اگر شکار پھنس گیا اُس میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اُچھالی گئی لٹانے کیواسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اُس کا مالک نہ ہوگا بلکہ جو پاویگا اُسی کو ملیگی البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اُسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اُس کو ملیگی یا اُس نے اسلئے پھیلا نہیں رکھا تھا لیکن جب دراہم اور شکر اُسمیں واقع ہوئی تو اُس کپڑے کو بند کرلیا اس فعل سے بھی اُسی کی ہو جاوی گی ف مسائل لحاقیہ بندر سے مسخرا پن کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن وہ مانع بیع نہیں بلکہ اُس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی اُس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہے اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور کتے کے مانند باقی درندے ہیں اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق درست ہے اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہے تو جو چیز مالیت میں ایک پیسے سے بھی کم ہوگی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اُس کے عوض میں بیع جائز نہیں بیچنا اُن پرند جانوروں کی بیٹ کا جن کا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اس قدر بیٹ ہو کہ اُسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہیں بیع زمین کے کیڑوں کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہے اسواسطے کہ لوگ اُسکو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے علاج میں اُسکی حاجت ہے اور دریا کے جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی کی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہیں البتہ فتاویٰ قنیہ میں لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار ہیں جیسے سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع اُسکی درست ہے اور سانپوں کی بیع اگر اُن سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں تو فقیہ ابو اللیث رح نے اسکو جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اُنمیں تو جائز ہے اور نہایہ اور تہذیب میں ہے کہ بیمار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مُردے کا واسطے دوا کے درست ہے جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اُس سے کہدیوے کہ اس چیز میں تیری شفا ہے اور ادویۂ مباح میں کوئی چیز قائم مقام اُسکے نہ ملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز میں جلدی شفا ہوگی تو اسمیں دو قول ہیں اسیطرح شراب کے پینے میں بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری شفا نہیں کی اُس چیز میں جو تم پر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہے اور اُسکو جلانا جائز ہے سوائے مسجد کے اور مکانوں میں کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہے لیکن جبر کیا جاویگا پھر اُسکی بیع پر اسی طرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اُس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کریں گے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اُس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اُس کو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہووے اور اگر اُس کے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اکھاڑنے والا اُس کا تاوان دے جو اُس کے اکھاڑنے سے پیدا ہو درمختار وردالمحتار

ص باب بیع صرف کے بیان میں

بیع صرف کہتے ہیں ثمن کے بیچنے کو بدلے میں ثمن کے خواہ جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے میں سونے کے یا چاندی کو بدلے میں چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے میں چاندی کے فروخت کرے شرط ہے بیع صرف میں کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد میں ہو جاوے قبل

افتراق عاقدین کے ف یعنی دونوں بدلوں پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد میں ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے در مختار بدلیل اُس حدیث کے جو گذری باب الربا میں کہ بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے برابر اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے اور زیادتی سود ہے اور روایت کی مالکؒ نے مؤطا میں حضرت عمرؓ سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے میں چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے میں تو نہ دے مہلت اسکو مگر دست بدست اِدھر لے اُدھر دے اور میں خوف کرتا ہوں تم پر بیاج کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونوں میں سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہے تو نہ ہو جاوے بیع اُدھار کی بدلے میں اُدھار کے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اسکو ابن عمرؓ سے اسحٰقؒ نے اور بزارؒ نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جُدا نہ ہووے تو اگر دونوں ساتھ چلے جاتے ہیں ایک ہی طرف یا دونوں اُسی مجلس میں سو رہے یا بیہوش ہو گئے یا کشتی میں سوار دونوں چلے جاتے ہیں تو بیع صرف باطل نہ ہو گی بدلیل اثر ابن عمرؓ کے کہ اگر کوئی کودے چھت سے تو کود ساتھ اُس کے کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہایت درجے کی کتب حدیث سے میں کہتا ہوں روایت کیا اسکو محمدؒ نے آثار میں اور امامؒ نے اپنی مسند میں ص اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھ بھی درست ہے ف اسواسطے کہ جنس بدل گئی تو زیادتی اُسمیں حقیقةً اور احتمالاً جائز ہے لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد میں بدلین پر یہاں بھی ضرور ہے ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں بلکہ برابر چاہیئے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں ف اسواسطے کہ باب الربوا میں یہ بات گزر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہیں ص بیع صرف میں قبضہ کرنیسے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں مثلاً ایک دینار دسؔ درم کے بدلے میں بیچا اور ابھی اُس درم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اُس کے عوض میں ایک کپڑا خرید لیا تو اس تھان کی بیع فاسد ہو گی مسئلہ زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اُس کے گلے میں ہزار روپئے کا طوق تھا دو ہزار روپئے کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپئے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اُدھار پر اور ہزار نقد وصول کیئے اور بعد اُس کے بائع اور مشتری جُدا ہو گئے تو یہ ہزار روپئے قیمت اُس طوق کی ہوں گے ف یعنی ہزار جو نقد وصول ہوئے ہیں وہ طوق کی قیمت میں شمار کیے جاویں گے اسواسطے کہ طوق میں یہ بیع صرف ہے اور اسمیں تقابض بدلین شرط ہے ص برابر ہے کہ مشتری ہزار روپئے دینے کے وقت چُپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپئے کو تو دونوں کی ثمن میں سے لے اسواسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اُس نے اس بیع سے قصد اُس کے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع مذکور صحیح نہیں ہوتی جبتک کہ ہزار بمقابلہ چاندی مقبوض نہ ہوں اور دوسری صورت میں اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپئے لونڈی کی ثمن ہیں خاص تو بیع طوق میں فاسد ہو جاویگی اسی طرح اگر ایک تلوار بیچی جسمیں پچاسؔ روپیہ کا زیور ہے سو روپئے کو اور پچاسؔ نقد وصول کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاویں گے تو اگر بائع اور مشتری جُدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور میں فقط باطل ہو گی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علحدہ ہو سکتا ہے ورنہ دونوں میں باطل ہو جاویگی جاننا چاہیئے کہ بیع اُس تلوار کی جسمیں زیور ہو اُس ثمن کے عوض میں درست ہے جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض بمقابلہ تلوار ہو وے اور اگر ثمن برابر ہو زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہو گی ف اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہے تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہیں کہ زیادہ یا کم یا برابر ہے تو بھی شبہہ سود کا ہے ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھ قیمت اُسکی مشتری سے وصول کی اور بعد اُس کے جُدا ہو گئے تو جائز ہو جاویگی بیع اُس مقدار میں برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا اور باطل ہو ویگی مابقی میں اور شریک ہو جاویں گے بائع اور مشتری اُس برتن میں اور یہ فساد کُل برتن میں شائع نہ ہو گا اسلئے کہ یہ فساد طاری ہے جیساکہ سلم میں گزرا اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا ف یعنی گواہوں سے اس کا استحقاق ثابت ہوا ص تو مشتری مابقی کو بقدر اُس کے حصے کے خرید کرے یا کُل کو پھیر دیوے ف اسواسطے کہ شرکت ظرف میں عیب ہے تو مشتری کو اختیار ہو گا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصہ رسدی کے لیوے یا چاہے اپنا بھی حصہ جو خرید چکا ہے بائع کو واپس دے مثال اُس کی یہ ہے کہ برتن نو روپئے بھر تھا مشتری نے اوّل کُل برتن خریدا لیکن دام کے کل تین روپئے دیے بعد اُس کے دونوں جُدا ہو گئے تو ثلث ظرف میں بیع جائز

ہوئی اور دو ثلث میں غیر صحیح اب ثلث اُس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو یہ اختیار ہے چاہے وہ ثلث جو باقی ہے بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے آور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لے کر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے اس صورت میں بائع وکیل ہو جاویگا اُس کے حصے میں تو ضرور ہے کہ بائع اور مشتری جدا نہ ہوئے ہوں بعد اجازت مستحق کے ص اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہیں کر سکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی ہے تو وہ گویا راضی ہو چکا ہے اس عیب سے مسئلہ اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اُسمیں سے کسی قدر دوسرے کا نکلا ف یعنی وہی صورت برتن کی یہاں واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اُس کا کسی اور کا نکلا ص تو مشتری باقی کو بحصہ رسد دام دیکر لیوے ف یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے ص اور یہ اختیار نہیں کہ اپنے ثلث حصے کو بھی واپس کر دیوے ف کیونکہ یہ شرکت عیب نہیں چاندی کے ڈلے میں اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اُسمیں قطع کرنا مضر ہے ص اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی عوض میں ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کُر بھر گیہوں اور کُر بھر جو کی بدلے میں دو کُر گیہوں اور دو کُر جو کے ف ہمارے نزدیک اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہر جنس کو اُس کے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہیں کیونکہ صورت اول میں دو درہم کے عوض میں دو دینار اور ایک دینار کے عوض میں ایک درہم ہو سکتا ہے اور صورت ثانی میں کُر بھر گیہوں کے عوض میں دو کُر جو اور کُر بھر جو کے عوض میں دو کُر گیہوں ہو سکتے ہیں ص اور گیارہ درہم بدلے میں دس درہم اور ایک دینار کے ف اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے دس درہم ہو گئے اور ایک درم کے مقابلے میں ایک دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے گیارہ روپے کے جائز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دس روپے مقابلے میں دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے میں آٹھ پیسے کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہے جہاں روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہ ہو سکے ص اور دو زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض میں ایک زیف اور دو کھرے درم کے زیف آور غلہ اُسی درم کو کہتے ہیں جو بیت المال میں نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیویں جیسے ٹوٹے چھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اس لئے کہ وزن میں مساوات متحقق ہے اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہے زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو زید کے ہاتھ عوض دس درم مطلق کے یعنی یہ نہیں کہا کہ عوض اُس درم کے جو مجھ پر قرض ہیں تو بیع صحیح ہو جاویگی اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس دس درم ہو گئے ف لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کے دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے ص اب اگر دونوں نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درم مطلق کے ہے اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا اور جو بیع کیا دینار کو عوض اُس دس درم کے جو عمرو پر قرض ہیں جب بھی بیع صحیح ہو گی اور مقاصہ بنفس عقد ہو جاویگا ف اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہو گا اُس دینار کا بمقابلہ دس درم کے جو عمرو پر قرض تھے ص اگر چاندی دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے شمار کیے جاویں گے اسی طرح سونا اگر دینار میں غالب ہے تو وہ سونے کا گنا جاوے گا حکم بیع میں ف یعنی جس چیز میں ملونی کم ہو چاندی اور سونے کی تو وہ چیز حکم شرع میں چاندی اور سونے ہی کی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشے روپے میں چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی میں نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے ہی کا شمار کیا جاویگا ص تو ایسے دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالصہ سے یا اُنکی بیع آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر تول کر دست بدست ف اور قرض لینا اُنکا نہ درست ہوگا مگر وزن کر کے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اُس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں جو روپے اشرفیاں مروج ہیں اُن کا قرض لینا بھی بدون وزن کیصرف شمار سے جائز نہیں اگرچہ عادت عوام کی یونہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہوں کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہ ہو تو اُس صورت میں عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم و دنانیر کا عدداً بنظر روایت ابو یوسفؒ کے درست ہو گا لیکن آخر میں شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت

ابو یوسفؒ کی روایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ اُنکا مذہب یہ ہے کہ اگر کیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے موزون سے یا موزون کی کیل ۔ ے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے میں ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہیں شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہ ہوگا نہ روایت مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال اُن نصوص کا جو دلالت کرتے ہیں مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدینؒ نے انتہیٰ باختصار ص اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو اُس کا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کے حکم میں ہے جو گزر اف یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اُس قدر چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ میں ہے یا کم یا کچھ معلوم نہ ہو تو جائز نہ ہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی ص اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض میں ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس میں ہو جاوے ف کمی بیشی سے اسواسطے درست ہے کہ ایسے دراہم دنانیر حکم میں ثمن کے نہیں رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی کمی جائز کریں گے اسیطرح ایسے دراہم دنانیر کا گنکر اور شمار کر کے بلا وزن کے قرض لینا بھی درست ہے رد المحتار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہیں کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے یا معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تو اُس کا حکم اُن ہی دراہم و دنانیر کا ہے جنمیں ملونی زیادہ ہے درمختار ص ایک شخص نے ایسے دراہم کے عوض میں ف یعنی جن میں ملونی غالب ہے یا برابر ہے ص یا اُن پیسوں کے عوض میں جو چلتے تھے بازار میں ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہیں ادا کی تھی کہ چلن اُن دراہم یا پیسوں کا جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر قیمت اُن دراہم یا پیسوں کی جو دن بیع کے تھی لازم آویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک اُن دراہم یا پیسوں کی جو آخری دن میں رواج کے دنوں میں سے قیمت تھی مشتری پر لازم آویگی ف فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے کذا فی المحیط اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب بیع باطل ہوگئی تو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہے تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے ورنہ جو اُس کا نرخ بازار ہو وے قیمت دیوے ص ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار میں قرض لیے بعد اُس کے قبل قرض ادا کرنے کے اُنکا چلن جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستقرض پر وہی پیسے لازم آویں گے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت اُن پیسوں کی تھی دینا پڑیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک آخر روز میں چلن کے دنوں میں سے جو اُنکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اسی پر فتویٰ ہے درمختار ص ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک دانق کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک قیراط کے پیسوں کے بدلے میں تو صحیح ہے اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار میں آتے ہیں لازم آویں گے ف دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہے اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہے ص اور زفرؒ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں اسلئے کہ فلوس عددی ہیں اور اُنکی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے معلوم ہوتا ہے وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ثمن فلوس ہیں اور وہ معلوم ہیں ف اور اسی طرح ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسوں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو جائز ہے نزدیک ابو یوسفؒ کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسے جتنے بازار میں آتے ہیں معلوم ہیں وہ مشتری دیدیگا اور محمدؒ اسکو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ پیسوں سے خرید و فروخت جب ہوتی ہے کہ ایک درہم سے کم ہوں اور قول ابو یوسفؒ کا صحیح ہے خاصکر ہمارے شہروں میں ہدایہ ص اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درم دیا اور کہا آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کے بدلے میں چاندی کی آدھی جو نصف درہم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہے تو بیع فاسد ہوگی واسطے لازم ہونے ربا کے ف پیسوں میں بھی اور آدھی میں بھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک پیسوں میں جائز ہو جاویگی ص اور اگر یوں کہا کہ دے تو آدھے درم کے پیسے اور ایک آدھی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کل میں ف کیونکہ اس صورت میں آدھی جو ایک رتی کم ہے نصف درہم سے اُسی قدر چاندی کے درہم میں سے مقابل ہوگی اور نصف درم ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاویں گے ص اور اگر (دے) کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی میں یعنی یوں کہا ایک درم دیکر کہ آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کی آدھی ایک رتی کم دے تو اس صورت میں پیسوں میں بیع جائز ہوگی اور آدھی میں فاسد ف امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جیسا صاحبینؒ کہتے ہیں منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع

مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اُسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت میں مشتری کو روز فسخ تک نفع اُٹھانا مبیع سے درست ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جو لوگ اُسکو رہن قرار دیتے ہیں اُنکے نزدیک مشتری کو نفع اُٹھانا اس سے درست نہیں اُسمیں اگر میعاد کوئی مقرر ہو جاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا اور وعدوں کی وفا قضاءً لازم نہیں لیکن وعدوں کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہے بسبب احتیاج ناس کے در مختار جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دیگا تو میں دونگا تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ وعدہ ہے کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہے رد المحتار اور اگر اُس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہیں ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن باثبات بیع بائع سے پہنچتا ہے اور اگر مشتری مرجاویگا تو اُس کے وارثوں کو اختیار رہے چاہیں بیع کو فسخ کریں یا نہ کریں اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کر کے پھر مشتری سے اُسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اُن لوگوں کے نزدیک جو اُس کو رہن قرار دیتے ہیں اور جو بیع قرار دیتے ہیں اُن کے نزدیک کرایہ لازم آوے گا

ص کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان میں کفالت کے معنی لغت میں ملانے کے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح شرع میں عبارت ہے ملانا ذمہ کفیل کا طرف ذمہ اصیل کے مطالبے میں ف یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہوگا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہے اُسکو کفیل کہتے ہیں اور جس کا ضامن ہوتا ہے اُسکو مکفول عنہ اور جس کے واسطے ضامن ہوتا ہے یعنی جس کے نفع کیلئے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اُس کو مکفول لہٗ کہتے ہیں اور مال یا نفس کو مکفول بہٖ ص کفالت دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضامنی اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے ف شافعیؒ کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہیں ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مطلق ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو ص کہ کفیل یوں کہے کفیل ہوا میں اُس کے نفس کا اور مانند اُس کے وہ لفظ ہیں جن سے تعبیر کیا جاتا ہے کل بدن انسان سے ف مثلاً گردن روح سر بدن توجہ یعنی مُنہ تو اگر کہے کفیل ہوا میں اُس کے ہاتھ پاؤں کا تو کفالت درست نہ ہو گی کیونکہ ہاتھ اور پاؤں سے تعبیر کل بدن کی نہیں ہوتی یہانتک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ پاؤں کیطرف درست نہیں بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ ص یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یوں کہے کفیل ہوا میں اُسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاویگی ص یا یوں کہے ضامن ہوا میں اُس کا یا وہ میرے ذمہ پر ہے یا میری طرف ہے یا میں اُس کا زعیم ہوں یا قبیل ہوں یعنی کفیل ہوں تو بھی ان صورتوں میں کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہٖ کا اگر مکفول لہٗ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اُس کو قید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ میں مکفول بہٖ کو فلاں وقت حاضر کر دونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہٗ درخواست کرے تو اُس کو حاضر کرنا پڑیگا اگر نہ حاضر کرے تو حاکم اُسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اُسکو فی الفور بے کہے اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس واسطے قاضی نے بلوایا ہے اسلئے پہلے اُسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا اس طرح پر کہ نشان اُس کا معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اُس کے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اس قدر بھی مدت گزر جاوے اور حاضر نہ کرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اُس کا پتہ ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہ ہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے ہدایہ ص اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا مواخذے سے ف اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اسلئے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے احضار جاتا رہا اور اسی طرح اگر کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذے سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہٖ پر بسبب موت کے اور مال سے اُس کے یہ حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اُسکی جائداد سے دَین وصول کیا جاویگا اور اگر مکفول لہٗ مر گیا تو وصی مکفول لہٗ کو پہنچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہ ہووے تو وارث اُس کے قائم مقام ہے ہدایہ ص

اسی طرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہٗ وہاں اُس سے خصومت کر سکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا **ف** جیسے شہر یا ایسی بستی ہوئے جہاں قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے **ص** اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنہ کو میں تیرے حوالے کر دوں تو میں بری ہوں **ف** کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی اس طور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے **ص** اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ میں مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے میں سپرد کر دوں گا پھر اُس نے تسلیم کیا بازار میں یا جنگل میں یا دیہات میں یا مکفول عنہ کو قید کرایا تھا کسی اور نے **ف** اسواسطے کہ اگر مکفول لہٗ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہیں تسلیم کر دیا تو بری ہو جاویگا **ص** اور اُسی قید خانے میں کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہٗ کے تو کفیل بری نہ ہوگا کفالت سے اور بعضوں نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی میں تو اب بری نہ ہوگا بازار میں تسلیم کرنیسے ہمارے زمانے میں **ف** درمختار میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں **ص** تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر میں تو یہ بری ہوگا کہ اُس مقام میں مکفول لہٗ قادر ہووے اُس کے حاضر کرنے پر مجلس قاضی میں یہاں تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار میں تو نہ بری ہوگا اس زمانے میں اور قید خانے میں بھی تسلیم کرنے سے اُس صورت میں بری نہ ہوگا جب وہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اُس قاضی کا قید خانہ ہے جس کے پاس مکفول لہٗ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہو جاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمہ میں قید ہووے اور بھی بری ہو جاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہٗ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اُس کو مکفول لہٗ کے اگر مکفول لہٗ مر گیا تو اُس کے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہے کفیل سے اگر حاضر ضامن نے اس طرح ضمانت کی کہ اگر کل میں اس کو حاضر نہ کروں تو جتنا مال اس پر ہے اُس کا ضامن میں ہوں اور پھر کل اُس نے حاضر نہ کیا تو مال اُس پر لازم آجاویگا اور شافعیؒ کے نزدیک اس طرح کی کفالت صحیح نہیں **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونوں کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہووے جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہے اور اگر ایسے شروط پر ہووے جو ملائم نہیں عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا میں موج آنا تو صحیح نہ ہوگی ہدایہ **ص** اور باوجود اس کے کفالت بالنفس سے بھی بری نہ ہوگا البتہ جب مال ادا کر دیگا تو بری ہو جاویگا اور اگر صورت مذکورہ میں مکفول عنہ کل مر گیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط وہ حاضر کرنا نہ پائی گئی ایک شخص نے دعویٰ کیا سو دینار کا مدعا علیہ پر برابر ہے کہ اُسکی صفت بیان کی ہو یا نہ کی ہو **ف** یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ **ص** اب مدعا علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل میں اس کو حاضر نہ کروں تو میرے اُوپر وہ سو ہیں اور اُس نے حاضر نہ کیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہوں گے شیخینؒ کے نزدیک برخلاف امام محمدؒ کے **ف** وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اُوپر ہیں تو وہ کے لفظ سے مراد وہی سو دینار ہیں جن کا دعویٰ مدعی نے کیا ہے اور محمدؒ یہ کہتے ہیں کہ کفیل نے کفالت میں یہ نہیں کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ میرے اُوپر ہیں تو کفالت صحیح نہ ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ محمدؒ کے خلاف کی یہ وجہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ مجہول کیا تو خود اُس کا دعویٰ صحیح نہ ہوا اور مدعیٰ علیہ پر حاضر ہونا واجب نہ ہوا تو کفالت ہی صحیح نہ ہوئی اس صورت میں مسئلہ مخصوص ہو جاویگا اُسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اُن دنانیر کی بیان نہیں کی ہے اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نہ کیا لیکن بعد کفالت کے بیان اُس کا اصل دعویٰ سے ملحق ہو جاویگا اسواسطے کہ عادت ہے اجمال کی دعاوی میں **ہذا حاصل ما فی الہدایہ وشرح الوقایہ** **ص** اگر کسی شخص نے مدعا علیہ پر دعویٰ کیا قصاص کا یا حد کا **ف** مثلاً حد قذف یا حد سرقہ **ص** اور مدعا علیہ اقرار نہیں کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعا علیہ پر جبر نہ کیا جاویگا واسطے داخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک حد قذف اور قصاص میں جبر کیا جاویگا **ف** مراد جبر سے بقول صاحبینؒ ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا درمختار **ص** اسواسطے کہ حد قذف میں حق بندے کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبنیٰ قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو اُن میں مضبوطی واجب نہ ہوگی **ف** یعنی قصاص اور حد دونوں شبہے سے دفع ہو جاتے ہیں تو اُنکی مضبوطی واجب نہ ہوگی اور کفالت مضبوطی ہے دلیل امام صاحبؒ کی ایک حدیث یہی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے کفالت حد میں روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور کہا متفرد ہوا ساتھ اُس کے عمر بن ابی عمر کلاعی وعمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے

اور وہ مشایخ مجہولین میں سے ہیں بقیہ کے اور روایت کیا اس کو ابن عدی نے کامل میں عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اُسی عمر کے اور کہا مجہول ہے
میں اُس کا حال نہیں جانتا ص البتہ اگر خود مدعا علیہ نے حد یا قصاص میں کفیل داخل کر دیا تو صحیح ہے اور حد وقصاص کے دعوی میں قید نہ کیا جاویگا بلکہ مدعی
کو حکم کیا جاویگا مدعا علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہے اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور ف مستور وہ گواہ ہیں جن کا
حال قاضی کو معلوم نہیں کہ عادل ہیں یا فاسق ص یا ایک گواہ عادل قائم کر دیا تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضمانت نہ لے بلکہ اُسکو قید کرے بسبب تہمت کے
یہانتک کہ حق ظاہر ہووے ف یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آدے یا اُن دو گواہوں مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے ص اور اگر مدعی نے نہ گواہ
عادل قایم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہوگیا تو مدعا علیہ کو چھوڑ دیوے ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہے تو جب مدعی نے دو
گواہ مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہ ہوا اسواسطے کہ شہادت میں دو یا تین ضرور ہیں ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہاں
یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعا علیہ متہم ہوگیا اور حبس متہم کا جائز ہے بنظر حدیث کے جس کو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو بسبب تہمت کے پھر چھوڑ دیا اُس کو روایت کیا اسکو اصحاب سُنن نے ص خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور
کوئی اُسکی طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اُس روپئے کے عوض میں رہن کر دے تو درست ہے اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر
دوسرا کفیل تو دونوں مدیون کے کفیل ہو جاویں گے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل نہ ہوگی کفالت بالمال صحیح ہے اگرچہ مکفول بہ مجہول ہووے
لیکن یہ شرط ہے کہ مکفول بہ دَین صحیح ہووے ف دَین صحیح اُس کو کہتے ہیں کہ بغیر ادائے مدیون یا معاف کر دینے دائن کے مدیون کے ذمے سے ساقط نہ ہووے
اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کر دیتا ہے مولیٰ عوض میں اُسکی آزادی کے تو یہ دَین صحیح نہیں کیونکہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مکاتب کے
عاجز ہو جانے سے ص جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہے مدیون پر اُس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہے یعنی مقدار
اُسکی معلوم نہیں یا کفیل کہے مشتری سے جو تجھ کو دینا پڑے اس بیع میں اُس کا میں ضامن ہوں ف یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہے اس صورت میں اگر مبیع
کسی اور کی سوا بائع کے نکلے گی تو مشتری کی ثمن کفیل کو دینا ہوگی ص اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یوں کہے اگر تو فلاں سے معاملہ بیع کرے تو
اُس کا میں ضامن ہوں ف یعنی اُسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے ص یا اگر تیرا اُس پر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے
تو اُس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہ ہو تو کفالت صحیح نہ ہوگی جیسے یوں کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسیگا تو میں ضامن ہوں
اگر اس طرح کفالت کی کہ جو تیرا اُس پر ہے اُس کا میں ضامن ہوں تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہیں ہیں
مکفول لہ پاس تو کفیل جس قدر حلف کی رو سے کہدیگا اُتنا دینا پڑیگا اُس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اُس کا مواخذہ کفیل سے نہ ہوگا بلکہ ذات پر
مکفول عنہ کے لازم آدیگا ف درصورت نہ ہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لیجاویگی تو علم پر کہ تو نہیں جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر
واجب ہے اسواسطے کہ قسم غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہے نہ بطور قطعی ص اور جب کفالت کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہے کہ جس سے چاہے اپنا دَین
طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہے یا کفیل سے جو اُس کا ضامن ہے اور دونوں سے مُعاً بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر ایک سے اُس نے
تقاضا کر لیا جب بھی دوسرے سے تقاضا کر سکتا ہے ف اسواسطے کہ مطالبہ حق ہے مکفول لہ کا تو اُس کو اختیار ہے جس سے چاہے جس طرح سے طلب
کرے ص اور مالک مال کی صورت اس کے برخلاف ہے ف مثال اُسکی یہ ہے کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے گیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا
بعد اُس کے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہوگیا تو پہلے مالک کو اختیار ہے کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب کے غاصب سے یعنی بکر سے مگر جب وہ
ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہوگیا یا اقتضائے قاضی اُس پر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہیں کر سکتا تو اگر تاوان اُس نے غاصب سے لیا تو وہ
رجوع کرے غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے ص اور جائز ہے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اُس کے
حکم کے تو اگر کفالت اُس کے حکم سے ہوئی اس صورت میں جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لے گا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا برخلاف

اُس شخص کے جو کفیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اُس نے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادائے ثمن کے بائع اپنے مؤکل سے ثمن طلب کر سکتا ہے اور اگر کفالت بدون
اُس کے حکم کے ہوئی ہے تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اُس کا پھیرنا لازم نہیں تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کیلئے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل
قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہٗ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اُس نے بری
کر دیا تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پہ ہے تو جب وہ بری ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہے نہ اس کا اُلٹا **ف** یعنی ابرائے کفیل
سے ابرائے اصیل ضرور نہیں **ص** اور اگر مکفول لہٗ نے کفیل کو مہلت دیدی ادائے قرض کیلئے تو مکفول عنہ کو نہ ہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت
ہو جاویگی اگر قرض کے ہزار روپئے تھے اور کفیل نے مکفول لہٗ کو ۵۰۰ روپئے پر راضی کر کے اُس سے صلح کر لی تو ۵۰۰ روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونوں کے ذمے
سے ساقط ہو جاویں گے اس صورت میں اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف ۵۰۰ روپیہ لے گا اگر کفالت اُس کے حکم سے کی ہوگی **ف** ورنہ کچھ نہ لے گا
ص اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر **ف** یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ **ص** مکفول لہٗ کو راضی کر کے اُس سے
صلح کر لی تو اس صورت میں اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہے تو کل دین اُس سے پھیر لے گا **ف** اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہے مکفول لہٗ سے یعنی
بدلنا ہے اس جنس کو عوض میں دَین کے تو کل دَین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا **ص** اور اگر کفیل نے مکفول لہٗ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس
صورت میں مکفول عنہ دین سے بری نہ ہوگا **ف** موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جس کو کوئی اور چیز موجب بالکسر ہو یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت
یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبے کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہیں ہو سکتا **ص** مکفول لہٗ نے کفیل سے یہ کہا بَرِئْتَ اِلَیَّ
مِنَ الْمَالِ یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک مال سے تو اس صورت میں کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر **ف** اسواسطے کہ الی موضوع ہے واسطے انتہائے غایت
کے تو معنی یہ ہوئے کہ برأت شروع ہو کر طرف سے کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برأت جس کا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہیں ہو سکتی
بدون ایفائے دَین کے تو گویا مکفول لہٗ نے یوں کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادائے دَین کے مجھ کو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اگر اُسکے حکم سے کفالت
ہوگی **ص** اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہٗ نے اُس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع نہ کرے **ف**
در مختار میں ہے کہ قول امام محمدؒ ساتھ قول ابو یوسفؒ کے اور اسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں اور یہی اولےٰ ہے **ص** ہاں اگر مکفول لہٗ نے یہ کہا کہ بری کیا میں نے
تجھ کو تو اس صورت میں رجوع نہ کرے **ف** اسواسطے کہ یہ ابراء ہے طرف سے طالب کے باستیفائے دَین اور اسقاط دَین جب ذمہ کفیل سے ہو گیا تو اُسکو حق رجوع ثابت
نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان سب صورتوں میں طالب اگر موجود ہوگا تو اُس سے استفسار کریں گے کہ مطلب تیرا کیا ہے پھر اُس کے بیان کے لحاظ
سے عمل ہوگا **ص** اگر مکفول لہٗ برأت کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یوں کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے بری ہے تو برأت صحیح نہ ہوگی
ف کیونکہ ابرا تملیک ہے دَین کی اصل مدیون کو اور جو چیزیں تملیک ہیں اُنکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں **ص** اسی طرح کفالت صحیح نہیں نفس حد یا قصاص سے
کیونکہ استیفا اُنکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اُس چیز کی جو
اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی **ف** البتہ ان چیزوں کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم
ہے تو کفیل اُس کا التزام کر سکتا ہے تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارے کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں مثل حاضر
ضامن کے در مختار **ص** البتہ صحیح ہے کفالت اُس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری **ف** بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا
ہو اور نہیں تو امانت ہو جاویگی اور ایسی ہی صحیح ہے اُس مال کی جو صلح ہووے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو در مختار جاننا چاہیئے کہ جو چیزیں مضمون
بنفسہا ہیں اُنکی کفالت صحیح ہے اور جو چیزیں مضمون ہی نہیں جیسے امانت وعاریت ومال شرکت ومال مضاربت مستاجر یا مضمون ہیں لیکن بغیرہا تو اُنکی کفالت
درست نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیرہا وہ چیزیں ہیں کہ درصورت ہلاک اُنکی کے قیمت اُن کی واجب نہ ہووے جیسے مبیع بہ بیع صحیح
قبل القبض کہ وہ اگر بائع کے پاس تلف ہو جاویگی تو رد ثمن مشتری پر واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسی طرح مرہون کہ مضمون بالدین ہے

مضمون بنفسہا وہ چیزیں ہیں جن کی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب آور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو انکی کفالت
صحیح ہے اور ضامن پر واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور درصورت عجز دفع قیمت کذا فی فتح القدیر ص اور صحیح نہیں ضمانت بوجہ لادنے
کی کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے ف اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہیں اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کردے برخلاف جانور غیر معین
کے کہ وہاں فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اُس پر کفیل قادر ہے ص یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے ف
اُسی وجہ سے کہ گزری جانور میں ص ایک شخص مدیون تھا اور مفلس مرگیا بعد اُس کے مرجانے کے کوئی شخص اُسکی طرف سے قرضخواہوں کے لئے کفالت
کرے تو یہ کفالت درست نہیں ف امام صاحبؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور وہی قول ہے ائمہ ثلثہؒ کا ہاں اگر کوئی شخص تبرعاً
میت کا دَین ادا کریگا تو سب کے نزدیک درست ہے آور اسی طرح اگر میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اُس کے دَین کی کفالت درست ہے ہدایہ
اور دلیل دونوں مذہبونکی اصل میں مذکور ہے ص اور کفالت درست نہیں جب تک مکفول لہٗ قبول نہ کرے اُسی مجلس میں جسمیں ذکر کفالت ہوا ہے ف
یہ مذہب طرفینؒ کا ہے آور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مکفول لہٗ کو خبر پہونچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہوجاویگی اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں ہے
نہ بالمال میں ص مگر ایک مسئلے میں وہ مسئلہ یہ ہے کہ مریض اپنے مرض موت میں قرضخواہوں کی غیبت میں اپنے وارث سے یہ کہے کہ میرے اُوپر جو قرض آتا
ہے اُس کا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اس کے کہ مکفول لہم یعنی قرضخواہ غائب ہیں ف اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہے اور اسیواسطے
تسمیہ مکفول لہٗ کا شرط نہیں آور اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت منظور کرے تو اُسمیں دو روایتیں ہیں لیکن ادجہ یہ ہے کہ صحیح ہے ص اور کفالت
درست نہیں بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اُسکی کفالت کرے یا غلام ف مثلاً ایک مولٰی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سَو روپیہ پر یعنی جب تو سَو روپیہ دیگا
تو تو آزاد ہے اب یہ سَو روپئے بدل کتابت کہلاتے ہیں ان روپیوں کا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہ ہوگی کیونکہ کفالت کے لئے
دَین صحیح چاہیئے اور بدل کتابت دَین صحیح نہیں جیسا اوپر گزرا ص اگر مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جس نے اُس کے حکم سے کفالت
کی ہے اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہٗ کو نہیں دیا تو اب مکفول عنہ کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اُس روپیہ میں کچھ
نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا حلال طیب اُس کا تصدق کرنا کچھ ضرور نہیں آور اگر کفالت کُر بھر گیہوں کی کی اور کفیل نے وہ کُر مکفول عنہ سے لیکر قبل اس کے
کہ مکفول لہٗ کو حوالے کرے بیچکر اُسمیں نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو آور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور
نہیں ف امام صاحبؒ کا قول اصح ہے کذا فی الہدایہ آور فرق کی وجہ دونوں مسئلوں میں مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ میں ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے
کے حکم سے اُس کے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم دیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خریدکر کے میرا دَین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع کفیل کیواسطے
ہے اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے ف عینہ بکسرہ عین مہملہ عبارت ہے اُس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ
مانگا اور اُس نے نہ دیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپئے کی مالیت کا اُس شخص کے ہاتھ پندرہ کو بیچا تاکہ وہ شخص اُس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے
اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوئے اور اس کے سوا بھی اور صورتیں بیع عینہ کی ہیں جو دُر مختار وغیرہ میں مذکور ہیں دُر مختار میں ہے کہ یہ
بیع مکروہ ہے مذموم ہے اسواسطے کہ اسمیں ثواب قرض سے روگردانی ہے آور محمدؒ نے کہا کہ یہ بیع میرے دلمیں پہاڑوں کے مانند ہے اس کو سود خواروں
نے نکال لیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دُموں کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی اور
کسب میں مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے آور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ
نہیں کیونکہ بہت سے صحابہؓ نے ایسی بیع کی ہے ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اُس کا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اُس بیع کا
اس لئے کہ یہ وکالت صحیح نہیں ہوئی ف اور لازم نہیں مکفول عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت
اور واجب ہوا ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے میں اُس کا کفیل ہوں بعد اُس کے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو

گواہی مقبول نہ ہوگی **ف** جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہ ہو پھر جب آویگا تو اُس پر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا بحکم کفالت وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کفیل نے صرف اُسی مال کی کفالت کی تھی جس کا قاضی نے فیصلہ کردیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے شئے قضا سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی قضائے قاضی کا نہیں تو دعویٰ مدعی کا مطلق ہوگیا اور مکفول بہ خاص اس صورت میں مسموع نہ ہوگا ہدایہ **ص** زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اُس کے حکم سے تو قاضی فیصلہ کردیگا اُس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کردیگا عمرو سے پھر لیگا ہمارے نزدیک نہ زفرؒ کے نزدیک **ف** دلیل زفرؒ کی یہ ہے کہ ہر گاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع گواہوں سے **ص** اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اس کے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اُس کے حکم کے **ف** یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا امر کی قید نہ بالامر کی دُرِّ مختار **ص** تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر **ف** اور وہ رجوع نہ کرے گا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بالامر ہووے **ص** زید ایک شئے عمرو کے ہاتھ بیچ کرتا تھا اتنے میں بکر آیا اور اُس نے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کرلے اگر کسی اور کی نکلیگی تو میں تیرے ثمن کا ضامن دوں گا **ف** یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہیں **ص** تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہوگیا اس بات کا کہ یہ چیز ہے مملوک زید کی اگر بعد اس کے بکر نے اُس چیز کا دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ باطل شمار کیا جاویگا **ف** بوجہ تناقض کے **ص** اور اگر بکر نے شہادت لکھ دی اُس چیز کی بیعنامے پر اور اپنی مُہر کردی تو یہ اقرار نہ ہوگا بکر سے ملک زید کا **ف** تو اب دعویٰ بکر کا بابت ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیچ گاہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اس کے اثبات بیّنہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کیواسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اُس میں مصلحت معلوم ہو تو اُس کو جائز رکھے طحطاوی **ص** لیکن اگر اُس بیعنامے میں یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیچ نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کردی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہوگی تو اب دعویٰ بکر کا بعد اس کے مسموع نہ ہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعویٰ صحیح ہوسکتا ہے بسبب نہ ہونے تناقض کے اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہے اس لئے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالۂ قدیم عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہیں کہ کون سے معنی مراد ہیں اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہیں **ف** ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلے گی تو میں اُس سے چھڑا کر جس طرح ہو ذات شئے کو تیرے حوالے کردونگا تو یہ امام صاحبؒ کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ کفیل کو اس پر قدرت نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر **ص** یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور مؤکل کے لئے **ف** تو یہ ضمانت باطل ہے اسواسطے کہ ثمن امانت ہے مضارب اور وکیل پاس **ص** دو شریکوں نے مل کر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دو عقدوں میں بیچ ہوگی علحدہ علحدہ تو ضمانت جائز ہے **ف** یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ بیچ کیا اور دوسرا شریک ضامن ہوگیا مشتری کی طرف سے اُس کی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیچ کیا اور پہلا شریک اُس کی ثمن کا ضامن ہوگیا تو یہ صحیح ہے اور دلیل دونوں مسئلوں کی ہدایہ اور اصل میں مذکور ہے **ص** صحیح ہے کفالت خراج کی اور نوائب[1] کی اور قسمت کی **ف** لیکن خراج کا بیان تو گزر چکا ہے پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو وہ دو قسم ہیں ایک[1] واجبی ایک غیر واجبی واجبی جیسے نہر مشترک کھودوائی جس سے عامۂ خلائق کو فائدہ ہووے یا اُجرت چوکیداری یا وہ مال جس کو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانوں سے لیوے غیر واجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں سے ناحق لیے جاتے ہیں تو پہلے قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت میں اختلاف ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کرلیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہیں یا ایک حصے کو نوائب میں سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قسمت نامہ موظفہ معینہ ہے یعنی جو یک[1] ماہہ یا دو ماہہ یا سہ ماہہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہے اور

لہ و اجب بیع نافذ یعنی [illegible] وہ مال [illegible] ۱۲ [illegible] بوجہ تعرض [illegible] ۱۲

نوائب غیر معین ہوتے ہیں بہر تقدیر کفالت اُسکی بھی صحیح ہے ص ضامن نے کہا کہ میں ضامن ہوا ہوں مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال مؤجل ہے میعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہٗ کہتا ہے کہ نہیں وہ مال نقد ہے یعنی بالفعل دینا چاہیئے میعادی نہیں ہے تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہو گا ضامن درک سے مواخذہ نہیں ہوتا جبکہ مبیع مستحق غیر کا نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ بمجرد استحقاق بیع نہیں ٹوٹتی ظاہر الروایۃ میں جب تک بائع پر حکم نہ ہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہ ہو گا تو کفیل پر بھی واجب نہ ہو گا

ف باب دو شخصوں کے کفیل ہونے کے بیان میں

ص دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کیطرف سے اُس کے حکم سے تو جو ہر ایک میں بائع کو ادا کرے اُسکو دوسرے سے نہیں لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جس قدر زائد دیا ہے اُتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے ف اسواسطے کہ اس صورت میں مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کرے گا وہ اُسی کے حصے کے دام سمجھے جاویں گے اس واسطے کہ ادا کیا گیا دَین اصالت سے اور وہ مقدم ہے ادائے دَین کفالت سے یہانتک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کے دیوے جس قدر زائد دیگا اُتنا دوسرے شریک سے پھیر لے گا ص زید پر ہزار روپئے آتے تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل ہوا زید کی طرف سے اُن ہزار روپئے کا بعد اُس کے خالد کفیل ہوا زید کی طرف سے اُن ہی پورے ہزار روپئے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک اُن میں سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا اُس کے حکم سے سب دَین کا تو یہاں بکر اور خالد میں سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اُس کا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لے گا ف یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دَین کا ضامن ہوا ہے اُسکی طرف سے ہدایہ جاننا چاہیئے کہ یہاں تین قیدیں ہیں ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہوں زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونوں پر نصفا نصف منقسم ہو گا تو زید کے جمیع دَین کا ضامن نہ ٹھہرا اس صورت میں جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہو گا اور ایک جمیع دَین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہوں گے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو گا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور ایک اپنے ساتھی کے جمیع دَین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دَین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاوے گا دُر مختار اس مقام میں صدر الشریعۃؒ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہے چلپیؒ نے اس کا جواب دیا ہے چلپی کے مطالعہ سے واضح ہو گا یہاں بوجہ وقت اور اشکال کے ترک کیا گیا ص اور جو بری کر دیا طالب نے ایک کفیل کو تو مواخذہ کیا جاویگا دوسرے کفیل سے کُل زر کفالت کا ف اس لئے کہ ہر ایک کفیل کُل ہزار کا مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہے پس جب ایک کو مکفول لہٗ نے بری کر دیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا ص اور اگر دو آدمیوں میں شرکت مفاوضہ تھی ف اُس کا بیان کتاب الشرکۃ میں گزر چکا ص اب دونوں جُدا ہو گئے تو صاحب دَین کو اختیار ہے کہ اُن دونوں شریکوں میں سے جس سے چاہے اپنا کُل دَین طلب کرے اسواسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہے اور کوئی اُن شریکوں میں سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اُس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو گیا تو جو غلام اُن دونوں میں سے کچھ ادا کرے اُس کا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت میں اگر مولیٰ نے قبل ادائے مال ایک کو آزاد کر دیا تو جس کو آزاد نہیں کیا اُس کا زر کتابت خواہ اُسی سے وصول کر لے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوی تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے ف اِس واسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہے مولیٰ کو تو رجوع کرے گا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر برخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہے تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے گا

ف باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان میں

ص اگر ایک شخص ضامن اُس مال کا ہو جس کا ادا غلام پر واجب ہے بعد آزادی کے ف چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہے ص اور ضامن قید نہ کرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اُس کو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اُس پر رجوع کرلے ف ورنہ نہیں ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اُس کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے بکر نے ضامنی کی اس بات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو میں تمہیں دوں گا بعد اس ضامنی کے غلام مرگیا اب عمرو نے اپنی ملک نسبت اُس غلام کے گواہوں سے ثابت کردی تو بکر کو اُس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعویٰ کیا غلام پر اُس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اُس کے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اگر مولیٰ نے ضمانت کی غلام کی طرف سے ف اُسکے حکم سے خواہ بدون اُسکے حکم کے ص یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولیٰ کی ف خواہ مولیٰ کے حکم سے یا بے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اُسکے صورت اول میں مولیٰ نے غلام کی طرف سے وہ روپیہ مکفول لہٗ کو ادا کیا اور صورت ثانی میں غلام نے وہ روپیہ مولیٰ کی طرف سے مکفول لہٗ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہیں پہونچتا اس واسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہے اس لئے کہ ایک کا دَین دوسرے پر نہیں ہوتا اور شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہے ف دلیل ہماری اور شافعیؒ اور زفرؒ کی ہدایہ میں مسطور ہے ص اور غیر مدیون کی قید اس واسطے ہم نے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اُس کی کفالت صحیح نہیں مولیٰ کی طرف سے گو کہ مولیٰ اُس کو حکم کرے ✦

ص کتاب الحوالۃ

ف حوالہ لغت میں کہتے ہیں نقل کو اور اصطلاح شرع میں کہتے ہیں قرض کے اُتار دینے کو ایک کے ذمے پر سے دوسرے کے ذمے پر مثلاً زید مدیون تھا عمرو کا سو روپے کا تو زید نے عمرو کا حوالہ کرادیا اُس دَین کے وصول کیلئے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال لہٗ اور محال اور محال لہٗ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپے محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہے حدیث سے روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر میں قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہے اور جب حوالہ دیا جاوے تم میں کوئی کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہؒ اور احمدؒ کی روایت میں ہے تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ میں ہے یہ حدیث اس لفظ سے مَنْ اُحِيْلَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں ابو ہریرہؓ سے اسی لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہے محیل اور محتال لہٗ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہے ف رکن حوالہ ایجاب او قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرے قرض کا حوالہ فلاں شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال اور محتال علیہ سے قبول اس طرح کہ ہر ایک اُن دونوں میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اس کے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون و محجور کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکروہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی رضا اور عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہووے جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ میں ضرور ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں مگر اُس صورت میں کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے اور وہ قبول کرے اور محال علیہ میں بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہیں اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے اس واسطے کہ یہ محض ضرر ہے اور رضا بھی شرط ہے تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہ ہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ میں ہونا ضرور ہے اور خانیہ میں ہے کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ

نہیں یہاں تک کہ اگر اُس کو خبر پہونچی اور اُس نے جائز رکھا تو صحیح ہو جاویگا اور ایسا ہی بزازیہ میں ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دَین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہیں جائز ہے جیسے کفالت ہکذا فی الطحطاوی والشامی ص اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہے بدون رضائے محیل کے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہے اُس کا حوالہ قبول کر میرے او پر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہوگیا تو حوالہ صحیح ہوگیا اور اصل مدیون بری ہوگیا اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اُس کے حکم کے بشرط برات اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہ نے تو صحیح ہو جاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون مطالبہ دَین سے بری نہ ہو کفالت ہے ف یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رہتا ہے اور حوالہ میں بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہو جاتا ہے دَین سے تو اگر کفالت میں شرط کر لی برات مکفول عنہ کی تو وہ معنی میں حوالہ کے ہو جاویگا اور حوالہ میں اگر شرط کر لی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت ہو جاویگا دُرمختار میں ہے کہ صحیح روایت زیادات کی ہے کہ رضامندی محیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اِس واسطے کہ دَین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اُس میں اِس کا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جبکہ حوالہ بدون امر محیل ہووے کذا فی النہر ص جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہوگیا دَین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ف لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ برارت کا یہ ہے کہ اگر محیل مرگیا تو محتال اپنے دَین کو اُس کے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محتال لہ ضامن لے لیوے ورثۂ محیل سے یا اُس کے قرضداروں سے اس خوف سے کہ مبادا حق اُس کا ہلاک نہ ہو جاوے شامی ص اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اُس صورت میں کہ اُس کا تو اے حق ہو ف توی بالف مقصورہ یا تو اء بالف ممدودہ عبارت ہے ہلاکت مال سے ص اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے ف یعنی ترکہ بقدر ادائے دَین محتال نہ چھوڑے ص دوسرے یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھا ئے اور حوالے کے گواہ نہ ہو دیں اور صاحبینؒ کے نزدیک توی اس صورت سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کر دے ف اسواسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ کسی شخص کو اِس بات پر اطلاع نہیں ہو سکتی تو گواہی اُسکی اس بات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہیں ہے شہادت ہے نفی پر اور وہ غیر مقبول ہے ص حوالہ دو قسم ہے ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز مغصب کر کے لے گیا ہووے یا محیل کا محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دَین کا اُن چیزوں پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اُس ودیعت پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہے محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شئے مغصوب تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اس صورت میں محتال رجوع نہیں کر سکتا محیل پر اسواسطے کہ اُسکی قیمت باقی ہے ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہے حوالہ مقیدہ میں محیل اُس شئے کو طلب نہیں کر سکتا ہے محتال علیہ سے اسواسطے کہ اُس سے حق محتال کا متعلق ہوگیا باوجود اس کے بھی اگر محیل مرگیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شئے محال بہ محتال نے وصول نہیں کی تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہوں محیل کے ف یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دَین سب قرضخواہوں کو محیل کے حصّوں کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اُن ہی کے برابر ہے یہ نہیں ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دَین اُس شئے سے وصول کر لے بعد اُس کے جو بچے وہ اور قرضخواہوں میں تقسیم ہووے جیسا رہن میں کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شئے مرہون کو بیچکر لے لیتا ہے بعد اُسکے جو بچتا ہے وہ اور راہن کے قرضخواہوں کو ملتا ہے کیونکہ حوالہ کم ہے درجے میں رہن سے ص حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کو مضاف نہ کرے اپنے دَین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت میں محیل بعد حوالہ کے وہ شئے اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہے ف یعنی محیل حوالہ مطلقہ میں اپنا دَین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھر سکتا ہے کیونکہ حوالہ خاص نہیں ہوا ان چیزوں سے تا حق محتال کا متعلق ہو جاوے ص اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونوں صورتوں میں اگر محیل نے وہ شئے عین یا دَین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہ ہوگا ف بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کر کے رجوع کریگا محیل پر ص اگر

زیدنے حوالہ کیا عمرو کے دَین کا بکر پر سو روپے کا بکر نے وہ سو روپے عمرو کو ادا کر کے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا کہ میرے سو جو تیرے اُوپر آتے تھے اُس پر میں نے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اُوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس صورت میں قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرارِ دَین نہ سمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ میں یہ ضرور نہیں کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا **ف** بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اُسکی رضا سے **ص** اسی طرح اگر محیل محتال سے کہے کہ میں نے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور میں تیرا مقروض نہ تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اُس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال پاس گواہ نہیں ہیں تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا **ف** اگرچہ یہ خلاف ہے معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نَقْلُ الدَّیْنِ مِنْ ذِمَّۃٍ اِلٰی ذِمَّۃٍ کا ہے تو ضرور ہے یہ کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ گاہے حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازاً اور محتال پاس گواہ نہیں ہیں قرضے کے تو قول اُس کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس بات میں کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدَّین نہ سمجھا جاویگا **ص** مکروہ ہے سُفتجہ **ف** سُفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اُس کے یہ ہیں کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اُسکے دوست کو دیدیوے دوسرے شہر میں غایت اُسکی یہ ہے کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اصل میں سفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا یہ نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہے ساتھ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج میں یعنی اشیائے مجوّفہ میں جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اُس میں مال رکھ کر اپنے ہمراہ لیجاتے تھے تا کسی کو خبر نہ ہووے **ص** یعنی قرض دینا واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے **ف** ہندی میں اُس کو ہنڈوی کہتے ہیں اور چونکہ اسمیں فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث ہے جو حارثؒ بن اسامہ کی مسند میں مروی ہے سوار بن مصعب سے اُنھوں نے عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سُنا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبًا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبدالحقؒ نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے اُن کے اور روایت کیا اِس کو ابن الجہم نے اپنے جزء معروف میں اور نکالا ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے السفتجات حرامٌ یعنی ہنڈویاں حرام ہیں اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اُس کو بخاریؒ اور نسائیؒ اور ابن معینؒ نے اور ذکر کیا اس کو ابن الجوزی نے موضوعات میں اور اس باب میں بہتر روایت جو صحابہؓ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جس کو روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ثنا خالد بن الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اُس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اسمیں نفع ہو جاوے مقرض یا مستقرض کو اور فتاوی صغری میں ہے کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض میں تو مکروہ ہے اور جو اُسکی شرط نہ ہووے قرض دیتے وقت تو مکروہ نہیں اور شرط کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھ دے اس کی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اُس نے لکھدیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھ دے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ میں تجھے نہیں دوں گا تو بھی بہتر نہیں ہے اور مروی ہے یہ ابن عباسؓ سے کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے میں وہ مال ادا کیا جو مقرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہیں جبکہ مشروط نہ ہو اور فقہاؒ نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اُس وقت حلال ہے جب کہ اِس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کے لئے ہوتا ہے تو حلال نہیں گو کہ شرط نہ ہووے اور وہ جو مروی ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ وہ نہیں بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ میں تو اس کی کچھ اصل نہیں اس واسطے کہ یہ انتفاع نہیں ہے اُس کی مِلک سے نہ اِس کی شرط ہوتی ہے اور نہ یہ رائج ہے، **فتح فائدہ** جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اُتنا ہی دوسرے شہر میں لے مکروہ ہوئی تو جو ہمارے ملک میں مروج ہے ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اُس کا نام ہنڈاون ہے اور رکم وصول کرنا بطریق اولٰی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہے اور اِس کا دینا اور لینا سب برابر ہے بموجب اس حدیث کے جو اوپر گزری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہیں خدا محفوظ رکھے

ص کتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہے وہ قاضی ہونے کے لائق ہے اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہے ف یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہے نہ اندھا ہے نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہے اسی طرح وہ قضا کے عہدے کے بھی لائق ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ قاضی ہووے اور یہ چیزیں جیسی شرط ہیں شہادت کی ویسی شرط ہیں قضا کی ص اور فاسق اہل ہے واسطے شہادت کے تو اہل ہو گا واسطے قضا کے تو صحیح ہو گا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہے کہ حاکم اُس کو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہو گا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے لیکن چاہیے قبول نہ کیجاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہو گا ف درمختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اقاویل اس مسئلہ میں سب مرجوح ہیں اور یہی قول راجح ہے ابن الہمامؒ نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کردے تو قضا اُس کی نافذ ہو گی ظاہر الروایۃ کے موافق اور وہ حکم کرے غیر کے فتویٰ سے لیکن واجب ہے حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے ص اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اُس کے فاسق ہو گیا ف بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے ص تو عہدۂ قضا سے معزول نہ ہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے ف یعنی واجب ہے حاکم پر کہ معزول کرے اُس کو فتح القدیر ص یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی پر ہیں مشائخ حنفیہ ف اور بخاریؒ اور سمرقندیؒ اور بعض مشائخؒ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہیں ہو سکتا اور بعضوں کے نزدیک ہو سکتا ہے اور مفتی بہ بعضوں کے نزدیک قول اول ہے اور بعضوں کے نزدیک قول ثانی ص اور مجتہد ہونا شرط ہے اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا ف یعنی جو مجتہد ہو اُس کا قاضی ہونا اولیٰ ہے اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہ ہووے ص تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہے ہمارے نزدیک ف لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہیں اور احتیاط اسی قول میں ہے جس کو شافعیؒ نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے غیر مناسب ہے اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اُٹھ جاویگا ص مگر حاکم کو چاہیے کہ اُس کو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے قضا پر اور اولیٰ ہے ف روایت کیا طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانوں کے امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہے کہ اُن لوگوں میں بہتر اُس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا موجود ہے تو اُس نے خیانت کی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابو یعلیٰؒ موصلی نے حذیفہؓ سے مثل اُس کے ص اور آدمی کو چاہیے کہ عہدۂ قضا طلب نہ کرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہے قضا کو اور سوال کرتا ہے اُس کا سونپ دیا جاتا ہے اپنے نفس کی طرف یعنی اللہ کی طرف سے اُس کو اعانت اور مدد نہیں ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے اُتارتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہے اُس کو یعنی اعانت کرتا ہے اُس کی اور پر صواب کے روایت کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے انسؓ سے ص اور درست ہے عہدۂ قضا لینا اُس شخص کو جس کو اعتماد ہے اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے عہدۂ قضا کو اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہے واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اس لئے کہ امر بالمعروف ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بناکر یمن کیطرف تو کہا میں نے یا رسول اللہ بھیجتے ہیں آپ مجھ کو عہدۂ قضا پر اور میں کم سن ہوں اور قضا کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرتؐ نے قریب ہے کہ اللہ ہدایت کریگا تمہارے دل کو اور مضبوط کر دیگا تمہاری زبان کو جس وقت جھگڑالو دیں تمہارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک سُن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کرو کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علیؓ نے کہ پھر شک نہیں کیا میں نے کسی فیصلے میں بعد اس کے روایت کیا اُس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اس کو اور قوی کیا اِس کو ابن المدینیؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور اُس کا ایک شاہد ہے مستدرک میں حاکمؒ کے ابن عباسؓ سے اور روایت کیا ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور دارمیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گاہ بھیجا اُن کو یمن کی طرف تو

پوچھا اُن سے کس طرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا اُنھوں نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں کہا سُنّت رسول اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سُنّت میں رسولؐ اللہ کی کہا اجتہاد کرونگا میں اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش میں کہا معاذؓ نے کہ پھر مارا حضرتؐ نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا شکر ہے اُس خدا کا کہ توفیق دی اُس نے رسولِ رسولؐ کو اس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف حجت ہونا قیاس کا وقت نہ ہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہوگیا قول اُن لوگوں کا جو قیاس کی شرع کی حجتوں میں شمار نہیں کرتے **ص** اور مکروہ ہے **ف** تحریمی **ص** عہدۂ قضا لینا اُس شخص کو جو خوف کرتا ہے عاجز ہو جانے کا تصفیۂ مقدمات میں یا ظلم کے صادر ہونے کا **ف** تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہ ہو جاوے اور جو حدیثیں کہ ممانعت اختیار عہدۂ قضا میں آئی ہیں محمول ہیں ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اُسکو امام احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے اور صحیح کیا ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے مروی ہے بریدہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو اُن میں سے جہنم میں جاویں گے اور ایک جنت میں ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اُس کے تو وہ جنت میں جاویگا ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم میں تو وہ جہنم میں جاویگا ایک آدمی وہ کہ اُس نے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگوں کا نادانی سے وہ بھی جہنم میں جاویگا روایت کیا اُس کو چاروں عالموںؒ نے اور صحیح کہا اس کو حاکمؒ نے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اور ظَالِمُوْنَ اور كَافِرُوْنَ جو شخص حکم نہ کرے اُس کے موافق جو اُتارا اللہ نے تو وہ فاسق ہے اور ظالم ہے اور کافر ہے اس سے بُرائی ثابت ہوگئی اُن لوگوں کی کہ جان بوجھکر حکم الٰہی اور سُنّت رسولؐ کے خلاف باتباع احکام اُمرائے وقت اور قوانین نصاریٰ کے فیصلے کرتے ہیں اور جو اُن کے معین ہیں کچھ شک نہیں کہ اُن کے لئے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر **ص** جو شخص قاضی کیا جاوے اُس کو چاہیئے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جن میں دستاویزات اور فیصلنامے ہیں اور حوالات کے قیدیوں کو دیکھے **ف** یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانے میں قید تھے اُن کے حال میں نظر کرے نہ اُن قیدیوں میں جو حاکم کے قیدخانے میں ہیں درمختار **ص** تو جو شخص اُن قیدیوں میں سے اقرار کرے کسی حق کا یا اُس پر گواہ قائم ہوں تو اُس کا حبس قائم رکھے یا اُس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اُس کے باب میں معتبر نہ سمجھے اسواسطے کہ عزل قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانوں کے ہوگیا بلکہ منادی کرادے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن لوگوں کو فلاں فلاں قیدی پر دعویٰ کرنا ہو تو اس مدت میں حاضر ہوں مجلس قاضی میں تو اگر کوئی حاضر ہو سُنے مقدمہ اُس کا ورنہ بعد گزرجانے مدت مذکور کے اُن قیدیوں کو چھوڑدے **ف** درمختار میں ہے کہ بعد منادی کرنے کے اگر کوئی مدعی اُس کا حاضر نہ ہووے تو اُس کو حاضر ضامن لیکر چھوڑدیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی کراوے بعد اُس کے اگر کوئی نہ آوے تو اُس کو چھوڑدے **ص** اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف میں گواہی سے یا قابض کے اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اِس بات کا کہ قاضی معزول نے اُس کو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب اُن ودائع اور محاصل اوقاف میں قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا **ف** اِس صورت میں وہ قاضی اُن چیزوں کو جس کی بتلادیگا اُسی کی سمجھی جاویں گی مگر جبکہ قابض نے پہلے زید کیواسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اُس کو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے مثلاً عمرو کے لئے اقرار کیا تو اِس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاویں گے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثلی کا اگر مثلی ہو قاضی کو اُس کے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقرلہ تھا ہدایہ **ص** قاضی کو چاہیئے کہ مسجد میں باعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اَولیٰ ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جس کا جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہ ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد میں اسواسطے کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد میں بیٹھکر قضیئے فیصل کیے اور بھی قضا

عبادت ہے اور نجاست مشرک کی از روئے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد میں بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اُس کا دروازہ مسجد پر **ف** ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئیں مسجدیں واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں قلت غریب بھذا اللفظ اور کنوز الحقائق میں بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اُس نے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی میں اس حدیث کے چند حدیثیں آئی ہیں نقل کیا ان کو شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالکؓ سے اور دوسری حدیث طبرانیؒ کی ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاریؒ نے کہ لعان کرایا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کی ابوبکر رازیؒ نے حسنؓ تک کہ دیکھا اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا قصہ اور روایت کی ابن سعدؒ نے طبقات میں ربیعہ بن ابی عبد الرحمنؓ سے کہ دیکھا اُنھوں نے ابوبکرؓ کو فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح ملخصاً حمویؒ نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیئے ویسا نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں **ص** اور اگر قاضی قضا کے لئے بیٹھے اپنے گھر میں اور اذن دیدیوے عام تو بھی درست ہے **ف** اور اَولیٰ یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہووے اور مشہور ہو تا لوگوں کو آنے میں وقت نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اُس وقت جب قلب اُس کا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہؒ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت گرمی یا نہایت سردی یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کیلئے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اُس دن روزہ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہنکر نکلے اچھے طور سے ط، **ص** قاضی کو چاہیئے کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اُس شخص کا جو قاضی ہونیسے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اُسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونوں میں سے کسی کا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہ ہووے **ف** اگر ذی رحم محرم یا اُس شخص کا جس کی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو ان کا بھی ہدیہ نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اُس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت کے اور اسی طرح عاریت لینا طحطاوی **ص** اور قاضی کو چاہیئے کہ دعوت میں کسی کی نہ جاوے مگر دعوت عام میں اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہ ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک دعوت خاص میں بھی جا سکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو **ف** کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسی کا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اس کی قبول نہ کرے اور اسی طرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہووے دُرِّ مختار **ص** اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ میں اور اسی طرح بیمار کی بیمار پرسی کرے **ف** بشرطیکہ اُس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہ ہووے کفایہ اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مر جاوے تو تو اُس کے جنازے کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اُس کو روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ میں جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہو گیا **ص** اور جب مدعی مدعیٰ علیہ حاضر آویں تو دونوں کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکساں کرے **ف** اور داہنے بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمّی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعیٰ علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اُٹھے اور بادشاہ اور اُس کے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھکر فیصلہ کرے روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اُم سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانوں کا تو چاہیئے اُس کو کہ برابری کرے بٹھلانے میں اور اشارے میں اور نظر میں **ص** اور کسی سے سرگوشی نہ کرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نہ کرے اور نہ ایک کی طرف اُن دونوں میں سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہوں کو تعلیم مکروہ اس طرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسفؒ نے

اُس کو جائز رکھا ہے اس طرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہ ہو **ف** ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو اور وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اُس کی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو آور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ پانچسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچسو معاف کر دیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعویٰ کے موافق کرے جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہیں **کذا فی فتح القدیر**

ص فصل حبس مدعیٰ علیہ کے بیان میں

اگر مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت ہووے اقرار سے مدعیٰ علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعیٰ علیہ کو ادائے حق کا درصورت نادہندگی مدعیٰ علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اُس کے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہووے مدعیٰ علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے حق ثابت ہوا ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعیٰ علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے **ف** اسواسطے کہ قید جزا ہے نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اُس وقت نادہندگی مدعیٰ علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادائے حق کا اُس کو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو نادہندگی اور انکار مدعیٰ علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے اس لئے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اُس کا درست ہے آور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے اُن کو تھوڑی مدت کفایت ہے آور بعض متمرد ہوتے ہیں اُن کو تھوڑے حبس سے زجر نہیں ہوتا اور یہ حبس اسواسطے ہے کہ مدعیٰ علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی اُس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایاتؔ کے چھ مہینے ہیں اور ایکؔ مہینہ اور دوؔ مہینے اور تینؔ بھی مروی ہیں مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کی طرف ہدایہ **ص** مدعیٰ علیہ کا حبس اُن حقوق میں ہوگا جو لازم آئے ہیں اُس کو بسبب عقد کے جیسے مہر معجل **ف** اور مہر مؤجل کے عوض میں حبس نہ کیا جاوے گا اگرچہ معجل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار **ص** اور زر ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اُس کو مثل ثمنؔ مبیع نفقہؔ زوجہ نفقہ ولد **ف** قرض اگرچہ ذمی کا ہووے ضمان الدرک درمختار **ص** نہ دین ولد دیت اور ضمان جنایات میں **ف** اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اُس کا بدل اور بدل دم عمد اور ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنے کا تاوان نفقہ اقارب مہر مؤجل درمختار **ص** محبوس نہ کیا جاویگا اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے اِلّا اس صورت میں جب مالدار ہونا اُس کا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں میں بھی قید کریں گے **ف** اور قسم اول کی چیزوں میں محبوس کریں گے اگرچہ مدعیٰ علیہ مدعی محتاجی کا ہووے اور دعویٰ محتاجی کی تصدیق نہ کی جاوے گی درمختار

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

ص اگر گواہ گواہی دیں قاضی کے سامنے اور مدعیٰ علیہ حاضر ہو تو حکم کر دے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنامہ جس کو عربی میں سجلؔ[۵۱] کہتے ہیں پس لکھدیوے حکم کیا میں نے یہ یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعیٰ علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اُس پر تو قاضی حکم نہ کرے بلکہ لکھ لے گواہوں کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اُس کے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی ہے حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس اور مقبول ہوگی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات میں جو شبہات سے ساقط نہیں ہوتے مثل حد اور قصاص کے **ف** اِس واسطے کہ کتاب میں شبہ ہے اور حد و قصاص دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہے اُن کے اثبات

[۵۱] عمل بالخط میں خلاف ہے ... علماء متقدمین سے معلوم ہوتا ہے کہ خط مطلقاً حجت نہیں اسواسطے کہ الخط یشبہ الخط لیکن بنظر ضرورت کے زمانۂ آخر میں بہت سے فقہا نے مثل صاحب اشباہ اور قاری الہدایہ اور طحطاوی اور شامی وغیرہم نے عمل اُس پر جائز رکھا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر دستاویز تحریری مدعیٰ علیہ موافق عرف اور عادت کے عنوان دار ہوئے اور اُس کی مہر مشہور اُس پر ثبت ہووے تو وہ مدعی علیہ پر حجت ہوگی اگرچہ وہ انکار کرے اور درمختار جاہلین اور ...

... حکم کیا تو وہ سجل ہے ۱۲ طحطاوی

میں ص جب شہادت گزرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دَیْن اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جن کا انکار کیا
گیا ہے کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہ ہوگا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جس وقت انکار کیا ان دونوں کا مودع یا مضارب نے
تو ہو گئی منصوب اور منصوب میں واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہو گی اُسمیں کتاب حکمی اسواسطے کہ وہ محتاج نہیں ہے اشارے کا
بلکہ صفت سے اُسکی معرفت ہو سکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اُسمیں احتیاج ہے اشارے کی اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور ایسا ہی ہے نزدیک
امام ابو یوسفؒ کے مگر اُن کے نزدیک غلام مفرور میں بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اسکی یوں ہے کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلاں
اور فلاں نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلاں کا غلام جس کا نام مبارک ہے اور اس کا حلیہ ایسا ہے بھاگ گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے
اور اب سمرقند میں فلاں کے قبضے میں ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے اُس پر تو جب پہونچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعیٰ علیہ اور غلام
کو اور کھولے کتاب کو ساتھ شرائط اُس کے کہ جو آگے آتے ہیں اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق نہ ہووے چھوڑ دے اسکو اور اگر مطابق ہووے
تو اگر مدعیٰ علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اُس غلام کو مدعی کے سپرد کرے نہ بطور حکم کے اور فیصلے کے اور لے لیوے اُس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر
ضمانت کا اور اُس غلام کی گردن میں کوئی چیز ڈال کے اُس پر مہر کردے تا ایسا نہ ہو کہ مدعی وہاں جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے
جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ میں اس غلام کو روانہ کرتا ہوں تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اُن گواہوں کو بلا دے
جنھوں نے گواہی دی تھی اُس غلام کے ملک کی غیبت غلام میں تا گواہی دیں اُسکی حضور میں اور اشارہ کریں اُس غلام کی طرف کہ یہی غلام ہے ملک مدعی
کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعیٰ علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہوں نے شہادت دی غلام کے سامنے اِس بات کی کہ یہ غلام
ملک ہے مدعی کی تو اب یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس پہونچے اُس وقت فیصلہ کردے اور حکم سُنادے مدعیٰ علیہ کو اور بری کردے حاضر ضامن کو ضمانت
سے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات میں قبول کی جاویگی اور اسی پر متاخرین ہیں ف دُرِمختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتوی
ہے کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات میں عام ہے کہ دعویٰ دَیْن ہو یا عین درست ہے ص سوائے حد اور قصاص کے اور واجب ہے
کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہوں کو اُس کا مضمون پڑھ کر سُنادے اور مُہر کردے اپنی اُن کے سامنے اور وہ کتاب اُن گواہوں کو دیدیوے اور
ابو یوسفؒ نے کوئی بات اِن میں سے شرط نہیں رکھی اور امام سرخسیؒ نے ان ہی کا قول اختیار کیا ہے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف گواہوں کو اِس بات کا
گواہ کردیوے کہ یہ کتاب اور مُہر میری ہے اور ایک روایت میں مُہر بھی شرط نہیں میں کہتا ہوں جب کتاب مدعی کے حوالے کیجاویگی تو فتویٰ اس بات پر ہے
کہ مُہر کرنا ضرور ہے اور جب گواہوں کو سپرد کی جاویگی تو فتویٰ اِس بات پر ہے کہ مُہر شرط نہیں پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہونچے تو قبول نہ کرے
اُس کتاب کو مگر مدعیٰ علیہ کے سامنے اور دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے جو کتاب لیکر گئے ہیں تو جب گواہی دی اُن گواہوں نے کہ یہ
کتاب فلاں قاضی کی ہے پڑھا تھا اُس کو اس قاضی نے اپنے محکمے میں اور مُہر کی تھی اِس پر اور دی تھی ہم کو تو اُس کی مُہر دیکھ کر کھولے اور مدعیٰ علیہ کو
سُنادے اور لازم کردے اُس پر حکم کو ف یعنی اُس گواہی کی رو سے جو کتاب میں مندرج ہے مدعیٰ علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اُس کا فیصلہ کرے ص
اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اُس کتاب کے ساتھ کہ اُس وقت تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مرجاوے
یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاوے گی اسی طرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہونچنے کے اول مرجاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ قاضی
کاتب نے بعد نام اُس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھ دیا ہووے کہ مسلمانوں کے قاضیوں میں جن کے پاس یہ خط پہونچے وہ اُسکی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے
مرنے سے باطل نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہے کہ ابتدا سے اسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس
قاضی کے پاس مسلمانوں کے قاضیوں سے پہونچے وہ اسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا محض بے فائدہ ہے اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعیٰ علیہ
مرجاوے تو جاری کیجاویگی کتاب اُس کے وارث پر اور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات میں سوائے حدود و قصاص کے ف اِس واسطے کہ

قضا نظیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود و قصاص میں مقبول نہیں تو قضا بھی مقبول نہ ہوگی دُر مختار میں ہے کہ اگرچہ قضائے عورت صحیح ہے سوائے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات میں لیکن عورت کا قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاریؒ کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فلاح پائیں گے وہ لوگ جنھوں نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہیٰ ص قاضی اپنا نائب کسی کو نہیں بنا سکتا مگر وہ قاضی جس کو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مرگیا تو نائب معزول نہ ہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل اپنا بنا دے مگر اس صورت میں جب مؤکل نے اس کو اجازت دی ہو تو یہاں بھی پہلے وکیل کے معزول ہو جانے یا مرجانے سے وکیلِ وکیل معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ وکیلِ وکیل درحقیقت نائب ہے اصل مؤکل کا نہ وکیل اول کا ف ہدایہ میں ہے کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے گو اس کو اس بات کا حاکم کی طرف سے اختیار نہ ہووے کیونکہ جمعہ ایک شئے موقت ہے خوف ہے اس کے فوت ہو جانے کا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہے برخلاف قضا کے ص جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہیں دیا گیا اس نے اگر نائب بنایا اور نائب نے منوبؒ کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منوب کی رائے شریک ہوگئی تو جائز ہو جاوے گا ف اس واسطے کہ جب قاضی اول کے سامنے فیصلہ کیا یا اسکی رائے شریک ہوگئی تو گویا قاضی اول ہی نے قضا کی ص اسی طرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہیں دیا گیا اس نے اگر وکیل بنایا اور بعد اس کے وکیلِ وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی رائے اس میں شریک ہوگئی یا مؤکل نے جس وقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خریدنے کے لئے تو اسکی قیمت بیان کردی تھی اور وکیل کا وکیل اسی کے مباشر ہوا تو ان سب صورتوں میں وکیلِ وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاوے گا اگر مؤکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہو جاوے گا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

ف باب مرافعہ کے بیان میں

ص اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کردے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل اختلافیہ صدر اول میں ف یعنی اگر ان مسائل میں جن میں صحابہؓ یا تابعینؒ یا تبع تابعینؒ کا اختلاف تھا قاضی نے کسی کا قول اختیار کر کے قضا کردی ہے بعد اس کے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہیں کر سکتا مراد یہاں قاضی اول سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسی کو یہ بات نہیں پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا میں جس کا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہ ہوگا قنیہ ص اِلّا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہووے ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اس جانور کا جس پر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک کی گئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہے آیت کریمہ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جس پر نہیں ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیئے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھول کر تسمیہ ترک کر دیوے تو اس ذبیحہ کا گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور شافعیؒ کے نزدیک بھی تو اس کی بیع بھی جائز ہوگی اور اگر قصداً ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاوے گا اور بیع بھی اس کی ناجائز اور شافعیؒ کے نزدیک بیع اور اکل دونوں جائز ہیں تو یہ حکم شافعیؒ کا مخالف ہے اس ظاہر آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گزری تو قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جس پر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اس کو منسوخ کر دیوے ص یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث کی ف یعنی وہ عورت جس کو اس کے خاوند نے تین طلاق دیے ہوں ص حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیبؒ کے اس واسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرتؐ کا واسطے عورت رفاعہ کے نہ ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شیرینی عبدالرحمٰن بن زبیرؓ کی اور وہ شیرینی تیری ف روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے مراد شیرینی سے جماع ہے اور گزری یہ حدیث کتاب الطلاق میں قصے سمیت ص یا مخالف ہووے اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اس واسطے کہ صحابہؓ نے اجماع کیا اس کے فساد پر ف اور گزرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح میں

ص تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کا نافذ کرنا اُس کا واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اوّل نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دے گا تو اُس کا بیان آگے آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اُس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اُس کو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ مختلف ہو یعنی جس حکم میں قضا ہوتی ہے اُس میں اختلاف ہو اور جو خود قضا میں اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب ف اس کا بیان آگے آتا ہے ص تو وہ قاضی اوّل کے حکم کر دینے سے مجمع علیہ نہ ہوگا اور قاضی ثانی کو اُس کا فسخ پہونچتا ہے ہاں اگر قاضی ثانی بھی اُس کو جاری کر دے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہیں کر سکتا اجماع میں اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاویں گے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہ ہوگی ہدایہ میں بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع اعتقاد اجماع ہے اور اجماع نہیں ہوتا مگر سب کے اتفاق سے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اوّل یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اختلاف شافعیؒ کا بھی معتبر ہے ف اور اسی طرح مالکؒ اور احمدؒ کا اور یہ لوگ نہ صحابہؓ میں سے ہیں نہ تابعینؒ میں سے ص اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر اور باطن میں ف یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ و بین اللہ ص کسی شئے کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک نافذ ہے ظاہر میں نہ باطن میں جاننا چاہیے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مدعی دعویٰ کرے ایک شئے کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو حکم کے اور قاضی نہ جانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے ف اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا عند اللہ حلال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ظاہرا حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطناً یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہیں ہوگی اور یہی مذہب ہے زفرؒ اور ائمہ ثلثہ کا در مختار میں ہے کہ اسی پر فتوےٰ ہے لیکن بحر الرائق میں ہے کہ قول امام ابو حنیفہؒ کا قوی ہے ص دلیل مذہب صاحبینؒ کی ظاہر ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا فیما بینہ و بین اللہ اور جواب اس کا یہ ہے کہ ہم نے حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے سبب حلت کا نہیں کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاء عقد جدید کے ہے اور انشائے عقد حرام نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ قاضی دروغ گوئی شہود کو نہیں جانتا ف امام صاحبؒ کی دلیل نقلی وہ ہے جس کو ذکر کیا محمدؒ نے مبسوط میں کہ پہونچا ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے اُنکے پاس گواہ قائم کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے حکم دیا عورت کو کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا ہے مجھ سے اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میں نہیں تجدید کرتا نکاح کی نکاح کر دیا تیرا دونوں شاہدوں نے تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور اس میں محفوظ رہتے دونوں زنا سے انتہیٰ ص اوپر جو ہم نے قید لگائی کہ دعویٰ مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہووے تو اُس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر دعوےٰ ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کر دیے اور قاضی نے حکم کر دیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہاں پر مدعی کو وطی اُس کی حلال نہ ہوگی بالاجماع ف اور یہ جو کہا کہ محل جو قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع تو قضا نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہیں ہے اس بات کا کہ قضائے قاضی انشائے عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغ گوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور اگر قاضی اوّل نے مسئلہ مجتہد فیہ میں خلاف اپنے مذہب کے حکم دیا اپنا مذہب بھول کر یا قصداً تو

صاحبینؒ کے نزدیک یہ قضا نافذ نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے آور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر بھول کر دیا تو نافذ ہوگی آور اگر جان بوجھ کر دیا اسمیں دو روایتیں ہیں **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہد میں ہے اور قاضی مقلد کا فتویٰ خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہ ہوگا خواہ قصدًا ہو یا بھول کر آور خلاف مذہب سے مراد یہ ہے کہ حنفی مذہب شافعیؒ یا مالکیؒ حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہ ہوگا آور اگر حنفی امام کا قول چھوڑ کر صاحبینؒ کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہیں ہے نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اُس کا فسخ نہیں پہونچتا چنانچہ دُرر میں ہے یہ اُس صورت میں ہے کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نہ کر دیا ہو ورنہ وہ معزول ٹھہرے گا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اُس کا بالکل نافذ نہ ہوگا اِس واسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے درست ہے **طحطاوی مع زیادۃ ص** قاضی حکم نہ کرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب کے لئے یعنی غائب کا نہ مقضی علیہ ہونا صحیح ہے نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہیں بر قول مفتٰی بہ **دُرِّ مختار** آور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل آور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علیؓ کی ہے جو اُوپر گزری کہ فرمایا حضرتؐ نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لئے جب تک سُن نہ لے کلام دوسرے کا روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ اور اسحاقؒ اور طیالسیؒ اور حاکمؒ نے تو اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا مانع حکم ہے اور یہ بات پائی جاتی ہے خصم کے غائب ہونے میں اور اُس کے نائب کے بھی غائب ہونے میں اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اُس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو رد اور طعن فی الشہادۃ سے اور اُس کا عجز بدون اُس کے حضور کے معلوم نہیں ہوسکتا **کذا فی فتح القدیر ص** مگر اُس صورت میں کہ نائب اُس کا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہے یا شرعًا جیسے قاضی کا وصی یعنی جس کو قاضی نے مقرر کیا یا حکمًا اس طرح پر کہ جس چیز کا دعویٰ ہے غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اُس چیز کا جس کا حاضر پر دعویٰ کرتا ہے **ف** تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب ہونے میں واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑ جاوے گا تو اس صورت میں دعویٰ مقبول نہ ہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اُس کے مالک پر یہ دعویٰ کیا کہ اُس نے نکاح اُس کا شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہے کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کی واپسی کا حکم نہ ہوگا کیونکہ تزوج غائب رد علی المولیٰ کا سبب بالضرور نہیں اسواسطے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اُسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو **ص** مثال اُس کی یہ ہے کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان میں نے بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاوے گا کیا معنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہ ہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اس واسطے کہ ادعا علی الغائب یعنی خرید نا گھر کا سبب ہے ادعا علے الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لامحالہ **غایۃ الاوطار ص** اور جو دعویٰ کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوے کی جو حاضر پر ادعا ہو تو صحیح نہ ہوگا **ف** اور پہلی صورت میں سبب تھا **ص** چنانچہ اگر غلام نے اپنے میاں پر اس کا دعویٰ کیا کہ اُس نے معلق کیا تھا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت میں تو اس میں اختلاف ہے مشائخؒ کا اور گواہ مقبول نہ ہوں گے صحیح قول پر آور سبب میں اسواسطے مقبول ہیں کہ سبب اصل ہے مسبّب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جبکہ شرط ہووے یعنی شرط اصل نہیں ہے بہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہیں ہوسکتا یہ حکم شرط میں جب ہے کہ اُسمیں حق غائب کا ابطال ہووے چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکور میں کہ اس صورت میں زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا معلق کیا زید کے گھر میں جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہوں گے **ف** بحالت غائب ہونے زید کے اس واسطے کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہیں **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے کسی کو اور لکھوا لیوے تمسک اس لئے کہ قاضی کو قدرت ہے اُس کے پھیر لینے کی جب چاہے **ف** چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہیں ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور ایسی جگہ لگاوے کہ اُس میں زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے

دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کرلے اگر یہ نہ ہوسکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہووے قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہ ہووے اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے قنیہ حص اور وصی کو درست نہیں کہ یتیم کا مال کسی کو قرض دیوے بسبب عدم قدرت اُس کی کے اور اسی طرح باپ کو بھی صحیح قول میں درست نہیں کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دے گا تو ضامن ہوگا ف اگر باپ یا وصی صغیر کا مُسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لے کر کسی شخص عادل کے پاس رکھ دیوے دُرمختار مسائل لحاقیہ جب مدعیٰ علیہ چھپ رہے اور کسی طرح دارالقضا میں حاضر نہ ہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لے کر مدعیٰ علیہ کی طرف سے ایک وکیل بناکر حکم کردیوے درمختار شامی نے اس کی صورت یوں لکھی ہے ایک شخص نے قاضی کے پاس آنکر دعویٰ کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر بیٹھ رہا ہے اپنے گھر میں تو قاضی لکھے والی شہر کو اُس کے احضار کے لئے تو اگر والی شہر اُس کو نہ پاوے اور مُدعی درخواست کرے مُہر ہونے کی اُس کے مکان پر تو اگر لاوے دوؔ گواہوں کو اس بات پر کہ مدعیٰ علیہ اپنے مکان میں ہے اور گواہ یہ کہیں کہ تین دن یا کم ہوئے کہ ہم نے مدعیٰ علیہ کو دیکھا تھا تو مُہر کردے اُس کے مکان پر اور اگر تینؔ دن سے زیادہ بیان کریں تو نہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت مفوض ہے رائے حاکم کی طرف تو جس وقت مُہر ہوگئی اور مُدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دوؔ گواہ بھیجے مدعیٰ علیہ کے مکان پر اور وہ رسول پکار دے تینؔ مرتبہ اُن گواہوں کے سامنے کہ لے فلاں ولد فلاں قاضی نے یہ کہا ہے تجھ کو کہ حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے دارالقضا میں ورنہ میں تیری طرف سے وکیل کھڑا کرکے حکم کردوں گا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کرلوں گا اسی طرح تینؔ دن تک کہے جب تینؔ دن گزر جاویں اور مدعیٰ علیہ حاضر نہ ہووے تو قاضی اُس کی طرف سے وکیل کھڑا کرکے مُدعی کے گواہ سُنے اور اُس کے وکیل کے سامنے مدعیٰ علیہ پر فیصلہ کردیوے انتہیٰ مسئلہ اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوے سے لے کر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوےٰ نہ کیا تو وہ دعوےٰ نہ سُنا جائے گا مگر وقف اور میراث کا دعویٰ کہ اس میں طول مدت مانع نہیں البتہ اگر تینتیسؔ سال گزر جاویں گے تو دعوےٰ وقف اور ارث بھی مسموع نہیں اور بعض فقہا کے نزدیک دعویٰ ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہ ہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے بیسؔ برس تک اپنے خاوند کی حیات میں دعوےٰ مَہر نہ کیا بعد اُس کے خاوند مر گیا یا اُس نے طلاق دیا تو عورت کا اب دعویٰ مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب مَہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہے اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہیں ہوئی دعویٰ مسموع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہوجاوے بلکہ اگر مدعیٰ علیہ مقر ہووے تو دعویٰ مسموع ہووے گا اگرچہ مدت طویل گزر گئی ہو شامی مسئلہ قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم میں تاخیر کرنا درست نہیں مگر تینؔ سبب سے یا شک واشتباہ ہو یا اُمید صلح کی ہو یا مدعی مدعا علیہ کوئی ان دونوں میں سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ طحطاوی میں ہے وہ یہ ہے کہ قاضی کو اہل شہر کے فتویٰ پر اعتماد نہ ہو اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہیں مگر تینؔ صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا درمختار مسئلہ مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع میں واجب ہے نہ مخالف شرع میں تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہوں سے قسم لی جایا کرے تو قاضیوں کو چاہیئے کہ بادشاہ کو فہمایش کرکے اس حکم سے باز رکھیں اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہے لیکن صحیح نہیں ہے

باب پنچایت کے بیان میں

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان میں عربی میں اس کو تحکیم کہتے ہیں تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہے اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی میں

اِس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اُسی پر مخصوص ہے جس نے اُس کو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہے اِسواسطے کہ ابو شریحؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز میں تو آتے ہیں وہ میرے پاس سو میں اُن میں حکم کر دیتا ہوں تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے یہ روایت کیا اس کو نسائیؒ نے کذا فی فتح القدیر ص صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اُس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہے ف یعنی ضرور ہے کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مرّ اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاوے گا کما مر ہدایہ ص جب دونوں متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اُس نے حکم کیا ساتھ گواہوں کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر ف اور اُس کا حکم باطل نہ ہوگا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے درمختار ص صحیح ہے خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانہ میں ف یعنی اگر مدعی علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اُس کے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اُس کی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال باقی رہنے اُسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہے تو اُس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہوں کے ہے برخلاف اُس کے جب خبر دی اُس نے بعد ختم ہو جانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اُس کا حال مثل ایک شخص کے رعایا میں سے ہو گیا تو ضرور ہے ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اُس صورت کے جب خبر دی اُس نے کہ میں نے حکم کر چکا کیونکہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اُس کی مقبول نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ ص اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہے کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسی طرح قاضی کا درست نہیں اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے لئے جیسے گواہی ان لوگوں کے لئے درست نہیں ف یعنی اُن کے نفع کے لئے اور ان کے اوپر حکم درست ہے جیسے شہادت اُن پر درست ہے یعنی اُنکی مضرت کے لئے اور سوا انکے بھائیوں اور چچاؤں اور اُنکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہے جیسے شہادت ان کے لئے درست ہے کذا فی البحر ص اور درست نہیں پنچایت حدود اور قصاص میں اور باقی سب مقدمات میں درست ہے لیکن اس کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا واسطے خوف دلیر ہو جانے عوام کے اور باقی نہ رہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے ف یعنی اگر عوام یہ سُن پاویں گے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کر لیا کریں گے اس صورت میں قضاۃ اور محکمہ جات اُن کے سب معطل اور بیکار رہ جاویں گے ص اِسی طرح حکم پنچ کا ساتھ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا میں درست نہیں کیونکہ قاتل کے کنبے والوں نے اُس کو پنچ نہیں بنایا اور اگر اُس نے فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اُس کا توڑ دے گا اس واسطے کہ مخالف نص حدیث ہے فرمایا حضرتؐ نے قاتل کے کنبے والوں سے اُٹھو دیت دو مقتول کی ف بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا ص اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اُس کا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کر دے اُس کو ورنہ باطل کرے اُس کو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف میں نہیں ف محکم کا حکم اکثر باتوں میں مثل قاضی کے ہے تو وقت تحکیم اُس کو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہ ہوگا مگر سترہ مسئلوں میں فرق ہے، بحر الرائق میں وہ سب مذکور ہیں

ص مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان میں

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیوں کے پاس ہے ایک اُوپر کے مکان کا مالک ہے اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اپنے مکان میں میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے ف اسی طرح اُوپر والے کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُوپر کچھ اور بناوے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بناوے علیٰ اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہے جس میں دوسرے کا ضرر نہ ہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہے بحر الرائق ص ایک لمبی گلی ہے اور اُس میں سے ایک اور لمبی گلی پیدا ہوئی ہے جو نافذہ نہیں ہے تو پہلی گلی کے رہنے والوں کو اختیار

نہیں ہے کہ اُس کوچۂ غیر نافذہ میں چلنے کے لئے دروازہ نکالیں اور اگر دوسری گلی گول ہے کہ اُس کے دو کنارے پہلی گلی سے مل گئے ہیں تو پہلی گلی والے اُس میں دروازہ چلنے کے لئے نکال سکتے ہیں صورت اُن دونوں شکلوں کی یہ ہے

غیر نافذہ
کوچۂ اولیٰ
گول کوچہ
کوچۂ اولیٰ
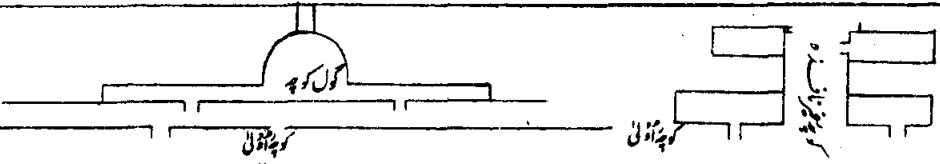
لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کی مقدار ہو یا اُس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرے سے زیادہ ہوگی تو بھی پہلی گلی والوں کو وہاں دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہ ہوگا فرق دونوں صورتوں یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں کوچۂ غیر نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچۂ مستطیلہ کا ہوگا اور اُس میں حق ساکنان کوچۂ مستطیلہ کا بھی شریک ہے بخلاف صورت ثانیہ کے کہ بسبب کوچۂ کلاں ہونے کے تابع کوچۂ مستطیلہ کا نہ ہوگا اور اس میں حق ساکنان کوچۂ مستطیلہ نہ ہوگا صورت اُس کی یوں ہے **ف** اور ان سب صورتوں میں ہوا آنے کے لئے یا روشنی کے لئے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہے عینی لیکن ہدایہ میں ہے کہ اصح یہی ہے کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اوّل کوچے والے کو جائز نہیں خواہ چلنے کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہیں کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر مدعی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی میں **ص** ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے میں ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلاں وقت میں **ف** مثلاً غرۂ رمضان کو **ص** ہبہ کیا تھا قابض نے اُس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اُس نے کہا کہ مدعیٰ علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تھا تو میں نے یہ گھر اُس سے خرید لیا تھا یا یہ نہیں کہا اور گواہ خرید نے بر اُس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہوں نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے **ف** مثلاً شوال یا ذیقعدہ میں **ص** تو گواہی مقبول ہوگی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے **ف** مثلاً ماہ شعبان یا رجب میں **ص** تو گواہی مقبول نہ ہوگی **ف** بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوے کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک میں مدعیٰ علیہ کے تھا اور گواہوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے **ص** ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اُس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہنچتا ہے کہ اس لونڈی سے وطی کرے **ف** اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اُس کی رضا فوت ہو گئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع میں آ گئی تو وطی اُس کو درست ہوگی **ص** ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے دس درہم لیے ہیں پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا بنہرجہ تھے تو اس کی تصدیق کی جاوے گی **ف** یعنی قسم سے اُس کا قول مقبول ہوگا **ص** اور اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اُس کا مقبول نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہیں یا میں نے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا کہ میں نے ثمن وصول پایا یا پورا لیا میں نے بعد اس کے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا بنہرجہ تھے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی **ف** اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کمال مقبوض پر تو بعد اُس کے دعویٰ نقصان کیسے مسموع ہوگا **ص** جاننا چاہیئے کہ زیف اور بنہرجہ قسم سے اُن دراہم کے ہیں کہ جن میں چاندی غالب ہے ملونی پر گر یہ کہ چاندی اُس میں کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن بنہرجہ کا زیادہ ہے زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہیں کرتے اور اُن میں معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہیں لیتا کیونکہ بیت المال میں نہیں داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہیں اور بنہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہیں بنہرجہ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضے یہ کہتے

ہیں کہ وہ درہم ہے جس کا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہیں کہ چاندی جس کی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہے کہ اُس کا تانبا اندر ہو اور اُوپر نیچے پرت چاندی کی ہووے زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں عمرو نے اُس کے جواب میں کہا میرا تیرے اُوپر کچھ نہیں ہے پھر کہنے لگا بلکہ تیرے اوپر ہزار درہم ہیں تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کر کے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعویٰ بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہ ہوگا ص زید نے عمرو پر دعوے کیا ایک مال کا عمرو نے اُس کے جواب میں کہا تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا تب زید نے گواہ قائم کیے اُس مال پر اُسوقت عمرو کہنے لگا کہ میں یہ مال تجھ کو ادا کر چکا ہوں یا تو اس مال سے مجھ کو بری کر چکا ہے اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کیے تو عمرو کے گواہ مسموع ومنظور ہونگے اور امام زفرؒ کے نزدیک منظور نہ ہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں تناقض نہیں ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کسی کا کچھ نہیں ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہے اور اسی طرح بری کرنا کبھی اپنے زعم میں ہوتا ہے اگرچہ حقیقت میں نہ ہو اور اگر عمرو نے جواب دعوے میں اتنا اور کہا کہ میں تجھ کو پہچانتا بھی نہیں تو اب گواہ اُس کے ادائے مال یا ابرائے مدعی پر مسموع ومنظور نہ ہوں گے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ داد وستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفا اور ابرا دو شخصوں میں بدون معرفت اور شناسائی کے نہیں ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ گواہ اُس کے مسموع ومنظور ہوں گے اِس واسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردے میں رہتا ہے اور عورات پردہ نشین گا ہے حکم کرتی ہیں اپنے وکیلوں کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعیٰ علیہ کی طرف سے مدعی کو مال دیکر راضی کر لیتے ہیں باوجود اس بات کے کہ مدعیٰ علیہ اور مدعی میں شناسائی نہیں ہوتی تو ممکن ہے توفیق اس طرح جاننا چاہیے کہ دفع تناقض میں بعضوں کے نزدیک امکان توفیق کافی ہے اور بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اوّل قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہ ہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اُوپر توفیق کے تاکہ دعوے مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ ضرور ہے دعویٰ میں صحت یقیناً تو صرف امکان صحت سے حق مدعیٰ علیہ کو باطل نہ کریں گے باثبات حق مدعی میں کہتا ہوں جہاں پر شک واقع ہووے صحت دعویٰ میں تو وہاں امکان صحت کافی نہ ہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اُس سے طلب ہوئے تو گواہ ہبہ کے نہ لاسکا تو مدعی ہوگیا شرا کا اور گواہ قائم کیے شرا پر اور یہ بیان نہیں کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہے یا بعد وقت ہبہ کے ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اِسواسطے کہ احتمال ہے کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہو اور اس صورت میں دعویٰ باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور احتمال ہے کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اس صورت میں دعوے صحیح ہوجاتا ہے تو اب شک پڑ گیا صحت دعوے میں تو ہم صحیح نہ کریں گے دعویٰ کو شک سے اِس واسطے کہ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوے ہبہ کے یہ معنی ہوں گے کہ پہلے میں نے اُس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہوگیا اور پھر اُس کی ملک میں مکان آگیا پھر اُس نے ہبہ کیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہوں کا اوپر ہبہ کے اور جب نہ ہوویں اُس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوے اُس کا صحیح نہ ہوگا اور مدعا علیہ کا حق شک سے باطل نہ ہوگا اور جہاں پر شک نہ ہو صحت دعویٰ میں تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعیٰ علیہ کا ساتھ شک کے تو وہاں امکان توفیق کافی ہے جیساکہ قائم کیے گواہ مدعیٰ علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابراے مدعی کے بعد انکار کرنے اُسی مدعیٰ علیہ کے مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اُوپر مدعیٰ کے یا قائم کیے گواہ اوپر شرا کے بعد وقت ہبہ کے اِن صورتوں میں شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھو اس قاعدے کو کہ یہ کثیر النفع ہے پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہے صحت دعوے کا کہ کلام اوّل مفید ہو اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہ ہوگا نہیں مانع ہوگا صحت دعوے کا جیساکہ کہا ایک شخص نے نہیں حق ہے میرا کسی سمرقندی پر پھر دعویٰ کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہے دعویٰ اُس کا اور اگر یہ کلام پہلا شخص معین کے لئے صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعویٰ نہیں یا کوئی حق نہیں پھر دعوے کرے تو باطل گنا جاوے گا بسبب تناقض کے زید نے دعویٰ کیا عمرو پر کہ میں نے تجھ سے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ میں تجھے دے چکا اب اس میں یہ عیب نکلا تو میں رد کرتا ہوں اُس کو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ غلام میں نے تیرے ہاتھ نہیں بیچا ص تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اُس کے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے میں نے شرط کر لی تھی ہر عیب سے برات کی ف یعنی

یہ شرط کر لی تھی کہ اگر اس میں کوئی عیب نکلے تو اُس کے مواخذے سے میں بری ہوں غرض عمرو کی اس سے یہ ہے کہ رد نہ ہو سکے **ص** اور گواہ قائم کیے
اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہ ہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مقبول ہے **ف** وہ قیاس کرتے ہیں اس مسئلے کو اُس پر جو گزرا کہ زید
نے دعویٰ کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الیٰ آخرہ طرفین اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ وہ مسئلہ دَین کا ہے اور دَین کبھی یوں ہی
واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس جگہ دعویٰ مدعیٰ علیہ کا بابت برات کے عیب سے مستدعی ہے بیع کو اور بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب
بوجہ تناقض کے مقبول نہ ہوگا **ص** اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اُس کے اخیر میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھ دیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاویگا
اور نزدیک صاحبینؒ کے آخری فقرہ اُس کا ایک نصرانی مر گیا اور اُس کی زوجہ نے کہا میں مسلمان ہوئی بعد موت اُس کی کے **ف** یعنی موت کے
وقت میں بھی نصرانی تھی غرض اُس کی یہ ہے کہ محروم نہ ہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے **ص** اور باقی وارثوں نے نصرانی کے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل
اس کے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اُس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی تھی سامنے اُس کے اور باقی ورثہ
نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اُس کے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفرؒ کے نزدیک پہلے مسئلے میں قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو
کی کچھ امانت تھی اور عمرو مر گیا زید نے بعد اُس کی موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو وہ امانت خالد
کو دیوے اور اگر بعد اُس کے پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اس کا انکار کرے تو قاضی کُل مال خالد ہی کو دلاوے گا **ف** اس واسطے
کہ اقرار اوّل کا کوئی مکذب نہیں اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اوّل تو صحیح نہ ہوگا **ص** اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت
ثابت ہوئی گواہوں سے اور گواہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم سوا اس کے اور کوئی قرض خواہ یا وارث میت کا نہیں جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اُن قرضخواہوں
یا وارثوں میں تو اب اُن سے ضمانت نہ لیجاوے گی اس بات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرض خواہ پیدا ہوگا تو اُس کا حصہ دیں گے اور بعض قاضی جو احتیاطاً
ایسی صورت میں ضمانت لیتے ہیں ظلم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمانت لی جاوے گی **ف** اور اگر وراثت یا دَین اقرار سے ثابت ہوا بالاتفاق
ضمانت لی جاوے گی اور جو گواہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم سوا ان کے اور کسی وارث یا قرض خواہ کو میت کے نہیں جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاوے گی
در مختار **ص** زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے میں ہے اس طرح دعویٰ کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجھکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہے
میراث میں ہمارے باپ سے پہونچا ہے تو قاضی نصف اُس گھر کا زید کو دلاوے گا اور باقی مکان کو عمرو کے آنے تک بکر ہی کے پاس رہنے
دے گا اور اُس سے ضمانت نہ لے گا برابر ہے کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعویٰ کا یا انکار اس واسطے کہ بکر کے قبضے کو میت نے اختیار کیا تھا
پس اُس کے قبضے کو دفع نہ کریں گے اس حال میں کہ مدعی اُس کا حاضر نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعویٰ سے
تو باقی مکان کو اُس کے قبضے میں نہ چھوڑیں گے اِس واسطے کہ انکار کے سبب سے اُس کی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاوے گا اُس سے اور
ایک امین کے پاس چھوڑا جاوے گا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اُسی کے قبضے میں رہنے دیں گے اور ضمانت اُس سے نہ لیں گے
اور اگر یہ صورت منقول میں واقع ہوئی تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے **ف** یعنی انکار اور عدم انکار دونوں صورت میں اُس کے پاس رہنے
دیں گے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک انکار کی صورت میں اُس سے لے لیں گے **ص** اور بعضے کہتے ہیں کہ منقول بصورت
انکار باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ لے لیا جاوے گا مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا تو ہر قسم کے مال میں سے
ثلث دیا جاوے گا **ف** خواہ مال زکوٰۃ کا ہو یا مال غیر زکوٰۃ **ص** اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ خدا کی راہ میں
صدقہ ہے تو مراد اس سے مال زکوٰۃ کا لیا جاوے گا **ف** جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت بقدر نصاب اور غیر مال زکوٰۃ کا صدقہ دینا لازم
نہ ہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کما مر فی الزکوٰۃ اور زفرؒ کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمام اموال کو خواہ مال زکوٰۃ ہووے
یا غیر زکوٰۃ **ص** تو اگر اس کے پاس سوا اموال زکوٰۃ کے کچھ نہ ہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے **ف** اور قوت کی تقدیر

کچھ نہیں واسطے مختلف ہونے احوال آدمیوں کے کہا گیا ہے جو روز کا مزدور ہے وہ ایک دن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جس کی مکان، دکانوں وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اتنا رکھ لے جو اُس کو کافی ہوئے مال آنے تک ص پھر جب مالک ہو تو جتنا مال قوت کے لئے رکھا تھا بقدر اُس کے پھر تصدق کرے ف در مختار میں ایک حیلہ عجیب مرقوم ہے اُس شخص کے لئے جو قسم کھاوے کہ اگر میں یہ کام کروں تو سارا میرا مال صدقہ ہے تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کل ملک کے ایک کپڑا اس مال میں لپٹا ہوا خرید کرے اور اُس پر قبضہ کرے اور دیکھے نہیں پھر وہ فعل کرے جس پر قسم کھائی تھی پھر اُس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اُس پر کچھ صدقہ لازم نہ آوے گا ص ایک شخص کو وصیت کیا میت نے اور وصی کو خبر اُس کی نہ تھی بعد اُس کے وصی نے کوئی چیز ترکے میں سے بیچ ڈالی تو صحیح ہے بیع اُسکی بخلاف وکیل کے کہ اُس کو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اُس نے کوئی تصرف مؤکل کے مال میں کیا تو یہ تصرف جائز نہ ہوگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہ ہوگا جب مؤکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے یا دو شخصوں مجہول الحال ف یعنی اُن کا حال معلوم نہیں کہ فاسق ہیں یا عادل ص نے دی تو اب اُس کا تصرف بعد اُس کے صحیح نہ ہوگا ف کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہے تو اُس میں شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سُنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہ ہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہ ہوگا اور اُس کے تصرفات بعد اس خبر پہونچنے کے مؤکل کے اوپر نافذ ہوں گے ص اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصوں نے سُنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاوے گا ف یعنی درصورت جنایت عبد مولی کو اختیار ہے خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالے کرے تو جب اُس نے یہ خبر سُنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اُس کو تاوان دینا منظور ہے ص اسی طرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چُپ رہ گیا تو شفعہ اُس کا باطل ہو جاوے گا اسی طرح اگر باکرہ عورت کو ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہو جاوے گی اسی طرح اس مسلمان کو جو دار الحرب میں مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام میں اُس نے ہجرت نہیں کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اس پر لازم ہو جاویں گے ف ان سب صورتوں میں خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سُنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت نہ ہوں گے ص لیکن وکیل کرنے کی خبر میں دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہیں بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہو جاوے گی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کرے گا صحیح ہو جاوے گا ف اسی طرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہے اگر خبر دے گا ایک شخص کو اس بات کی کہ تم کو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے تو وکالت ثابت ہو جاوے گی در مختار اور صاحبینؒ کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ یہ معاملات ہیں اور معاملات میں خبر واحد مقبول ہے اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہے ص قاضی یا قاضی کا امین اگر کسی کے غلام کو اس کے قرضخواہوں کے لئے بیچکر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہو جاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہ ہوں گے مشتری قرضخواہوں سے غلام کا ثمن وصول کرے جن کے لئے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہوں کے لئے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور قیمت اُس کی ضائع ہو گئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اُن قرضخواہوں سے جن کے لئے غلام بیچا تھا مسئلہ جاننا چاہیئے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ میں نے اس کے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہے تو تو اُس کا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اُس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہیں اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہے اُس شخص کو کہ سبب اُن سزاؤں کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اُس کا اچھی طرح بیان کر دیوے ف مثلاً زنا میں کہے کہ میں نے زنا کا اُس سے استفسار کیا جس طرح معروف ہے اور اُس نے اقرار کیا اور حکم کیا میں نے رجم کا یا سرقے میں کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اُس نے مال نصاب ایک جائے محفوظ محترز سے لیا جس میں

کوئی شبہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اُس نے قتل عمد کیا بلاشبہ کفایہ ص تو یہ امتثال کرنا اُس کو درست ہیں اور اگر اچھی طرح سبب اُن کا بیان نہ کر سکے تو درست نہیں اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نہ کرے ف مگر اُس صورت میں جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہا ہووے ہدایہ اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ امتثال نہ کرے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ نہ کر لیوے اور علماء نے اس کو پسند کیا ہے ہمارے زمانہ میں اور عیون میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے در مختار لیکن بحر الرائق میں ہے کہ میں نے بعد اس کے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمدؒ نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کی چنانچہ ہشامؒ نے محمدؒ سے رجوع کی روایت کی ہے انتہیٰ اس صورت میں مفتیٰ بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہے ص اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ میں نے تجھ سے جو ہزار روپئے لیے تھے وہ عمرو کے روپئے ثابت کر کے لیے تھے اور وہ میں نے عمرو کو حوالہ کر دیے یا میں نے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلاں کے حق میں تھا اور زید نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ہزار روپئے ظلم سے لے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا میں اُس سے کیے ہیں اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل مجھ سے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہوجاویگا اس فعل میں اور اگر زید کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا مسائل لحاقیہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر ڈالا بعد اُس کے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اُس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اِس وجہ سے میں نے اُس کو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کے اعتبار میں سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاوے گا ہر شخص دوسرے کو قتل کر کے یہی کہے گا جو چیز قاضی پر واجب ہے اُس کی اُجرت لینا درست نہیں جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی پر زبان سے فتوے بیان کر دینا اور تحریر فتوے پر اُس کو اُجرت لینا درست ہے اسی طرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اُجرت لینا بقدر اُجرت مثل درست ہے یہی قول مختار ہے اور قاضی کا خرچ بیت المال میں سے دیا جاوے گا اور یہ خرچ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر رُکا بیٹھا رہتا ہے اُس کا عوض ہے نہ اُجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا درست نہیں قاضی کو یہ پہونچتا ہے کہ گواہوں کا علحدہ علحدہ اظہار لے یعنی اس طرح پر کہ ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہ ہووے مگر دو عورتوں کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک مرد کے ہیں فقط کذا فی الدر المختار والاشباہ والنظائر

ص کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

شہادت کہتے ہیں خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر ف اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمیں ہیں ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعویٰ ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہے کذا فی الاصل ص گواہی دینا فرض ہوجاتی ہے جب مدعی طلب کرے اداے شہادت کو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی انکار نہ کریں جبکہ وہ بلائے جاویں اور فرمایا وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اُس کو چھپاوے تو اُس کا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت کی دل کی طرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جن کا تعلق اعضائے ظاہری سے ہے بحر الرائق میں ہے کہ وجوب اداے شہادت کی سات شرطیں ہیں ایک یہ کہ قاضی جس کے پاس شہادت دی جاوے عادل ہو دوسری قرب مکان اس قدر کہ شہادت دیکر اُسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچویں تعین شہادت پر تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہوں اور اُنھوں نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اور اگر مقبول نہ ہوئی

ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اُس شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اُس کو دو عادل نے اس طرح پر خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دَین لے چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اُس کو دَین اور نکاح اور قتل کی گواہی درست نہیں آور اگر مخبر عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہے گواہی دیں اور قاضی سے اُن مخبروں کا بیان نقل کر دیں چاہے گواہی نہ دیں آور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں ساتویں شرط یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اُس کے اقرار کی گواہی نہ دے **کذا فی الطحطاوی باختصار ص** اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہے حدود میں **ف** جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالےٰ اُس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا **ص** مگر واجب ہے سرقے میں کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلاں نے مال لیا تا مالک کا حق نہ جاوے اور یہ نہ کہے کہ فلاں نے چرایا تا حد واجب نہ ہووے نصاب شہادت زنا کے لئے چار مرد ہیں **ف** عورت کی شہادت اس میں جائز نہیں اور چار مردوں کی قید زنا میں اس واسطے ہوئی کہ اللہ تعالےٰ جلّ شانہ کو چھپانا منظور ہے اور نہیں دوست رکھتا اللہ تعالےٰ اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین میں باوجود اس کے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین میں صرف دو مردوں کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ یعنی جو عورتیں زنا کریں تم میں سے تو گواہ کر لو اُن پر چار مردوں کو تم میں سے آور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر نہ لاویں چار گواہ **ص** اور قصاص اور باقی حدود کے لئے دو مرد ہیں **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ یعنی گواہ کر دو مردوں کو اپنے میں سے آور شہادت عورتوں کی نہ حدود میں مقبول ہے نہ قصاص میں نہ زنا میں بدلیل اُس روایت کے جس کو ذکر کیا صاحبؒ ہدایہ نے کہا زُہری رحمہ نے جاری ہوئی سُنت نزدیک سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں سے جو حضرتؐ کے بعد تھے اس بات کی کہ نہیں ہے شہادت عورتوں کی حدود اور قصاص میں کہا زیلعیؒ نے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مُصنف میں لیکن اُس میں قصاص کا لفظ نہیں ہے میں کہتا ہوں اُس میں وکار کا لفظ موجود ہے اور مراد اس سے قصاص ہو سکتا ہے **ص** اور کنواری ہونے اور جننے اور عورتوں کے اُن عیبوں کے لئے جن سے مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہے **ف** اسی طرح لڑکے کے رونے میں واسطے نماز کے اور ثبوتؒ ارث کے آور دو عورتوں کا ہونا محتاط ہے **درمختار** ہدایہ میں دلیل اس کی یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی عورتوں کی جائز ہے اُن چیزوں میں جن کی طرف نہیں نظر کر سکتے مرد زیلعی نے تخریج میں لکھا غریب ہے آور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے مبسوط میں عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ غَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُجَاهِدٍ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءِ بْنِ رَبَاحٍ وَطَاؤُسٍ قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إِلَيْهِ اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلیٰ بالف ولام اور مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل وکثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتیں احسن ہیں آور عبدالرزاقؒ نے زہریؒ سے روایت کی کہ سُنت جاری ہے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اُس امر میں جائز ہے جس پر اُن کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا از قبیل ولادت نساء اور عیوب نساء انتہیٰ آور اگر ان باتوں کی ایک مرد گواہی دے تو صحیح یہ ہے کہ مقبول ہوگی آسی طرح تنہا معلّم کی گواہی وقائع اطفال میں مقبول ہے آور صرف عورتوں کی گواہی غلام کے قتل میں واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہ ہووے اور قصاص واجب نہ ہوگا **درمختار وحموی ص** اور جو عورت میں عیب ایسا ہو کہ اُس پر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہیں جیسے ایک اُنگلی زائد ہونا تو وہاں ایک عورت کی شہادت کافی نہ ہوگی **ف** اِس واسطے کہ یہاں کچھ ضرورت نہیں **ص** ان کے سوا اور مقدمات میں ضرور ہے کہ یا [illegible] دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں **ف** اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

یعنی گواہ کرلو دو مردوں کو اپنے میں سے اور اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں اُن گواہوں میں سے جن سے تم راضی ہو **ص** برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہوں یا غیر مالی **ف** مالی جیسے بیع اور شراء اور اعادہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی **ص** جیسے نکاح طلاق رضاع وکالت وصیت اور امام شافعیؒ کے نزدیک مقدمات غیر مالی میں شہادت عورت کی مقبول نہ ہوگی اور جتنی قسمیں شہادت کی ہیں سب میں یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہووے **ف** یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہ ہو صغائر پر اور صلاح و صواب اُس کا اکثر ہو اُس کے فساد و خطا سے ط و نہایہ **دُرِّ مختار** میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہ ہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے **ص** شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہیں ہے قاضی پر کہ قبول کرے لیکن اگر اُس نے قبول کیا اور حکم دیدیا تو صحیح ہو جاوے گا حکم اُس کا **ف** اور قاضی گنہگار ہوگا **فتح در مختار** میں ہے کہ قنیہ اور مجتبیٰ میں جو قبول ہے کہ فاسق اگر لوگوں میں صاحب مروت اور جاہ ہوے تو شہادت اُس کی قبول کی جاوے گی سو یہ ابو یوسفؒ کا قول ہے **کذا فی البحر** اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین بن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے بمقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے میں سے مقید کیا اللہ تعالیٰ نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانے کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق کی قبول کیجاوے اس واسطے کہ کم لوگ خالی ہیں فسق سے اور شائع ہوگیا ہے فسق لوگوں میں بدرجہ غایت حتیٰ کہ عادل لوگ اقل قلیل ہیں تو اُن پر بنائے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آوے گا تضییع حقوق ناس اور یہ محذور ہے شرعاً و عرفاً اور فقہائے متقدمین سے بھی یہ منقول ہے فتاوٰے تاتار خانیہ میں ہے کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اس واسطے کہ فسق اس پر طاری ہے اور اصل میں وہ سعید ہے فرمایا حضرتؐ نے کُلُّ مُؤْمِنٍ ذُوْ سَعَادَۃٍ یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہے اور اسی پر اعتماد ہے **انتہیٰ** مگر یہ ضرور ہے کہ وہ فاسق صاحب مروت اور جاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہیں بَلْ فِیْ زَمَانِنَا ھٰذَا الْفَاسِقُ اِذَا کَانَ وَجِیْهًا ذَا مُرُوَّۃٍ یَغْلِبُ عَلَی الظَّنِّ اَنَّهٗ لَا یَکْذِبُ فِی الشَّهَادَۃِ اَوْ دَلَّتِ الْقَرَائِنُ عَلٰی صِدْقِهٖ یُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ یعنی ہمارے زمانے میں فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولے گا شہادت میں اور قرینہ دال ہو اس کی راست گوئی پر تو قبول کی جاویگی شہادت اُس کی اور جامع الفتاویٰ میں ہے وَاَمَّا شَهَادَۃُ الْفَاسِقِ فَاِنْ تَحَرَّی الْقَاضِیْ الصِّدْقَ فِیْ شَهَادَتِهٖ تُقْبَلُ وَاِلَّا فَلَا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان میں ہووے صدق اُس کا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہیں قبول کیجاویگی شامیؒ نے نقل کیا دُر سے وَفِی الْفَتَاوَی الْقَاعِدِیَّۃِ ھٰذَا اِذَا غَلَبَ عَلٰی ظَنِّهٖ صِدْقُهٗ وَھُوَ مِمَّا یُحْتَفَظُ وَظَاهِرُ قَوْلِهٖ وَھُوَ مِمَّا یُحْتَفَظُ اِعْتِمَادُهٗ یعنی قبول شہادت فاسق جب ہے کہ قاضی کے گمان غالب میں اُس کا صدق ہووے اور یہ اُن باتوں میں سے ہے کہ یاد رکھی جاویں گی اور ظاہر قول اُس کا یاد رکھا جاوے یہ ہے کہ اس پر اعتماد ہے اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ نص صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہادت دو عادلوں کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے فَافْهَمْ وَاسْتَقِمْ **ص** اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہد لفظ شہادت کے **ف** یعنی اَشْهَدُ بصیغہ مضارع جس کے معنی یہ ہیں گواہی دیتا ہوں **فی درمختار** وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہیں سب میں لفظ شہادت مذکور ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور فرمایا وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِذَا رَاَیْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے اور روایت کی ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہے آفتاب کو بولا کہ ہاں فرمایا اُس کے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اس کا ابن عدی نے

ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اُس کی حاکمؒ نے لیکن خطا کی بلوغ المرام ص تو اگر شاہد نے لفظ اشہدُ کا نہ کہا بلکہ کہا اَعْلَمُ یا اَتَیَقَّنُ یعنی جانتا ہوں میں یا یقین رکھتا ہوں تو اُس کی شہادت مقبول نہ ہوگی امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرکے اُسکی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت نہ کرے یہاں تک کہ خصم جرح نہ کرے ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کتاب البیوع میں عمرو بن شعیبؓ سے اُنھوں نے اپنے باپ سے اُنھوں نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہیں بعض اُنکے اُوپر بعض کے مگر جس کو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمرؓ نے ایک کتاب طرف ابی موسیٰؓ کے اور اُس میں لکھا کہ مسلمان عادل ہیں بعضے اُنکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد میں یا تجربہ کار ہو شہادت زور میں یا قریب ہو تیرا ولا میں یا قرابت میں روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے ایک طریق سے کہ اُس میں عبداللہ ابو حمید ہے اور وہ ضعیف ہے اور نکالا اُس کو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اُس کو اور نکالا اُس کو بیہقیؒ نے ایک اور طریق سے سوا اُن دونوں طریقوں دارقطنیؒ کے ص مگر حدود و قصاص میں بغیر جرح خصم کے بھی اُن کی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر مقدمے میں اُنکی عدالت دریافت کرے خفیہ اور ظاہر ف اور یہی مذہب شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے ص اور اُسی پر فتویٰ دیا جاوے گا ہمارے زمانے میں ف فقہا نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف اختلاف زمانے کا ہے نہ خلاف حجت و برہان کا اس واسطے کہ امام صاحبؒ کے زمانے میں صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبینؒ کے وقت میں زمانہ فاسد ہوگیا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ امام اعظمؒ قرن تابعینؒ میں تھے جن کے واسطے حضرتؐ نے بشارت دی ہے اس بات کی کہ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْئُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ متفق علیہ یعنی بہتر قرنوں کا قرن میرا ہے پھر قرن اُن لوگوں کا جو اُنکے نزدیک ہیں پھر آوے گی ایسی قوم کہ قسم اُن کے آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحبؒ باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین میں سے ہیں لیکن اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہے اس لئے کہ فقہائے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہیں بہت سے صحابہؓ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے میں وہ ثابت نہیں ہے اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہے قول سے محققین کے کہ امامؒ نے چار صحابیوں کو پایا ہے اور وہ انس بن مالک ہیں بصرہ میں اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ ہیں کوفہ میں اور سہل بن سعید ساعدیؓ ہیں مدینہ میں اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں کہا ابن حجرؒ نے کہ روایت کی امامؒ نے ابن ابی اوفیٰ سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیبؒ نے تاریخ بغداد میں کہ امامؒ نے دیکھا انس بن مالکؓ کو اور کہا ابن حجرؒ نے دیکھنا امامؒ کا انسؓ کو صحیح ہے جیسا کہ کہا ذہبیؒ نے کہ دیکھا امامؒ نے انسؓ کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کہا امامؒ نے دیکھا میں نے اُن کو کئی بار اور تھے انسؓ خضاب کرتے سُرخ اور آیا ہے کئی طریقوں سے کہ امامؒ نے روایت کیں اُن سے تین حدیثیں اور بعض نے جو نفی کی ہے تو وہ معارض اثبات اُن لوگوں کی نہ ہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل میں مقدم ہے نفی پر باتفاق علماء اور نہیں انکار کرے گا اُس کا مگر مکابر معاند جس کو امامؒ کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْعِنَادِ وَسُوْءِ الْفَهْمِ ص اور کافی ہے دریافت کر لینا خفیہ اس واسطے اگر مزکی رو برو شاہد کے اُس کے عیوب بیان کرے تو دونوں کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہے شاہد کے سامنے اُس کا حال کہنے سے ف امام محمدؒ سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہے ہدایہ ص اور کافی ہے تزکیہ کے لئے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضوں نے کہا ضرور ہے کہ مزکی یوں کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہے تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر اصح یہ ہے کہ فقط عادل کہہ دینا کفایت ہے کیونکہ آزادی اصل ہے دار الاسلام میں صاحب خصومت یعنی مدعیٰ علیہ اگر مدعی کے گواہوں کو اس طرح عادل بتاوے کہ یہ گواہ عادل ہیں لیکن اُنھوں نے شہادت میں خطا کی یا بھول گئے تو اس کا اعتبار نہیں ف اس وجہ سے کہ مدعی کے نزدیک مدعیٰ علیہ جھوٹا ہے اپنے انکار میں باطل پر ہے اپنے اصرار میں تو تعدیل اُس کی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تعدیل مدعا علیہ کی درست ہے مگر محمدؒ کے نزدیک ایک شخص اور بھی چاہیئے ساتھ مدعیٰ علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ اُن کے نزدیک عدد شرط ہے تزکیہ میں ہدایہ ص اور اگر مدعیٰ علیہ نے یہ کہا کہ مدعی

کے گواہ عادل ہیں اُنھوں نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاوے گا دعویٰ کا اور تزکیۂ شہود میں قول ایک شخص کا کافی ہے اُسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لئے اور قاضی کے پیغام پہونچانے کے لئے طرف مُزکی کے ایک شخص کافی ہے اور دو کا ہونا محتاط ہے اور یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک دو شخص ضرور ہیں اور یہ اختلاف اُس تزکیہ میں ہے جو خفیہ ہو اور تزکیۂ علانیہ میں خصافؒ نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہیں سب کے نزدیک اِس واسطے کہ تزکیۂ علانیہ مثل شہادت کے ہے یہاں تک کہ تزکیۂ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہیں ہے **ف** بخلاف تزکیۂ خفیہ کے کہ اُس میں عبد مُزکی ہو سکتا ہے ہدایہ **ص** اور ضرور ہے کہ مُزکی عادل ہووے تو تزکیۂ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہیں ہے **ف** مجہول الحال وہ شخص جس کی عدالت اور فساد کا علم نہ ہووے **ص** جس نے اپنے کانوں سے سُنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سُنا یا اقرار کو **ف** یعنی مقر کی زبان سے سُنا **ص** یا قاضی کی زبان سے اُس کا حکم سُنا یا آنکھوں سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اُس کو شہادت دینا درست ہے اگرچہ وہ گواہ اُس وقت نہ بنایا گیا ہووے اُس پر اور کہے گواہی دیتا ہوں میں اور نہ کہے گواہ کیا اُس نے مجھ کو اس صورت مذکورہ میں **ف** ماحصل مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں سُننے سے متعلق ہیں جیسے بیع و شراے زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اُس کو اگر اپنے کانوں سے سُنے تو شہادت دینا اُس کی درست ہے اور جو چیزیں دیکھنے سے متعلق ہیں مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اُس کو جب اپنی آنکھوں سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیئے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس طرح کہ اُس نے اقرار کیا حلال نہیں اگرچہ وہ کتابت معتد بہا اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ بعد حمد و صلوٰۃ معلوم کرنا چاہیئے کہ تمھارے میرے اُوپر اتنے روپئے آتے ہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمایش سیاہی یا قلم کے لئے ہوتا ہے البتہ اگر لکھ کر شہود کے سامنے پڑھے تو ان کو گواہی دینا اُس کی درست ہے اگرچہ وہ اُن کو گواہ نہ کرے اسی طرح اگر پڑھا اُس کو کسی اور نے اور کاتب نے یہ کہا کہ گواہ ہو تم اس روپئے کے میرے اُوپر اور اگر کاتب نے گواہوں کے سامنے لکھ کر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اُوپر تو اگر اُن گواہوں کو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاوے گا ورنہ نہیں طحطاوی و شامی **ص** اور گواہ کی گواہی سُنکر اُس پر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اُس کو گواہ نہ بناوے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اُس کی گواہی سُنی تو اب اُس کو اُس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہیں جب تک وہ شاہد اس کو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سُنا کر گواہ کر رہا تھا تو اُس کو یہ نہیں پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سُنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اُس شخص کو شاہد بنایا جس کو سُنا رہا تھا نہ اس کو **ف** شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اس کو عربی میں شاہد علی الشاہد کہتے ہیں نہایہ میں ہے اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی میں ادائے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہے البتہ اُس صورت میں جائز نہیں جب غیر مجلس قاضی میں وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل متن کتاب میں اس کے مخالف ہے جیسا کہ معلوم ہوا مجھ کو توضیح اُس صورت میں ہے جو نہایہ میں ہے اور یہی مستنبط ہے تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہیں کہ صدر الشریعۃ نے اس کے خلاف کہاں سے کہا **ص** اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جس نے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اُس کو یاد نہیں یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے **ف** خلاصہ میں ہے کہ امام اعظمؒ نے جمیع اُمور میں احتیاط اختیار کی لہذا اُن سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اِس واسطے کہ امامؒ نے بارہ سو مردوں سے سماعت کی مگر امامؒ کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع اور روایت کے وقت بھی تو امامؒ کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر اُن میں سے کوئی چیز اُس کو یاد نہ ہو اور اُس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مُہر ہے تو اُس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح **ص** اس واسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے خط کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے جب اُس نے پہچانا کہ یہ میرا خط ہے

اِس واسطے کہ تبدیل اُس میں نادر ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ اختلاف اِس میں ہے کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر میں اور قاضی کو حادثہ یاد نہیں تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے مدعا علیہ پر حکم دے سکتا ہے صاحبینؒ کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اُس کے قبضے میں ہے تو اُس میں احتمال تغیر و تبدل کا نہیں ہو سکتا اور امام صاحبؒ کے نزدیک نہیں دے سکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے جب تک کہ حادثہ یاد نہ ہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہے **ف** تو اگر کسی نے اپنی شہادت تمسک میں لکھی پائی اور اپنا خط اُس نے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہیں۔ ہے تو اگر تمسک مدعی کے ہاتھ میں نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہووے قاضی یا شاہد کے پاس تو اُس کو شہادت دینا درست ہے صاحبینؒ کے نزدیک ورنہ درست نہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہووے تب بھی شہادت دینا درست ہے جب کہ اُس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہ ہو لوگوں پر آسان کرنے کے لئے **کذا فی البحر الرائق ص** ایسی چیز کی گواہی نہ دے جس کو معائنہ نہ کیا ہو **ف** یعنی نہ اپنے کانوں سے سُنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزوں میں اور نہ آنکھوں سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزوں میں **ص** محل سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول **ف** یعنی وطی زوج ساتھ زوجہ کے **ص** اور ولایت قاضی **ف** یعنی جب سُنا کہ فلاں شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اُس کو اُس کے قضا کی شہادت درست ہے اگرچہ اُس نے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو **ص** اور اصل وقف نہ شرائط وقف میں **ف** اصل وقف سے مراد یہ ہے کہ فلانا مکان وقف ہے فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتیں متعلق ہیں اُس سے لیکن دُرِ مختار میں ہے کہ بقول مختار شرائط وقف میں بھی شہادت سمی جائز ہے اسی طرح مہر میں بھی **ص** مگر شرط اس کی یہ ہے کہ شاہد کو ان باتوں کی دو عادل شخصوں نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتوں نے خبر دی ہو **ف** مگر ہدایہ میں ہے کہ موت میں شاہد کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سُن لیوے اور ضرور ہے **ص** کہ شاہد ان صورتوں میں قاضی کے سامنے یہ نہ کہدیوے کہ میں شہادت دیتا ہوں بسبب سماع کے یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہہ دے گا تو باطل ہو جاوے گی شہادت اُس کی **ف** درمختار میں ہے کہ بطلان شہادت اُسی صورت میں ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ سُنا ہم نے لوگوں سے اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جائز ہے سب اُمور میں تو گواہوں کو چاہیئے کہ شہادت مطلق دیویں ان مقدمات میں تو اگر استفسار کی نوبت نہ پہونچے تو بہتر ہے اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کس طرح دیتے ہو یا تم کو کہاں سے معلوم ہوا تو اُس کا جواب اسی طور سے دیویں کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہے اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاویں تا مشہود لہٗ کا حق ضائع نہ ہووے **ص** ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا میں کہ اُس کے پاس تخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہیں تو اُس کو گواہی دینا درست ہے زید کے قاضی ہونے کی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر میں رہتے ہیں اور آپس میں اس طرح اختلاط کھُلّم کھُلا رکھتے ہیں جیسے جورو خاوند تو اُس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہے کہ یہ عورت زوجہ اُس مرد کی ہے یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے میں اِس طرح پر دیکھی جیسے مالکوں کے تصرف میں ہوتی ہے تو اُس کو شہادت دینا اس بات کی درست ہے کہ یہ چیز زید کی مملوک ہے **ف** اگرچہ اُس نے سبب ملک کا مشاہدہ نہ کیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل میں علم و یقین ہو جاوے اِس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہے تو اگر ایک چیز بیش بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہ ہوگی **طحطاوی** اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہیں جو عاقل ہوں یعنی اپنے دل کی بات بیان کر سکتے ہوں برابر ہے کہ بالغ ہوں یا غیر بالغ تو اُن میں صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہیں البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہوں کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہوں تو اُن میں قبضے سے شہادت بالملک دے سکتے ہیں مانند سائر اشیاء کے **ص** جس شخص نے یہ گواہی دی کہ میں زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا میں نے اُس پر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لئے مقبول ہوگی اِس واسطے کہ مرتے وقت نہیں دیکھتے ہیں مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن میں یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معائنہ موت کے ہے اور عادۃً اس میں التباس نہیں ہوتا **مسائل الحاقیہ** جو شخص پردے میں بیٹھا ہوا اور اُس سے پردے کی آڑ میں

شاہد نے ایک کلام سُنا تو اُس پر شاہد کو شہادت دینا درست نہیں مگر دو صورتوں میں پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اس کوٹھری میں سوا مقر کے اور کوئی نہیں ہے صورت اُس کی یہ ہے کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہاں صرف مقر کو دیکھا بعد اُس کے باہر آنکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اُس کوٹھری کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہیں ہے اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اُس کی شہادت دینا درست ہے لیکن اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دے گا تو اُس کی شہادت مقبول نہ ہو گی دوسری صورت یہ ہے کہ مقرہ عورت ہے شاہد نے اُس کا جُثہ دیکھا اور اُس کی آواز سُنی بعد اُس کے دو مردوں نے شاہد سے کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلاں بن فلاں کی ہے تو بھی اُس کو شہادت اُس کے بیان پر درست ہے اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اُس عورت کا جُثہ نہ دیکھا تو اُس کو گواہی دینا اقرار پر درست نہیں اگرچہ دو گواہ اُس شاہد سے کہدیں کہ مقرہ فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا مُنھ کھول دیا گواہوں کے سامنے اور یہ کہا کہ میں فلاں بن فلاں کی بیٹی ہوں میں نے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہوں کو بغیر دو مردوں کے بیان کیے کہ یہ فلانی فلاں ابن فلاں کی بیٹی ہے اقرار پر شہادت دینا درست ہے جب تک وہ عورت زندہ ہے کیونکہ ممکن ہے شاہدوں کو کہ اُس کی طرف اشارہ کر دویں اور جب مر گئی تو اب اُن گواہوں کو احتیاج ہے دو عادلوں کی گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے **شامی** مسئلہ مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعویٰ میں خط اقراری مدعیٰ علیہ کا پیش کیا مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور قاضی نے اُس سے لکھوایا اور دونوں خط ماہرین کی نگاہ میں یکساں ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوئے تو قاری الہدایہ کے فتویٰ کے موافق مدعیٰ علیہ پر حکم مال مدعی کا کر دیا جاوے گا اگرچہ قاضی خاں نے اُس کے خلاف کو صحیح کہا ہے اور بہت سے فقہا نے اس کو رد کیا ہے اور درمختار میں قاضی خاں کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے لیکن اس صورت میں اتفاق ہے کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعا علیہ کے انکار کی تصدیق نہ ہو گی اور مال اُس پر لازم کیا جاوے گا اور اگر مدعا علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہے اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گزاری اس طرح پر کہ شاہدوں نے معائنہ کیا ہو اُس کو لکھتے ہوئے مدعا علیہ کو یا مدعا علیہ نے لکھ کر شہود کو سُنایا ہو اور وہ تحریر مستند معنون ہو تو حکم اُس مال کا مدعیٰ علیہ پر کر دیا جاوے گا اور اُس کے انکار کی طرف التفات نہ ہو گا یہ خلاصہ ہے تحقیق فقہائے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموص اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

ص باب بیان میں اُن لوگوں کے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں

ف اس باب میں اسی کا ذکر ہے نہ اس بات کا کہ کن لوگوں کی گواہی صحیح ہے اور کس کی صحیح نہیں اس واسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نہ کی جاوے گی اور قاضی اگر حکم کر دے اُسکی شہادت سے تو صحیح ہو جاوے گا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ اُنکی شہادت صحیح نہیں ہے لیکن خزانۃ المفتیین میں ہے کہ جس وقت قاضی نے حکم کر دیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کر چکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کو اس کا ابطال نہیں پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اُس کے بطلان کا قائل ہووے **شامی** **ص** شہادت قبول کیجاوے گی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہیں کہ جن کا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہیں اور اصول اُنکے چھ فرقے ہیں جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہ معطلہ اور ہر ایک میں بارہ بارہ فرقے ہیں تو سب ملا کر بہتر فرقے ہوئے **ف** جیسا روایت ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہو گی اُمت میری بہتر فرقے سب جاویں گے جہنم میں مگر ایک فرقہ پوچھا اصحابؓ نے کہ وہ کون سا فرقہ ہے یا رسول اللہ فرمایا آپ نے جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ ہیں روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور احمدؒ اور ابو داؤدؒ کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں جاویں گے اور

ایک فرقہ جنت میں اور وہ فرقہ سنت وجماعت کا ہے جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے اُس کو کسی کا اختیار نہیں جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہیں
کہ بندہ اپنے افعال میں بالکل مختار اور اپنے کاموں کا آپ خالق ہے اور نفی کرتے ہیں قضاوقدر کی روافض اکثر صحابہؓ وشیخینؓ کی تکفیر کرتے ہیں
اور مبالغہ کرتے ہیں مدح میں حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور دیگر اہل بیت کی اُن کی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہیں حضرت عثمانؓ اور علیؓ کی اور دشمن
ہیں اہل بیتؓ کے اور بھی تکفیر کرتے ہیں طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہیں اللہ تعالےٰ کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق میں صفات مخلوق کے
ثابت کرتے ہیں قہستانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہے ترجیہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کرتا معطلہ کہتے ہیں کہ اللہ
تعالےٰ بیکار محض ہے یعنی صفات سے اُس کو خالی سمجھتے ہیں معاذ اللہ ص اور بعضے فقہا فرق کرتے ہیں اُن اہل ہوا میں جن کا اعتقاد کفر تک ہو پہنچ
گیا ہے اور جن کا اعتقاد کفر تک نہیں پہونچا ف تو شہادت نہیں قبول کرتے فرقہ اولیٰ کی اور قبول کرتے ہیں فرقہ ثانیہ کی ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک
ان میں سے کسی کی شہادت مقبول نہیں بسبب اُن کے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اعتقاد کو باطل جان کر نہیں اختیار کرتے بلکہ اُسی اعتقاد کو
دینداری سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق اِن سب فرقوں کے حرام ہے اور خطابیہ ایک فرقہ ہے کٹے رافضیوں
میں سے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ پر قسم کھالیوے تو اُس کے واسطے شہادت درست ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اپنے گروہ کے لئے
شہادت کو واجب سمجھتے ہیں ف اگرچہ جھوٹی ہو چلپی حاشیۂ شرح وقایہ میں ہے کہ خطابیہ بفتح خاے معجمہ اور طاے مشددہ ایک فرقہ ہے کٹے رافضیوں
میں سے منسوب طرف ابوالخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفے میں قتل کیا اس کو عیسیٰ بن موسیٰ نے اور سولی دی اُس کو کناسہ میں اس واسطے
کہ اُس کا گمان یہ تھا کہ علیؓ خداے اکبر ہیں اور جعفر صادقؓ خداے اصغر نعوذ باللہ منہ ص اسی طرح قبول کی جاویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور
مستامن پر اگرچہ اُن دونوں کی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہوں ف شہادت ذمی کی ذمی
پر مقبول ہے ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نہیں مقبول ہے اس واسطے کہ وہ فاسق ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْكَافِرُونَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ اِسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہیں ہے بالاتفاق تو ہو گیا مثل مرتد کے کہ شہادت اُس کی نہ دوسرے مرتد پر مقبول
ہے نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاریٰ کی بعض کی اُن میں سے بعض پر اخراج کیا
اُس کا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ہاں روایت کی ابن ماجہ نے سنن میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ جائز رکھی
آپ نے شہادت ذمیوں کی اوپر ذمیوں کے اور فسق اُس کا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہے قبول شہادت سے اس واسطے کہ کذب اُس کے نزدیک
بھی حرام ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے سب ملتوں میں انتہیٰ مافی الہدایۃ ملخصاً اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہوں جیسے ترک اور روم تو
اُن کی شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول نہ ہوگی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نہ کی جاوے گی اور کفر میں اختلاف
دین کا اس واسطے اعتبار نہ ہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت میں داخل ہیں ص اور قبول کی جاوے گی شہادت اُس دشمن کی جو بسبب دین
کے عداوت رکھتا ہو ف یعنی اگر دو مسلمانوں میں عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اِس واسطے کہ عداوت دینی میں
احتمال کذب کا نہیں ہے برخلاف عداوت دنیاوی کے جس کا بیان آگے آوے گا ص اور اُس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہوں سے
اور نہ اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہوں پر اور غالب ہو صواب اُس کا اُس کی خطا پر ف یہی معنی عدالت کے ہیں جیسا کہ اوپر گذرا ص جاننا چاہیئے
کہ علماؒ نے کبائر کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کبائر سات ہیں ایک شرک کرنا ساتھ اللہ کے ف یعنی جو باتیں مختص ہیں اللہ تعالےٰ کے
کے ساتھ وہ غیر کے لئے ثابت کرنا مثلاً سواے خدا کے کسی کو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لئے ثابت
کرنا ص دوسرے بھاگنا کفار کے مقابلہ سے جہاد میں تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی ناحق چوتھے خون ناحق کرنا پانچویں طوفان جوڑنا مسلمان کو
چھٹے زنا ساتویں شراب پینا اور بعضوں نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہے اور بیشک وارد ہوا حدیث میں کہ تم سات گناہوں سے

جو ہلاک کرنے والے ہیں شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اُس نفس کا جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلے کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان عورتوں پاک دامنوں کو ف روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ نے ابو ہریرۃؓ سے ص اور فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبائر شرک کرنا ہے ساتھ اللہ کے اور نافرمانی والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی کھانا عمداً ف روایت کیا اس کو بخاریؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اور انسؓ کی روایت میں جھوٹی گواہی ہے بدلے میں جھوٹی قسم کے متفق علیہ ص تو صحیح یہ ہے کہ یہ حدیثیں نہیں ہیں واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جس کو فاحشہ کہیں جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا کوئی نص قاطع وارد ہو اُس کے مرتکب کے لئے عذاب کی دنیا یا آخرت میں اور کہا امام حلوائیؒ نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو شنیع ہو مسلمانوں میں اور اس میں ہتک حرمت الٰہی ہووے یا ہتک حرمت دین ہو تو عدالت میں جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہے اُسی طرح یہ بھی چاہیئے کہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اسواسطے کہ اصرار کرنا یعنی بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہے اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اُس کا خطا پر یعنی نیکیاں اُس کی برائیوں پر زیادہ ہوویں اسواسطے کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ اس کے سوا اور ایک قید ضرور ہے وہ یہ کہ بچے اُن افعال سے جو دلالت کرتے ہیں خست اور دنائت یعنی بے مروتی اور بے لحاظی پر جیسے راستے میں کھانا کھانا یا راہ میں پیشاب کرنا اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو مگر اُس صورت میں جب اُس نے دین کو ہلکا سمجھکر ختنہ نہ کیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اُسکی شہادت مقبول نہ ہوگی در مختار ص اور خصی کی ف یعنی جس کے خصیے نکالے گئے ہوں اِس واسطے کہ اُس میں اُس کا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ جبراً اس کا ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے کسی کا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کہ حضرت عمرؓ نے قبول کی شہادت علقمہ خصی کی یا ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے ص اور ولد الزنا کی ف اِس واسطے کہ یہ اُس کے ماں باپ کا فسق ہے اُس کا اس میں اختیار نہیں ص اور امام مالکؒ کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا میں مقبول نہیں اس لئے کہ وہ چاہے گا کہ دوسرا بھی مثل میرے ہو اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی طرف سے واسطے تحصیل حقوق واجبہ کے معین ہیں جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے ص بشرطیکہ معین نہ ہوں ظلم پر اس واسطے کہ نفس عمل فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت ہو کہ بیہودہ نہ بکے اپنے کام میں تو شہادت اُس کی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اس واسطے کہ مروی ہے ابی یوسفؒ سے کہ فاسق جب وجیہ ہووے جرأت نہیں کرتا ہو کذب پر تو شہادت اُس کی مقبول ہے ف اور اُوپر اس کی تحقیق گزر چکی ص اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے اور اپنے چچا کے لئے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی ص اور سُسرالی کے لئے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس یہ سب درست ہے ص اور نہیں مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت میں امام صاحبؒ سے ہے کہ گواہی اندھے کی اُن چیزوں میں جن میں شہادت سمعی ہو جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفرؒ کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتویٰ نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے کی گواہی مطلقاً درست نہیں در مختار ص اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک قبول کی جاوے گی شہادت اندھے کی اُس صورت میں جب انکھیارا ہووے وقت اُٹھانے شہادت کے ف یعنی جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت کے دو کنارے ہیں ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جس وقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اُس کو وقت تحمل شہادت کہتے ہیں اور ایک اخیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کر دیتا ہے قاضی کے سامنے اُس کو وقت ادائے شہادت کہتے ہیں ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے آنکھ والا تھا اور اسی طرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اُس کی شہادت کے ساتھ قضا درست نہیں طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے ف شامی نے کہا کہ اور سب کتابوں سے اِس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوے قول طرفینؒ پر ہی ہو گا ص اور نہیں مقبول ہے شہادت غلام کی اور اُس شخص کی جس کو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ

کرلیوے ف اور شافعیؒ کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا یعنی نہ قبول کرو گواہی اُن لوگوں کی جنھوں نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی کبھی ص مگر اُس شخص کی جس کو حد قذف حالت کفر میں پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اب اُس کی گواہی مقبول ہے اور نہیں ہے مقبول شہادت اُس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے ف نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اس واسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فاسق کی گواہی کسی پر مقبول نہیں یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابوں میں سے لیکن محققین فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ مراد عداوت دُنیاوی سے یہ نہیں کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا وہ اُس کا دشمن ہوگیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہیئے جیسے ولی کی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والوں کی جن کا اسباب لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت مقبوضہ یہ ہے کہ قبول کی جاوے گی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے چلپی لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہوچکا کہ عداوت رکھنا بسبب دُنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اُس کا عادل کیسے رہے گا اس لحاظ سے صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے ص اور نہیں مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لئے البتہ ان کے اُوپر درست ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہیں اور عدو کے لئے درست ہے ف اصل جیسے باپ دادا ماں نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی آور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لئے ناجائز ہے ویسے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لئے اور اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جس کو بیان کیا صاحب نہایہ نے کہ نہ قبول کی جاوے گی شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولیٰ اپنے کے اور نہ مولیٰ کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن ذکر کیا ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اُس کو خصافؒ نے یعنی ابوبکر رازیؒ نے اپنی سند طویل سے حضرت عائشہؓ سے آور روایت کیا عبدالرزاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے قول شریح قاضی کا مثل اس کے اشباہ والنظائر میں ہے کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہیں ایک یہ کہ زوج نے عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدوں کے ساتھ گواہی دی دُوسرے یہ کہ زوج نے سے ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اس کا مدعی ہے ص اور نہیں مقبول ہے گواہی مولےٰ کی واسطے غلام اپنے کے اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت میں ف یعنی جس چیز میں شریک ہیں دلیل اُن مسئلوں کی وہی حدیث حضرت عائشہؓ اور اثر شریح کا ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ نہیں جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اُس چیز میں جس میں شرکت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت میں شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے ص اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے ف اس کی دلیل بھی اوپر گزری مراد اجیر سے یہاں وہ چیلہ خاص ہے جو اپنے اُستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہے اور اُس کا نفع اپنا نفع سمجھتا ہے نہ نوکر ماہانہ یا سالانہ کا کذا فی الاصل آس باب میں دوسری بھی حدیث آئی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے جائز رکھی روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے آور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہے اور بعضوں کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص ہے یعنی نوکر جس کی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہووے اس سے احتراز ہوگیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ ان کی گواہی مستاجر کے لئے درست ہے اور شہادت اُستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہے درمختار ص اور نہیں مقبول ہے شہادت اُس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہے ف یعنی عورتوں کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہے اور لواطت کراتا ہے جیسے زنانے اس ملک کے سُنن ابوداؤدؒ میں ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

عدم قبول شہادت عدو دنیوی

نے کہ لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر اور عورتوں میں سے اُن عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہیں جماع پر اور نرمی اور لچلچا پن ہو اُس کے اعضا میں تو اُس کی گواہی مقبول ہے ف اِس واسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے درمختار میں ہے کہ مخنث بمعنی اوّل بفتح نون ہے اور بمعنی ثانی بکسر نون ص اور نہیں مقبول ہے شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنے والی کی ف اِس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو اگر اُس کا گانا دفع وحشت کے لئے ہو تب بھی حرام ہے دُرمختار منع کیا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اُجرت لے کر جہاں موت ہوتی ہے جاکر نوحہ کرتی ہے اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے تو گواہی اُس کی مقبول ہے درمختار ص اور جس نے خمر ف مصنفؒ نے خمر میں بھی قید مداومت کی لگائی لیکن درمختار میں خلاف اُس کے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاوے گا اُس میں مداومت شرط نہیں کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہے دُرمختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا ص یا اور اشیائے مُسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی ف اِس واسطے کہ جو اشربہ مسکر نہیں ہیں اُن کی مداومت عدالت کو ساقط نہیں کرتی بلکہ ادمان سکر موجب ہے سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہے فقہاءؒ نے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہے جو نیت سے ہوتا ہے یعنی ایک دفعہ پی کر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اُس کو پاوے گا پی لیوے گا کہا امام سرخسیؒ نے کہ شرط ہے اس کے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے یہ امر لوگوں پر یا حالت نشہ میں نکلے اور لڑکے اُس سے مسخرہ پن کریں یہاں تک کہ اگر خمر پیا اُس نے پوشیدہ تو عدالت اُس کی ساقط نہ ہوگی اور مذکور ہے حواشی میں کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہے اور خمر میں کچھ اِس قید کی حاجت نہیں میں کہتا ہوں خمر میں بھی قید لہو کی ضرور ہے اِس واسطے کہ پینا اُس کا واسطے دوا کے جب اطبائے حاذقین یہ کہدیں کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہیں ہے مختلف فیہ ہے بعضوں کے نزدیک حرام ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں تو وہ مسقط عدالت نہ ہوگا کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب درمختارؒ نے خمر میں باتباع صاحب بحرالرائق ادمان کو شرط نہیں رکھا لیکن صحیح یہی ہے کہ خمر میں بھی ادمان شرط ہے تا فعل اُس کا ظاہر ہووے ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خاں اور ذخیرہ اور زیلعیؒ اور عینی اور نہایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہے چڑیوں سے ف جیسے کبوتر بازی مُرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوتروں کو یوں ہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب حرام خواری کے درمختار ص یا طنبورہ سے ف داخل ہیں اِس میں اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہے لوگوں کو جمع کرکے ان کے لئے اور جو اپنے لئے آپ گاوے واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہیں کرتا عدالت کو ف خصوصاً اُس صورت میں جب وہ کلام وعظ اور نصیحت ہووے تو وہ اتفاقاً جائز ہے درمختار ص یا ارتکاب کرتا ہے کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے ف جیسے زنا سرقہ قطع طریق ص یا داخل ہوتا ہے حمام میں بغیر تہبند کے ف اِس واسطے کہ کشف عورت حرام ہے ہدایہ ص یا سود کھاتا ہے ف لیکن شرط کی ہے مبسوط میں کہ مشہور ہو سود خواری میں اِس واسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیوع فاسدہ سے حال آنکہ وہ سب سود میں داخل ہیں کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بدکر کھیلتا ہو ف دُرمختار میں ہے کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج میں چونکہ اختلاف ہے اُس کے چھ چیزوں میں سے ایک چیز بھی اگر اُس کے ساتھ پائی جاوے گی مسقط عدالت ہوگی فوت صلوٰۃ کثرت حلف لعب در راہ سب وشتم مداومت شرط ص یا اُن سے نماز فوت ہو جاوے ف ہدایہ میں ہے کہ یا شرط بدکر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہیں کرتا اِس واسطے کہ اجتہاد کو اُس میں گنجایش ہے اور اِس سے سمجھا گیا کہ چوسر میں بدنا شرط کا نماز کا قضا ہو جانا سقوط عدالت میں ضرور نہیں تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی چوسر میں جو مصنفؒ سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ

کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہے شہادت کو اوپر ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت ہو یا نہ ہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب[1] کرتا ہے راستے میں یا کھاتا ہے راہ میں ف داخل ہیں اس میں وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہیں جیسے راہ میں فقط پائجامہ پہنے ہوے چلنا یا لوگوں کے روبرو پانوں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں پر بے ادبی میں داخل ہے اور ایک لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینوں اور رذیلوں کی صحبت میں بیٹھنا اور بازار میں دل لگی اور شور و غل کرنا فتح و طحطاوی ص یا علانیہ برا کہتا ہے اگلے دینداروں یعنی صحابۂ کرام یا علمائے مجتہدین رحمہم اللہ کو ف دُر مختار میں ہے کہ سلف سے مراد تابعینؒ ہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ اور قید سلف کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اُس کا کفر ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے مسائل الحاقیہ شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لئے جن میں انتہا درجہ کی دوستی ہووے اس طرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں بلا تامل تصرف کرے جائز نہیں گواہ مدعی کے اگر مدعیٰ علیہ سے نہایت جھگڑتے پھریں اور خصومت کریں تو ان کی شہادت مقبول نہ ہو گی اس لئے کہ وہ مدعیٰ علیہ کے خصم ہو گئے اسی طرح مقبول نہیں شہادت جعلساز وکیلوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور کاتبین دستاویزات کی اور دلالوں کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی اور لڑکوں کی آپس کے کھیل کود میں اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانے والے کی اور تارک زکوٰۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیوں کی اور ناچنے والوں کی اور کفن بیچنے والے کی در مختار بمقتضیٰ اُس تحقیق کے جو ہم نے شہادت فاسق میں ذکر کی جو لوگ اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُن کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے درصورت وجود شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کی جاوے گی ایسے مواقع اور محال میں قاضی کو اختیار ہے کہ بلحاظ عُرف اور موقع اور وضع و روش شاہد کے عمل کرے ص دو بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو اگر زید مدعی ہے وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہو گی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہ ہو گی جیسے میت کے دو دائنوں یعنی قرضخواہوں نے یا میت کے دو مدیوں یعنی قرضداروں نے یا اُن دو شخصوں نے جن کے لئے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو وصیوں نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونے کا مدعی ہے تو شہادت جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور اگر دو بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعویٰ کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت میں یہ گواہی مقبول نہ ہو گی ف وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہے ص اور مقبول نہ ہو گی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہے جس میں اظہار ہووے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے ف یعنی ایسے فسق سے جرح ہووے جو موجب نہ ہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا ص جیسے طعن کرنا شہود پر اس طرح سے کہ وہ فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا مدعی نے اُن کو اُجرت دے کر شہادت کے لئے مقرر کیا ہے صورت اس مسئلے کی یوں ہے کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعیٰ علیہ کے شہود قائم کیئے اُن کی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہو گی مقبول نہ ہو گی اور اس طرح سے صورت ہم نے اس واسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی نہ ہوئی ہو اور قبل اُس کے کوئی شخص قاضی کو خبر کر دیوے کہ شہود فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا مدعی اجرت دیکر اُن کو لایا ہے تو قبول ہو گا اور حکم جائز نہ ہو گا قبل ثبوت عدالت کے خاصکر اُس صورت میں جب دو شخص قاضی کو خبر دیویں کہ شہود مدعی فاسق ہیں ف یعنی مسموع نہ ہونا جرح مجرد کا اُس صورت میں ہے کہ عدالت شہود مدعی گواہوں سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت اُن شہود کی ثابت نہ ہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اُن شہود پر مقبول ہے علی الخصوص دو شخص کا دُر مختار میں ہے کہ اسی پر اعتماد کیا مصنفؒ نے اور ثابت کیا اُس کو طاشرؒ نے لیکن ابن الکمالؒ نے مسموع نہ ہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہے خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہووے یا بعد

ثبوت اُس کے کے اور بہت سے علما اُس طرف مائل ہوئے ہیں اور دفع کیا ہے اس تناقض کو طحطاوی نے اپنے حاشیے میں اور یہاں ہم نے بوجہ خوف تطویل ترک کیا **ص** ہاں مقبول ہوں گے گواہ جرح مدعیٰ علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دیں اِس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونیکا آپ اقرار کیا ہے یا گواہ مدعی کے غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں یا ابھی شراب پی کر آئے ہیں یا تہمت لگانے والے ہیں زنا کی ایک شخص کو یا مدعی کے شریک ہیں یا اس اقرار پر مدعی کے کہ میں اُن گواہوں کو اُجرت دے کر لایا ہوں واسطے گواہی کے یا مدعی اُن گواہوں کو اُجرت دے کر لایا ہے میرے مال میں سے جو نزدیک ہے مدعی کے یا میں نے مدعی کے گواہوں سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اُوپر اور وہ روپے میں اُن گواہوں کو دے چکا ہوں اور باوجود اُس کے اُنھوں نے شہادت دروغ دی **ف** یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا باپ ہے یا ان گواہوں نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہے **ص** تو ان سب صورتوں میں شہادت شہود مدعیٰ علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی اِسواسطے کہ اُمور مذکورہ موجب ہیں حق شرع کے یا حکم عبد کو تو داخل ہوگی یہ جرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کی جاوے گی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اُس نے مجلس شہادت میں بعد اوائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ میں بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اُس کی قبول کیجاوے گی جیساکہ مدعی نے دعویٰ کیا دس روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اُسی مجلس میں کہا کہ پانچ میں بھول گیا تھا بلکہ دس روپے مدعی کے چاہئیں یا مدعی خطاکار ہوا زیادت پر جیساکہ مدعی نے دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دس روپے پر پھر کہا اُسی مجلس میں کہ خطا کی میں نے اور کہا میں نے دس عوض میں پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اُس کی اور یہ قول قبول کیا جاوے گا شخص عادل سے بشرطیکہ اُسی مجلس میں ہووے اگرچہ مقام شبہہ کا ہووے اِس واسطے کہ مدعی نے جس وقت دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا تو نہیں قبول کی جاتی ہے شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہے گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت میں تو نہیں قبول کی جاوے گی شہادت شاہد کی اس واسطے کہ احتمال ہے مدعی کے بہکاوے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہ ہووے جیساکہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہیں کیا تو وہ دوسری مجلس میں اُس کو بیان کر سکتا ہے مسائل الحاقیہ گواہی اُس کی کہ زخمی زخم سے مرگیا اولی بالقبول ہے اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہو کر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اُس نے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھ کو زید نے نہیں مارا تو گواہ زید کے مقبول ہوں گے گواہ اکراہ کے معتبر ہیں گواہوں سے رضامندی کے اگر دونوں کی تاریخیں متحد ہوں اور اگر تاریخیں مختلف ہوں یا تاریخیں بیان نہ کریں تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاویں گے گواہی فساد عقد کی اولیٰ ہے گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اَولیٰ ہے قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہے قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہے قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کر سکتے ہیں جیسے دو شاہدوں نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہے اور دو اور شاہدوں نے یہ پورا کر دیا کہ وہ قبضے میں مدعا علیہ کے ہے یا دو شاہدوں نے ملک کی گواہی دی شئے محدود میں اور دو اور نے حدود اُس کے بیان کر دیے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسبت پر اور دو نے اُس کی تعیین کر دی اگر ایک شاہد نے اظہار دیا اور شاہد دوم نے کہا کہ ہمارا اظہار اُس کے موافق ہے تو نہیں قبول کیا جاوے گا یہاں تک کہ ہر ہر شاہد اپنا جُدا جُدا اظہار دیوے شہادت جب باطل ہو جاتی ہے بعض میں باطل ہو جاتی ہے کُل میں مثال اُس کی یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتمد محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ شہادت بعض میں باقی رہے اور بعض میں باطل ہووے ازانجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتیں اُس کی مذکور ہیں اشباہ میں درمختار طحطاوی

باب گواہی میں اختلاف ہونیکے بیان میں

ص شرط ہے موافقت شہادت اور دعویٰ میں اسی طرح درمیان میں دونوں شاہدوں کے لفظاً اور معنیً نزدیک امام صاحبؒ کے ف تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادہ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہٖ یا اُس لفظ کا مُرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیۃ کی گواہی دیوے تو مقبول ہے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہے تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہو گی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہ ہو گا ص اور صاحبینؒ کے نزدیک اقل پر قبول کی جاوے گی ف یعنی صورت اُولیٰ میں ہزار کی اور صورت ثانی میں سو کی اور صورت ثالث میں ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاوے گا ص جب مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت بالاتفاق مردود ہو گی اِس واسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہے دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے دعویٰ سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہو گی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعویٰ کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعویٰ کرتا ہو اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعیٰ علیہ پر نہیں ہیں مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اُن سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اُس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہے البتہ اِس صورت میں اگر مدعی یوں توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ کا تھا لیکن میں سو روپیہ وصول پاچکا ہوں یا میں نے ابرا کیا ہے سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیے ص تو شہادت اُس کی مقبول ہو جاوے گی بسبب موافقت کے ف دُرمختار میں ہے کہ یہ حکم دَین میں ہے اور دعویٰ عین میں جس قدر پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گا دلایا جاوے گا اور عقود یعنی بیع اور شرا میں مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہے قبول سے خواہ دعویٰ اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول ہو گی ف اِس واسطے کہ ان مسائل میں دونوں شاہد متفق ہیں ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً ص اگر دونوں شاہدوں نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور اُن دونوں میں سے ایک نے کہا کہ پانچ سو روپیہ مدعیٰ علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہے تو قبول کی جاوے گی شہادت اُن دونوں کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاویں گے ہزار روپیہ مدعیٰ علیہ پر اور نہ التفات ہو گا اُس شاہد کے قول کی طرف جو پانچ سو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہے اِس واسطے کہ وہ متفرد ہے اس شہادت میں مگر جب اُس کے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اس کی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی اپنے دَین میں سے کچھ وصول پاچکا ہے تو نہ شہادت دیوے یہاں تک کہ مدعی اُس کا اقرار کرے تاکہ مدعا علیہ کا ضرر نہ ہووے جبکہ دو شاہدوں نے گواہی دی مدعیٰ علیہ پر کہ اُس نے زید کو دسویں تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکہ میں قتل کیا ہے اور گواہی دی اور دو شاہدوں نے کہ اُس نے زید کو اُسی تاریخ کوفے میں قتل کیا ہے اور دونوں شہادتیں قاضی کے پاس گزریں قبل حکم کے تو دونوں مردود ہو جاویں گی اس لئے کہ ایک اُن میں سے جھوٹی ہے بالیقین اور کوئی دوسرے سے اَولیٰ نہیں کہ اُس کا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دے چکا بعد اُس کے دوسری شہادت خلاف اُس کے گزری تو دوسری مقبول نہ ہو گی کیونکہ شہادت اُولیٰ کو ترجیح ہو گئی ساتھ قضائے قاضی کے تو نہ توڑی جاوے گی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہوں نے زید پر شہادت دی کہ اُس نے ایک بیل چرایا لیکن اُس کے رنگ میں اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہو گی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شئی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہ ہو گی یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک

دونوں صورتوں میں قطع ید کا حکم نہ ہوگا آور بعضوں نے کہا ہے کہ اختلاف امامؒ اور صاحبینؒ کا اُن دو رنگوں میں ہے جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہیں جیسے سیاہی اور سُرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کے آور کہا گیا ہے کہ اختلاف سب رنگوں میں ہے ف اور یہی اصح ہے عنایہ ص امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہے شب میں اور گواہ اُس کو دور سے دیکھتے ہیں تو اختلاف رنگوں کا مانع نہوا ف اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہے کہ ایک شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہوا اور دوسرے نے دوسری طرف کا ہدایہ ص اور ظاہر تر قول صاحبینؒ کا ہے ف جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ مُدعی دعویٰ سرقہ ایک بیل کا کرے اور اُس کا رنگ بیان نہ کرے اور جو اُس نے رنگ بیان کر دیا اور ایک گواہ نے خلاف اُس کے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہ ہو گی اس واسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہے ایک شاہد کی چلپی ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ غلام خریدا ہے ہزار کو یا مکاتب ہے ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے تو شہادت دونوں کی مردود ہو گی اس لئے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہے باختلاف ثمن پس ہوگا ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہ ہوگا ف برابر ہے کہ مدعی مدعی اکثر کا ہووے یا اقل کا در مختار ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولیٰ نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض میں ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے اور مدعی غلام ہے ف عتق کے دعویٰ میں ص اور قاتل ہے ف صلح کے دعویٰ میں ص اور راہن ہے ف رہن کے دعویٰ میں ص اور عورت ہے ف خلع کے دعویٰ میں ص تو شہادت مطلقاً باطل ہو گی ف خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہووے یا اقل کا ص اور اگر مدعی مولےٰ ہے یا ولی مقتول ہے یا مرتہن ہے یا شوہر ہے تو حکم اُس کا مثل دعویٰ دَین کے ہوگا ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہوں گے لفظاً تو نہ قبول کی جاوے گی شہادت نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے آور اگر متفق ہوں گے تو اگر مدعی دعویٰ کرتا ہے اقل کا تو نہ مقبول ہو گی شہادت اُس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے اور اگر دعویٰ کرتا ہے اکثر کا تو شہادت اقل پر مقبول ہو جاوے گی کذا فی الاصل اور شارح ملامؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے جو اصل میں مذکور ہے ص اور اجارے میں اگر قبل گزرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین میں اختلاف ہوا ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اُجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اُس کا مثل بیع کے ہوگا ف یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہو گی خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد گزرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اُس کا مثل دعویٰ دَین کے ہوگا ف جس طرح ابھی گزرا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر نکاح میں اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانچسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہو جاوے گا استحساناً نزدیک امام صاحبؒ کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا در مختار ص اور صاحبینؒ کے نزدیک شہادت رد کی جاوے گی آور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اُس صورت میں ہے جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہو گی لیکن صحیح وہی قول ہے کہ ہر صورت میں اختلاف ہے آور لازم ہے میراث کی گواہی میں شاہد کو جرّ میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اُس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یوں کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور تا دم موت یہ چیز اُس کے قبضے میں تھی یا ملک میں تھی اور یہ جو کہا کہ یہ مال مدعی کے مورث کا ہے تو اُس پر قضا نہ کی جاوے گی آور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جرّ میراث ضرور نہیں ف اور فتویٰ قول طرفینؒ پر ہے آور جرّ میراث کے ساتھ دو باتیں اور ضرور ہیں ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسرے یہ کہ سوا اس کے اور کسی کو میں وارث میت کا نہیں جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہیں در مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اُس کو عاریت یا امانت یا جاے

میں دی تھی اُس شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہو جاوے گا بلا ذکر جر میراث کے اگر دو شاہدوں نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی اتنی مدت سے اور وقت دعویٰ کے وہ چیز اُس کے قبضے میں نہیں ہے تو اِس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہو گی اِس واسطے کہ شہادت مجہول ہے کیونکہ گواہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی اور قبضہ چند قسم کا ہوتا ہے بطریق مِلک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے شہادت مقبول ہو گی ہاں اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی یا گواہوں نے مدعیٰ علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہو جاوے گی اور ملک مدعی کی ثابت ہو جاویگی اس لئے کہ جہالت مقربہ مانع صحت اقرار نہیں ف اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہو جاوے گی درمختار

ف باب شہادۃ علی الشہادۃ کے بیان میں

ص شہادۃ علی الشہادۃ سب مقدمات میں سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہے لیکن شرط اُس کے قبول ہونے کی یہ ہے کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اُن کے مرجانے کے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونے کے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہوویں قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جس طرح کہ کتاب الصلوۃ میں گزرا ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہے کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر میں آکے نہ رہ سکے ف دُرمختار میں ہے کہ اسی مذہب پر فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت سے علماء نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہے کہ اصل شاہد عورت پردہ نشیں ہووے یا سوا حاکم کسی اور کی قید میں ہووے ص اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر دو آدمی گواہ ہوویں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہوویں ف مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اصلی دو گواہوں میں سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوں تو اسکی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہیں اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہے کہ خالد اور بکر دونوں زید کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور دوسری صورت یہ ہے کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہوں اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہوں ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار گواہ علٰحدہ ہوں یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جُدا جُدا دو دو گواہ ہوں ف اور یہ صورت درست نہیں ہے کہ اصلی شاہدوں میں سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے ص گواہ فرعی بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ فرعی گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی اور فرعی گواہ وقت ادائے شہادت کے یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے گواہ کیا مجھ کو اپنی شہادت پر اس بات کی ف یہ قول ابو جعفرؒ کا ہے اور اسی پر فتوے دیا ہے امام سرخسیؒ نے اور اصل میں دو عبارتیں اور مذکور ہیں مگر دونوں طویل ہیں ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان کر دیویں تو صحیح ہو جاوے گا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہے اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان نہ کریں تو قاضی اُن کی عدالت تحقیق کر لیوے ف یعنی قاضی اصلی گواہوں کا حال دریافت کرے تو اگر اُن کی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہوں کی شہادت قبول کرے ورنہ نہیں یہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے جو مذکور ہے اصل میں مع دلیل دونوں کے اور ابو یوسفؒ کا مذہب صحیح ہے ص باطل ہو جاتی ہے شہادت فرعی گواہوں کی اگر اصلی گواہوں نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یوں کہا کہ ہم گواہ نہیں اس مقدمے کے یا ہم نے اُن کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے گواہ کیا لیکن غلط کیا ہم نے یا اصلی گواہ مجنوں یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا اُنھوں نے منع کر دیا فرعی گواہوں کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت

فروع کی قبول کی جاوے گی در مختار زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہم کو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات پر کہ مساۃ عزہ بنت عمر قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلاں کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اُس عورت کو پہچانتے ہیں بعد اُس کے مدعی ایک عورت کو لایا اور اُس نے کہا کہ یہ وہی عورت ہے جس پر گواہی دی زید اور عمرو نے اُس پر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہو گا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جس کا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہے ف اور اصل کتاب میں اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے ص اسی طرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانیوالے گواہ مدعیٰ علیہ کو پہچانتے نہ ہوں تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جس کو تو لایا ہے وہی مدعیٰ علیہ ہے جس کو قاضی کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونوں صورتوں میں گواہوں نے مدعیٰ علیہ کی نسبت طرف مضر کے کر دی تو یہ جائز نہ ہو گا جب تک کہ اُسکی نسبت خاص قریب دادا کی طرف بیان نہ کریں یہ امر عرب میں ہے اور لیکن عجم میں تو اُن لوگوں نے اپنے انساب ضائع کر دیئے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہے اُن کے دادا کے ذکر کرنے کے ف عجم کہتے ہیں ماسوائے عرب اور لوگوں کو ص جس شاہد نے اقرار کیا کہ میں نے شہادت دروغ دی تو اُس کی تشہیر کر دی جاویگی اور نہیں تعزیر دیا جاویگا ساتھ ضرب اور حبس کے اسواسطے کہ شریح ف قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا ان کو عمر بن خطابؓ نے ص جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے اور تعزیر نہیں دیتے تھے ف روایت کیا اس کو محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں ص تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اُس کو اُس کے بازار میں روانہ کرتے تھے ورنہ اُس کی قوم کی طرف جس وقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شریحؒ نے تم کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہم نے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اُس سے اور آگاہ کرو لوگوں کو اُس کے حال سے کہ پرہیز کریں اور صاحبینؒ کے نزدیک اُس کو سزائے ضرب اور حبس ہو گی ف اور تقدیر اُسکی رائے قاضی کی طرف مفوض ہے ہدایہ ص اور یہی قول شافعیؒ کا ہے بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمرؓ نے مارے شاہد زور کو چالیسؒ کوڑے اور سیاہ کیا مُنھ اُس کا ف روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابن الہمامؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے ص بعضوں نے کہا ہے کہ مصنفؒ نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اِس واسطے کہ شہادت زور گواہوں سے نہیں ثابت ہو سکتی ہے بدون اقرار کے ف کیونکہ گواہوں سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہیں ص میں کہتا ہوں کہ کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہو جاتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اُس کو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گزرے اور آسمان میں کوئی آفت ابر وغیرہ کی نہ تھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اسکے بہت سی صورتیں ہیں

ص فصل گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

دونوں گواہ اگر پھر جاویں اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اُس کا اعتبار ہو گا ف اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو جس کے پاس پہلے گواہی دی تھی تو اگر رجوع کرے گا غیر قاضی کے سامنے تو اُس کا اعتبار نہیں اسی واسطے اگر مشہود علیہ نے دعویٰ کیا رجوع شاہد کا غیر مجلس قضا میں تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہو گا بوجہ فاسد ہونے دعویٰ کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدوں نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو مقبول ہو گا در مختار ص تو اگر قبل حکم کے پھرے ف یعنی ابھی تک قاضی نے اُنکی شہادت سے حکم نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے ص تو ساقط ہو جاوے گی شہادت اور کچھ تاوان نہ ہو گا اُن پر ف اِس واسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو اُن کی شہادت سے کوئی چیز تلف نہیں ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعیٰ علیہ کی ہدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم

فسخ نہ کیا جاویگا بلکہ دونوں شاہدوں کو تاوان دینا پڑے گا اُس چیز کا جو اُن کی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شئے مدعیٰ علیہ سے لے چکا ہے اور جو ابھی تک وہ شے مدعی نے مدعیٰ علیہ سے نہیں لی ہے تو تاوان واجب نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شئے مدعی دَین ہو یا عین اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان نہ ہوگا شاہدوں پر ف اور دلیل ہماری اور اُن کی اصل میں مذکور ہے دُر مختار میں ہے کہ مذہب مفتیٰ بہ یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کرے گا تو مطلقاً تاوان اُس سے لیا جاوے گا خواہ مدعی نے وہ شئے مدعی مدعیٰ علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اس واسطے کہ جب حکم فسخ نہیں ہو سکتا تو خواہ مخواہ مدعی اُس حکم کی تعمیل کرے گا اور مدعیٰ علیہ کو وہ شئے ادا کرنی پڑیگی تو مدعیٰ علیہ اپنا نقصان شاہدوں سے بھرلے گا ص اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ باقی گواہوں کا شمار ہوتا ہے نہ پھرنے والوں کا مثلاً تین گواہوں نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہے اب البتہ اگر ایک اور پھر جاوے گا تو دونوں پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اس واسطے کہ نصف نصاب باقی ہے اور اگر ایک مرد دوعورتوں نے گواہی دی بعد اُس کے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اُس پر لازم ہوگا اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو نصف مال کا ضمان دیں گی اور اگر ایک مرد اور دسؔ عورتوں نے گواہی دی بعد اُس کے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو اُن پر ابھی ضمان کچھ نہ آوے گا اس واسطے کہ بقدر نصاب باقی ہیں البتہ اب اگر ایک عورت اور پھر جاویگی تو اُن نو عورتوں پر چوتھائی مال کا ضمان آوے گا اس واسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہیں کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملاکر تین ربع ہوئے اور اگر صورت مذکورہ میں سب پھر جاویں یعنی ایک مرد بھی اور دسوں عورتیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دسؔ عورتوں پر اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسوں عورتوں پر ف صاحبینؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتیں اگرچہ کثیر ہیں لیکن سب ملاکر قائم مقام ایک مرد کے ہوں گی اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ دسؔ عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہیں اور ایک مرد ملاکر گویا چھ مردوں کی گواہی ہوئی اور اُس میں یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی اس صورت میں اسی طرح ہے اصل اور رہایہ میں ص اور اگر صورت مذکورہ میں دسوں عورتیں پھر جاویں اور تنہا مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہوں گی اس واسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اور اگر دوؔ مردوں اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمے میں بعد اُس کے دونوں مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کُل مال کا تاوان دونوں مردوں پر لازم آویگا اس واسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور اُس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا ف اس واسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہیں ہو سکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہے شاہد کا تو نہ حکم مضاف ہوگا اُس کی طرف ہدایہ ص اگر دوؔ شاہدوں نے گواہی دی نکاح پر عوض میں اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل اُس عورت سے مقدار میں کم ہے یا برابر بعد اُس کے رجوع کیا تو ضامن نہ ہوں گے برابر ہے کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اُس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اُس عورت کے زیادہ ہے بعد اُس کے رجوع کیا تو اگر مدعیٰ علیہ شوہر ہوگا اور گواہوں نے زوجہ کی طرف سے گواہی دی تھی تو جس قدر مہر مسمّٰی زیادہ ہے مہر مثل سے اتنا شہود سے زوج بھرلے گا اور اگر مدعی زوج ہے اور اُسی کی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھ ضمان نہیں ف حاصل یہ ہے کہ یہاں چھ صورتیں ہیں اس طرح پر کہ مہر مسمّٰی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت میں یا شہادت زوج کی طرف سے ہوگی یا زوجہ کی طرف سے تو ضمان صرف ایک صورت میں ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمّٰی یعنی جس کو شہود نے بیان کیا ہے مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لیکر زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتوں میں گواہوں پر کچھ تاوان نہیں ص اور اگر دوؔ گواہوں نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد اُس کے رجوع کیا تو ثمن مسمّٰی یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر ہے یا کم ہے تو اوّل دونوں صورتوں میں تاوان نہیں اور تیسری صورت میں جس قدر بائع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اتنا

ف اس لئے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہیں ۱۲ ف اس واسطے کہ اول صورت میں مشتری ثمن زیادہ قیمت مبیع پر راضی ہے اور دوسری صورت میں کچھ اُس کا تلف نہیں ہوا ۱۲

گواہوں سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہے تو اول صورت میں مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے اُس کا تاوان گواہوں سے لے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت میں کچھ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہے قبل دخول کے اور خاوند پر ادائے نصف مہر کا حکم ہوا بعد اُس کے اُن دو گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اُن سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے گواہوں نے گواہی دی طلاق کی بعد اُس کے رجوع کیا تو اُن پر کچھ ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہاں واجب ہو چکا ہے شوہر کے ذمے پر دخول سے اور گواہوں نے زوج کا کچھ تلف نہیں کیا ف مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہیں شرع میں ص اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے بعد اس کے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے گواہ اُس غلام کی قیمت کے ف اور ولا اُس غلام کی مولے ہی کو ملے گی نہ شاہدین کو ص اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اُس کے رجوع کیا گواہوں نے تو دیت زید کی لازم آوے گی گواہوں پر اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاویں گے زید کے قصاص میں ف دلیل ہماری اور شافعیؒ کی ہدایہ میں مسطور ہے ص اگر بعد حکم کے فرعی گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان لازم آویگا اور اگر اصلی گواہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہوں کو گواہ نہیں بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہے تو ان پر ضمان نہ ہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور محمدؒ کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہوں پر ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہوں سے لیوے یا فرعی گواہوں سے اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا اُنھوں نے غلطی کی تھی اس شہادت میں تو اس قول کی طرف التفات نہ ہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہوں کی بتاتا ہے اگر اُس نے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اس لئے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا ف لیکن اگر اُس نے یہ کہا کہ میں نے تزکیہ خطا سے کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی ضامن نہ ہوگا ص اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیوں نے اُس کے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اُس کے احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت نہ دیں گے ف البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کریں گے تو ضامن ہوں گے دیت کے ص اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلاں امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اُس غلام کی آزادی کا بعد اُس کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان اُن دونوں گواہوں پر لازم آوے گا جنھوں نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا ف اور جو فقط پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے

ص کتاب الوکالۃ

جائز ہے وکیل کر دینا ف جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ یعنی بھیجو ایک کو تم میں سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصے کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہیں ظاہر ہوا نسخ اُس کا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے حکیم بن حزامؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اُن کو ایک دینار تاکہ خرید لاویں واسطے حضرتؐ کے قربانی تو حکیمؓ نے اُس دینار کے بدلے میں ایک بھیڑ خریدی اور بیچا اُس کو بدلے میں دو دینار کے پھر ایک دینار کے عوض میں قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپؐ نے کہ برکت ہو تجارت میں اُن کی اور روایت کی مانند اس کے بخاریؒ نے عروہ بن ابی الجعد بارقیؓ سے ازانجملہ وہ ہے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے جابرؓ سے کہا کہ ارادہ کیا میں نے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا میں نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور سلام کرکے کہا میں نے کہ میں ارادہ رکھتا ہوں خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپؐ نے جب ملے تو ہمارے وکیل سے تو لے لیجیو
اُس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھ سے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا اُوپر گلے کے اور از انجملہ یہ ہے کہ روایت کی مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسٹھ جانوروں کی قربانی کی آور حکم فرمایا علیؓ مرتضیٰ کو کہ باقی تم ذبح کروانا انجملہ یہ ہے کہ وکیل کیا حضرتؐ نے عمر بن
ام سلمۂ کو واسطے نکاح اپنے کے اُم سلمۂ اُنکی ماں سے روایت کیا اس کو نسائیؒ نے سُنن میں **ص** اور معنی توکیل کے یہ ہیں کہ سپرد کر دینا تصرف
کا غیر کو لیکن شرط اُس کی یہ ہے کہ مؤکل خود تصرف کا مالک ہووے **ف** یعنی حُر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحبؒ
کے نزدیک یہ ضرور نہیں کہ مؤکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اُسی خاص تصرف کا مؤکل مالک ہو یہاں تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا
واسطے بیع خمر کے درست ہے اُنکے نزدیک نہ صاحبینؒ کے نزدیک **کذا فی الاصل ص** اور وکیل اُس معاملے کو سمجھتا ہووے اور اُس کا قصد
وارادہ رکھتا ہووے **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہے ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہے ملک کو اور غبن قلیل کو غبن
فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کرے گا تو مؤکل کی طرف سے نہ ہوگا **کذا فی الاصل ص** تو صحیح ہے وکیل
کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو آور اگر وکیل کیا حُر عاقل بالغ یا عبد ماذون
یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہے یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن اِن دونوں سے حقوق عقد متعلق نہ ہوں گے بلکہ
اِن کے موکل سے متعلق ہو جاویں گے **ف** تو حاصل یہ ہے کہ ضرور ہے یہ بات کہ مؤکل یا حُر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو
اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہے تو اُسکی توکیل مطلقاً صحیح نہیں آور اگر صبی عاقل ہے لیکن غیر ماذون ہے تو اُس کی توکیل تصرفات نافعۂ محضہ میں
جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ میں درست ہے اور تصرفات ضارۂ محضہ میں یعنی جن میں نرا ضرر ہے جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز
نہیں آور جو تصرفات دائر ہیں نفع وضرر میں جیسے بیع وشرا واجارہ اُن میں اجازت ولی پر موقوف ہے آسی طرح صحیح نہیں ہے توکیل عبد غیر
ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جاکر مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہے
کہ یا حُر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد مجور یا صبی مجور بشرطیکہ عاقل ہوں لیکن عبد مجور اور صبی مجور نے اگر تصرف کیا مؤکل
کی طرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبۂ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کریں گے اصل مؤکل کی طرف یعنی وکیل سے اِن حقوق کی بابت مواخذہ نہ ہوگا
بخلاف اور قسم کے وکیلوں کے کہ اُن میں حقوق عقد متعلق ہوتے ہیں اصل عاقد سے جو خود وکیل ہے **درمختار مع زیادۃ من شرحہ وحواشیہ**
ص جتنے معاملات مؤکل خود کر سکتا ہے اُن میں دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہے آور بھی جائز ہے وکیل کرنا سوال وجواب کے لئے مقدمات
میں یعنی مدعی کو درست ہے کہ خصومت اور استغاثہ کے لئے نزدیک حاکم کے جس کو چاہے وکیل کر دیوے اسی طرح مدعیٰ علیہ کو بھی درست ہے
کہ جواب دہی کے لئے جس کو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشایخؒ کہتے ہیں کہ وکیل کرنا خصومت کے لئے بغیر رضامندی طرف ثانی کے باطل ہے
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آور صحیح ہے صاحبینؒ کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے یعنی صحیح سب کے نزدیک ہے بلکہ
اختلاف لزوم وکالت میں ہے **ف** یعنی صاحبینؒ کے نزدیک بغیر رضائے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہے کیا معنی کہ خصم کی نامنظوری سے
وکالت رد نہیں ہو سکتی آور امام صاحبؒ کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاویگی **ص** اور ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے **ف** میں کہتا ہوں
کہ اب قول مفتیٰ بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعیٰ علیہ اور مدعی میں سے پہونچتا
ہے کہ جس کو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اُس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہ ہووے اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ اور ائمہ ثلثہؒ کا اور اختیار
کیا ہے اس کو عتابی نے اور صحیح کہا اس کو نہایہ میں اور اسی پر فتویٰ دیا فقیہ ابو اللیثؒ وغیرہ نے آور بعض فقہاءؒ نے اس کو مفوض کیا ہے طرف رائے
حاکم کے **درمختار** وکالت بالخصومۃ کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے ثابت ہے روایت کیا بیہقیؒ نے کہ حضرت علیؓ وکیل کرتے تھے مقدمات میں

عقیل کو اور جب وہ بوڑھے ہوگئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو **ص** ہاں اگر مؤکل مریض ہوا ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اُس کو ممکن نہ ہو یا مدت سفر کی راہ پر ہووے یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا مؤکلہ عورت پردہ نشین ہووے تو بغیر رضائے خصم کے توکیل لازم ہے اجماعاً **ف** اور مفتیٰ بہ یہ ہے کہ سب صورتوں میں درست اور لازم ہے جیسا کہ معلوم ہوا **ص** وکیل کرنا درست ہے سب حقوق کے دینے اور لینے کیلئے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں جب مؤکل غائب ہو **ف** اسی طرح دینے کے لئے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہیں ہوسکتے تو ضرور ہے اصل مجرم کا حاضر ہونا **ص** اس واسطے کہ احتمال ہے عفو کا قصاص میں **ف** یعنی احتمال ہے کہ اگر مؤکل حاضر ہوتا وقت استیفائے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھ کر رحم کرتا اور عفو کرتا **ص** اور شبہہ ہے کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف میں **ف** یعنی اگر مؤکل جو مقذوف ہے حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اُسکی تصدیق کر کے حد کو اُس پر سے ساقط کرتا **ص** یا مدعی مال کا دعویٰ کرتا اور سرقے کا دعویٰ نہ کرتا **ف** حد سرقہ میں اور جائز ہے توکیل واسطے استیفائے تعزیر کے مدعی علیہ سے طحطاوی **ص** جن عقدوں کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہے **ف** یعنی اسمیں مؤکل کے ذکر کی حاجت نہیں جیسے بیع اور شراء میں وکیل اتنا ہی کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا میں نے خریدا کذا فی الاصل جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اُن کے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہوں گے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت میں اور ثمن اُس سے مانگی جاویگی دوسری صورت میں اور اُس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اول صورت میں اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت عیب نکلنے کے دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاوے گا شفعہ کی بابت اس چیز کے جو اُس نے بیچی ہے جبتک وہ چیز اُس کے قبضہ میں ہے اور جب مؤکل کو تسلیم کردے تو اب رد نہ کرے عیب کے سبب سے بے اُس کے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن مؤکل کو بائع سے پھیر سکتا ہے **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف مؤکل کے لیکن جاننا چاہیئے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے لئے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب میں اور پھر لینا ثمن کا درصورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت میں تو اس قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار رہتا ہے لیکن اُس پر تعمیل اُن کی واجب نہیں یہاں تک کہ اگر وہ باز رہے تو مؤکل ان افعال پر اُس کو جبر نہیں کرسکتا اس واسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں میں تو سپرد کرسکتا ہے مؤکل کو ان کاموں کے لئے اور قریب ہے کہ آویگا کچھ بیان اس کا کتاب المضاربۃ میں اور اگر وکیل مرجاوے تو اختیار ان حقوق کا اُس کے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کردیں گے اپنے مورث کے مؤکل کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک مؤکل یہ کام کرسکتا ہے بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اُس کے وارثوں کے وکیل کیے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اُس کے وارث پھر مؤکل کو وکیل نہ بناویں اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی مؤکل کرسکتا ہے اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان میں وکیل مدعیٰ علیہ ہوجاتا ہے طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہے کہ ان کاموں کے لئے اُس پر جبر کرے کذا فی الاصل **ص** اور جب سے وکیل خریدتا ہے اُسی وقت سے اُسی شئے میں ملک مؤکل کی ثابت ہوتی ہے تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہ ہوگا **ف** اس واسطے کہ وکیل اُس کا مالک نہیں ہوا **ص** اور بعض مشائخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہے ملک اولاً وکیل کے لئے پھر اُس سے طرف مؤکل کے منتقل ہوتی ہے اس لئے کہ عقد ان ہی دونوں میں جاری ہوتا ہے لاکن اس طریقے پر بھی آزاد نہ ہوگا اس لئے کہ وکیل کے لئے ملک غیر مستقر ثابت ہوتی ہے پس آزاد نہ ہوگا اور جو عقود ایسے ہیں کہ وکیل اُن کو اپنے مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہے جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے **ف** یعنی جب مدعیٰ علیہ منکر ہووے اور پہلے صلح دہ تھی کہ مدعیٰ علیہ اُس میں مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شراء کے تھی

اسی سبب سے وکیل اُس کو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف اس کے ص آور قتل عمد سے آور عتق بمقابلہ مال آور کتابت آور ہبہ آور تصدق آور عاریت دینا اور امانت رکھنا آور گرو کرنا اور قرض دینا تو اُنکے حقوق بھی متعلق ہوں گے مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہے کہ باوصف طلب کرنے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہے پھر وکیل اُس سے طلب نہ کرے ف اس واسطے کہ حق حقدار کو پہنچ گیا جاننا چاہیئے کہ بعض مثالوں میں دیکھنا چاہیئے کہ وہ منسوب ہوتی ہیں طرف وکیل کے یا مؤکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہیں اس میں کہ وہ مستغنی ہیں مؤکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول میں سے ہیں اسی طرح نکاح اور خلع مؤکل کے ذکر سے مستغنی نہیں تو وہ قسم ثانی میں سے ہیں لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت میں ہووے یا انکار کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں صورتوں اضافت میں یعنی دونوں قسمیں اُس کی یکساں ہیں مثلاً زید نے جب دعویٰ کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اس بات کا کہ صلح کرلے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیے کے اور زید نے اُن روپیوں پر صلح کی اور وکیل نے قبول کرلیا تو یہ صلح تمام ہوجاوے گی برابر ہے کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اس واسطے کہ اگر عمرو مقر ہے تو یہ صلح مثل بیع کے ہے تو حقوق اُس کے راجع ہوں گے طرف وکیل کے جیسے بیع میں تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آوے گا آور اگر عمرو منکر ہے تو وہ عوض ہے قسم کا حق میں مدعا علیہ کے یعنی مدعا علیہ نے سو روپیہ دے کر حلف سے اپنے تئیں چھڑایا تو وکیل سفیر محض ہے تو نہ راجع ہوں گے حقوق اس کی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسئلہ ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کیلئے درست نہیں البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اُس کے قبضے کے لئے تو درست ہے

ص باب خرید و فروخت کے لئے وکیل کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کہ کچھ دراہم دیکر طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیئے ہیں ف مثلاً دس درہم یا زیادہ ص تو مراد طعام سے گیہوں ہوں گے ف یہ مبنی ہے ہر ملک کے عرف پر تو عرب میں طعام کا عرف گیہوں پر ہوتا ہے تو وہی مراد ہوں گے ص آور اگر دراہم قلیل دیئے ہیں ف جیسے تین درہم یا کم ص تو مراد اُس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بدرجہ متوسط دیئے ہیں یعنی نہ قلیل نہ کثیر ف جیسے تین اور دس کے بیچ میں چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا ف وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب مؤکل نے دراہم کثیرہ دیئے تو معلوم ہوا کہ غرض اُسکی ایسے طعام سے ہے جس کا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہوسکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہیں رہ سکتا اور روٹی مدت متوسط تک رہ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اُسکی گیہوں ہیں آور جب قلیل دراہم دیئے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہے آور جب متوسط دراہم دیئے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان میں روٹی اور گیہوں کے باقی رہنے میں ص اور جو مؤکل نے دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال میں ف کیونکہ لوگ اُس کے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں منتظر کھانے کے اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اُسکی طعام سے ایسی چیز ہے جس سے سردست کارروائی ہوسکے ص اور توکیل نہیں صحیح ہے اُس چیز کی خرید کے لئے جس کی جنس میں جہالت فاحشہ ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اُسکی بیان کردیوے ف جاننا چاہیئے کہ جو دو چیزیں ایسی ہیں کہ اُنکی حقیقت اور اُن سے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس میں داخل ہیں جیسے بکرا بکری قربانی کے حق میں آور اگر اُنکی حقیقت اور غرض مختلف ہو جیسے انسان اور جانور یا فقط غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزیں علیحدہ علیحدہ جنس سے ہیں آور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اُس کے نیچے اور اجناس ہوویں جیسے بردہ اسمیں غلام اور لونڈی دونوں داخل ہیں اور وہ دونوں الگ الگ جنس ہیں بنی آدم میں کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہیں مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہیں اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہیں بلکہ ہر ایک میں بھی اغراض پھر مختلف ہیں جیسے غلام ترکی میں حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی میں خدمت

اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونوں مجہول ہیں بجہالت فاحشہ تو ان چیزوں کی خرید کرنے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں ہے اگرچہ قیمت بیان کردی جاوے جب تک اُسکی نوع بیان نہ کرے کذافی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان کردیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور حلیہ بیان کردیوے تو درست ہے ف اسی طرح اگر گھوڑا کہدیا یا خچر تو توکیل درست ہوجاوے گی تو اگر مؤکل نے ثمن بھی بیان کردی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جس طرح کا گھوڑا یا گدھا خرید لاویگا مؤکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اُسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گائے یا بکری کے اگرچہ اُسکی صفت بیان نہ کی ہو دُبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اُسکی نوع یعنی ترکی ہندی یا ثمن اُس کا اس طرح پر کہ اُس سے نوع معلوم ہوجاوے بیان کرے تو درست ہے مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلاں غلام معین تو مجھے خرید دے اُس ہزار روپیہ کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر ہیں تو صحیح ہوجاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل مؤکل کے حوالہ کرنے کے تلف ہوگیا تو مؤکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اُس ہزار کے بدلے میں جو میرے تیرے اُوپر آتے ہیں اور عمرو نے ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اس بات کے کہ زید کو وہ غلام حوالے کرے عمرو کے پاس ہلاک ہوگیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے قبضہ کرلیا عمرو سے تو زید کا ہوجاویگا ف یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کا اسمیں اختلاف ہے دلیل دونوں کی مذکور ہے اصل میں اور ہدایہ میں ص اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئیں خرید لے میرے لئے اپنے مولیٰ سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ تو مجھ کو میرے ہاتھ فلانے کے لئے اور مولیٰ نے بیچا تو وہ غلام اُس شخص کا وکیل ہوجاویگا بس نے حکم کیا تھا ف اس واسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کیلئے ہوسکتا ہے ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجھ کو میرے ہاتھ اور فلانے کے لئے نہ کہا تو آزاد ہوجاویگا ف اور ثمن اُس غلام پر لازم آویگا ص اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے میرے مولیٰ سے بدلے میں ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اُس شخص کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولیٰ سے یہ کہے گا کہ میں اُس غلام کو اُسی کے لئے خرید کرتا ہوں اور مولیٰ نے بیچ کی تو آزاد ہوجاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ میں اُس کو اُسی کے لئے خریدتا ہوں تو وہ مشتری کا غلام ہوجاویگا اور ثمن کے روپے اُس شخص پر لازم آویں گے اور جو ہزار غلام نے اُس کو دیے تھے وہ مولیٰ کے ہونگے اسواسطے کہ وہ کمائی اُس کے غلام کی ہے ف تو اُسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اُس کے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک غلام خرید دے بعد اُس کے عمرو نے کہا کہ میں نے غلام تیرے لئے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مرگیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تو نے اپنے لئے خریدا تھا تو اس صورت میں اگر زید عمرو کو دام دے چکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب مؤکل کے لئے ایک شے خریدی تو وہ اپنے مؤکل سے دام اُس کے لے سکتا ہے گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہووے اور وکیل کو پہونچتا ہے کہ وہ شئے مؤکل کو نہ دیوے جب تک اُس سے دام وصول نہ کرے اگرچہ اُس نے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہوں تو اگر وہ شے ہلاک ہوگئی وکیل کے پاس قبل اُس کے روک رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو مؤکل کے مال میں سے ہلاک ہوگی ف یعنی مؤکل پر اُس کا ثمن لازم آویگا ص اور ثمن اُس کا ساقط نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اُس کو روک رکھا تھا مؤکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شے ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہوجاویگا مؤکل کے ذمے سے اور ضمان اُس کا وکیل پر لازم ہوگا ابویوسفؒ کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک ضمان مبیع کا اور زفرؒ کے نزدیک ضمان غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہ ہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفرؒ کے نزدیک پندرہ کا ضامن ہوگا اور طرفینؒ کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہوں اور قیمت دس تو زفرؒ کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ مؤکل سے طلب کرے اور ایسا ہی ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اسواسطے کہ ضمان رہن کا اقل

قیمت اور دونین سے لازم ہوتا ہے اور طرفینؒ کے نزدیک پندرہ لازم ہوں گے توکیل کو یہ نہیں پہونچتا ہے کہ مؤکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لئے کہا ہو اُس کو اپنے لئے خریدے **ف** تو وہ شئے مؤکل ہی کی سمجھی جاویگی گو وہ عقد کو اپنی طرف منسوب کرے اِس طرح پر کہ تخصیص کردے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو میں اپنے لئے خریدتا ہوں یا نیت کرے اپنے لئے کفایہ **ص** تو جب کسی نے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شئے معین کے تو اگر وکیل نے مؤکل کے حکم کے خلاف نہیں کیا تو وہ چیز مؤکل ہی کی ہوجاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہوجاویگی خلاف کرنیکی یہ صورتیں ہیں کہ مؤکل نے ثمن کو خاص کردیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیوں کے یا اشرفیوں کے عوض میں خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض میں خریدا یا مؤکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے اور کسی شئے کے بدلے میں خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اِس وجہ سے کہ مطلق ثمن سے عُرف میں مراد نقود یعنی دراہم دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہیں یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خریدا وکیل کے حکم سے اُس کی غیبت میں تو اگر اُسکی موجودگی میں خرید کریگا تو مخالفت نہ ہوگی کیونکہ رائے اُسکی خرید میں شامل ہوگئی اور مقصود مؤکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شئے غیر معین کے اور وکیل نے اُس کو خریدا تو وہ شئے وکیل ہی کی سمجھی جاویگی اِلاجب وکیل عقد کو مضاف کردے اپنے مؤکل کے مال کی طرف مثلاً یوں کہدے کہ خریدا میں نے اس چیز کو بدلے میں اس ہزار روپیہ کے اور وہ روپیے مملوک ہیں مؤکل کے یا عقد کو مضاف نہ کرے اُسکے مال کی طرف لیکن نیت کرے مؤکل کیلئے خریدنے کی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک کُر گیہوں کا خریدے بطور عقد سلم کے **ف** خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے میں بطریق سلم کے توکیل درست نہیں اور وجہ اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** یا بیع صرف کرے تو اگر وکیل جُدا ہوجاویگا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہوجاویگا اور مؤکل کی جُدائی کا اعتبار نہیں اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اُس نے بیچی بعد اس کے مشتری نے انکار کیا اِس بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اُس کا مسموع نہ ہوگا اور لیوے اُس چیز کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کرچکا ہے زید کیلئے خریدنے کا پس انکار میں اُسکی تصدیق نہ ہوگی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ میں نے اسکو حکم نہیں کیا تھا خرید کا اس صورت میں زید پھر جبرًا اُس چیز کو نہیں لے سکتا ہاں اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع بالتعاطی ہوجاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لادے عمرو نے قیمتی روپیہ سیر والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑیگا **ف** اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے **ص** اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے پس وکیل ایک غلام اُن دونوں میں سے اُس کے لئے خریدے تو صحیح ہے اور اگر اُن دونوں کو ہزار روپیہ میں خریدنے کو کہے اور دونوں کی قیمت برابر ہووے پھر ایک کو وکیل پانچ سَو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانچسَو سے زیادہ کو خریدے تو نہیں صحیح ہے جانب مؤکل سے بلکہ یہ مول لینا ذمے وکیل کے ہوگا ہاں اگر مؤکل کے جھگڑنے کے پہلے دوسرے غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونوں غلاموں کا ہزار روپیہ میں آنا تھا اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر پانچسَو سے اُتنے دام زیادہ دیے ہیں جتنے کی کمی بیشی معاملوں میں ہوا کرتی ہے اور باقی اتنے روپے ہیں کہ اُن سے دوسرا غلام خرید کرسکتا ہے تو مؤکل کی طرف سے یہ اشترا صحیح ہوگا اور اگر مؤکل نے وکیل کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خریدے اُس نے جب خریدی تو کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو خریدی اور مؤکل کہتا ہے کہ تونے پانچسَو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر اُس لونڈی کی قیمت بازار میں ہزار کی ہوگی اور اگر ہزار کی نہ ہوگی تو قول مؤکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو اسی صورت میں مؤکل نے ہزار روپے وکیل کو دیے نہیں تھے تو اگر اُس لونڈی کی قیمت بازاری پانچسَو یا زیادہ ہیں لیکن ہزار سے کم ہے تو مؤکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہے تو دونوں حلف کرینگے اِس لئے کہ وکیل و مؤکل مثل بائع اور مشتری کے ہیں جب دونوں نے حلف کرلیا تو بیع فسخ کرکے لونڈی وکیل ہی کو لینا پڑیگی اور ان سب صورتوں میں قول جس کا معتبر ہوگا تو بلاقسم کے معتبر ہوگا **ف** یعنی اور جہاں جہاں لکھا ہے کہ قول اُس کا معتبر ہوگا مراد اُس سے یہ ہے کہ بلاحلف معتبر ہوگا در مختار میں

ف اور دونوں کا اصل میں مذکور ہے ۱۲

ہے کہ ایسا ہی کہا ابن الکمالؒ اور ملا خسروؒ نے درر میں تبعاً لصدر الشریعۃ یعنی مصنفؒ شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا دانی نے کہ یہ تحریف ہے اور مخالف ہے عقل ونقل کے اور صواب یہی ہے کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خرید نے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اُس کا بیان نہ کیا تب عمرو نے اُسکو خریدا اور کہا کہ میں نے اُسکو ہزار روپیہ میں خریدا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں تو نے پانچسو کو خریدا ہے تو دونوں سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونوں حلف کرلیں گے تو غلام وکیل ہی پر پڑیگا اور بعضے فقہاءؒ یہ کہتے ہیں کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اُس صورت میں دونوں سے حلف نہ لیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہوجاویگا لیکن ظاہر تو یہ ہے کہ دونوں سے حلف لیا جاوے گا اور یہی قول ہے امام ابی منصور ماتریدیؒ کا ف طحطاوی میں ہے کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہے قاضی خاں نے تبعاً للفقیہ ابی جعفرؒ یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو تصحیح میں اختلاف ہے انتہیٰ اس صورت میں قاضی کو مناسب ہے کہ متون کی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کریگا قسم پر وکیل کی تو بھی درست ہے واللہ اعلم

فصل بیان میں اُن لوگوں کے جن سے وکیل خرید وفروخت کا معاملہ نکرے

ص نہیں صحیح ہے وکیل کو بیع وشرا کرنا ایسے شخص سے کہ جس کے واسطے گواہی اُسکی مقبول نہیں ہوتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اگر قیمت بازاری سے بیع وشرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہیں اور صحیح ہے وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور بدلے میں اسباب کے اور اُدھار اور کل اسباب میں سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض میں ثمن کے گرو کرلی یا اُس سے ضمانت لے لی تو جائز ہے اور جو بعد اُس کے وہ شے رہن تلف ہوگئی وکیل کے پاس یا ضامن سے مال وصول نہ ہوا اس طرح پر کہ ضامن مفلس ہوکر مرگیا اور مکفول عنہ بھی مفلس مرگیا یا غائب ہوگیا اور اُس کا پتہ معلوم نہیں اور یا معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہے اس بات کا کہ اصیل بری ہوجاتا ہے کفالتِ کفیل سے اور کفیل مفلس ہوکر مرگیا جیسا کہ یہی مذہب مالکؒ کا ہے پس ان سب صورتوں میں ضمان وکیل پر نہ ہوگا مسئلہ وکیل بالشراء مطلق کو لازم ہے کہ برابر قیمت اور مالیت پر چیز مول لیوے خواہ اُتنے دام بڑھکر جو نرخ کرنیوالوں کی قیمت میں آجاتے ہیں ف یعنی کئی نرخ کرنیوالوں سے جو اُسکی قیمت پوچھی جائے تو وکیل کا ثمن اُن میں سے کسی کے قول کے برابر ہوجاوے یہ نہ ہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ رہے ص اگر ایک چیز کے خریدنے کا وکیل کیا اور اُس نے وہ چیز آدھی خریدی تو یہ خرید موقوف رہیگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہیں اگر وکیل نے ایک شئے کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شئے وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہے کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہے جیسے ایک اُنگلی زائد نکلی تو وکیل اُسکو اپنے موکل پر رد کردے برابر ہے کہ رد مشتری وکیل پر گواہوں سے ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہے کہ مثل اُس کے اُس مدت میں پیدا ہوسکتا ہے تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہوں سے یا نکول سے ثابت کرکے رد کیا ہے تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہے تو وکیل موکل پر نہ پھیر سکے گا اگر وکیل نے اُدھار بیچا اور موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور رب المال میں یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالےٰ ص اگر کوئی دو شخصوں کو وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اُس تصرف کو جسمیں وکیل ہوئے ہیں دونوں مل کر ایک ساتھ کریں مگر جو وکیل بالخصومۃ ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑانے کے وکیل ص ہوں یا امانت کے پھیر دینے میں یا قرض ادا کرنے میں یا بغیر عوض طلاق دینے میں اور آزاد کرنے میں وکیل ہوں تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کرسکتا ہے اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع کرے یا اس کے مال سے خرید کرے تو صحیح نہیں تو حاصل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہیں اپنے صغیر فرزند کے مال میں اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال میں جو صغیر سن ہو ولایت نہیں واللہ اعلم

ف وکیل کسی کو وکیل نہیں کر سکتا اُس امر میں جس میں وکیل ہوا ہے اِلّا اُس صورت میں کہ مؤکل نے اُس کو اذن دیا ہووے یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا ھدایہ

ص باب وکیل بالخصومتہ اور وکیل بالقبض کے بیان میں

وکیل بالخصومتہ کو یہ پہونچتا ہے کہ مدعیٰ علیہ سے مال وصول کرکے اُس پر قبضہ کرلیوے نزدیک تینوں اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظمؒ اور محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے برخلاف زفرؒ کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کیلئے ہے پہونچتا ہے کہ مال لے لیوے ظاہر الروایۃ میں آور اب فتویٰ اس زمانے میں اس پر ہے کہ یہ دونوں وکیل قبض مال کے مالک نہیں ہیں بسبب خائن ہوجانے وکیلوں کے آور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہے اُس کو خصومت کا اختیار ہے امام صاحبؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ف اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے آلبتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت صلح کا مختار نہیں ص نہ اُس وکیل کو جو ایک شئے معین کے لینے کیلئے وکیل ہے ف یعنی اُسکو بالاتفاق اختیار خصومت نہیں ہے ص تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لے لینے ایک غلام معین کے زید سے توجب وکیل نے طلب کیا اُس کو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ مؤکل تیرا اُس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جب تک کہ مؤکل حاضر نہ ہووے ف اور جب تک وہ غلام زید کے پاس رہیگا ص اور ان گواہونکی گواہی سے بیع ثابت نہ ہوگی توجب مؤکل حاضر ہوویگا اُس کے سامنے پھر گواہوں سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی آسی طرح یہ مسائل ہیں کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ میں زید کا وکیل ہوں واسطے لیجانے اُسکی زوجہ کے یا اُس کے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اُس کے آزاد کردینے پر توان گواہونکی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہ دیا جاویگا مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہاں تک کہ زید حاضر ہووے توجب زید آویگا گواہی دوبارہ لیجاویگی مسئلہ اگر وکیل بالخصومتہ اپنے مؤکل کی طرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار مؤکل پر نافذ ہوگا آور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار حجت نہ ہوگا امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک آور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اقرار نزد غیر قاضی ہوا اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کسی طرح جائز نہیں اگر مکفول لہ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ میں وکیل ہوں زید کا جو غائب ہے اُس کا قرض وصول کرنے کیلئے اور زید کے قرضدار نے اُسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اُس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اُس نے اُس شخص کی جس نے اپنے تئیں وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لے گا اور اگر باقی نہ ہو تو کچھ نہ پاویگا اِلّا اُس صورت میں جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہوگیا ہو اِس بات کا کہ اگر زید آنکر میری وکالت کا انکار کریگا تو میں ضامن ہوں اس مال کا یا قرضدار نے مال اُسکو صرف اُس کے کہنے سے دیا ہووے اور اُسکی وکالت کی تصدیق نہ کی ہووے آور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ میں زید کی طرف سے اُسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہوں اور مودع یعنی جس کے پاس ودیعت ہے اُس نے اُس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت حوالہ کردینے کا حکم نہ ہوگا اور اگر کوئی یوں کہے کہ مالک امانت مرگیا اور اُس کا وارث میں ہوں اور وہ امانت میرے لئے میراث چھوڑ کر مرگیا اور تصدیق کرے اُسکی وہ شخص جس کے پاس امانت ہے تو اُس کو حکم ہوگا کہ وہ امانت اُس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ میں نے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو حکم دینے کا نہ ہوگا آ زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دَین وصول کرنے کے لئے بکر سے جب عمرو نے دَین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اُسکے جواب میں یہ کہا کہ زید یہ دَین وصول پاچکا ہے اور گواہ نہیں ہیں مدیون پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دَین عمرو کو ادا کرے توجب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دَین وصول پاچکنے کا تو اُس سے بکر قسم لے لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی اس بات پر کہ میں نہیں جانتا کہ مؤکل میرا اس دَین کو وصول پاچکا ہے اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اُس عیب کی بابت جو مبیع میں نکلا ہے اور مبیع واپس کرے بعد اُس کے مشتری غائب ہوگیا اب

وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر رضامند ہوگیا تھا تو وکیل مبیع کو نہیں پھیر سکتا یہانتک کہ مشتری قسم کھائے کہ میں راضی نہیں ہوا تھا اس عیب پر آور صاحبین کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہے آور بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسفؒ کے یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں یعنی مسئلہ دَین جو پہلے گزرا اور اس مسئلہ میں تاخیر چاہیئے یہانتک کہ حلف کرلیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دسؔ روپیہ دیے کہا اسکو میرے اہل وعیال پر صرف کرنا اور عمرو نے دسؔ روپیہ اپنے پاس سے لیکر اُن پر خرچ کیے تو وہ دسؔ روپیہ جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہوجاویں گے آور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ استحسان ہے اور قیاس اسکو چاہتا ہے کہ عمرو نے جو روپئے اپنے پاس سے صرف کیے ہیں وہ تبرعا ہوجاویں وجہ استحسان کی یہ ہے کہ وکیل خرچ کرنے کیلئے مثل وکیل بالشرار کے ہے اور وکیل بالشرار باوجود اس کے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے مؤکل سے لے سکتا ہے اسی طرح یہاں بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

ص باب وکیل کے معزول کرنے کے بیان میں

مؤکل کو پہونچتا ہے کہ جب چاہے وکیل کو معزول کردیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہے کہ وکیل کو اُس کا علم ہوجاوے **ف** تو جب تک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہ ہووے یعنی اُسکو ایک شخص عادل یا دؔ مستور الحال خبر عزل کی نہ سُنادیں تو جتنے تصرفات قبل اسکے کریگا مؤکل پر لازم ہونگے ہدایہ **ص** اور باطل ہوجاتی ہے وکالت وکیل یا مؤکل کے مرجانے سے یا جنون مطبق اور وہ سال بھر مجنون رہتا ہے **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا مؤکل کو تو وکالت اُسکی باطل ہوجاویگی آور ایک روایت میں ایک دن رات اُن سے منقول ہے آور وہ جو متن میں ذکر کیا قول محمدؒ کا ہے اور اسی میں احتیاط ہے کذا فی الاصل لیکن درمختار میں ہے کہ فتوٰی ایک مہینے کی مقدار پر ہے اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقلانی نے **ص** یا مرتد ہوکر دارالحرب میں چلے جانے سے آور اگر مؤکل مکاتب تھا اور وہ ادائے زر کتابت سے عاجز ہوگیا یا دوؔ شریکوں نے مل کر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونوں شریک جُدا ہوگئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اُسکو منع کردیا تصرفات سے تو ان سب صورتوں میں بھی وکالت وکیل کی باطل ہوجاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالوں کی خبر نہ ہو اگر مؤکل نے جس کام کیلئے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کرلیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنے کیلئے پھر مؤکل نے اُسکو آزاد کردیا یا وکیل کیا اُس کو ایک عورت سے نکاح کردینے کا پھر مؤکل نے خود اُس سے نکاح کرلیا اور جُدا بھی کردیا[یعنی طلاق دیدیا ۱۲] اُسکو تو بھی وکیل کو یہ نہیں پہونچتا کہ پھر اُس کا نکاح مؤکل سے کردیوے **ف** اسواسطے کہ حاجت مؤکل کی پوری ہوچکی آلبتہ اگر وکیل نے اُس سے نکاح کرلیا اور نکاح کرکے اُسے جُدا بھی کردیا[یعنی طلاق بائن بھی دیا ۱۲] تو اب اُسکو پہونچتا ہے کہ مؤکل سے نکاح اُسکا کردیوے ہدایہ

ص کتاب الدعوٰی

دعوٰی کہتے ہیں خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لئے غیر پر **ف** اِس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہیں بلکہ تعریف جامع مانع وہ ہے جو صاحب درمختار نے بیان کی کہ دعوٰی ایک قول مقبول ہے نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہے اُس سے طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اس میں دعوٰی دفع تعرض داخل ہوگیا صورت اس کی یوں ہے کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بیجا کرتا ہے مجھ سے ناحق اور میں چاہتا ہوں کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی اس دعوٰی کو سُن سکتا ہے اور منع کریگا قاضی مدعٰی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جبتک مدعٰی علیہ کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوٰی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع نہیں صورت اُسکی یوں ہے کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعوٰی رکھتا ہے میرے اُوپر تو کرے اُسکو ورنہ رو برو گواہوں کے بری کردے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نہ کریگا واسطے دعوٰی کرنیکے کیونکہ دعوٰی حق اُس کا ہے طحطاوی **ص** مدعی وہ ہے کہ اگر خصومت کو ترک

کردے تو اُس پر جبر نہ کریں اور مدعیٰ علیہ وہ ہے کہ جو جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعویٰ کے مدعی کی تفسیر یوں چاہیئے کہ مدعی وہ ہے جو خبر دیتا ہے اپنے حق کی غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر ہے ذکر کیا ہے اس کو بعض مشائخ نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اُس امر کے جو غیر ظاہر ہے کہ وہ ایک امر حادث ہے **ف** یعنی وہ دعویٰ کرتا ہے ملک کی ایک شئے کا حالانکہ وہ شئے اُس کے قبضے میں نہیں ہے بلکہ قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے اور یہ امر خلاف ظاہر ہے کہ شئے مالک کے قبضے میں نہ ہووے **ص** اور مدعیٰ علیہ وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ ظاہر ہے یعنی عدم اصلی کا **ف** یعنی ظاہر یہی ہے کہ شئے اُسی کی ہے جس کے قبضے میں ہے اور مدعیٰ علیہ یہی کہتا ہے **ص** لیکن اعتبار شناخت مدعی اور مدعیٰ علیہ میں معنی کا ہے نہ ظاہر کا یہانتک کہ اگر مودع نے دعویٰ کیا رد ودیعت کا طرف مودع کے تو وہ ظاہر میں مدعی ہے لیکن حقیقت میں مدعیٰ علیہ ہے کیونکہ انکار کرتا ہے ضمان کا **ف** یعنی غرض مودع کی جس کے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعویٰ سے یہ ہے کہ اُس پر تاوان مال امانت کا لازم نہ آئے تو ظاہر میں اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ رد ودیعت کا مدعی مودع ہے اور مودع مدعیٰ علیہ ہے لیکن یہاں چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہے اور حقیقت میں منکر ضمان کا مودع ہے تو اُسی کو مدعیٰ علیہ قرار دیا گیا اسواسطے کہ منکر کو مدعیٰ علیہ بالفتح کہتے ہیں تو قول اُسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ **ص** اور دعویٰ کی صحت کیلئے شروط ہیں **ف** رُکن دعویٰ یہ ہے کہ نسبت کرنا حق کیطرف اپنے اگر اصالۃً دعویٰ ہووے یا اپنے مؤکل کیطرف اگر وکالۃً ہو اور اہل دعویٰ وہ شخص ہو جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہ ہوگا اور شروط دعویٰ یہ ہیں کہ مجلس قضا ہو اور مدعیٰ علیہ حاضر ہووے اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہیں ہوسکتی اور آیا مدعیٰ علیہ کو حاضر کرنا اُسی وقت چاہیئے جب مدعی دعویٰ کرے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ شہر میں ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا میں آکر پھر راتکو اپنے مکان میں رہ سکتا ہے تو بمجرد دعویٰ طلب کرے مدعیٰ علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جبتک مدعی سے وجہ ثبوت نہ لیجاوے مدعیٰ علیہ کو طلب نکرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلف لیا جاوے مدعی سے اپنے دعویٰ کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے مدعیٰ علیہ کو ورنہ اُسکو اپنی مجلس سے نکالدے **طحطاوی** کہا شعبیؒ نے اور ہمارے زمانے میں قاضیوں کا یہ حال ہے کہ جب اُنکے پاس کوئی شخص آکر دعویٰ کرتا ہے تو وہ طلب کر لیتے ہیں مدعیٰ علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کریں مدعی سے کیفیت اُس کے دعویٰ کی اور تمیز کر لیویں صحت دعویٰ کو اُس کے فساد سے اور یہ غفلت ہے اُن قاضیوں کی یا جہل ہے ان مسائل سے انتہیٰ **ص** ایک یہ کہ جس چیز کا دعویٰ ہو اُسکی جنس اور قدر بیان کرے **ف** جنس یعنی اُسکی قسم کہ شئے مدعی دراہم ہیں یا دنانیر یا گیہوں ہیں یا چاول اور قدر مقدار اُسکی کہ سو درہم ہیں یا سو دینار یا سو من گیہوں یا چاول ہیں اور اُس کا بیان صفت بھی ضرور ہے کہ وہ دراہم کیسے ہیں جید یا ردی کہا طحطاویؒ نے جسوقت اُس شہر میں کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہوں تو بیانِ وصف یعنی فلاں قسم کے دراہم کا میں دعویٰ کرتا ہوں ضرور ہے اور اگر شہر میں ایک ہی طرح کے دراہم چلتے ہوں تو بیان جنس و قدر کافی ہے بیان وصف کی کچھ حاجت نہیں **ص** اور یہ شرط دعویٰ دَین میں ہے اور جو دعویٰ کسی شئے معین کا ہووے تو اگر وہ شئے حاضر ہو اُسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہے اور اگر غائب ہووے تو اُس کا وصف بیان کرنا اور اُسکی قیمت ذکر کرنا ضرور ہے دوسرے یہ کہ اگر دعویٰ شئے عین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ وہ شئے مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہے اور جو وہ شئے منقول ہے تو لفظ ناحق بھی کہے **ف** ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی شئے ہوتی ہے غیر مالک کے پاس بسبب حق کے جیسے شئے مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن کے کذا فی الاصل **ص** اور دعویٰ عقار میں **ف** عقار بالفتح شئے غیر منقول کو کہتے ہیں اصطلاح فقہا میں جیسے باغ زمین مکان وغیرہ **ص** قابض ہونا مدعیٰ علیہ کا ثابت نہ ہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے **ف** یعنی اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ باہم متفق ہوجاویں اس بات پر کہ اُس مکان یا زمین کا قابض مدعیٰ علیہ ہے تو قبضہ اُس کا ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا اِس طرح پر کہ وہ تصدیق کریں قبضہ مدعیٰ علیہ کی حالانکہ وہ شئے شخص ثالث کے قبضے میں ہے تو قاضی حکم کردے ملک مدعی کا برخلاف شئے منقول کے کہ اُسمیں قبضے کا مشاہدہ اور معاینہ ہوجاتا ہے تو صرف تصادق متخاصمین کافی ہے ثبوت قبضہ مدعیٰ علیہ کیلئے کذا فی الاصل باختصار در مختار میں ہے کہ دعویٰ غصب عقار اور دعویٰ شرائے عقار میں کچھ حاجت قائم کرنے شہود کی نہیں اس بات پر کہ وہ عقار قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے کیونکہ دعویٰ غصب اور شرا جیسے صحیح ہے قابض پر ویسے ہی غیر قابض پر برخلاف

دعویٰ مِلک مطلق کے **ص** تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی یہ کہے کہ میں اُسکو طلب کرتا ہوں مدعیٰ علیہ سے تو اگر وہ شئے مدعیٰ مدعیٰ علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اُسکو حکم ہوگا حاضر کرنیکا اُس شئے کو مجلس قضا میں تا مدعی اپنے دعویٰ میں اُسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہے گواہوں کی گواہی دینے اور مدعیٰ علیہ کے قسم دلانے میں یعنی چیز کو حاضر کرنا چاہیے تاکہ دو گواہ اپنی گواہی میں اور مدعیٰ علیہ اپنی قسم میں اُسکی طرف اشارہ کریں آور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا میں متعذر ہووے **ف** بسبب اُس کے ہلاک ہوجانے یا غائب ہوجانے کے **ص** تو مدعی اُسکی قیمت ذکر کردیوے **ف** آور اگر باوجود باقی ہونے اُس کے کے حاضر کرنا اُس کا مجلس قضا میں متعذر ہووے جیسے چکی یا بورہ غلّہ کا یا گلہ بکریوں کا تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کردیوے کہ اُس کے ساتھ جاکر مدعی اُس شئے کیطرف اشارہ کردیوے آور جس صورت میں وہ شئے ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہے تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اُس کے سن اور ذکورت اور انوثت کا ضرور نہیں اگر وہ جانور ہلاک ہوگیا ہو مدعیٰ علیہ پاس آور دعویٰ غصب اموال میں اور اسی طرح دعویٰ شئے مرہون میں بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہیں کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہیں جانتا بلکہ قول غاصب اور مرتہن کا اُسکی قیمت میں حلف سے معتبر ہوگا آلبتہ دعویٰ سرقہ میں اگرچہ وہ شئے حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہے تا انصاب کی کیفیت معلوم ہووے **فائدہ** دعویٰ شئے مجہول القیمۃ پر حلف نہیں لیا جاتا مگر چھ جگہ دعویٰ شئے مغصوب دعویٰ شئے مرہون دعویٰ شئے امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعویٰ شئے مسروقہ **اشباہ مسئلہ** اگر مدعی نے بہت سی چیزوں کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہے دعویٰ کیا تو کُل کی قیمت ذکر کردینا کافی ہے اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اُسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اُسکے مدعیٰ علیہ کو کُل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا آور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اُسکے بیان پر جبر کیا جاویگا **شامی وطحطاوی** **ص** عقار کے دعویٰ میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اُس کے حدود بیان کرے یعنی چاروں حدیں یا تین حدیں آور اُن حدوں کے مالکوں کا نام اور اُنکے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے **ف** حدود کا بیان کرنا شرط ہے دعویٰ عقار میں نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہووے آور صاحبینؒ کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہیں پھر بیان کردینا تین حدود کا کافی ہے نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدیں ظاہر ہوگئیں تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے آور زفرؒ کے نزدیک چاروں حدوں کا بیان ضرور ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہؒ کا اور اسی پر فتویٰ ہے آور اصحاب و مالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہے امام اعظمؒ کے قول میں لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہے تو فقط اسی کا نام ذکر کردینا کافی ہے آور گھر کے دعویٰ میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اُس شہر کا نام اور اُس محلے کا نام اور اُس گلی کا نام جہاں پر وہ گھر ہے بیان کرے یہ سب شرائط دعویٰ عَین کے ہیں لیکن دعویٰ دَین میں تو ذکر جنس و قدر کا ضرور ہے اور ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اُسکی صفت بھی کہ کھری ہے یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہے اور اُسکی نوع کا بھی ذکر ضرور ہے کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہے یا نیشاپور کا کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** جب دعویٰ مدعی کا صحیح ہوجاوے **ف** یعنی ہر قسم کے دعویٰ میں جو اُسکے شرائط ہیں سب پائے جائیں تو اگر مدعی درخواست کرے **ص** تو قاضی مدعیٰ علیہ سے سوال کرے اُس دعویٰ سے **ف** یعنی یوں کہے کہ فلاں شخص نے تیرے اُوپر یہ دعویٰ کیا ہے تو تو کیا جواب دیتا ہے آور اگر دعویٰ کی صحت نہ ہووے تو طلب مدعیٰ علیہ کی اور سوال کرنا اُس سے کچھ ضرور نہیں بلکہ دعویٰ کو خارج کردیوے **درمختار** **ص** تو اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرے دعویٰ مدعی کا یا انکار کرے تو مدعی سے بیّنہ طلب کرے اگر مدعی وجہ ثبوت پیش کردیوے تو قاضی حکم کردیوے مدعیٰ علیہ پر **ف** بغیر طلب مدعی کے آور اگر مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ میں مدعی کے دعویٰ کو دفع کرسکتا ہوں تو قاضی اُسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہے اور جو روز ہوتی ہے تو ایک دن کی دینا چاہیئے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہے پھر اگر اُس مدت میں مدعیٰ علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اُس پر حکم کردیوے **درمختار و شرحہ للطحطاوی** **ص** اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہوں وجہ ثبوت کے تو درصورت درخواست مدعی قاضی مدعیٰ علیہ سے قسم لیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعویٰ سے البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خونوں کا اور مالوں کا دعویٰ کرتے لیکن قسم

ہے مدعیٰ علیہ پر اور روایت کیا بیہقیؒ نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اُسمیں یہ لفظ ہے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے وائل بن حجرؓ سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعویٰ کیا کہ یارسول اللہ اُس نے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے مدعی کا اسمیں کچھ حق نہیں تو فرمایا حضرتؐ نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہیں کہا اُس نے کہ نہیں فرمایا آپؐ نے پس تیرے لئے قسم اسکی ہے کہا اُس نے یارسول اللہ کندی مرد فاسق ہے وہ پرواہ نہیں رکھتا قسم کی فرمایا آپؐ نے نہیں ہے تیرے لئے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کرلیگا مدعی کے مال پر تاکہ کھاوے اُسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اُس سے منھ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثیں ہیں مروی ہیں بلکہ بعضوں نے اسکو متواتر کہا ہے روایت کی مسلمؒ نے ابی اُمامہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کیلئے جہنم کو اور حرام کیا اُوپر اُسکے جنت کو تو کہا آپؐ سے ایک شخص نے یارسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپؐ نے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی **فائدہ** اگر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اُس سے قسم نہ لیجاوے گی بلکہ قید کیا جاویگا تاکہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اُسکی زبان میں دُرمختار مسئلہ اجماع کیا ہے فقہاءؒ نے بلا طلب قسم دلانے پر اُس شخص کو جو میت پر دعویٰ دَین کرے صورت اُسکے قسم دلانیکی یہ ہے کہ قاضی اُسکو یوں قسم دیوے کہ قسم اللہ کی میں نے اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اُسکی طرف سے مجھ کو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اُس پر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ میں نے اُسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے اُسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اُسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر ص تو اگر مدعیٰ علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانیسے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں کھاونگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اُس کا نکول نہ ہوگا ص اور قاضی نے فیصلہ کردیا اُسکے نکول پر تو صحیح ہے اور احتیاط اسمیں ہے کہ قسم کیواسطے تین بار مدعیٰ علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اُسکے نکول پر حکم کردیوے **ف** نکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اُسکے نکول پر حکم کردیوے کیا معنی مدعی کا مقدمہ جتادیوے اور مال مدعی مدعیٰ علیہ پر لازم کردیوے ص اور مدعی سے قسم نہ لیوے اور شافعیؒ کے نزدیک صرف نکول سے مدعیٰ علیہ کے اُوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے جب مدعی حلف کرلیگا تو حکم کردیا جاویگا مال کا مدعیٰ علیہ پر اور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہے اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہؓ نے اور یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہے احمدؒ اور مالکؒ کا اور یہی کہتے ہیں ائمہ ثلٰثہؒ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لیکر حکم کردیں گے مال کا مدعیٰ علیہ پر اور قسم اُسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظمؒ نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ائمہ ثلٰثہؒ کا یعنی اُنکے نزدیک مدعی سے کسی حال میں قسم نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہے مدعیٰ علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر جو اُوپر گزری کہ فرمایا حضرتؐ نے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی جنس قسم منکر پر ہے اور الف لام الیمین میں واسطے استغراق جنس کے ہے یعنی تمام قسمیں مدعیٰ علیہ پر ہیں تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعیٰ علیہ سے ائمہ ثلٰثہؒ دلیل لاتے ہیں اُس حدیث سے جسکو روایت کیا احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے اُنھوں نے امام جعفر صادقؒ سے اُنھوں نے اپنے باپ محمد باقرؒ سے اُنھوں نے جابرؓ سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذیؒ نے اور روایت کیا اسکو نوویؒ اور مالکؒ وغیرہ نے امام محمد باقرؒ سے مرسلاً اور یہی اصح ہے اور روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے محمد باقرؒ سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم لی مدعی سے اور یہ منقطع ہے کہا دارقطنیؒ نے علل میں کہ جعفر صادقؓ نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقیؒ نے کہ عبدالوہاب نے وصل کیا اسکو اور وہ ثقہ ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے اُسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہو گیا تھا آخر عمر میں اور مالکؒ اور ثوریؒ کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے اور روایت کیا ابوداؤدؒ اور طحاویؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اُسکو ترمذیؒ نے اور منکر کہا اُسکو طحاویؒ نے اسواسطے کہ روایت کیا اُسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اُسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہیں جانتے اور روایت کی شافعیؒ اور اصحاب سننؒ اور ابن حبانؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالحؒ نے اپنے باپ سے اور سُنا اُن سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے حدیث بیان کی ابو ہریرہؓ کی کہا طحاویؒ نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اُسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اُس کے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں **جواب** امام صاحبؒ کا اِس حدیث سے بچند وجوہ ہے اولاً اِس طرح کہ یہ حدیث طرق اُسکے سب ضعیف ہیں رد کیا ہے اُسکو نقاد فن حدیث یحییٰ بن معین نے **ثانیاً** یہ حدیث باوجود ضعیف ہونیکے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ الآیۃ یعنی گواہ کرو تم دو مردوں کو اپنے میں سے تو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں **ثالثاً** مخالف ہے یہ حدیث اُس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اُسمیں جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعیٰ علیہ پر **رابعاً** اس حدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اُس واقعہ سے یا اُس مدعی سے جیسا کہ حضرتؐ نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہے یہ امر خزیمہ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہیں عام تو واجب ہوگی ترجیح اُنکی اس حدیث پر **خامساً** بصورت تسلیم معنی اُس حدیث کے یہ ہوسکتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اس کے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس پر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعیٰ علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعیٰ علیہ ہے نہ یمین مدعی **سادساً** یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضرتؐ نے اُسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اُسکی خصوصیات میں سے ہے **سابعاً** یہ کہ الف ولام قضی بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہودہ یعنی یمین مدعیٰ علیہ **ثامناً** یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین سے ہے **تاسعاً** یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہ ہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا ماؤل ہونے پر **عاشراً** یہ کہ استدلال امام شافعیؒ اور ائمہ ثلثہؒ کا بابت اثبات مسئلتین کے اس سے تمام نہیں ہوتا کیونکہ مذہب انکار رد شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعیٰ علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اُس مسئلے کے اثبات کی یہ دلیل نہیں بلکہ روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اُوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اُسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہووے اسکی اسناد نہایت ضعیف ہے تصریح کی اسکی سب محدثین نے فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ هٰذَا يَنْبَغِيْ تَحْقِيْقُ الْمَقَامِ وَفِيْمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ لِّاُولِي الْاَفْهَامِ **استدلال عجیب** امام مالکؒ نے مؤطا میں لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہیں بسبب قول اللہ تعالیٰ کے فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ الآیۃ تو حجت اُن لوگوں پر یہ ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہیں حلف لیا جاتا مدعیٰ علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اُس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہے کہ نہیں ہے اختلاف اُسمیں کسی کا لوگوں میں سے اور نہ کسی شہر میں شہروں میں سے تو کس دلیل سے نکالا ہے اُسکو اور کس کتاب اللہ میں پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہیں ہے یہ کتاب اللہ میں انتہیٰ باختصار میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالکؒ سے کیونکہ ثبوت حلف مدعیٰ علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے

موجود ہے بلکہ اُس پر اجماع ہے مجتہدینؒ کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اسکو بعید ہے صواب سے آور اگر مراد اُنکی اس امر اتفاقی سے حلف مدعیٰ علیہ مع حلف مدعی درصورت نکول مدعیٰ علیہ ہے تو اُسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلادو امصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے بانیہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہیں جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ قسم رد کیجاویگی مدعی پر تو ملازمت ان دونوں امروں میں غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالکؒ کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص میں نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ **ص** اور نہیں قسم لیجاتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اندر عدت میں اور مدت ایلار کے اندر رجوع کرنے میں اور اُم ولد ہونے میں اور غلام ہونے میں اور نسب میں اور ولاء میں برخلاف صاحبینؒ کے **ف** اصل کتاب میں صورتیں ان مسائل کی یوں مذکور ہیں کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اس کا اُلٹا ہوا یعنی عورت مدعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کرے یا دعویٰ کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گزر جانے عدت کے کہ میں نے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اس کا اُلٹا ہوا یا دعویٰ کیا ایک شخص نے بعد گزر جانے مدت ایلار کے کہ میں نے رجوع کیا تھا ایلار سے اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اس کا اُلٹا ہوا یا دعویٰ کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہے یا اس کا اُلٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونوں نے آزادی کی ولاء یا ولاء موالات میں اِسی طور پر یا دعویٰ کیا لونڈی نے اپنے مولیٰ پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی مولیٰ سے اور دعویٰ کیا تھا اس کا مولیٰ نے اور مر گیا ہے ولد اور اِس کا اُلٹا یہاں نہیں ہوسکتا کیونکہ مولیٰ نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ میری اُم ولد ہے تو وہ اُم ولد ہو جاویگی صرف اقرار سے اسمیں اِس لونڈی کے انکار کی طرف اِلتفات نہ ہوگا دلیلیں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کی مذکور ہیں اصل میں لیکن صحیح و مختار یہ ہے کہ اِن ساتوں چیزوں میں قسم لیجاویگی درمختار اور فتاویٰ قاضیخاں میں ہے کہ فتویٰ قول صاحبینؒ پر ہے مسئلۂ نکاح میں کذا فی الاصل **ص** اور نہیں قسم لیجاویگی حد اور لعان میں **ف** جیسے حد زنا اور حد قذف میں صورت حد کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھ کو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھ پر حد لازم ہے اور مدعیٰ علیہ نے انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لی جاویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ ہے کہ عورت نے دعویٰ کیا خاوند پر کہ تو نے مجھ کو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھ پر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اُسکو قسم نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل **ص** اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجاوے مال کیلئے تو اگر اُس نے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہے جسمیں شُبہہ ہے تو مال اُس سے لازم ہوگا نہ حد اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جاویگی اگر عورت نے دعویٰ کیا اُسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق میں بالاجماع قسم لیجاتی ہے تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ میں عورت کے نصف مہر کا آسی طرح نکاح میں جب عورت دعویٰ کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو قسم لیجاویگی اُس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اُس پر لازم ہوگا اور عورت اُس پر حلال نہ ہوگی نکول سے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے آسی طرح نسب میں جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعویٰ کرے جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا اِن دونوں کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ میں **ف** یا حضانت کا یا عتق کا بسبب مِلک کے یا ہبہ میں رجوع نہ ہوسکنے کا شامی **ص** تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ حق ثابت ہو جاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحبؒ کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اُس سے حلف لیا جاویگا بعماعا تو اگر نکول کریگا قصاص بالنفس میں **ف** قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے میں اُس کا قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعیٰ علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالے اور مدعی اس کا عوض چاہتا ہے کہ مدعیٰ علیہ کے بھی ہاتھ یا پاؤں کاٹے جاویں **ص** تو قید کیا جاویگا مدعیٰ علیہ یہانتک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف میں تو صرف اُسکے نکول سے اُس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحبؒ کے آور صاحبینؒ کے نزدیک قصاص بالنفس میں بمجرد نکول دیّت لازم ہوگی قاتل پر آور اسی طرح قصاص بالاطراف میں آرش اُس کا **ف** اور فتویٰ امام کے قول پر ہے **ص** مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہیں **ف** یعنی شہر میں یہانتک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا میرے شہود غائب ہیں تو مدعیٰ علیہ سے قسم لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی **ص** اور پھر قسم طلب کی مدعیٰ علیہ سے تو مدعیٰ علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اُس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی **ف** لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن ثقہ اور معتبر ہووے اور اُس پر خوف بھاگ جانے کا نہ ہووے اگرچہ مدعیٰ علیہ صاحب

اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ص تو اگر مدعیٰ علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی یا امین اُس کا مدعیٰ علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ مدعیٰ علیہ غائب نہ ہو جاوے یہ صورت جب ہے کہ مدعیٰ علیہ مقیم ہو اُس شہر کا اور اگر مُسافر ہو تو اُس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لیجاوینگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اُس کے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ میں گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی اُس سے حلف لے لیوے یا اُسکو چھوڑ دیوے ف مسائل الحاقیہ اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ نے اتفاق کر لیا اس امر پر کہ مدعیٰ علیہ قاضی کے سوا اور کہیں قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب مدعی تو اعتبار نہیں قسم کا اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعیٰ علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اس پر کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا گواہ اُسکے سچے ہیں تو قاضی اُسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے فائدہ طریق قضا کے تین ہیں ایک اقرار مدعیٰ علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعیٰ علیہ تو قاضی کو چاہیئے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوویں اور وہ طلب کرے قسم کو مدعیٰ علیہ سے کہے واسطے قسم کرنے کے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اس پر مال کا حکم کرے نہ یہ کہ قبل مدعیٰ علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کر دیوے کہ مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اس سے مال ولایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہیں اور یہ امر یا جہل ہے اُن سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے قاضی کے سامنے مدعیٰ علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اس پر نکول سے حکم کر دیا مال کا بعد اُس کے مدعیٰ علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ سماعت اُسکی نہ ہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاویں گے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعیٰ علیہ سے حلف لے سکتے ہیں نیابۃً اور حلف نہیں کر سکتے نیابۃً اپنے فعل پر آدمی سے قسم لیجاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جس طرح مدعی کہتا ہے اس طرح نہیں ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ میں نہیں جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعویٰ کیا دَین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اُسکی میراث ہونے کو جانتا ہے یا مدعی نے اُسکی میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعیٰ علیہ اُسکی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعیٰ علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دَین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعویٰ کیا دَین کا مدعیٰ علیہ پر اور ثابت کیا اُسکو برہان سے بعد اُس کے مدعیٰ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ دَین مدعی کو پہونچا چکا ہوں تو مدعیٰ علیہ سے گواہ ادائے دَین کے لیے جاویں گے اسی طرح اگر دعویٰ کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعیٰ علیہ کے پاس گواہ نہ ہوں ایصال دَین یا ابرائے دَین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کر لے تو مال دیا جاویگا مدعیٰ علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعیٰ علیہ پر مال لازم نہ ہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپیہ کی مدعیٰ علیہ پر اور دوسرے نے اُسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدیون نے ایصال دَین کا دعویٰ کیا ایک بار کُل دَین کا اور گواہوں نے ادائے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اُس کے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر پر اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اس کو طلاق دیا تھا یا اس نے ابراء کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثوں کا مسموع نہ ہوگا اس واسطے کہ صریح مخالف ہے قول اوّل کے قنیہ و دُرِّ مختار

باب کیفیت حلف کے بیان میں

ص قسم لیجاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے ف تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا ماں باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبے کی تو اُس پر احکام قسم کے مرتب نہ ہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھ کر قسم کھاویگا تو مشرک ہو جاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا کسی اور اُس کے اسم سے اسمائے متبرکہ سے جیسے رحمٰن رحیم قادر ذوالجلال یا اُسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بیشک اللہ تم کو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپوں کی سو جو شخص تم میں سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیئے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے آور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ جس نے اپنے حلف میں کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو چاہیئے کہ کلمۂ توحید پڑھے یعنی لاالٰہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحقؒ نے شرح مشکوٰۃ میں کہ اگر قسم غیر خدا کی علیٰ وجہ التعظیم نہیں ہے تو اُس سے کافر نہیں ہوتا لیکن استغفار چاہیئے کیونکہ صورت کفر کی ہے آور اگر قسم غیر خدا کی علیٰ وجہ التعظیم ہے یعنی اس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ عود کرے اُس سے اور تجدید اسلام کرے آروایت کی ابوداؤدؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنے ماؤں کی اور نہ بتوں کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو آور روایت کی ترمذیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اُس نے شرک کیا ص اور قسم نہ ہوگی طلاق اور عتاق سے ف یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعیٰ علیہ سے یوں قسم لیجاوے کہ اگر مدعی کا دعویٰ سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے کذا فی الخانیۃ ص اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے میں مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعیٰ علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے ف یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اوّل یہ کہ حلف[1] دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اُسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی کو اختیار کیا ہے صاحب دُرِّ مختار اور فقہائے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمیں ظاہر نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعیٰ علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اُسکے نکول سے اُس پر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہاءؒ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعیٰ علیہ مال اُس پر لازم کیا جاویگا دُرِّ مختار و شامی نے نقل کیا در البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعیٰ علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہیں تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کرکے مال کا اقرار کرلیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہیں مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدمائے فقہاء سے بلکہ متون میں اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اس کا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہائے متاخرین[2] کا ہے جنکی تقلید ضرور نہیں علی الخصوص جبکہ مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ص اور سخت کرسکتا ہے قاضی قسم کو خدا کے اوصاف ذکر کرنیسے مثلاً کہے قسم اُس اللہ کی جو مطالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے اسکو موت اور فنا نہیں اور مثل اس کے ف ہدایہ میں اسکی مثال یوں لکھی ہے کہ قاضی کہے مدعیٰ علیہ سے کہہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہے غائب اور حاضر کا وہ رحمٰن رحیم ہے جانتا ہے وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہے کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اُوپر یہ مال نہیں ہے اور نہ اسمیں سے کچھ انتہیٰ آور قاضی کو پہونچتا ہے کہ تاکید کرے قسم کی اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعیٰ علیہ پر قسم مکرر نہ ہوجاوے اسواسطے کہ استحقاق اُس پر صرف ایک قسم کا ہے آور بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص نیک بخت دیندار مشہور ہو اُس پر تاکید قسم کی حاجت نہیں البتہ جو ایسا نہ ہو اُس پر قسم سخت کرے آور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مال قلیل ہو تغلیظ قسم کی حاجت نہیں البتہ اگر مال خطیر کا دعویٰ ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعیٰ علیہ کو اللہ تعالےٰ کی قسم دی اور اُس نے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اُس پر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ حاصل ہوگیا دُرِّ مختار عن الزیلعی ص اور نہ ہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے ف تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے آور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لیوے دُرِّ مختار میں ہے کہ یہ تغلیظ مستحب نہیں ہے قاضی کو تو ظاہر یہ ہے کہ اگر کرے تو مباح ہے لیکن نقل کیا شامیؒ نے محیط سے کہ نہیں جائز ہے تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک تغلیظ قسم کی چاہیئے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے آور مکان سے جیسے جامع مسجد میں نزدیک منبر کے آور یہودی کو یوں حلف دلاوینگے کہ قسم ہے اُس خدا کی جس نے اُتارا توارت کو موسیٰ علیہ السلام پر آور نصرانی کو اس طرح کہ قسم ہے اُس خدا کی جس نے اُتارا انجیل کو عیسیٰ علیہ السلام پر آور مجوسی[3] کو اس طرح کہ قسم خدا کی جس نے پیدا کیا آگ کو آور بُت پرست کو قسم خدا کی دلادیں گے ف کیونکہ سب بت پرست اقرار کرتے ہیں وجود خدائے تعالےٰ کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ یعنی اور اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کس نے

پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو البتہ کہیں گے کہ خدا نے پیدا کیا آور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہیں ہے بلکہ یوں کہے کہ قسم اُس خدا کی جس نے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو دُرّ مختار میں ہے کہ فرقہ دہریہ جو مُقر نہیں خدائے عزّ وجل کے بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو ان سے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہیں ہوا مترجم کہتا ہے کہ ان سے دہر کی قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسمائے الٰہی ہے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں دہر ہوں اور آدمی بُرا کہتا ہے دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لیلیے تو کافی ہو جاوے گا دُرّ مختار میں ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ گونگا ہو تو اُسکو حلف دینے کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اور اُس کا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف ہو جاویگا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اُس کا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نجانتا ہووے تو اُسکو اشارے سے قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اُس کا باپ قسم کھاوے یا اُس کا وصی یا اگر باپ اور وصی نہ ہووے تو قاضی نے جس شخص کو اُسکے قائم مقام کیا ہے وہ حلف کرے طحاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق مانعہ ہے یا یقین و قطع پر اُسکو تحریر کرنا چاہیئے پھر معلوم کر کہ یہ قول مخالف ہے ماتقدم کے کہ نیابت استحلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں انتہی ص اور نہ حلف دیے جاوینگے یہ لوگ ف یعنی یہود اور نصاریٰ اور بُت پرست ص اپنے عبادت خانوں میں ف اسواسطے کہ قاضی کو اُنکے عبادت خانوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر اکراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اُس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ص اور قسم دلائی جاوے مدعیٰ علیہ کو حاصل دعویٰ پر ف قاعدہ کلیہ اُس کا یہ ہے کہ اگر سبب ایسا ہے جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اُسمیں حلف سبب پر ہوگا اور اگر وہ سبب مرتفع ہوسکتا ہے جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہاں قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور اُسکی مثالیں آگے آتی ہیں ص جیسے بیع اور نکاح میں قاضی یوں قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونوں میں بیع قائم نہیں اور یا نکاح قائم نہیں آور طلاق میں اس طرح کہ وہ عورت تجھ سے اسوقت بائن نہیں ہے آور غصب میں اس طرح کہ تجھ پر اس چیز کا پھیر دینا واجب نہیں آور نہ دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی میں نے بیچا یا میں نے طلاق نہیں دیا یا میں نے غصب نہیں کیا یا میں نے نکاح نہیں کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہوجاتے ہیں اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعیٰ علیہ کو قسم دلاویں گے سبب پر تو اُس کو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ بولنے کے یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک سب صورتوں میں قسم سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعیٰ علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے قاضی نہ حلف دلا تو مجھ کو سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہیں بیع کرتا ہے پھر اقالہ کرلیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کرلیتا ہے آور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعیٰ علیہ کے انکار کو دیکھیں گے کہ اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اُس پر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعیٰ علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعویٰ اقالہ میں مدعیٰ علیہ کو مدعی ہونا چاہیئے تو مدعیٰ علیہ پر گواہ لازم ہیں اقالہ کے آور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل ص مگر اُس صورت میں جہاں کہ مدعی کا ضرر ہووے تو وہاں حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعویٰ بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعیٰ علیہ ان چیزوں کا قائل نہ ہو ف مثلاً مدعیٰ علیہ شافعی ہو اور اُنکے نزدیک نہ ہمسایہ کو شفعہ ہے نہ مطلقہ طلاق بائن کو نفقہ تو یہاں اگر مدعیٰ علیہ سے قسم لیجاویگی حکم پر یعنی میرے اُوپر شفعہ واجب نہیں یا نفقہ واجب نہیں تو مدعیٰ علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعیٰ علیہ کو یوں قسم دینگے کہ قسم خدا کی میں نے یہ گھر نہیں خریدا یا میں نے اُس کو طلاق بائن نہیں دیا کذا فی الاصل ص اسی طرح قسم لیجاویگی اُس سبب پر جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے غلام مسلمان عتق کا دعویٰ کرے مولیٰ پر ف تو مولیٰ کو یوں قسم دیویں گے کہ قسم خدا کی میں نے اُس کو نہیں آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سبب کا ارتفاع یہاں نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام ہو نہیں سکتا کذا فی الاصل ص اور لونڈی اور غلام کافر میں اگر مدعی ہوں یہ دونوں عتق کے مولیٰ پر تو قسم لیجاویگی حاصل پر ف اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہاں

ہو سکتا ہے لیکن لونڈی میں تو اِس طرح کہ مرتد ہو جاوے اور دار الحرب میں چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے آور لیکن غلام کافر تو اس طرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب سے مل جاوے پھر قید ہو کر آوے کذافی الاصل **ص** اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اُس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لیجاوے گی یعنی اس طرح کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ شئے تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے **ف** اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر دُرّ مختار **ص** اور قسم کے بدلے میں مدعی کو کچھ دینا اور صلح کر لینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجھ کو بدلہ قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچگیا تو اب مدعیٰ علیہ کو قسم نہ دیجاوے گی بلکہ حق حلف ساقط ہو جاویگا **فائدہ** مدعی نے قسم چاہی مدعیٰ علیہ سے سو اُس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو اور مدعی اُس پر گواہ لایا ہو تو مدعیٰ علیہ کا قول مقبول ہو گا ورنہ مدعی اُس سے حلف لے سکتا ہے

ص باب التحالف یعنی دو شخصوں کے باہم قسم کھانے کے بیان میں

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں **ف** مثلاً بائع نے ثمن دو سو روپے بتلائے اور مشتری نے سو روپے **ص** یا مبیع میں **ف** یعنی مشتری نے مبیع زیادہ بتلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے اُنیس من **ص** تو جو شخص گواہوں سے اپنا بیان ثابت کریگا اُسکے موافق حکم ہو گا اور اگر دونوں نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلہ اُس کے موافق ہو گا جو دعویٰ کرتا ہے زیادت کا **ف** اور وہ بائع ہے صورت اول میں اور مشتری صورت ثانی میں **ص** اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونوں میں مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض میں بیچا ہے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ تو نے دو غلاموں کو بدلے میں ہزار روپیہ کے بیچا ہے تو گواہ بائع کے ثمن میں اور مشتری کے مبیع میں معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونوں گواہوں کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینوں صورتوں میں **ف** یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن میں یا فقط مقدار مبیع میں یا مبیع اور ثمن دونوں میں **ص** تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہو جاوے **ف** یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر **ص** یا دونوں حلف کریں تو اگر اختلاف ثمن میں ہو گا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہو جا اُس ثمن سے جس کا بائع دعویٰ کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کیجاوے گی آور اگر اختلاف مبیع میں ہو گا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کر دے اُس چیز کو جس کا دعویٰ کیا مشتری نے ورنہ فسخ کریں گے ہم بیع کو آور اگر اختلاف دونوں میں ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہو گیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونوں سے حلف لیں گے آور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا **ف** تینوں صورتوں میں اسواسطے کہ پہلے اُسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اُس کا اسبق ہے اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہے فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہے برخلاف اُس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا مؤخر رہیگا استیفای ثمن تک آور اگر بیع اسباب کی بدلے میں اسباب کے ہووے یا بیع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جس کی قسم سے چاہے شروع کر دے آور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اُسکے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے ایکہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذافی الاصل مع تشریح من الہدایہ **ص** اور فسخ کر دیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں میں سے اُس پر لازم کیا جاویگا دعویٰ دوسرے کا **ف** یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اُس نے نکول کیا تو بائع کا دعویٰ اُس پر لازم ہو گیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاوے گی بائع پر تو اگر اُس نے حلف کیا تو فسخ کیجاوے گی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعویٰ اُس پر لازم ہو گا جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف جب مقدار ثمن میں ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعویٰ کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اُس کا انکار کرتا ہے اور مشتری دعویٰ کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اُس کا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے

مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آویگا لیکن بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اُسکے پاس آگئی ہے البتہ بائع دعویٰ کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اُس کا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیئے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہم نے اور ثابت کیا ہمنے دونوں کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونوں حلف کریں اور دونوں پھیر دیویں یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو **کذا فی الاصل** یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی، ہاں روایت کی ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور اُن دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیویں دونوں مبیع کو اور نقل کیا سیوطیؒ نے جامع صغیر میں روایت طبرانیؒ سے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْبَیِّعَانِ اِذَا اخْتَلَفَا وَلَا بَیِّنَۃَ تَرَادَّا الْبَیْعَ یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کریں اور اُن دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو پھیر لیویں بیع کو **ص** اگر اختلاف ہو میعاد میں یا شرط خیار میں یا قبض میں بعض ثمن کے تو تحالف نہیں بلکہ حلف دلایا جاویگا منکر کو **ف** برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل میں ہووے جیسے مشتری کہے کہ میں نے اُدھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اُس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن مؤجل ہے بمیعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہیں بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اُس کو قسم دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اس کا انکار کرے یا کہے ایک اُنمیں کا کہ مجھ کو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ میں بعض ثمن دے چکا ہوں اور بائع اُس کا انکار کرے **کذا فی الاصل ص** اسی طرح تحالف نہ ہوگا اگر مبیع تلف ہو گئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں بلکہ حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف امام محمدؒ کے اور دلیل اُنکی اصل میں مسطور ہے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہ ہوگا مگر اُس صورت میں تحالف ہوگا کہ مبیع جتنی تلف ہوئی ہے اُس کے چھوڑ دینے پر راضی ہو جاوے **ف** اور بعض مشائخؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء یمین مشتری سے ہے تو اس صورت میں مشتری پر یمین نہ آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب میں ہے **ص** اور مولیٰ اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف کیا تو تحالف نہ ہوگا **ف** بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا **ص** اسی طرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال میں اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہ ہوگا اور عقد سلم عود نہ کریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری میں مقدار ثمن میں تو دونوں حلف کریں جب دونوں حلف کر لیں گے تو بیع لوٹ آویگی **ف** اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہو گیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی **ص** اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت میں موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اُجرت کے تو دونوں حلف کریں اور ہر ایک دوسرے کی شئے کو پھیر دیوے اور پہلے مستاجر کو قسم دیجاویگی اگر اختلاف اُجرت میں ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاویگی اگر اختلاف منفعت میں ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہو جاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اُس کا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونوں بُرہان لاویں تو قول موجر کا اُجرت میں جب اختلاف اُجرت میں ہو اور مستاجر کا منفعت میں جب اختلاف منفعت میں ہو مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونوں میں واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولیٰ ہوں گے دعویٰ زیادت میں جیسے موجر نے کہا کہ میں نے تجھ کو مکان کرایہ میں دیا ایک برس تک دو سو روپیہ میں اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دو برس تک سو روپے میں اور قائم کیا دونوں نے گواہوں کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپے میں **ف** تو موجر کے گواہوں کا زیادہ اُجرت میں اور مستاجر کے گواہوں کا زیادتی میعاد میں اعتبار ہوا اس لئے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہے پس جس میں زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی و راجح ہوگی **ص** اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اُجرت میں تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہے اور بعض باقی ہے تو دونوں سے حلف لیا جاوے میں مابقی کو فسخ کر دیں گے اور جتنی مدت گزری ہے اُسمیں قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی میں اور کسی کے لئے گواہ نہیں تو جو اسباب خاص عورت کے لائق ہے **ف** جیسے اُوڑھنی کُرتی چولی زیور وغیرہ **ص** تو وہ عورت کو دیا جاویگا

قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے لائق ہے ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونوں کا ہوسکتا ہے ف جیسے ظروف وغیرہ ص تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہ ہوویں اور دونوں زندہ ہوویں تو اگر دونوں گواہ پیش کریں تو زوجہ کے گواہ مقبول ہوں گے ص اور جو کوئی مرگیا ہووے تو قول زندہ کا اُس اسباب کے حق میں جو دونوں کے لائق ہے قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسئلہ میں نو قول ہیں مجتہدین کے جو مذکور ہیں حواشی دُرِّ مختار میں ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عورت کو سامان اُس کا حسب لیاقت اُس کے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اُس سے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہے واسطے قیام ورثہ کے مقام مورث کے اُنکے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہوں تو مثل قول ابو حنیفہؒ کے ہے اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہے وہ خاوند کے وارثوں کو ملے گا اور اگر جورو خاوند میں سے کوئی مملوک ہو تو کل اُس کا ہوگا جو اُن میں سے آزاد ہے حالت حیات میں اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حُر کے ہے مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر میں واقع ہووے تو اسکی صورتیں کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی میں گزر چکیں اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی میں اختلاف کیا تو کل چیزیں مستاجر کی ہوں گی قسم لے کر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہیں وہ موجر کے ہوں گے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہوں اور آلات میں اختلاف کریں اور آلات دونوں کے قبضہ میں ہوں تو ہر ایک کو اُس کے پیشے کے آلات حوالے نہ کیے جاویں گے بلکہ جتنے آلات ہیں دونوں میں مشترک ہو جاویں گے دو شخص ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک کے پاس ایک شے گراں بہا ایسی جو اُس کے لائق نہیں ہے جیسے جاروب کش پاس چادر کمخواب کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیوں کا اور دوسرا شخص اُس کے لائق ہے اور دونوں اُس کے مدعی ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وہ شے اُسکی ہوگی جو اُس کے لائق ہے کشتی میں دو شخص سوار ہیں اور اُسمیں آٹا بھرا ہوا ہے ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہے اور ہر ایک دعویٰ کرتا ہے آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی دُرِّ مختار

ص فصل دفع دعوے میں

اگر مدعیٰ علیہ نے مدعی کے جواب میں کہا کہ یہ شے جو میرے قبضہ میں ہے اور تو اُس کا دعویٰ کرتا ہے امانت ہے زید کی یا عاریت لیا ہے اُس کو میں نے زید سے یا کرایہ پے لیا ہے یا گرو لیا ہے یا غصب کیا ہے میں نے زید سے اور اُس پر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعیٰ علیہ سے دفع ہوجاویگی ف اسواسطے کہ مدعیٰ علیہ نے گواہوں سے ثابت کردیا اس امر کو کہ قبضہ اُس کا بطور خصومت نہیں ہے تو مدعی کا دعویٰ بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعیٰ علیہ سے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر مدعیٰ علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی میں مشہور ہووے یعنی لوگوں کا مال لیکر بعد اُس کے یہی حیلہ کر کے ہضم کرتا ہے تو خصومت مدعی کی دفع نہ ہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے اور اسی کو پسند کیا ہے درمختار میں ص اور اگر مدعیٰ علیہ نے اُسکے جواب میں کہا کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے زید غائب سے یا مدعی نے اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہے یا چرائی ہے یا میرے پاس سے چوری گئی ہے تو اب دفع کرنا مدعیٰ علیہ کا ان صورتوں سے مقبول نہ ہوگا اگرچہ مدعیٰ علیہ اُس شے کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے ف اسواسطے کہ مدعیٰ علیہ نے جب یہ کہا کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اُس نے خود اقرار کیا کہ ید اُس کا ید خصومت کا ہے تو اُس سے خصومت ساقط نہ ہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعویٰ کیا ایک فعل کا مدعیٰ علیہ پر یعنی غصب اور سرقے کا تو بھی خصومت ساقط نہ ہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ یہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعیٰ علیہ نے اُس کے جواب میں یہ کہا کہ یہ میرے پاس امانت ہے فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہ ہوگی نزدیک شیخینؒ کے اور نزدیک محمدؒ کے ساقط ہوجاویگی ص جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دیں مدعیٰ علیہ کیطرف سے کہ مدعیٰ علیہ پاس اس شے کو ایک شخص نے امانت رکھا ہے کہ ہم اُس کو نہیں پہچانتے ف تو خصومت مدعی کی دفع نہ ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ شخص یہی مدعی ہووے ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہیں کہ ہم امانت رکھنے والی صورت کو پہچانتے ہیں اور اُس کے نام و نسب کو نہیں جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحبؒ کے ف کیونکہ جب گواہوں نے

نام ونسب امانت رکھنے والے کا بیان کردیا اور اسکی صورت کو بھی پہچانتے ہیں یا فقط اُسکی صورت کو پہچانتے ہوں تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہیں ہے اور نزدیک امام محمدؒ کے خصومت ساقط نہ ہوگی فقط صورت پہچاننے سے جبتک گواہ نام ونسب بھی اُس کا بیان نکریں کیونکہ انھوں نے ایک شخص معین کو نہیں ذکر کیا جس نے امانت رکھی ہے اُسکے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعویٰ کیا کہ یہ شے جو قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے وہ میں نے زید سے خریدی ہے اور مدعیٰ علیہ نے یہ کہا کہ یہ شئے زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی ساقط ہو جاویگی اگرچہ مدعیٰ علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اُس صورت میں خصومت دفع نہ ہوگی جب مدعی گواہوں سے یہ بات ثابت کردے کہ زید نے مجھکو وکیل کیا ہے اُس چیز کے لینے کے لئے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اُس نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اُس نے اقرار کیا کہ ذو الید کو زید کیطرف سے ہو پہنچا ہے تو یہ مدعیٰ علیہ کا ید خصومت نہیں ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کردیوے اُس شے کے لینے کے لئے جاننا چاہیئے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہیں کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعیٰ علیہ کے جواب کی پانچ صورتیں ہیں ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ، چوتھی رہن پانچویں غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمیں پانچ قول ہیں تو نزدیک ابن شبرمہؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلیٰؒ کے خصومت دفع ہو جاویگی اگرچہ مدعیٰ علیہ گواہ قائم نہ کرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسفؒ کے اگر مدعیٰ علیہ مرد صالح ہوگا تو اُس سے خصومت دفع ہو جاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی میں تو دفع نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کرسکتا ہے کہ جتنا مال اُسکے قبضے میں ہے ایک شخص غائب ہونیوالے کو دیوے اور اُس سے کہے کہ تو روبرو گواہوں کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دے تاکہ کوئی اُس مال کا دعویٰ نہ کرسکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی جب گواہوں نے یہ کہا کہ ہم اُس شخص کو نہیں پہچانتے مگر صورت سے اور نام ونسب اُس کا نہیں جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہو جائیگی جب مدعیٰ علیہ گواہ قائم کردیوے اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص باب ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوے کے بیان میں

قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولیٰ ہیں قابض کے گواہوں سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کریں اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کریں ف جاننا چاہیئے کہ جب دعویٰ ایسے دو شخصوں کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اَولیٰ ہیں پھر اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکے گواہ معتبر ہونگے جس نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل ص اور اگر دونوں شخص خارج ہیں اور دونوں نے ایک شئے کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شئے آدھوں آدھ دونوں کو دیجاویگی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعیؒ کے نزدیک دونوں طرف کے گواہ مردود ہوجاوینگے ف یا قرعہ کیا جاویگا سو جس کے نام پر قرعہ نکلیگا وہ شئے اُسکے حوالے کیجاویگی دلیل شافعیؒ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوقت میں ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپنے قرعہ ڈالا اور کہا کہ اے اللہ تو ہی ہے فیصلہ کرنیوالا ان دونوں میں روایت کیا اسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہے جسکو روایت کیا ابو داؤدؒ نے سنن میں ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہ دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کردیا اُس اونٹ کو اُن دونوں میں آدھا آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اونٹ میں اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اونٹ کا دونوں میں نصفا نصف کہا طحاویؒ نے کہ قرعے کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہوگیا اُس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے ص تو اگر دو شخصوں نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونوں گواہیاں ساقط ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ جورو میں شرکت نہیں ہوسکتی برخلاف ملک کے کہ اُسمیں شرکت ہوسکتی ہے کذا فی الاصل ص اور وہ عورت اُسکو دیجاویگی

جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے کہ دونوں شخصوں کے گواہوں نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہووے اور جو دونوں نے تاریخ نکاح بیان کی تو جس کی تاریخ پہلے ہے عورت اُسی کی ہوگی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہوں کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اُسکی ہوجاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کر دیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھینکر دوسرے کو دلاوینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اُس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اُسکے گواہوں پر اس بات کا کہ یہ زوجہ اُس شخص کی ہے بعد اُسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضائے اوّل فسخ نہ کیجاویگی مگر جبکہ اُس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہوں کی تاریخ سے مقدم بیان کریں تو پھر زوجہ کو شخص اوّل سے چھینکر شخص ثانی کو دلادینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے میں ہے بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جائیگی اِلّا اُس صورت میں جب یہ بات ثابت ہوجاوے کہ نکاح اُسکا شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے **ف** حاصل اسکا زیلعی میں یوں مرقوم ہے کہ جب دو آدمیوں نے تنازع کیا ایک عورت میں اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں بیان کی ہیں تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ اَولیٰ ہے اور اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں نہیں بیان کیں یا تاریخیں متحد بیان کیں تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان میں رکھنے سے وہ اَولیٰ ہے اور اگر یہ کوئی امر نہ ہووے تو عورت سے پوچھا جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اَولیٰ ہے **ص** اور اگر دو شخصوں نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص کیلئے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونوں کے لئے نصف نصف لینے کا فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہیں پہونچتا کہ کل مبیع لے لیوے **ف** کیونکہ نصف میں اُسکی بیع فسخ ہوچکی ہے ہدایہ **ص** اور اگر اس صورت میں دونوں شخصوں کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہوگی اُسکو وہ شئے ملیگی اور اگر ایک کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہوں نے نہ بیان کی یا دونوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض ہے اُسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہیں ہے تو صاحب وقت اَولیٰ ہوگا اور جو کسی نے وقت بیان نہیں کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے میں نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجھ کو زید نے ہبہ کی ہے اور میں نے اُس پر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہے اور میں نے اُس پر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعویٰ خرید کا کرتا ہے اُسکے گواہ مقبول ہونگے **ف** تو دعویٰ شرا مقدم ہے دعویٰ صدقہ اور ہبہ پر اور دعویٰ صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہیں ہدایہ **ص** اور دعویٰ شرا اور دعویٰ مہر برابر ہیں **ف** صورت اُسکی یوں ہے کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہے اور ہندہ نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کر کے مجھ سے نکاح کیا ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو دونوں گواہیاں اور دعویٰ برابر سمجھے جاوینگے اور وہی حکم مسئلہ سابق کا جاری ہوگا **ص** اور دعویٰ رہن مع القبض اَولیٰ ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونوں مدعی خارج ہیں اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اُس نے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا اُس نے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اَولیٰ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخیں دونوں کی ایک ہیں لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہے **ف** مثلاً ایک کہتا ہے کہ میں نے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے عمرو سے خریدا اور دونوں کی تاریخیں ایک ہیں کذا فی الاصل **ص** یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہوں گے **ف** یہ بھی صورت اُسی میں ہے جب ہر ایک دعویٰ خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعویٰ خرید کا کرتے ہوں اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اَولیٰ ہوگا جیسا کہ اوپر گزرا **ص** اور اگر ایک خارج ہے اور دوسرا قابض اور دونوں نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر **ف** یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نہ کیا **ص** اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خرید نے پر اُسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض دونوں نے گواہ قائم کیے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے مکرر جیسے نتاج یعنی پیدائش بچہ جو انکی یا دوہنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور بالوں کے تراشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ شئے قابض کو دلائی جاویگی **ف** اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی میں سو کہا ہر ایک نے انہیں سے

کہ جنی ہے یہ اُونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہرایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اُونٹنی کا اُس شخص کیلئے جس کے قبضے میں تھی روایت کیا اُسکو دار قطنیؒ نے **ص** اور اگر گواہ لایا ہرایک **ف** خواہ دونوں خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید یعنی **ص** دوسرے پر کہ میں نے اُس سے خریدا ہے **ف** یعنی دونوں مدعیوں میں سے ہرایک دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خریدا ہے اور وہ دوسرا یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خریدا ہے **ص** اور بغیر ذکر وقت کے دونوں گواہ قائم کریں اپنے اپنے بیان پر تو دونوں کے گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اُس شخص پاس رہیگا جس کے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو اُسکی تفصیل مذکور ہے ہدایہ میں اگر تیرا جی چاہے تو اُسکا مطالعہ کر لے **ف** ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بیان کیا دعویٰ عقار میں اور کسی نے قبضہ اپنا ثابت نہ کیا اور وقت خارج کا مقدم ہے تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخینؒ کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اُسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہے عقار میں نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلئے کہ نہیں صحیح ہے بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہاں دونوں بیعیں درست ہوسکتی ہیں شیخینؒ کے مذہب پر اور محمدؒ کے مذہب پر جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ گواہوں نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ خریدا ہوگا اُسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اُس پر پھر بیچا ہوگا اُسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آگیا ہوگا انتہیٰ **ص** اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور میں اُسکو ذخیرے سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہ ہووے تو اگر دونوں ذوالید یعنی قابض ہیں تو دونوں برابر ہونگے اسیطرح اگر دونوں خارج ہونگے اور دعویٰ ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور یہ شامل ہے اس بات کو کہ دونوں تاریخ بیان نہ کریں یا صرف ایک شخص انمیں سے تاریخ بیان کرے یا دونوں تاریخ بیان کریں اور کسی کی تاریخ مقدم نہووے کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعویٰ ملک بسبب میں مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعویٰ کریں تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعویٰ ملک مطلق میں سب صورتوں میں مگر جب دعویٰ کریں ملک مطلق کیساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہرایک انمیں سے کہ وہ میرا غلام ہے میں نے اُسکو آزاد کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہوگا برخلاف اُس صورت کے جب ہرایک انمیں سے کہے کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اُسکو مکاتب کیا ہے تو وہ دونوں برابر ہونگے اس واسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا تو وہ دونوں خارج ہیں اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اُسکو مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اُسکو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اَولیٰ ہوگا تو قاعدہ یہ ہے کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا یہ صورتیں خارج اور ذوالید کی ہیں ملک مطلق میں لیکن ملک بسبب میں تو اگر دونوں نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہیں تو ذوالید احق ہوگا اور اگر جُدا جُدا شخص سے بیان کرتے ہیں تو خارج احق ہوگا سب صورتوں میں اور اگر دونوں نے سبب ملک علٰحدہ علٰحدہ بیان کیے جیسے شرا اور ہبہ تو جس کا سبب قوی ہوگا وہ اَولیٰ ہوگا جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا **ف** یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے **ص** اور ترجیح نہیں دیجاتی گواہوں کی کثرت سے **ف** مثلاً ایک کے دو گواہ ہیں اور دوسرے کے چار **ص** اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت ادلہ سے **ف** یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایک طرف دو حدیثیں ہیں اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہے تو دو حدیثوں کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسی طرح ایک آیت پر دو آیتوں کو ترجیح نہ ہوگی یہ مسئلہ اُصول کی کتابوں میں بہ تفصیل مذکور ہے **ص** اگر دو خارجوں نے دعویٰ کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اُس گھر کے آدھے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے کُل گھر کا اور دونوں دلیل لائے تو کُل کے مدعی کو تین حصے اُس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک کُل کے مدعی کو دو ثلث اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا **ف** دلیلیں امامؒ اور صاحبینؒ کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہیں **ص** اور اگر ایک گھر دو شخصوں کے قبضہ میں تھا اور ایک نے دعویٰ کیا اُسکے نصف کا اور دوسرے نے کُل گھر کا اور ہرایک نے گواہ قائم کیے تو کُل کے مدعی کو سارا

مکمل نصف ملیگا اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا ف اس وجہ سے کہ گھر جب دونوں کے قبضے میں تھا تو ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضہ میں تھا اُس کا تو کوئی مدعی نہیں تو وہ اُس کا ہوگا بغیر قضائے قاضی کے اور جو نصف مدعی نصف کے قبضے میں تھا اُس کا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ خارج کے اَولیٰ ہیں گواہوں سے قابض کے اسواسطے وہ نصف بھی قاضی اُسکو دلا دیگا کذا فی الاصل ص اگر دو خارجوں نے دعوی کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونوں کے گواہوں نے تاریخ اُسکی پیدائش کی بیان کی تو اُس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اُسکو دلا یا جاویگا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہو سکے تو وہ جانور دونوں کا ہوگا اور جو سن اُس کا دونوں کے گواہوں کے مخالف نکلے تو دونوں کے گواہ مردود ہو جاویں گے اور وہ جانور جس کے پاس تھا اُسی کے قبضے میں رکھا جاویگا تو اگر دونوں خارجوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا ذوالید پر کہ یہ چیز میری تو نے غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ شئے تیرے پاس امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونوں کیلئے حکم کیا جاویگا اُس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونوں برابر ہوگئے کیونکہ جس کے امانت شئے سپرد ہووے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونوں شخص مدعی غصب کے ہوئے ف اور اسمیں برابر ہونگے اسیطرح اسمیں ص جو کپڑے پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اُس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے ہے ف یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے ہیں جنمیں دو شخص مدعی ہیں بسبب قبضے کے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں بدائع میں ہے کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اس وجہ سے کہ وہ شئے اُس کے قبضے میں ہے تو اُس پر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتے گا ص اسی طرح جو گھوڑے پر سوار ہے وہ مقدم ہے اُس شخص پر جو اُسکی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اَولیٰ ہے اُس سے جو اُسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہے اور جس کا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اَولیٰ ہے اُس سے جس کا کوزہ اونٹ پر لٹک رہا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو اُسکو پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہیں ف جیسے دونوں بیٹھے ہیں ایک فرش پر یا سوار ہیں ایک زین پر در مختار ص اور جو ایک کے ہاتھ میں کپڑا ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں اُسکا کنارہ ہے تو دونوں برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ ہے جو بنا ہوا ہے نہ سر فقط جو بنا ہوا نہیں ہوتا در مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہے اور بات کو سمجھتا ہے ایک شخص کے قبضے میں ہے وہ یہ کہے کہ میں اصلی آزاد ہوں تو قول اُسی کا معتبر ہوگا اور وہ جو قبضے میں زید کے ہے اور کہے کہ میں غلام عمرو کا ہوں تو وہ زید ہی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہووے تو جس شخص کے قبضے میں ہے اُسکا غلام ہوگا دیوار اُس شخص کی ہوگی جس کی کڑیاں اُس پر رکھی ہوئی ہوں یا اُسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہو بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہے کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہووے کہ ایک دیوار کی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اتصال تربیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیواریں اسواسطے بنائی جاتی ہیں کہ اور دو دیواروں کیساتھ ملکر ایک مکان مربع کا احاطہ کر لیویں کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہے وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہووے یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونوں صورتیں اینٹوں کی دیوار میں معلوم ہوئیں اب اگر لکڑی کی دیواریں ہوں تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار میں گئی ہو در مختار ص اور اگر دو شخصوں نے دعوی کیا دیوار کا اور ایک کے اُس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیوں پر رکھے جاتے ہیں ص دھرے ہوئے ہیں ف یا ایک کی دیوار کیساتھ وہ دیوار متنازع فیہا اتصال ملازقت رکھتی ہے در مختار ص تو وہ شخص اَولیٰ نہ ہوگا بلکہ دیوار دونوں میں مشترک رہیگی ف اور اگر ایک شخص کی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں اور دوسرے کی دیوار کیساتھ اتصال تربیع رکھتی ہووے تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ جسکی کڑیاں رکھی ہیں وہ اَولیٰ ہوگا لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیاں ظلم سے رکھی گئی ہیں دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اُس کے اکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کر دیوے یا صلح یا عفو کر دے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہ ہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اس کے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ اس حق کا پہونچتا ہے اسیطرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا دھنیاں رکھنے والے کو تب بھی اُس کا حق مطالبہ ساقط نہ ہوگا در مختار ص اگر ایک دار میں ایک شخص کے دس بیت ہیں اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونوں اُس کے صحن کے منافع میں برابر رہیں گے ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال میں برابر ہیں یعنی پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وغیر ذلک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے میں اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کیلئے حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لئے ہے

لہ اور دو دو اس مقام میں [illegible] بحر الرائق [illegible]

توجسکی زمین زیادہ ہے اسکو زیادہ حاجت ہے ۔ ذر مختار ص دو آدمیوں نے اگر ایک زمین کا دعویٰ کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے میں ہے تو قاضی حکم نہ دے کسی کے قبضے کا یہاں تک کہ دونوں گواہ قائم کریں اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونوں گواہ قائم کر دیں تو وہ زمین دونوں کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اُس شخص نے زمین متنازع فیہ میں کہ اینٹیں بنائی تھیں یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اُسی کے قبضے کا حکم ہوگا ف اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونوں دلیلیں قبضے کی ہیں ۔ ھدایہ

ص باب دعویٰ نسب کے بیان میں

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اُس کے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اُس ولد کا نسب ثابت ہو جاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی اُم ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاویگا اگرچہ عمرو بھی اُس لڑکے کا دعویٰ کرے زید کے دعوے کیساتھ یا بعد اُس کے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعیؒ کے نزدیک دعویٰ زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اُس لونڈی کو اقرار ہے اِس بات کا کہ یہ میری اُم ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب دعویٰ ولد میں تناقض ہے اقرار سابق سے آور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو اسمیں تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی مِلک میں دلیل ہے اس بات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گزرے ہیں تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہیں آور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعویٰ کرے اُس ولد کا ساتھ زید کے یا بعد دعویٰ زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعویٰ کیا ولد کا تو نسب اُس سے ثابت ہوجاویگا اور اس دعویٰ کی صحت اسطرح پر کیجاویگی کہ عمرو نے اُس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی مِلک میں تھی پھر استیلاد کیا اُسکا پھر خرید لیا اُسکو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ میں لونڈی مر گئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اُسکا دعویٰ کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہو جاویگا نہ اُس صورت میں جب لڑکا مر گیا ہووے ف اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب میں فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابراہیم کی ماں کے لئے کہ آزاد کیا اُسکو اُس کے ولد نے روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے آور جب صحیح ہوا دعویٰ زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زید پورا ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اُسکی ماں کے حصے کے کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ میں عمرو نے اُس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہو جاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا ف صورت اسکی یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اُس کے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اُسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اُسکی ماں کو پہونچیگا اُسکو نہ پھیریگا کذا فی الاصل ص اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا ف یا دونوں کو آزاد کر دیا تھا ص تو اب دعویٰ زید کا مسموع نہ ہوگا جیسے اُس صورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں جنی ف یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعویٰ زید کا غیر مسموع ہوگا ص مگر اُس وقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اوّل دو قسموں میں ف یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی ص وہی قسم اوّل کا حکم ہوگا ف یعنی زید کا نسب ثابت ہو جاویگا اور وہ لونڈی زید کی اُم ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی اور قیمت پھروا دیجاویگی کذا فی الاصل ص اور تیسری قسم میں ف یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بائع کے دعویٰ کی تصدیق کی ص بیع باطل نہ ہوگی اور لونڈی زید کی اُم ولد ہوگی نکاح کی راہ سے ف اُم ولد اُس لونڈی کو کہتے ہیں جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اُسکا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعویٰ کرے ولد کا اور اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اس پر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اُس کے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اُسکو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعویٰ کیا اُس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعویٰ صحیح ہوگا اور بیع پھیر دی جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے مکاتب کر دیا اُس لڑکے کو یا گرو رکھا اُسکو یا کرایہ دیا اُسکو یا بائع نے اُسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کر دیا اُسکا پھر لڑکے کے نسب کا

دعویٰ کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات تو ڑ ڈالے جاوینگے اسواسطے کہ یہ سب عارض محتمل نقض ہیں اور دعویٰ نسب محتمل نقض نہیں برخلاف اُس صورت
کے کہ مشتری نے اُس لڑکے کو آزاد دیا مدبر کردیا ہووے اس صورت میں دعویٰ بائع کا مسموع نہ ہوگا جیسا کہ اوپر گزرا ف اصل میں اس مقام پر ایک تقریر ہے
جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی ص جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام ف اسکا بیان آگے آتا ہے ص اُسی کے پاس پیدا ہوئے اور اُن
دونوں میں سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اُسکو آزاد کردیا بعد اُسکے بائع نے اُس لڑکے کا جو اُسکے پاس موجود ہے دعویٰ کیا نسب کا تو دونوں لڑکوں کا نسب
اُس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اس واسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اُس شخص سے تو دوسرے کا
بھی ثابت ہونا ضرور ہے توام اُن دو بچوں کو کہتے ہیں جنکی پیدائش کے بیچ میں چھ مہینے سے کم مدت گزری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک
لڑکا تھا اُس نے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اُسکا بیٹا کبھی نہ ہوگا اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور
صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اُسکی فرزندی سے تو وہ اُس شخص کا بیٹا ہو جاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہو گیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحبؒ کی
یہ ہے کہ نسب اُن چیزوں میں سے ہے جو منقوض نہیں ہو سکتیں تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہ ہوگا رد کرنے سے ف اسیطرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا
نہیں ہے تو یہ نفی صحیح نہ ہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہو اُسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے
اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو ضرور ہے تصدیق اُسکی دُرِّ مختار ص اور
اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کیساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہے وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے میں بالفعل بچے
کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور اسلام انجام کار کو اسلئے کہ دلائل توحید ظاہر ہیں اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اُسکو بالتبع حاصل ہو جاتا لیکن آزادی
سے محروم ہوتا اور آزاد ہو جانا اُسکی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو کے پاس ہے ف اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا
ہے دُرِّ مختار ص اور زوج اور زوجہ دونوں نے اُس کا دعویٰ کیا ف ایک ساتھ دُرِّ مختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے تیرے سوا اور دوسری زوجہ
سے اور جورو یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونوں کا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کر سکتا ہو تو جسکی تصدیق کریگا اُسی کا
بیٹا قرار دیا جاویگا دُرِّ مختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اُسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے اُسکا دعویٰ بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے اس لئے کہ لونڈی
کا فراش ضعیف ہے نسب اُسمیں بدون دعوے کے ثابت نہیں ہوتا ص بعد اُسکے وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کی مستحق کو
دینا پڑیگی ف اسواسطے کہ زید مغرور یعنی فریب میں آیا ہوا ہے اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہے قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اُسکی
مِلک یمین یا مِلک نکاح پر اعتماد کر کے پھر وہ عورت اُس سے جنی بعد اُسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اُسکو مغرور اسلئے کہتے ہیں کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب
دیا اور اُسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو مِلک اُسکی نہ تھی کذا فی الاصل اسلئے کہ اُس نے لڑکے کو نہیں روکا ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اُسکی
قیمت ہوگی تو اگر وہ لڑکا مر گیا تو اُسکے باپ پر کچھ لازم نہ آویگا ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا ص اور ترکہ اُس لڑکے کا باپ کو ملیگا اور اگر اُس لڑکے کو خود باپ
نے قتل کر ڈالا یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اُسکی بقدر اُسکی قیمت کے یا زیادہ کے لے لی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اُس پر تاوان اُسی کے موافق
آویگا دُرِّ مختار ص تو تاوان دے اُس کا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لیگا اور عقر اُس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے
اگرچہ مستحق کو اُس نے عقر دیا ہووے اسواسطے کہ یہ بدل ہے استیفائے منفعت بضع کا مسائل ملحقہ تناقض موضع خفا میں اور نسب میں عفو ہے مثلاً ایک شخص نے کہا کہ
میں اسکا وارث نہیں ہوں پھر اُس نے دعویٰ کیا کہ میں اُس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعویٰ صحیح ہو جاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک عورت
کو کہا کہ یہ میری لڑکی شیر خوار ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اُس کا دعویٰ خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اُسکے قول سے یا گواہوں سے ثابت نہ ہووے
اسی طرح اگر ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت میں اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعویٰ کیا اس بنا پر کہ مورث نے اُسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوے
مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا عمرو سے بعد اُس کے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجھ کو میرے باپ کے ترکہ سے پہنچا ہے تو دعوے

مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اُس کے مدعی ہوئی اس بات کی کہ خاوند مجھ کو پہلے خلع سے طلاق بائن دے چکا تھا تو یہ دعویٰ سُنا جاویگا اور بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسی طرح اگر ایک کپڑا ردمال میں لپٹا ہوا کرایے کو لیا بعد اُسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ کپڑا میرا ہے تو یہ دعویٰ سُنا جاویگا کذا فی الحموی باختصار اگر مدعی یا مدعیٰ علیہ سے نام کے بیان کرنیمیں غلطی واقع ہوئی پھر اُس کا تدارک کردیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہوسکتے ہیں کذا فی الحامدیہ۔ جو شخص دعویٰ کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعیٰ علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اولاً مدعی کو چاہیے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعیٰ علیہ کے سامنے اور اگر دعویٰ کرے میراث کا تو اگر مدعیٰ علیہ معترف ہوا اُسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کرے مدعیٰ علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اُس کے باپ پر نافذ نہ ہوگا یہانتک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعیٰ علیہ سے لیوے اور مدعیٰ علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعیٰ علیہ منکر ہو اُس کے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اُسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لیجاویگی اسطرح کہ میں نہیں جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے اگر اُس نے قسم کھالی تو دعویٰ مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث کو گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اُس نے گواہ قائم کیے تو دعویٰ اُس کا ثابت ہوگیا اب مدعیٰ علیہ پر حکم کردیا جاویگا اُس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعیٰ علیہ سے بطور قطع اور یقین کے قسم لیجاویگی اگر اُس نے قسم کی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اُس پر حکم کردیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین ملخصاً اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہیں اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعویٰ کیا تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہے اگر ایک شخص نے اپنا دَین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دَین سب وارثوں کے حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اُسی کے حصے سے دَین وصول کیا جاویگا بقدر اُس کے حصے کے کذا فی الدر المختار و حاشیہ مسئلہ شہادت نفی پر مقبول نہیں مثال اُسکی یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعیٰ علیہ نے فلاں تاریخ فلاں روز اتنے روپئے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعیٰ علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ میں اُس تاریخ کو اُس جگہ تھا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہو گی اسواسطے کہ اُس جگہ نہونا نفی ہے بلحاظ صورت اور معنی دونوں کے اور قول اُس کا کہ میں دوسری جگہ تھا نفی ہے بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہے روایت نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے کہ گواہی دی دو مردوں نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ قول اور فعل مدعیٰ علیہ پر برابر ہے کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت میں تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اُس جگہ نہ تھا اُس دن تو یہ شہادت مقبول نہ ہو گی لیکن محیط میں مذکور ہے کہ اگر نہونا اُس کا متواتر ہوجاوے لوگوں کے نزدیک اور جانتے ہوں سب لوگ کہ وہ اُسوقت اُس جگہ میں نہ تھا تو دعویٰ اُس پر مسموع نہ ہوگا اور حکم کردیا جاوے گا مدعیٰ علیہ کے برات ذمے کا اسواسطے کہ لازم آتی ہے تکذیب اُس امر کی جو ثابت ہو بالبداہتہ اور اُسمیں شک نہیں ہوسکتا اسی طرح حال ہے ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہیں کہا یا یہ کام نہیں کیا تو یہ شہادت مقبول نہو گی ایسا ہی بزازیہ میں ہے کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنےٰ کیا ہے کہ اُسمیں شہادت نفی پر مقبول ہے منجملہ اُس کے یہ صورت ہے کہ خاوند نے عورت کی طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اُس پر گزری تو یہ شہادت مقبول ہوجاویگی اور یہ صورت ہے کہ شاہدوں نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو یہ شہادت مقبول ہو گی اسی طرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہے باقی صورتیں اگر دیکھنا منظور ہیں تو اشباہ کو مطالعہ کرے مسئلہ ایک مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا دَین کا پھر مدعی ہوا اُس کے ادا کا ایک ہی مجلس میں تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کی مجلس بدل گئی پھر دعویٰ کیا ادائے دَین کا اور قائم کیے گواہ اس پر تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا بشرطیکہ دعویٰ ایفاء کا قبل اقرار کے نہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعویٰ کرے ادائے دَین کا بعد انکار دَین کے تو مقبول ہے باتفاق جیساکہ اُوپر گزر چکا حموی

ص کتاب الاقرار

ف اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ یعنی چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ہے تو اگر اقرار حجت نہ ہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہ ہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اسکو ابن حبان ج

نے بسند صحیح ابوذرؓ سے اور حکم کیا حضرتؐ نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا اُمت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہے مُقر کے حق میں یہانتک کہ ثابت کیا اُنھوں نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولیٰ ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نہ کریگا جس چیز میں اُسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اُسکی ذات کے حق میں بسبب نہ ہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مع زیادۃ

ص اقرار کہتے ہیں خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھ پر لازم ہے ف جو شخص اقرار کرے اُسکو مُقر کہتے ہیں اور جس کے حق کو اپنے اُوپر ثابت کرے اُسکو مقر لہ کہتے ہیں اور جس چیز کا اقرار کرے اُسکو مقر بہ کہتے ہیں ص حکم اقرار کا یہ ہے کہ مُقر بہ اُسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ اقرار انشاء ہے مقر بہ کے ثبوت کا ف یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہے کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اُسکو ایجاد کرے جیسے انشاءی عقود ہوتی ہے آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہے ص تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہے تو صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہ ہوتا کیونکہ لازم آتا انشاءی تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہیں اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہو جاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہیں[۵۷] ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق دے یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان اس کا کتاب الاکراہ میں آویگا دُرِّ مختار وغیرہ میں اور مسائل بھی اس پر متفرع کیے ہیں انہیں سے یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کیلئے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کی طرف سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہیں ہوگا مگر جو عقود لازم ہیں جیسے نکاح وغیرہ اُنمیں اقرار رد نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اُس کے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اُسکو رد کر دیا بعد اُسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا محض بر بناءی اقرار مدعیٰ علیہ کے ایک شئے معین کا تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا مگر جب مدعی یوں کہے کہ یہ شئے میری ملک ہے اور مدعیٰ علیہ نے اس کا اقرار کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اُس پر اتنا ہے اور اسی طرح اُس نے اقرار بھی کیا ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعیٰ علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہیں ٹھہرایا پھر اگر مدعیٰ علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعویٰ کیا مدعیٰ علیہ پر ایک شئے کا اور مدعیٰ علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعیٰ علیہ کیطرف نہیں ہے تو یہ دعویٰ مدعیٰ علیہ کا مسموع ہوگا ص جس شخص آزاد عاقل بالغ نے ف حالت بیداری میں خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے دُرِّ مختار ص اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہے لیکن مُقر پر لازم ہوگا کہ اُس شئے مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اُس سے زیادہ کا دعویٰ کرے اور گواہ نہ رکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا ف حاصل کلام یہ ہے کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہیں ہے البتہ جہالت مقر یا مقر لہ کی مانع ہے تو جس صورت میں مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اُس کے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا ص اگر مقر نے یہ کہا کہ فلاں کا میرے ذمے پر مال ہے تو ایک درم سے کم میں اُسکی تصدیق نہ ہوگی اور جو یہ کہا کہ فلاں کا میرے اُوپر بڑا مال ہے تو سونے اور چاندی میں مقدار نصاب زکوٰۃ سے ف یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے ص کم میں اور اُونٹوں میں پچیس اُونٹوں سے کم میں اور سوا اُنکے اور مالوں میں قیمت نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصحیح نہ کیجاویگی ف درمختار میں ہے کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور مقدار نصاب سرقے میں تصدیق ہو جاویگی اور اس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے ص اور تین نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے یوں کہا کہ عَلَیَّ اَمْوَالٌ عِظَامٌ یعنی مجھ پر بڑے اموال ہیں ف اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی کپڑوں وغیرہ سے کریگا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی دُرِّ مختار ص اور دراہم کے اقرار میں تین درم سے کم میں اور دراہم کثیرہ کے اقرار میں دس درم سے کم میں تصدیق نہ ہوگی یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نصاب سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے کہا کہ عَلَیَّ کذا درہما تو ایک درہم لازم آوے گا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے ف وجہیں ان مسائل کی اصل میں اور ہدایہ میں مذکور ہیں اور وہ متعلق ہیں خاص زبان عرب سے

[۵۷] اور اقرار زبردستی صحیح نہیں ہوتا ۱۲

اور ہماری زبان میں اسکا کچھ لحاظ نہ ہوگا **ص** اگر کہے کہ مجھ پر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اُسکے ساتھ کہے گا تو امانت شمار کیجاویگی اور اگر اُسکے بعد کہیگا تو دَین ہی شمار کیا جاویگا اور اگر یوں کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں فلانے کا اتنا ہے تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسی نے کہا کہ میرا سب مال اُس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں وہ اُس کا ہے یا اُسکو میرے مال میں سے یا میرے دراہم میں سے اتنا ہے تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہے اتمام ہبہ کیلئے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اُسے تسلیم کرے دُرِّ مختار **ص** زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپئے ہیں عمرو نے اُس کے جواب میں یہ کہا کہ اُنکو وزن کرلے یا پرکھ لے یا مجھے اُنکی مہلت دے یا میں تجھکو وہ دیچکا ہوں یا تونے مجھ کو وہ روپئے معاف کردیے ہیں یا خیرات کردیے ہیں یا ہبہ کردیے ہیں یا میں نے اُن روپیوں کا حوالہ کردیا ہے تجھے تو زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہو جاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہ ہوگا **ف** یعنی اُن روپیوں کی طرف ضمیر نہیں پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کرلے الی آخرہ تو اقرار نہو گا وجہ اسکی اصل میں مذکور ہے[1] اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپئے ہیں اور عمرو نے اُسکے جواب میں سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہ ہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر ہے دُرِّ مختار **ص** اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقر لہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہے تو مقر لہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف** اگر مقر کے پاس گواہ نہوں میعاد کے **ص** یعنی مقر لہ کو قسم دلاویں گے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہیں ہے (دین مؤجل) تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل (تعجیل میں) دلایا جاویگا **ف** برخلاف اُس صورت کے کہ مقر نے کالے[2] روپیوں کا اقرار کیا تو ویسے ہی روپئے اُس پر لازم آویں گے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دَین میعادی کے کہ اُسمیں قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مُول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اُس کے ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ اُمور کیے تو گویا زید نے اقرار کیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لئے خواہ دوسرے کیطرف سے وکالتاً یا وصایتاً اُس شئے کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعویٰ نہ سُنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعووں سے عمرو کو ابراء عام کیا پھ عمرو پر دعویٰ کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنے مؤکل یا صغیر کیلئے تو درست ہے دُرِّ مختار **ص** ایک شخص کہے کہ مجھ پر ایک سو[3] اور روپیہ ہے تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو[4] ایک روپئے کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہے تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہے اسی طرح سو اور دو کپڑوں کے اقرار میں اور اگر یوں کہے کہ میرے اوپر مائة وثلثة اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہیں تو سو سے بھی مراد کپڑے[5] ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اُس پر لازم ہوگا **ف** نہ طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب نہیں ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکے لائق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونوں مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف مظروف لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہیں ہے جیسے یوں کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر تو صرف اول لازم آویگا نہ ثانی[6] دُرِّ مختار **ص** اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اُس کا حلقہ اور نگین دونوں لازم آویں گے اور تلوار کے اقرار میں اُسکا میان اور پرتلہ اور پھل لازم آویگا اور حجلہ[7] کے اقرار میں اُسکی لکڑیاں اور پردے بھی لازم آوینگے اور جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے میں یا کپڑ یکا رومال میں یا کپڑے میں **ف** یا غلّے کا کشتی میں یا گون میں ہدایہ **ص** تو ظرف اور مظروف دونوں اُس پر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑ یکا دس کپڑوں میں تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہیں ہوسکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ[8] کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑوں کی تہ میں ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھ پر پانچ کپڑے ہیں پانچ کپڑوں میں اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آویں گے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور یہ جو کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہیں یا ایک اور دس کے بیچ میں تو نو درہم لازم آوینگے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دس درہم اور زفر کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یوں کہے کہ فلانے کا اس گھر میں سے اس دیوار سے لیکر اُس دیوار تک ہے تو دونوں دیواریں داخل نہونگی صحیح ہے اقرار حمل کا دوسرے کیلئے **ف** مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کیلئے ہے **ص** اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی

کسی اور شخص کیلئے بعد اُس کے موصی مرگیا تو اب وارث مُقر کا اقرار کرتا ہی اُس حمل کا مُوصیٰ لہٗ کیواسطے اسیطرح صحیح ہی اقرار حمل کیلئے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اُوپر ہزار درم ہیں بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہوسکے جیسے وصیت یا میراث اسلئے کہ وصیت حمل کیلئے صحیح ہے اور اسی طرح حمل وارث بھی ہوتا ہی پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچے زندہ جنے تو وہ مال اُنکا ہوجاویگا اور اگر مُردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو اُنکے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہیں ہوسکتا جیسے کہے کہ میں نے اُس حمل کو ہبہ کیا تھا یا میں نے اُس حمل کا وکیل ہوکر اس چیز کو خریدا ہی یا میں نے اُسکے ہاتھ یہ چیز بیچ کی ہی یا میں نے اُس سے قرض لیا ہی یا بالکل سبب بیان نہ کرے تو یہ اقرار لغو ہوجاویگا ف باتفاق ائمہ ثلثہ ص اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یوں کہے کہ فلانے کے مجھ پر ہزار درہم ہیں لیکن اس شرط پر کہ مجھکو تین دن تک اختیار ہی تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی ف اسواسطے کہ اختیار فسخ کیلئے ہوتا ہی اور اقرار قابل فسخ کے نہیں ہی ص اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اُس کے دعویٰ کیا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اُسکے اس قول کیطرف التفات نہ ہوگا لیکن فتویٰ ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مُقر لہٗ سے قسم لیجاویگی اس امر پر کہ مقر جھوٹ نہیں بولا تھا اسی طرح پر اگر مُقر کے وارث نے دعویٰ کیا کہ میرے مورث نے جھوٹ کہدیا تھا تو بعضو نکے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہوگا اور اصح یہ ہی کہ مُقر لہٗ سے یہاں بھی اُسی طور پر قسم لیجاویگی اور اگر مقر لہٗ مرگیا ہے تو اُس کے وارثوں سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یوں کہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مُقر نے یہ اقرار جھوٹ کیا تھا مسائل ملحقہ کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی اُنگلیوں کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوگیا خواہ منشی اُسکو لکھے یا نہ لکھے اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہوسکتی ہی اگر مدعیٰ علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اُسکو قید کرے یہانتک کہ یا اقرار کرے یا انکار باپ نے جب اقرار کیا اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور ماں اُسکی آزاد ہی تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اُس عورت کے منکوحہ ہونے کا برخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہ ہوگا کذا فی الدر المختار والطحطاوی والقنیہ ملتقطا من مواضع

ص باب استثناء کے بیان میں

ف یعنی اقرار میں سے کچھ نکال لینے کے بیان میں ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اُسمیں سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ استثناء متصل ہووے اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپے ہیں مگر دو یا دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہیگا تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثناء کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً مثال مذکور میں آٹھ روپے لازم آویں گے ص اور جو سب کا استثناء کیے سب تو باطل ہے ف مثلاً کہے کہ میرے اُوپر ہزار روپے ہزار کم آتے ہیں ص اور اُس پر سب لازم آویں گے ف تو مثال مذکور میں ہزار پورے دینے ہونگے ص جو چیزیں بکتی ہیں یا تُلتی ہیں اُن کو روپیوں میں سے استثنا کرنا درست ہی تو اُسقدر کی قیمت کم کرکے باقی روپے دینا ہونگے اور اُنکے سوا اور چیزونکو نکالنا درست نہیں ہی مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہیں ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہوں کم تو استثنا صحیح ہوگا واسطے وجود مناسبت فی الجملہ کے اور سو درہم میں سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہوں گے اور جو کہا کہ میرے اُوپر سو درہم ہیں ایک کپڑا کم تو یہ استثناء صحیح نہ ہوگا نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت میں صحیح نہ ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک سب صورتوں میں صحیح ہوگا جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اُسکے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہوجاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار میں سے عمارت کا استثنا کیا تو صحیح نہ ہوگا یعنی زمین اور عمارت اُس دار کی دونوں مقر لہٗ کی ہوجاوینگی اسلئے کہ بنا داخل ہوتی ہی دار میں بالتبع اور جو چیز بالتبع داخل ہو اُس کا استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہے کہ عمارت میری ہی اور صحن تیرا ہی تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہیں ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے کی ہی مگر نگین میرا ہی یا یہ باغ اُس کا ہے مگر درخت کھجور کے جو اُسمیں ہیں میرے ہیں تو یہ استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہیگا کہ اس انگوٹھی کا چھلہ اُس کا ہے اور نگین میرا ہی یا زمین اس باغ کی اُسکی ہی اور درخت کھجور کے میرے ہیں تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا

کذا فی الاصل ص اور اگر کہا کہ اُس شخص کے میرے اُوپر ہزار روپئے ہیں ایک غلام کی قیمت کے ابھی تک میں نے اُس غلام پر قبضہ نہیں کیا ہے تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت میں مقرلہٗ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپئے دینا پڑیں گے اور اگر غلام نہیں دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مُقر پر ہزار روپئے واجب ہو گئے اور یہ قول اُس کا کہ میں نے ابھی اُس غلام پر قبضہ نہیں کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اُس کلام کے ساتھ کہے یا جُدا کہے کیونکہ اُس نے جب انکار کیا قبض کا ایک شئے غیر معین میں تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو قیمت واجب نہ ہو گی تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر یہ قول اُس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت میں تصدیق اسکی کیجاویگی کیونکہ یہ بیان تغیر ہے اُنکے نزدیک کذا فی الاصل ص جس طرح مقر نے یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار روپئے فلانے کے ہیں بابت قیمت شراب یا سُور کے ف یا جُوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مُردے کے یا خون کے دُرِّ مختار ص تو مقر پر ہزار روپئے لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہو جاویں گے ف امام صاحبؒ کے نزدیک اگرچہ اُسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جُدا کہے اور نزدیک صاحبینؒ کے اگر ملا کر کہیگا تو اُسکی تصدیق کیجاویگی کذا فی الاصل لیکن یہ صورت جب ہے کہ مُقرلہٗ ان اقوال کا منکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان اُمور پر تو اب ہزار روپئے اُسکو لازم نہ ہونگے دُرِّ مختار ص اور اگر کہے کہ میرے اُوپر ہزار روپئے ہیں بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپئے زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں تو کھرے ہزار روپئے اُسکو دینا ہونگے ف امام صاحبؒ کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جُدا ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک وصل کی صورت میں تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحبؒ کے نزدیک اور بیان تغیر ہے صاحبینؒ کے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر کہے کہ میرے اُوپر فلانے کے ہزار روپئے ہیں جو میں نے اُس سے غصب کیے تھے یا اُس نے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپئے زیوف یا نبہرجہ ہیں تو اسکی تصدیق کیجاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپئے ستوقہ یا رصاص تھے تو درصورت وصل اُسکی تصدیق ہو گی اور درصورت فصل اُسکی تصدیق نہ ہو گی ف وجہ فرق اصل میں مذکور ہے ص جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لا دے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اسکا قول معتبر ہو گا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلاں کے مجھ پر ہزار درہم ہیں مگر اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اُسکا معتبر ہو گا اور جو ٹھہر کے کیا تو استثنا باطل ہے اور پورے ہزار درہم آوینگے اور جو کہے کہ میں نے تجھ سے ہزار امانۃً لیے تھے وہ تلف ہو گئے اور مقرلہٗ کہے کہ تو نے غصباً لیے تھے تو مُقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مُقر کہے کہ تو نے مجھ کو ہزار امانۃً دیے تھے اور مقرلہٗ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مُقر پر ضمان لازم نہ آویگا ف وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اوّل میں مُقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی میں اقرار نہیں کیا اس کا بلکہ مقرلہٗ اس پر دعویٰ کرتا ہے غصب کا اور مُقر منکر ہے تو قول مُنکر کا معتبر ہو گا کذا فی الاصل ص اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو میں نے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اُس شئے کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اُس شئے پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اُس شئے کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعویٰ ہو تو گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ میں نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ میں دیا تھا سو عمرو اُس گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کپڑے کو پہنا بعد اُس کے مجھے پھیر گیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اتنے داموں کے عوض سیا تھا بعد اُس کے میں نے لے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں میں زید کے قول کی تصدیق کیجاویگی ف یعنی زید کو یہ حکم نہ ہو گا کہ وہ شئے عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اُس پر دعویٰ کرے جیسا کہ مسئلہ امانت میں گزرا بلکہ یہاں عمرو کو اختیار ہے کہ گواہوں سے اپنا دعویٰ زید پر ثابت کرے بعد ثبوت کے اُس چیز کو لے لیوے ص اور صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی زید کو حکم ہو گا کہ وہ عمرو کے حوالے کرے بعد اُسکے گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت میں گزرا اور یہی موافق قیاس کے ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اجارے میں نہیں اقرار کیا دوسرے کے مطلق قبضے کا بلکہ قبضہ ضروریہ کا واسطے انتفاع کے پس باقی رہے گا موجر کا قبضہ ما ورائے ضرورت میں بخلاف ودیعت کے ف اور فتویٰ امام کے قول پر ہے مسائل ملحقہ اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہیں بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے اُس پر ثابت ہو گئے اور اسی قدر یعنی

ہزار عمرو کے اُس پر لازم ہوئے اور یہی حکم غصب میں ہے اور اگر مُقرلہ ایک شخص ہووے اور اُس کے لئے دو اقرار کرے تو جو اقرار از روے مقدار کے زیادہ ہے یا از روے وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اُس کے میرے اُوپر ایک ہزار روپے ہیں نہیں بلکہ دو ہزار روپے یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہوں گے یا اُس کے میرے اُوپر ہزار روپے ہیں کھوٹے نہیں بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے لازم ہوں گے کذا فی الدر المختار

ص باب مریض کے اقرار کے بیان میں

مریض پر جو دَین ہو حالت صحت کا خواہ اُس دَین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اُس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دَین اُس پر واجب ہوا ہو حالت مرض موت میں اسباب معروفہ سے نہ صرف اُس کے اقرار سے جیسے بدل اُس چیز کا جس کا مریض مالک ہوا یا جس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونوں برابر ہیں اور ان دونوں قسموں کے دَین ف یعنی دَین صحت مطلقًا اور دَین مرض بہ اسباب معروفہ ص مقدم ہوں گے ادا کرنے میں اُس دَین پر جو حالت مرض میں صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے ف یعنی پہلے ترکہ میت میں سے دَین صحت مطلقًا اور دَین مرض جو اسباب معروفہ سے ہو ادا کرینگے بعد اُس کے اگر کچھ مال بچے گا تو وہ دَین ادا کیا جاویگا جو حالت مرض میں صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے اور شافعیؒ کے نزدیک تینوں قسم کے دَین برابر ہیں اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ص لیکن تینوں قسم کے دَین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثوں میں اُسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دَین ادا ہو چکیں اگرچہ دیون پورے مال کو گھیر لیویں ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِّنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ص اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض قرضخواہوں کا قرض ادا کرے نہ بعض کا ف اگرچہ دَین مہر کا دینا یا اُجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دَین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہ ہو اُسکو یہ امر جائز ہے کہ اپنے قرضخواہوں میں سے کسی کا قرض اول ادا کرے اور دوسروں کا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیہ ص اور جائز نہیں مریض کا اقرار اپنے وارث کیواسطے ف دَین کا یا عین کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دَین کا اُس کے لئے روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے سنن میں ص مگر اُس صورت میں جب باقی قرضخواہ دَین میں اور باقی ورثہ اقرار تو وارث میں اُسکی تصدیق کریں ف کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کیلئے تھا تو جب اُنھوں نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسیطرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دَین تھا اُس کے وصول ہو جانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہ ہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کی اور اشباہ میں ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثوں کے مگر کئی جگہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ کیطرف یا میری ماں کیطرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرار کرنیکا اپنے وارث کو ص اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک کیلئے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے ف اور اُس شخص نے اُسکی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہو ص تو نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کیلئے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو یہ اقرار صحیح رہیگا اسواسطے کہ اول صورت میں اقرار مریض کا ہے اپنے بیٹے کیلئے اور دوسری میں اقرار اجنبیہ کیواسطے ف اگر اُس کے لئے وصیت کی پھر اُس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی در مختار ص اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اُس سن کا لڑکا مُقر سے ہو سکتا ہے اور تصدیق کی اُسکی لڑکے نے تو نسب اُس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مُقر سے اگرچہ مُقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثوں کا میراث میں اور تصدیق لڑکے کی اُسوقت ضرور ہے کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو اور جو گفتگو نہ کر سکتا ہو اور مر جاوے مُقر ثابت ہوگا نسب اُس کا اور شریک ہوگا ورثہ میں اور تصدیق کی کچھ حاجت نہیں ہے ف اشباہ میں ہے کہ علی بن احمدؒ سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اُسکو وارثوں نے تقسیم کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اُس نے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہوں سے اس طرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اُسکی فرزندی کا

اور قاضی نے حکم کر دیا اُس کے ثبوت نسب کا اب وارث اُس سے یہ کہتے ہیں کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری ماں سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا واقع ہو سکتا ہے یا نہیں تو کہا علی بن احمدؒ نے کہ اگر قاضی اُس کے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہے تو نسب اور فرزندی اُسکی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہیں ہے انتہٰی اور اُوپر گزر چکا فتاویٰ قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہے فاحفظ **ص** مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا مولیٰ یعنی آزاد کرنیوالا بتادے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کریں تو اقرار صحیح ہو جاویگا اور اسی طرح شرط ہے تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات میں اور مقرلہٗ نے اسکی تصدیق کی بعد موت مُقر کے تو صحیح ہے مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے اُسکے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہ ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہو جاویگی اگر اقرار کرے سوائے رشتۂ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے **ف** درمختار میں ہے کہ اسی میں داخل ہے یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہے یا دادا ہے **ص** تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہے شخص غیر پر **ف** کیونکہ جب اُس نے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو ثابت کیا اُس کا نسب اپنے باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہے تو اُٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی صرف دلیل ہے مُقر پر نہ غیر پر تو اُس کے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا **ص** اور وارث ہوگا ایسا مُقرلہٗ جب کوئی اور وارث مُقر کا نہ ہووے نہ قریب اور نہ بعید **ف** یعنی نہ کوئی مُقر کا ذوی الفروض میں سے نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مُقرلہٗ محروم ہوگا میراث سے **ص** جس کا باپ مرگیا ہے اگر وہ اقرار کرے کسی کیواسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقرلہٗ اُس کے حصۂ میراث میں شریک ہو جاویگا لیکن نسب اُس کا ثابت نہ ہوگا زید کے عمرو پر سوّ روپئے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑ کر مرگیا جن میں سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پاچکا ہے **ف** اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہے اور خالد نے یہ بیان گواہوں سے ثابت نہ کیا **ص** تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیے جاویں گے **ف** بعد قسم لینے کے اس طرح پر کہ واللہ اُس کو معلوم نہیں کہ اُسکے باپ نے سوّ روپئے سے نصف وصول پالئے اور یہ قسم بھائی کے حق کیلئے ہے اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دَین وصول پاچکا ہے تب بھی ولید کو پچاس روپئے دلائے جاویں گے قسم لے کر لیکن یہاں قسم عمرو کے حق کیلئے ہوگی تو اوّل صورت میں اگر ولید قسم نہ کھائے تو خالد اُس کے حصے میں شریک ہو جائے گا اور ثانی صورت میں اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاویگا طحطاوی

ص کتابُ الصلح

یہ کتاب ہے صلح کے بیان میں **ف** صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ یعنی صلح بہتر ہے اور روایت کی ترمذیؒ نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان میں مسلمانوں کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہیں شرطوں پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور منکر کہا اسکو محدثوںؒ نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذیؒ نے اعتبار کیا اُس کے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اُسکو ابن حبانؒ نے ابوہریرہؓ کی روایت سے اور اخراج کیا اُس کا ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ سے کتاب القضا میں **ص** صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح ہے صلح ہر حال میں خواہ مدعیٰ علیہ مقر ہووے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک صلح نہیں صحیح ہے مگر اقرار مدعیٰ علیہ کی صورت میں کذا فی الاصل **ص** اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو یہ صلح بیع کے حکم میں ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اُسمیں جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط برابر ہے کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کو بدل صلح اور مصالح عنہ میں **ف** جاننا چاہیئے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اُس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعویٰ چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعویٰ کیا خالد نے

کہا کہ مجھ سے سو درم لیلے اور مکان کا دعویٰ نہ کر تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوئے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے صلح کر لی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونوں مکان کے شفیعوں کو دعویٰ شفعہ کا پہونچتا ہے ص صلح میں اگر بدل صلح معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی ف اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہیں ہے اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعیٰ علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہیں ہے در مختار ص مصالح عنہ میں سے بعد صلح کے جس قدر غیر کا حق نکلے تو اُس کے موافق حصہ رسد مدعی بدل صلح میں سے پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح میں سے غیر کا حق نکلے تو اُس کے حصے کے موافق مدعیٰ علیہ مدعی کو مصالح عنہ میں سے پھیر دیوے ف اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے در مختار ص اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے ف تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جسمیں مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا اور نہ ضرور نہیں جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر پہونچا دینا کذا فی الاصل ص تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھیگی اس صورت میں اگر اندر مدت کے دونوں میں کوئی مرجاویگا تو صلح باطل ہو جاویگی جو صلح کہ مدعیٰ علیہ کے انکار یا چپ رہنے کی صورت میں واقع ہو تو وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہے اور مدعیٰ علیہ کے حق میں فدیہ ہے قسم کا ف یعنی جب مدعیٰ علیہ منکر ہے تو اُس پر شرعًا قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعیٰ علیہ یہ بدل صلح عوض میں قسم کے دیتا ہے ص اور قطع نزاع کا تو اگر مدعیٰ علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت میں شفعہ واجب نہ ہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا ف اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعیٰ علیہ کے قبضے میں رہا اور مدعیٰ علیہ کے گمان میں یہ نہیں ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہیں ہو سکتا مدعیٰ علیہ پر برخلاف اُس صورت کے کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی جانتا ہے کہ میں نے لیا ہے اسکو عوض میں اپنے حق کے پس مواخذہ کیا جاویگا اُس کے زعم پر اور واجب ہوگا شفعہ کذا فی الاصل ص صلح سکوت اور انکار میں اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اُس قدر بدل صلح میں سے مدعیٰ علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت میں کل مصالح عنہ کا دعویٰ اور بعض کی صورت میں بعض مصالح عنہ کا دعویٰ مدعیٰ علیہ پر پھر کرنے لگے ف اور بدل صلح کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحوں میں مثل استحقاق کے ہے در مختار ص زید نے ایک گھر کا دعویٰ کیا عمرو پر بعد اُس کے اُسی گھر کے ایک حصے پر صلح کی تو یہ صلح صحیح نہ ہوگی اور حیلہ اُسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح میں کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شئے باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کر دیوے ف یہ صلح اسواسطے صحیح نہیں ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہیں ہو سکتا تو جب مدعیٰ علیہ نے بدل صلح میں ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ شئے زائد عوض اُسقدر حصے کی ہو جاویگی جو مدعیٰ علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعیٰ علیہ کو باقی مکان کے دعویٰ سے تب بھی صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ ابرا ہے دعویٰ عیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا عیان سے درست نہیں ہے اسواسطے کہ اگر کسی نے ابرا کیا عین سے اور پھر اُسی عین کو پایا تو اُسکو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اُسکا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور فرق ان دونوں میں ظاہر ہوگا اُس صورت میں کہ جب گھر مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہووے اور مدعی بری کر دے اُسکو دعویٰ سے اُس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعیٰ علیہ کے قبضے میں نہ ہووے مثلًا ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثوں میں سے اپنے حصے سے ابرا کیا تو ابرا صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دَین پر تو صحیح ہے اور مدعیٰ علیہ بری الذمہ ہو جاویگا باقی دَین سے قضاءً نہ دیانۃً اسیواسطے اگر مدعی اپنا باقی دَین پا جاوے تو اُسکو لے لیگا در مختار ص صحیح ہے صلح مال کے دعوے اور منفعت کے دعوے سے ف دعویٰ منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ورثہ پر اس امر کا کہ اُن کے مورث نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعویٰ کرے ایک عین کے کرایہ میں لینے کا اور مالک اُسکا انکار کرے پھر دونوں صلح کر لیں تو صلح جائز نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو اجارہ کا یا مدت کا یا اُجرت کا درست ہے طحطاوی و شامی ص اور صحیح ہے صلح جنایت نفس اور مادون النفس سے خواہ عمد ہو یا خطا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ترجمہ جس کو معاف کیا گیا اُس کے بھائی کی طرف سے کچھ سو

پیروی ہو دستور کی اور ادا کرنا ہو طرف اُس کے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباسؓ نے کہ نازل ہوئی یہ آیت صلح میں ہدایہ ص اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح
آزادی ہوگی اُوپر مال کے ف مثلاً زید نے دعویٰ کیا عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہو اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا ص
تو اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہو اپنے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونوں کے حق میں تو ولا ثابت ہوگی مدعی کیلئے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے حق میں آزادی
ہوگی مال پر نہ مدعیٰ علیہ کے زعم میں بلکہ اُسکے گمان میں قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہ ہوگی مگر گواہوں سے اُوپر غلام ہونیکے ف ولا کہتے ہیں غلام کے ترکے کو
اور بیان اس کا کتاب لولا میں انشاء اللہ تعالےٰ آویگا ص اور صحیح ہے صلح نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی
تو اقرار کی صورت میں دونوں کے حق میں خلع ہوگا اور عدم اقرار کی صورت میں خاوند کے زعم میں خلع ہوگا نہ عورت کے زعم میں یہانتک کہ اُس پر عدت
واجب نہوگی اور جو دوسرے خاوند سے اُسی وقت نکاح کر لیگی تو صحیح ہو جاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا و بین اللہ تعالےٰ تو اگر زوجہ یہ بات جانتی ہوگی کہ میں پہلے
خاوند کی زوجہ ہوں تو اُسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ میں اُسکی زوجہ نہیں ہوں تو اُسکو نکاح حلال ہوگا اور
جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کر لے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہ ہوگی ف اسی قول کو صحیح کہا ہو نقایہ اور درر اور ملتقی اور مجتبیٰ اور اختیار میں
اور بعضوں نے اس صلح کو صحیح رکھا ہو اور صحیح کہا اس قول کو درر البحار میں دُرّ مختار ص اور نہیں صحیح ہے صلح دعویٰ حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہو اور
غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کیطرف سے صلح نہیں کر سکتا ف اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہے اور
ذات اُس غلام کی مال تجارت میں داخل نہیں تو اُسکو اپنی ذات میں کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا فی الاصل ص ہاں اُس غلام ماذون کا اگر ایک غلام
ہووے اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اُسکے نفس کیطرف سے صلح کر سکتا ہو ف اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اُسکی کمائی میں سے ہو تو تصرف اُس کا
اپنی کمائی میں اور چھوڑنا اُس کا جائز ہوگا کذا فی الاصل ص اسی طرح شئے مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اُسکے غاصب نے مالک سے صلح
کر لی اُسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہیں ف اور مختار قول
امام صاحبؒ کا ہو اور دلیلیں دونوں کی اصل میں مذکور ہیں ص اگر ایک غلام میں دو شخص شریک تھے اُسمیں سے شریک تو نگر نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور
دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کر لی تو زیادتی باطل ہو جاویگی بالاتفاق ہاں اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے
تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہو صاحبینؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک اسواسطے کہ یہاں قیمت منصوص علیہ ہو پس زیادتی قیمت جائز
نہیں اور غصب میں غیر منصوص ہو اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کیلئے یا جس قدر دَین کا اُس پر دعویٰ ہو اُسمیں سے ایک حصے پر
صلح کرنے کیلئے تو بدل صلح مؤکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر ف اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں صلح مثل بیع کے نہیں ہے لیکن قتل کی صورت میں تو ظاہر
ہے اور لیکن دوسری صورت میں تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے طرف مؤکل کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر وکیل
صلح کرتے وقت ضامن ہو گیا ہو بدل صلح کا تو اُس پر لازم آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہو تو اُسمیں بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہو ف مراد اس سے وہ
صلح ہو جو مال سے ہو بعوض مال کے اور وہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہ ہووے اور مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہووے کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص فضولی
نے صلح کی مدعیٰ علیہ کیطرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال میں سے یا اپنے اس
ہزار روپے پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپے پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یوں کہا کہ صلح کی میں نے تجھ سے ہزار روپے پر ف
یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا ص اور وہ ہزار روپے دیدیے تو ان سب صورتوں میں صلح صحیح ہو جاویگی ف اور فضولی پر اُن روپیوں
کا تسلیم کرنا لازم آویگا اور فضولی کا احسان ہوگا مدعیٰ علیہ پر تو رجوع نہ کریگا مدعیٰ علیہ پر کیونکہ بے اسکے حکم کے صلح واقع ہوئی ص اور اگر فضولی نے
یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھسے ہزار روپے پر اور ہزار روپے نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعیٰ علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا مدعیٰ علیہ تو صلح جائز
ہوگی اور مدعیٰ علیہ کو ہزار روپے دینا پڑیں گے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو جاویگی جب مدعی اپنے قرض ... سے ... مدعیٰ علیہ پر ہے اُس کے

نصف یا ثلث یا رُبع پر صلح کر لیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاویگا یہ عقد معاوضہ **ف** اسواسطے کہ بعض کُل کا معاوضہ نہیں ہو سکتا
ص تو صحیح ہے صلح ہزار روپے سے جو بلا میعاد تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر **ف** تو پہلی صورت میں نوسو روپے کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت میں
بے میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل **ص** یا ہزار روپے زیوف سے سو کھرے روپیوں پر **ف** اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے نوسو روپے اور کھرے پن
کا تو اس صورت میں صلح صحیح ہوجاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہیں کذا فی الاصل **ص** اور صلح دراہم سے میعادی دیناروں پر درست نہیں **ف**
اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہوجاویگی اور اُسمیں قبض کرنا دیناروں پر قبل جُدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل **ص** اسی طرح صلح
ہزار روپئے میعادی سے پانچسو روپے نقد پر درست نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانچسو کے ہوگیا اور یہ وصف مال نہیں ہے کذا فی الاصل
ص اسی طرح سیاہ رنگ کے ہزار روپے سے پانچسو روپئے سفید رنگ پر جائز نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپئے کا پانچسو روپئے
سے ساتھ زیادتی وصف کے کذا فی الاصل اور معاوضہ نقدین میں وصف کا اعتبار ساقط ہے پس سب صورتوں میں ربوا لازم آویگا قاعدہ کلیہ در مختار میں
یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کیطرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کیطرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے پھر جب معاوضہ ٹھہرا
تو معاوضہ کا حکم اُسمیں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **ص** اگر زیدؓ کے عمرو پر ہزار
روپئے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجھکو پانچسو ادا کرے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانچسو ادا کر دیے تو عمرو باقی سے
بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر پانچسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو سارا دَین پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپئے پُورے اُس پر واجب ہوجاویں گے اور اسمیں
خلاف ابو یوسفؒ کا ہے دلائل سب کے مذکور ہیں اصل کتاب اور ہدایہ میں **ص** اور جو ادا کرنیکا وقت نہیں بیان کیا **ف** یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانچسو
تو مجھکو ادا کرے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے **ص** تو زید کا دَین پُورا کبھی نہ لوٹے گا **ف** یعنی اگر عمرو نے اس صورت میں کل کے روز پانچسو روپئے نہ ادا کیے تو ہزار
عمرو پر نہ لوٹیں گے بلکہ پانچسو ہی رہیں گے **ص** اور اگر زید نے صلح کر لی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اُسکو کل نصف قرضہ ادا کرے تو وہ
باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نہ کرے تو کل دَین عمرو پر ہے تو اس صورت میں اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کر دیوے
تو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا ورنہ پُورا دَین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کر دیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا
کر دے تو عمرو نصف دَین سے بری الذمہ ہوگیا خواہ باقی ادا کر دے یا نہ ادا کرے **ف** باجماع امامؒ اور صاحبینؒ اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر
زید نے ابرا کو صحیح شرط پر معلق کیا جیسے یوں کہا کہ اگر تو مجھے اس قدر ادا کر دے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہے تو یہ ابرا صحیح نہ ہوگا اسواسطے
کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے اور اگر مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کرونگا جبتک تو مجھے مہلت نہ دیگا یا کچھ نہ چھوڑے گا
سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دَین معاف کر دیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اُس کو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ
قول پکار کر دائن سے کہا اور دائن کا پُورا دَین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دَین فی الحال لے لیوے

ف فصل دَین مشترک میں صلح کے بیان میں

ص دو شخصوں کا دَین مشترک تھا ایک شخص پر تو اُن دونوں میں سے ایک شریک نے اپنے حصّے کے بدلے میں مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے
شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصّہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی
قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اُس کپڑے میں نہ رہیگا **ف** مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درموں کے
بدلے میں ایک کپڑا لیکر زید سے صلح کر لی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے اور اگر بکر خالد کیلئے ایک درم کا
ضامن ہوجاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہیں لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا **ص** یہ جب ہے کہ دَین مشترک کا سبب وجوب متحد ہووے جیسے ثمن اُس چیز کا

۵۵ اس مقام میں پانچ صورتیں ہیں ۱۲

بیان عدم صحت تعلیق ابرا بشرط

جو ایک ہی عقد میں بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیوں میں مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا مورث کی یا قیمت شئے مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دَین میں جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اُس کا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اُس سے لے سکتا ہے مثلاً اُن دونوں میں سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اُسمیں دوسرا بھی شریک ہو جاویگا اب دونوں قرضدار سے باقی کا مطالبہ کر سکتے ہیں **ف** یعنی قرضدار اُس شریک سے جس کا حصہ قرض ادا کر چکا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہیں ہے کیونکہ جتنا اُس نے دیا تھا وہ دونوں شریکوں میں بٹ گیا **کذا فی الاصل ص** اور جو دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے نصف دَین کے بدلے میں کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف دَین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دَین کا ضمان لیوے پھر دونوں شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کر لیویں اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصۂ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کر دیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دَین تھا پہلے کا اور یہ دَین اسی دَین کے عوض میں ہو گیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا مثال اسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے میں وہ پچاس روپے ہو گئے جو زید کے اُس پر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہیں پہونچتا کہ عمرو سے یوں کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پائے تو نصف اُسکا مجھے ادا کر دے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دَین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اُسمیں شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دَین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دَین اُس کے سہام پر منقسم ہو گا مثلاً جب ہر ایک کا دَین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کر دیا یعنی ربع کل دَین کا تو اب دَین کے تین حصے کیے جاویں گے دو حصے اس شریک کے ہونگے جس نے معاف نہیں کیا اور ایک حصہ اُسکا جس نے معاف کر دیا اگر دو مردوں نے عقد سلم کیا مل کر ایک کُر میں گیہوں کے اور دونوں کا راس المال سو روپے تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کر کے بدلے میں پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کر لی اور وہ روپے اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہو گی امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہو گی جیسے دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خرید اپھر ایک نے اُن میں سے اقالہ کر لیا **ف** اور طرفینؒ کی دلیل اصل میں مذکور ہے +

فصل تخارج کے بیان میں

تخارج کہتے ہیں اُس کو کہ سب وارث اتفاق کر کے ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دیکر **کذا فی المنح ص** خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور اُنھوں نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور اُنھوں نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونوں ہیں اور اُنھوں نے دونوں دیے تو یہ خارج صحیح ہے سب صورتوں میں برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر **ف** یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہرا دیں گے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذا فی الاصل لیکن اس تخارج میں جہاں مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہاں قبضہ کرنا طرفینؒ کا شرط ہے صحت کی تاکہ سُود لازم نہ آوے **دُرّ مختار ص** اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونوں ہوں اور وارث مذکور کو صرف روپے یا صرف اشرفیاں دیکر خارج کریں تو یہ تخارج درست نہ ہو گا جب تک کہ بدل اُس مقدار سے زیادہ نہ ہو جو وارث مذکور کو اُسی جنس کے حصے سے پہونچے **ف** مثلاً وارث مذکور کو میراث میں دس درہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج میں ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کریں تاکہ دس بعوض دس کے ہو جاویں اور زائد عوض حصۂ اسباب کے ہووے ورنہ سُود ہو جاویگا اس لئے کہ یہ صلح نہین جائز بطریق ابراء کے کیونکہ ترکہ اعیان سے ہے اور برارت اعیان سے جائز نہیں کذا فی الاصل **ص** اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملۂ ترکہ دیون ہیں متوفی کے اُوپر لوگوں کے اس شرط پر کہ وہ دیون باقی وارثوں کے ہیں کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دَین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے **ف** جب وارث خارج نے دیون کو وارثوں کے لئے چھوڑا تو اُس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دَین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے **ص** مگر اس صلح کے صحیح ہونے کے کئی حیلے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث

شرط کریں اس بات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دَین سے قرضداروں کو بری الذمہ کرے اور صلح کرلے اعیان ترکہ سے اُوپر مال کے اور اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُس کا حصۂ دَین بقیہ ورثہ کا ہوگیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصۂ دَین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے اُنکی جانب سے اور مصالح اپنے حصۂ دَین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلادے مدیونوں سے اور اس حیلے میں ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثوں کو نقد دینا پڑا اور اُنکا حق دَین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلوں میں بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیویں بقدر اس کے حصّے کے دَین سے اور صلح کریں دَین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کرے وارثوں کو اپنے قرض کا قرضداروں پر مثلاً فرض کریں ہم کہ حصۂ مصالح کا دَین میں سے سَو درم ہے اور باقی ترکے میں سے بھی سَو درم اور وارث صلح کرتے ہیں بعوض دراہم کے تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو مثلاً ایک سَو دس درہم ہوں تو سَو درہم تو وارث اُسکو بطور قرض کے دیویں اور وہ اُن سَو کو اُتار دیوے قرضداروں پر اور وارث اُتروائی قبول کریں پھر صلح کریں دَین کے سوا اور چیزوں سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہوسکتے ہوں اور جو نہ ہوسکتے ہوں تو کچھ اور بڑھادینگے مثلاً ایک چھری زیادہ کردینگے تاکہ دس بدلے میں دس کے اور چھری باقی کے بدل میں ہو جاوے **ف** یہ حیلہ احسن الحیل اسواسطے ہوا کہ حیلہ اولیٰ میں مصالح کا ضرر ہے ابراء کرنے سے اور حیلۂ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا جیساکہ گزرا **طحطاوی ص** جس ترکے کے اعیان معلوم نہیں اُس میں صلح صحیح ہونے میں کیلی اور موزون پر اختلاف ہے مشائخ کا **ف** اور صحیح صحت صلح ہے **دُرّمختار** دلیلیں دونوں کی اصل کتاب میں مذکور ہیں **ص** اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دَین ادا کرنیسے پہلے اگر وہ دَین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہ ہو تب بھی صلح نہ کیجاوے قبل ادائے دَین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہانے کہا کہ صحیح ہوجاویگی **ف** یعنی دَین غیر محیط میں نہ محیط میں **ص** لیکن بقدر دَین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردی جاویگی از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کُل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اس میں ضرر تھا ورثہ کا اس لئے استحساناً روک رکھنا ترکے کا بقدر دَین کافی ہے مسئلہ مہمّہ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعویٰ شرط ہے یا شرط نہیں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحت دعویٰ شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعویٰ کیا ایک حق مجہول کا مکان میں اور مدعیٰ علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہے جیساکہ گزرا باب الحقوق والاستحقاق میں اور شک نہیں دعویٰ مجہول کے غیر صحیح ہونے میں اور ذخیرے میں بہت سے مسائل ہیں جو تائید کرتے ہیں ہمارے قول کی واللہ اعلم

ص کتاب المضاربۃ

عقد مضاربت شرع میں عبارت ہے اُس عقد شرکت سے نفع میں کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی **ف** تو جو محنت کرتا ہے اُس کو مضارب کہتے ہیں اور جس کا مال ہے اُسے ربّ المال کہتے ہیں جواز اس کا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرتؐ نے منع نہ کیا اُس سے اور صحابہؓ بھی اُس پر عمل کرتے رہے اور کسی نے اُس کا انکار نہیں کیا **ہدایہ ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہیں تو مضاربت قبل عمل کے امانت وودیعت ہے **ف** تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں آتا **ص** اور وقت عمل کے توکیل ہے **ف** پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ ربّ المال پر ہے کذا فی الدرر **ص** اور جب نفع ہووے تو شرکت ہے اور جو مخالفت کرے مضارب ربّ المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے ربّ المال نے اُسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب ہے اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارۂ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کیواسطے نفع نہیں بلکہ اُس کے لئے اُسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت میں نفع ہوا ہو یا نہ ہوا ہووے لیکن زیادہ نہ دی جاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمدؒ **ف** اور ائمہ ثلثہؒ کے اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اُسکی اُجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں صحیح نہیں ہے مضاربت مگر اُس مال میں جسمیں شرکت صحیح ہوتی ہے **ف** یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیساکہ کتاب الشرکۃ میں گزرا **ص** اسی طرح ضرور ہے کہ ربّ المال اُس مال کو مضارب کے سپرد کردیوے

ف اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدون تسلیم کامل کے متعذر ہے تو اگر رب المال بھی اُس مال میں اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہو گی طحطاوی ص اور نفع شایع ہو دونوں میں ف یعنی مثلاً نصفا نصف یا تین تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ ص تو مضاربت فاسد ہو گی اگر ایک کیلئے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہوئے ف جاننا چاہیئے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے تو مضاربت فاسد ہو گی اور سوا اس کے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہو گی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل ص جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے ف یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے متقید نہ ہو کذا فی الاصل ص تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدت پر جس کا تاجروں میں دستور نہ ہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شراء کے اور سفر کرے ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کو سفر کرنا درست نہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر میں دیا ہے تو اُسکو سفر درست نہیں اور اگر پرائے شہر میں دیا تو سفر جائز ہے کذا فی الاصل لیکن صحیح یہ ہے کہ دونوں صورت میں مضارب کو سفر جائز ہے کذا فی الدر المختار ص اور مال کو بضاعۃً دیوے اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفرؒ کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہو گی اور امانت رکھا دے اور گرو کرے یا گرو لیوے اور کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالہ کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت میں مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ قرض دیوے یا قرض لیوے ف یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہیں ہے ص اگرچہ رب المال نے وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونوں کی اجازت دیدی ہووے تو درست ہے اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی رائے کے موافق کرنا اور اُس نے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اُس کو پانی سے دُھلوایا یا لادلایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہو گا یعنی مالک سے دُھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہے مجرا نہیں لے سکتا کیونکہ وہ اُدھار کرنیکا مالک نہیں ہے اور اگر اُن کپڑوں کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سُرخ رنگوایا تو جسقدر رنگ اُسمیں بڑھا ہے اُس میں رب المال کا شریک ہو جاویگا جیسے اپنا مال اُسمیں ملا دیوے ف اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس قول میں کہ تو اپنی رائے کے موافق کام کر داخل ہو جاویں گے برخلاف دُھلوائی کے کہ اُسمیں کوئی چیز بڑھی نہیں ہو اگر نشاستہ یعنی کلپ دیکر دُھلوایا ہو گا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سُرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول میں مالکؒ کے نزدیک اور امام صاحبؒ کے نزدیک داخل نہو گا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحبؒ کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سُرخی کے ہیں کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص تو مضارب سُرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہدینے کے کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر ضامن نہ ہو گا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کُل لے لیگا اور کپڑے کے داموں میں نفع میں شریک ہو گا ف مثلاً وہ کپڑا پانچ روپے کا سفید تھا جب سُرخ رنگا گیا تو چھ روپے کا ہوا اور آٹھ روپے کو بکا تو مضارب ایک روپیہ تو رنگ کا لے لیگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے ص اور مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معیّن کر دیا ہووے یا کسی مال خاص میں تجارت کو کہا ہووے یا کوئی وقت یا کوئی موسم یا کوئی خاص معاملے والا بتا دیا ہووے کہ اُس سے تجارت کرے تو اگر اُسکی مخالفت کریگا ضامن[1] ہو گا اور وہ چیز جو خریدی ہے مع نفع مضارب کی ہو گی اسیطرح مضارب کو یہ نہیں پہونچتا کہ مال مضاربت میں سے جو غلام لونڈی خریدا ہووے اُسکا نکاح کر دیوے یا ایسے غلام اور لونڈی کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہو جاوے ف مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہووے یا رب المال نے اُس پر حلف کیا ہو کہ اگر میں فلانے غلام یا لونڈی کو خریدوں تو وہ آزاد ہے کذا فی الاصل ص اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر مال مضاربت میں سے آور نہ اُس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے جب مال میں نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا اور اگر نفع نہ ہوا ہووے تو صحیح ہو گا ف اسواسطے کہ اس صورت میں مضارب کا کچھ روپیہ ہی نہیں ہے تاکہ اُسکی ملک اُس غلام لونڈی میں آوے ص تو اگر بعد اُس کے اُس غلام

[1] یعنی رب المال کی ۱۲

لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصۂ نفع کی مقدار وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کیلئے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپئے تھے نصفا نصف نفع پر اُس نے اُن ہزار روپئے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اُسکی ہزار روپئے تھی بعد اسکے اُس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار روپے کا اور مضارب نے اُس لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپئے ہو گئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو اختیار ہے چاہے اُس لڑکے سے ہزار روپئے میں سعی کرا لیوے چاہے آزاد کر دے پھر جب رب المال ہزار روپئے لڑکے سے وصول کر لیوے تو پانچ سو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے بھر لیوے **ف** یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب میں اس مقام میں تفصیل کی ہے فقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنے کے بیان میں

اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب کرے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہ ہو گا یہانتک کہ مضارب ثانی اسمیں عمل نہ کرے ظاہر الروایۃ میں اور یہی قول ہے صاحبینؒ کا اور حسن کی روایت میں امام صاحبؒ سے یہی ہے یہانتک کہ مضارب ثانی اُسمیں نفع نہ کماوے اور زفرؒ کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہو جاویگا **ف** اور مفتی بہ اول روایت ہے اور دلیل دونوں روایت کی اصل میں مذکور ہے **ص** اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ آدھوں آدھ ہمارے تمہارے بیچ میں ہے اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہو گا اُس کا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اُسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یوں کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجھ کو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھ لیں گے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملیگی اور جو مالک نے یوں کہا تھا کہ جو نفع کماوے وہ ہم تم دونوں کے بیچ میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہو گا اُسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف میں مضارب اول اور مالک شریک ہونگے اور اگر مالک نے یوں کہا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اُس کا نصف میں لونگا یا جو کچھ بڑھیگا وہ ہم تم دونوں میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت میں مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت میں دو حصے نفع کے مضارب ثانی کیلئے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لئے تو مالک کو نصف نفع ملے گا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اُسمیں گھٹتا ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع میں تہائی رب المال کی اور تہائی اُس کے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لئے تو درست ہے اور رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دار الحرب میں لجانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے **ف** اور اگر مضارب مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جاوے تو مضاربت باطل نہ ہو گی کذا فی الاصل **ص** مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہیں ہوتا جب تک اُسکو خبر اپنی برطرفی کی نہ ہووے پھر اگر اُس کو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اُسکو بیچ کر نقد کر لے اور پھر ثمن میں تصرف نہ کرے اور نہ اُس نقد میں جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہ ہووے تو اُس کو مضارب بدل سکتا ہے از روئے استحسان کے نہ قیاس کے **ف** مثلا راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہیں تو مضارب اُسمیں تصرف نہیں کر سکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اُسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے استحسانا تا نفع ظاہر ہووے **ص** اگر رب المال اور مضارب دونوں بعد فسخ عقد کے جدا ہو گئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگوں پر تو اگر مضارب کو اس تجارت میں نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضداروں سے لازم آویگا ورنہ نہیں **ف** کیونکہ جس صورت میں مال میں نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے

---

۱ یعنی دو حصے نفع کے مضارب ثانی کو اور ایک حصہ مضارب اول کو ۱۲ منہ ۵۳ اسواسطے کہ مالک مال نے کل نفع سے جو کچھ حاصل ہو نصف اپنا ٹھہرایا اور مضارب اول نے کل نفع سے ایک ثلث مضارب ثانی کا مقرر کیا ہے اس صورت میں نصف نفع رب المال کو اور ایک ثلث مضارب ثانی کو اور باقی ایک سدس مضارب اول کا حق ٹھہرا ۱۲ عبد ۱ ۵۳ اسلئے کہ مضاربت باذن مالک ہوئی ہے پس مضارب ثانی کو وہ ملے گا جو مضارب اول نے ٹھہرایا ہے اور وہ ایک ثلث ہے اور باقی جو رہا نفع مضارب اول کو وہ دو ثلث ہیں پس بموجب عقد نصف اُس کا یعنی ایک ثلث رب المال کو اور نصف یعنی ایک ثلث مضارب اول کو ملیگا اسواسطے کہ رب المال نے یہ کہا تھا کہ جو کچھ کہ خدا تعالیٰ نفع دیگا اُسمیں سے ہم تم

ہوا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں بطور تبرع کے ص بلکہ مضارب مالک کو اُس کے وصول کرنے کے لئے وکیل کر دیوے اسی طرح سب وکیلوں کا حال ہے
کہ اگر تقاضا نہ کریں تو مؤکل کو وکیل کر دیویں اور دلّال آور سمسار جبر کیے جاویں گے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلّال اُجرت لیکر بکوا تا ہے اور سمسار
وہ شخص ہے جس کے پاس غلہ وغیرہ لوگوں کا جمع کیا جاتا ہے تا وہ اُجرت لیکر بیچ دے تو اُس پر بھی ثمن وصول کرنے کے لئے جبر کیا جاویگا ص مال مضاربت
میں جس قدر نقصان ہووے اوّلاً وہ نفع سے بھر لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضارب اُس کا ضامن نہ ہوگا امین ہے اور اگر نفع بانٹ
لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب میں ہے بعد اُس کے از سر نو عقد مضاربت کیا اب کل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اس میں
نہیں لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونوں نے بانٹ لیا ہے پھر سے
جمع کریں اور اب رب المال اپنا راس المال اُس نفع سے پورا کرے جو بچے اُسے دونوں بانٹ لیں اور اگر اُس نفع سے اصل مال پورا نہ ہووے یعنی اصل مال
کم رہے تو مضارب پر تاوان اُس کا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ مضارب امین ہے جیسا گزرا ص جو مضارب اپنے ہی شہر میں رہکر کام کاج کرے تو اپنے
کھانے پینے کا خرچ اور اپنی دوا ہر حال میں اپنے ہی پاس سے اُٹھاوے یعنی مال مضاربت میں سے نہ لیوے اور جو سفر میں جاوے تو کھلائی پلائی لباس
پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑے دھلوائی تیل جہاں تیل کی حاجت ہے جیسے ملک حجاز میں ف حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور اُن شہروں کو کہتے ہیں
جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہیں ملک حجاز میں تیل کی اس لئے حاجت ہے کہ بلاد حجاز واقع ہیں اقلیم دوم میں اور زمین اقلیم دوم کی حار ہے اور یابس
تو وہاں بدون تیل ڈالے اور گھی کھائے گزر نہیں ہوتا اور دوا کا خرچ مثل نفقہ کے ہے امام اعظمؒ کے نزدیک ص اور سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خرید کی ہو
دانہ چارہ اُس کا ان سب کے مصارف مال مضاربت میں سے لیوے موافق دستور کے اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اُس قدر زیادہ کا ضامن ہوگا
اور جب شہر کو لوٹ کر آوے اور سفر کی چیزوں میں سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھیں کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت میں سے شریک کر دیوے اور اگر
مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو وہاں جاتا ہے تو رات کو اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا تو اس کا حکم سفر کا سا ہے اور اگر شب کو اپنے گھر میں رہ سکتا
ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہی شہر کے بازاروں میں سے ہے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اُس قدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال
مضاربت میں سے سفر میں صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہو جاوے اب اُس پر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو مال مضاربت
میں سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اُس چیز پر صرف ہوا ہے جیسے کرایہ بار برداری وغیرہ اصل لاگت میں لگا لیوے اور کہے مجھ کو اتنے کو پڑی ہے اور جو کچھ اپنی ذات
پر صرف ہوا ہے اُسکو نہ لگاوے مسئلہ اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصف نفع پر اُس نے ان ہزار روپے کا کپڑا خریدا اور اُس کو دو ہزار کو بیچکر ایک غلام خریدا
اور ابھی دو ہزار اُسکی قیمت کے بائع کو نہیں دیے تھے کہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہو گئے تو مضارب پانچسو کا ضمان دیگا اور باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی
غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اُس کے مال مضاربت میں رہیں گے اور راس المال اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اُس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو
اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت غلام کی تو دو ہی ہزار تھی اور اُس تاوان کو جو بسبب ہلاکی کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ
غلام چار ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان تین ہزار میں سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو نکال کر
باقی جو پانچسو بچیں گے وہ نفع کے سمجھے جاویں گے اُن کو رب المال اور مضارب نصف نصف بانٹ لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو
خریدا جو رب المال نے پانچسو کو مول لیا تھا تو مرابحہ پر بیچنے کے وقت مضارب پانچسو اصل جمع بتلاوے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا
جس کی قیمت دو ہزار ہے اور اس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر رب المال اور مضارب اُس غلام کے دینے سے رُکے اور فدیہ دینے کو اختیار
کیا تو اُس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونوں نے خون بہا دیا تو اب وہ غلام مال مضاربت میں سے نکل
جاویگا سو اب تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی مضارب نے مال مضاربت سے ہزار روپے کے بدلے میں ایک غلام خریدا
اور قبل حوالے کرنے کے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہو گئے تو رب المال کو ہزار بھر دینے ہوں گے پھر اگر تلف ہو گئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے

ہوں گے اسی طرح پر جہاں تک تلف ہوتے جاویں گے مال دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال میں شریک ہوتے جاویں گے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہوں اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور رب المال کہے کہ میں نے تجھے دو ہزار روپے دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہیں وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہیں زید کے اور کچھ نفع ہو چکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہیں تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص ان روپیوں کو قرض کے بتلا دے اور زید اس کو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ میں نے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت میں اور مضارب اس کا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہیں لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعویٰ کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اسی کی طرف سے ہے

ص کتاب الودیعۃ

یہ کتاب ہے امانت کے بیان میں ف امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ایمان ہے اس کا جو امانت دار نہیں ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں انسؓ سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کیلئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہے تم کو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اس کے مالکوں کی طرف ص ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہ ہوگا مودع اگر خود بخود بغیر اسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے ف جو چیز امانت رکھوائی جاوے اسکو ودیعت کہتے ہیں اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اسکو مودع بکسر دال اور جس کے پاس رکھی جاوے اسکو مودَع بفتح دال اور امین کہتے ہیں تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودَع کے تلف ہوگئی تو اس پر تاوان اس کا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہ ہو تاوان اور نہ مودَع پر جو خائن نہ ہو تاوان روایت کیا اس کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں اور روایت کی ابن ماجہؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہیں اس پر تاوان اور اسناد اسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے ائمہ اربعہؒ کا کذا فی المیزان ص مودَع کو یہ پہونچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والوں کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودِع نے اس کو سفر میں لیجانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے میں خوف غارتگری کا نہ ہووے اور جو مودِع نے اس کو سفر میں ساتھ لیجانے سے منع کر دیا ہووے یا راستہ خوفناک ہووے اور راہ میں امانت تلف ہو جاوے تو اس کو تاوان دینا پڑیگا اسی طرح اگر مودَع نے اسکی حفاظت سوا اپنے گھر والوں کے اور لوگوں سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہو جائے تو ضمان نہ دیگا ف مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہوں کے نہ ہوگا ہدایہ ص تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مودَع نے باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اس کے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب مال کے تو ضامن ہو جاویگا برابر ہے کہ پھر اس کا اقرار کرے یا نہ کرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہے اور اگر مودَع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی غاصب ضامن ہوگا یا مودَع نے اس امانت کو اپنے مال میں اس طرح ملا دیا کہ تمیز نہیں ہو سکتی تو بھی ضامن ہوگا ف مثلاً امانت گیہوں تھے اور اس نے اپنے گیہوں میں انکو ملا دیا اور اگر خلاف جنس میں ملا دیگا جیسے جو کو گیہوں میں تو مالک کا حق جاتا رہے گا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس میں ملاوے نزدیک امام صاحبؒ کے اور اسی طرح نزدیک ابو یوسفؒ کے مگر جب امانت کو اسی جنس میں جو اکثر ہووے امانت سے ملاوے تو اقل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل میں ملاوے کیونکہ اس صورت میں حق مالک کا نہ جاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک ہر حال میں شرکت ہوگی خواہ اقل میں ملاوے یا اکثر میں کذا فی الاصل ص یا مودَع نے امانت میں زیادتی کی اس طرح پر کہ اس کے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیوں میں سے کچھ خرچ کیے پھر اُتنے اسمیں شریک کر دیے یا جس گھر میں مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مودَع نے اس کے سوا دوسرے گھر میں حفاظت

کی تاوان سب صورتوں میں مودَع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مودَع کے مال میں خود بخود مل گئی تو دونوں اُس میں شریک ہوجاوینگے اور اگر مودَع نے امانت میں زیادتی کی پھر اُس زیادتی کو دُور کردیا تو ضمان بھی زائل ہوجاویگا **ف** جیسے امانت کو جس گھر میں مودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر میں رکھا بعد اُس کے پھر اُسی گھر میں رکھدیا تو ضمان زائل ہوجاویگا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اُس میں ودیعت رہتی تو ہلاک ہوجاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک زائل نہ ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر دو شریکوں نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مودع کو یہ نہیں پہونچتا کہ اُس کا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے **ف** جب یہ ودیعت سوا کیل اور موزون کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر کیل وموزون ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظمؒ کے برخلاف صاحبینؒ کے اِسواسطے کہ مودَع کو ولایت تقسیم مال کی نہیں ہو کذا فی الاصل **ص** جب ایک چیز امانت رکھی دو مردوں کے پاس تو اگر وہ شئے قابل قسمت نہیں ہے تو ہر ایک اُنکا حفاظت کرسکتا ہے دوسرے کے اذن سے اور جو قابل تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیئے کہ اُس کے دو حصے کرکے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے کذا فی الاصل **ص** باوجود اس کے اگر ایک مودَع نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہے تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہے کُل مال پر کیونکہ مودَع المودَع ضامن نہیں ہوتا امام صاحبؒ کے نزدیک اگر مودع نے منع کردیا مودَع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والوں کے سپرد نہ کرنا اور اُس نے دیا اُس شخص کو کہ اگر اُس کو نہ دیتا تو کچھ اُس کا حرج نہ تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس کو دیا کہ جس کے بغیر دیے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزیں تھیں جس کی عورتیں حفاظت کرتی ہیں اور اپنی بیوی کو دیں تو ضامن نہ ہوگا جیسے اگر ایک دار یعنی احاطہ میں کئی کوٹھریاں ہیں اور مودَع نے ایک کوٹھری خاص میں رکھنے کو کہا تھا اور اُس نے دوسری کوٹھری میں رکھا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھریاں حفاظت میں برابر ہیں بخلاف دار کے اس لئے کہ دو دار حفاظت میں متفاوت ہوتے ہیں **ف** یعنی جب دار بدل دیگا تو ضامن ہوگا **ص** مگر جب دوسری کوٹھری میں جسمیں اُس نے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا تو ضامن ہوگا **ف** جیسے اُس کا دروازہ بودا ہووے یا دیوار ٹوٹی ہووے **ص** اور اگر مودَع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اوّل پر لازم آویگا **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اُس کا مودَع سے لیوے خواہ مودع المودَع سے لیکن اگر مودَع المودَع سے لیگا تو وہ مودَع سے پھیر لیگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر غاصب نے شئے مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اُس کے وہ شئے اُس شخص کے پاس سے تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار ہے تاوان اُس کا غاصب سے لیوے اور چاہے مودَع الغاصب سے اور یہ بالاتفاق ہے **ف** یعنی اُس شخص سے جس کے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مودَع سے تو وہ غاصب پر رجوع کرلیوے دُرمختار **ص** عمرو کے پاس ہزار روپے ہیں زید نے دعویٰ کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور بکر نے دعویٰ کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور عمرو دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لئے جُدا جُدا اور جس کے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کریں تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کیلئے حلف دلائے اگر اُس کے لئے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونوں کے ٹھہریں گے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آویں گے **ف** دلیل اس کی مع اور تفصیل کے اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

ص کتَابُ العَارِیَۃ

ف یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان میں یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان میں عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ یعنی منع کرتے ہیں ماعون کو ماعون اُس چیز سے عبارت ہے جس کے عاریت دینے کی لوگوں میں عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ میں ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہیں عاریت لی تھیں صفوانؓ سے غزوہ حنین میں روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو طلحہؓ کا گھوڑا جس کا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا **ص** عاریت کہتے ہیں نفع کے مالک کردینے کو بغیر عوض کے

جاننا چاہیئے کہ تملیکات چار قسم ہیں ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے دوسری تملیک عین بلاعوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلاعوض یہ عاریت ہے **ف** اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شی جو عاریت دیجاوے **ص** صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز میں نے تجھ کو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں نے تجھے کھانے کو دی **ف** یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا **ص** یا میں نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا میں نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لئے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر میری عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے **ف** اگرچہ معیر نے اُس کا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اُس کا واجب ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اِس کو ابوداوُدؒ نے ابی امامہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اُس کی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اُسکی جس نے خیانت کی تیری روایت کیا اُس کو ترمذیؒ اور ابوداوُدؒ نے ابوہریرہؓ سے اور حسن کہا اُس کو اور صحیح کیا اُس کو حاکم نے اور منکر جانا اُسکو ابوحاتم رازیؒ نے **ص** اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہوجاوے تو مستعیر پر تاوان اس کا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آویگا **ص** مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اُس نے کرایہ پر دیا اور ہلاک ہوگئی تو معیر کو اختیار ہے کہ تاوان اُس کا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اس کو کرایہ لیتے وقت علم اس بات کا نہووے کہ یہ شئے عاریت ہے موجر کے پاس اگر ایک شئے عاریت دی اور نفع اُٹھانیوالے کو معین نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شئے دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اُس کا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر اور اگر معین کر دیا اُس شخص کو جو اُس شئے سے نفع لیوے **ف** جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اُٹھانا **ص** تو اگر استعمال اُس کا مختلف نہ ہو تب مستعیر کو اُس کا عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسی طرح موجر کا حکم ہے **ف** یعنی جس وقت کوئی شئے کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اُٹھانیوالے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دے سکتا ہے برابر ہے کہ وہ شئے مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دے سکتا مگر اُس شئے کو جو مختلف الاستعمال نہ ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت میں جائز نہیں کذا فی الاصل **ص** تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے کوئی قید نہیں لگائی تو اُس شخص کو پہونچتا ہے کہ اُس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کیلئے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کراوے اور جس کام کو کر لیگا تو وہی فعل معین ہوجاویگا اب اگر دوسرا فعل کر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہیں کر سکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہیں سکتا **ص** اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت میں اور قسم میں تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جس وقت چاہے اور جس طرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے اُس کے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اُس سے بُرا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مقید کیا اجارے کو یا قسم یا قدر کے ساتھ پس اگر مستاجر نے موافق اُس کے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہ ہوگا اور جو اُس سے بدتر کیا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا اور بعد فراغت کے اُس جانور کو مالک کے اصطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اُس نوکر کے ساتھ جس کو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام کے ہمراہ خواہ وہ غلام اُس جانور پر مقرر ہو یا نہ ہو یا اُسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہوگیا تو ضامن نہ ہوگا **ف** اور جو نوکر روز پر ملازم ہو تو اُس کے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہیں اور بعض کے نزدیک اگر غلام اُس کا اُس جانور پر مقرر نہ ہوگا تو اُس کو تسلیم سے ضامن ہوگا کذا فی الاصل **ص** جیسے مستعیر شئے مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہ ہو معیر کے گھر میں دے آوے پھر وہ ہلاک ہوجاوے مالک کو پہنچنے سے پہلے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ شئے نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں دے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیئے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آوے گا تو ضامن ہوگا **ف** یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت اور

مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہے کذا فی الاصل **ص** اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل ہے **ف** اِس لئے کہ ان اشیاء سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین کے اِلّا اُس صورت میں جب انتفاع کو معین کر دیوے جیسے روپیہ مانگے وطرا درست کرنے کے لئے یا دُکان کی آرایش کے لئے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں ہلاک ہو جاویں گی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اُس پر لازم آوے گا کذا فی الاصل **ص** صحیح ہے عاریت دینا زمین کا واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہے کہ جس وقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو مُعیر اُس کا ضامن نہ ہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت معین کر دیا ہو۔ اور قبل وقت کے اُس کے کھودنے کا حکم کرے تو جس قدر قیمت اُس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاوے گی اُس کا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہے کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے **ف** کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہے اور وہ حرام ہے **ص** اور اگر زمین کھیتی بونے کے لئے عاریت دی تو معیر کو یہ نہیں پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدّت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو **ف** اِسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہے تو اس حکم میں رعایت طرفین کی ہے بخلاف درخت یا مکان کے کہ اُس کی کچھ انتہا نہیں ہے کذا فی الاصل **ص** شئے مستعار اور مستاجر اور مغصوب کے رد کی اُجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہے **ف** مستاجر پر اُجرت رد کی واجب نہیں بلکہ اُس پر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضرور ہے نہ رد کرنا اس لئے کہ نفع قبضے کا واسطے موجر کے ہے پس ہوگی اُجرت رد کرنیکی موجر پر نہ مستاجر پر کذا فی الاصل **ص** جب ایک شخص زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کی دستاویز میں یوں لکھے کہ تو نے مجھ کو زمین کھانے کے لئے دی ہے نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اس لئے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانے کے ہوتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یوں ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم

ص کتاب الھبۃ

ف ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپسمیں تا محبت زیادہ ہو آپس میں روایت کیا اسکو بخاریؒ نے ادب المفرد میں ابو ہریرہؓ سے اور ابو یعلیٰ نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اس کو مالکؒ نے مؤطا میں عطاءؒ سے مرسلاً اور نسائیؒ نے کتاب الکنی میں اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اور روایت کی بزارؒ نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپس میں ہدیہ بھیجو اس لئے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینے کو اور اُس کے جواز پر اجماع منعقد ہوا **ص** ہبہ کہتے ہیں ذات ایک شئے کا مالک کر دینا غیر کو بغیر عوض کے **ف** اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنیوالے کو اور موہوب لہٗ جس کو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شئے جس کو ہبہ کرے **ص** صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وَهَبْتُ ہبہ کیا میں نے نَحَلْتُ عطا کیا میں نے **ف** اِس لئے کہ وَہَبْتُ صریح ہے معنی ہبہ میں اور نحل بھی مستعمل ہے ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کیلئے جس نے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکُل ولدك نحلته مثل کذا کیا سب لڑکوں کو دیا تو نے اسی طرح **ص** اَعْطَيْتُ عطا کیا میں نے اَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا میں نے تجھے یہ کھانا **ف** اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اَطْعَمْتُكَ هٰذِهِ الْاَرْضَ تو عاریت ہے جیسا کہ گزرا کذا فی الاصل **ص** جَعَلْتُ هٰذَا لَكَ اس کو میں نے تیرے لئے کر دیا اور اَعْمَرْتُكَ اور جَعَلْتُ لَكَ عُمْرَاہ میں نے یہ چیز تجھے بطور عُمریٰ دی یعنی عمر بھر کو دی **ف** عُمریٰ یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز کسی کو اُسکی مدۃ العمر کیلئے دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو میں پھیر لوں گا سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطیں باطل ہو جاتی ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمریٰ دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہے تا حیات اُسکی کے اور بعدہٗ اُس کے وارثوں کی روایت کیا اس کو جماعت نے سوا بخاریؒ کے جابرؓ سے برخلاف اُس صورت کے کہ دَارِیْ لَكَ عُمْرٰی سُكْنٰی کہے کیونکہ قول اُس کا سکنٰی عاریت ہے کذا فی الاصل **ص** حَمَلْتُكَ عَلٰی هٰذِهِ الدَّابَّةِ میں نے تجھ کو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو

کسوتک ھذا الثوب پہنایا میں نے تجھ کو یہ کپڑا اداری لک ھبۃ تسکنھا میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر اسمیں رہیگا تو اور قول تسکنھا تمیز نہیں بلکہ وہ مشورہ ہے اور اگر یوں کہے کہ داری لک ھبۃ سکنیٰ تو عاریت ہو جاویگا کیونکہ اس صورت میں لفظ سکنیٰ کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ماقبل کا پس عاریت ہوگا یا یوں کہے سکنیٰ ھبۃ اِس واسطے کہ ھبۃً حال ہوگا سکنیٰ سے جب بھی عاریت ہوگا اسی طرح نحلیٰ سکنیٰ اور سکنیٰ صدقۃً اور صدقۃ عاریۃً اور عاریۃ ھبۃ میں بھی عاریت ہوگا ف نحلیٰ سکنیٰ کے معنی دیا میں نے تجھ کو یہ گھر دینے کرا زروے سکونت کے اور سکنیٰ صدقۃً یعنی گھر میرا تیرے لئے ہے بطریق سکنیٰ کے حال آنکہ وہ سکنیٰ صدقہ ہے اور صدقۃ عاریۃً یعنی گھر میرا تیرے لئے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عاریۃ ھبۃً یعنی گھر میرا تیرے لئے ہے بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنی ہبۂ منافع مراد ہے نہ ہبۂ عین کذا فی الاصل ص اور تمام ہوتی ہے ہبہ قبض کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں جائز ہوتی ہے ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعی رحمہ نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے قول سے ابراہیم نخعیؒ کے اور مراد اس سے یہ ہے کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہوجاتا ہے ہدایہ ص مراد قبض کامل سے یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ کر لے تو منقول میں قبض کامل وہ ہے جو اُس کے مناسب ہو اور غیر منقول میں جو اُس کے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیوں پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہے اُس میں قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہیں تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہو جاوے گا پس صحیح ہے اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ میں بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہے صحیح ہے ہبہ کرنا اُس مشاع کا جو قابل قسمت نہیں ہے ف مشاع اُس شئے کو کہتے ہیں کہ شریکوں میں مشترک ہووے اور اُسکی قیمت نہ ہوئی ہووے ص اور مراد یہ ہے کہ جب تقسیم کیا جاوے تو قابل منفعت نہ رہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہیں رہتا تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اُس پر قبضہ کر لیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہو جاتی ہے ص اور نہیں صحیح ہوتی ہے ہبہ اُس مشاع کی جو قابل تقسیم ہے جو تقسیم کیجاوے تو منفعت اُسکی باقی رہے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ف یعنی قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اُس پر قبضہ کر لیوے ص اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیئے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہو جاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اُس کے بعض غیر معین میں رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہاں شیوع طاری بھی مفسد ہے تو اگر واہب نے اسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو تو ہبہ صحیح ہو جاویگی ف یعنی پہلے اُس نے نصف مشاع ہبہ کیا پھر تقسیم کر کے تسلیم کر دیا تو ہبہ صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ تمامی ہبہ قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نہ رہا کذا فی الاصل ص اگر ہبہ کیا گیہوں کے اندر کا آٹا یا تلوں کے اندر کا تیل نہیں جائز ہے اگرچہ گیہوں پیسکر آٹا دیدیوے یا تلوں میں سے تیل نکالکر دیدیوے اور اسیطرح ہبہ روغن کی دودھ میں جائز نہیں ف اگرچہ دودھ میں سے گھی نکال کر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزیں معدوم تھیں وقت ہبہ کے تو انکی ہبہ کسی طرح جائز نہ ہوگی برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل ص اور ہبہ دودھ کی تھن میں اور اُون کی بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختوں کی زمین میں اور کھجور کی درخت میں مثل مشاع کے ہے ف یعنی اگر ان چیزوں کو بعد ہبہ کے جدا کر کے دیگا تو ہبہ صحیح ہو جاویگی مثل مشاع کے ورنہ نہیں ص ہبہ اُس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہے ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہووے دُرِّ مختار ص بغیر قبضۂ جدید کے تمام ہو جاویگی ف یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہیں کہ اُس پر دوسری مرتبہ قبضۂ جدید کرے ص اگر باپ ف یا جس کو ولایت ہو بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمیں داخل ہیں جب باپ نہ ہو بشرطیکہ صغیر اُنکے عیال میں ہووے دُرِّ مختار ص اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شئے ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہو جاویگی نہ اسمیں قبول کی حاجت ہے نہ قبض کی ف اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضۂ موہوب لہ کے شمار کیا جاوے گا دُرِّ مختار ص اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہو جاویگی خود اُس صغیر کے قبضہ سے اگر وہ عاقل ہو ف یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہووے دُرِّ مختار ص یا اُس کے باپ کے قبضہ سے یا اُس کے دادا کے قبضے

سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضہ سے یا ماں کے قبضہ کرنیسے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہووے ف یعنی اُسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اُسکی پرورش میں نہ ہووے تو اُسکا قبضہ کافی نہ ہوگا ص یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اُس صغیر کی پرورش کرتا ہو اور وہ لڑکا اُسی کے پاس ہو اور اگر ایک شئے ہبہ کی صغیرہ کیلئے اور اُسکی طرف سے اُسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد زفاف کے ہووے ف اور قبل زفاف کے صحیح نہیں دُرمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں بعد نکاح کے ص دو آدمیوں نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ کُل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہیں ہے اور اُس کا اُلٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے ف اسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہیں رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصوں پاس اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہاں ہر ایک کے دَین کے بدلے میں کُل شئے محبوس رہیگی کذا فی الاصل ص جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو تو انگروں کو تو درست نہیں اور دو فقیروں کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے ف اور صاحبینؒ کے نزدیک اوّل صورت میں بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ میں دو شخصوں کو دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ تو انگروں کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہٗ دو شخص ہوگئے اور وہ موجب ہے شیوع کو اور صحیح ہے صدقہ دو غنیوں پر اس لئے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہے مجازاً اور ہبہ جائز ہے برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیروں پر کیونکہ وہ دراصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ پڑتا ہے اول کف میں خدائے تعالیٰ کے قبل اس کے کہ پڑے کف میں فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہیں ملی واللہ اعلم

ص باب ہبہ کر کے پھیر لینے کے بیان میں

ہبہ کر کے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنیوالا زیادہ حقدار ہے شئے موہوب کا جبتک کہ نہ بدلہ پاوے اُس کا ف روایت کیا اسکو ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اسکو حاکمؒ نے اور صحیح کہا ابن عمرؓ سے ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اس لئے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنیوالا اپنی ہبہ میں مگر باپ اُس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو ف روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے ص ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دوسروں کو سزاوار نہیں کہ رجوع کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہو جاتا ہے ف یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعیؒ میں مروی ہے محمول ہے اُوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اُسمیں کہ پھرنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھرنیوالا اپنی ہبہ میں جیسے کُتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کیطرف روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے دُرمختار و طحطاوی ص لیکن رجوع کے سات موانع ہیں جو دمع خزقہ میں مجتمع ہیں ف سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفیؒ نے تسہیل ضبط کے واسطے ان موانع کیطرف اشارہ ان سات حرفوں میں کر دیا ہے معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ آنسو نے زخمی کر ڈالا اُس کو خزق یعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی ص منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال سے مراد زیادت ہے ف جو نفس شئے موہوب میں ہووے اور اُس کے سبب سے قیمت شئے موہوب کی بڑھ جاوے اور ص جو متصل ہووے شئے موہوب سے ف یعنی جُدا ہونا اُس زیادت کا شئے موہوب سے ممکن نہ ہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شئے موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو صرف نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شئے موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب

ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں **ص** جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا **ف** کہ ایک شخص نے خالی زمین
ہبہ کی بعد اُس کے موہوب لہٗ نے اُسمیں عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہ ہوگا فتاوی
عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ لی سو موہوب لہٗ نے ایک کنارے پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا
زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض زمین میں آور اگر یہ زیادت میں معدود نہ ہو یا نقصان میں شمار
ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دُکان نہایت چھوٹی بناوے تو یہ ہرگز زیادت نہ ہوگی تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں آور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت
مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اُس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑ کے دوسرے قطعہ میں رجوع جائز نہ ہوگا انتہیٰ
غایۃ الاوطار ص اور فربہی یعنی موٹا ہو جانا شئے موہوب کا **ف** اور اسی طرح خوبصورتی اور دوخت اور رنگ اور شوب پڑنا کپڑے پر یعنی وہ
دُھلوائی جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا آور سُننے بہرے کا آور دیکھنا اندھے کا آور مسلمان ہونا غلام کا آور معالجہ ہونا اُس کا آور معاف
ہو جانا جنایت کا آور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرارت کی آور لکھنے اعراب مصحف کی آور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اُس کی قیمت
زیادہ ہو جاوے **دُرِّ مختار ص** نہ وہ زیادتی جو جُدا ہووے شئے موہوب سے **ف** کہ وہ مانع رجوع نہیں **ص** جیسے بچہ ہونا شئے موہوب کا **ف** اور
پھل درخت کا تو اُس صورت میں واہب اصل شئے کو پھیر لیوے نہ زیادت **دُرِّ مختار ص** اور میٖم سے مراد مرجانا ہے واہب کا یا موہوب لہٗ کا **ف**
بعد قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا آور جو قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ باطل ہو جاویگا **دُرِّ مختار ص** اور عیٖن سے مراد عوض ہے جو ہبہ
کے بدلے میں موہوب لہٗ نے واہب کو دیا ہووے بشرطیکہ اُس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو **ف** مثلاً موہوب لہٗ نے واہب سے کہا کہ لے اپنی ہبہ کا
عوض یا اُس کا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اُس کے ہبہ کا عوض ہے اور
واہب نے اُس پر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ ہبہ بالعوض انتہاءً بیع ہے **ص** اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہٗ کی طرف سے واہب
کو عوض اُس کے ہبہ کا دیوے یہ کہکر کہ لے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اُس کو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاویگا آور اگر عوض ہبہ کی اضافت طرف
ہبہ کے نہ کی **ف** یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میری ہبہ کا عوض ہے **ص** تو ہر ایک واہب اور موہوب لہٗ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا
ہے اور خٖ سے مراد یہ ہے کہ وہ شئے موہوب ملک سے موہوب لہٗ کی خارج ہو جاوے **ف** مثلاً موہوب لہٗ اُس شئے کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ
کر دیوے تو اگر موہوب لہٗ اپنے موہوب لہٗ سے بعد ہبہ کے اُس شئے کو پھیر لیوے تو واہب اوّل بھی پھیر سکتا ہے اُس سے آسی طرح اگر موہوب لہٗ نے نصف
شئے موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی میں واہب رجوع کر سکتا ہے **دُرِّ مختار ص** اور زای معجمہ سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے **ف** یعنی جسوقت
ہبہ ہوئی ہو اُسوقت واہب اور موہوب لہٗ میں علاقۂ زوجیت کا ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شئے ہبہ کرے یا جورو خاوند کو آور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ
ص اگر ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اُس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے **ف** اسلئے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نہ تھی **ص** اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ
کو اور بعد ہبہ کے اُس عورت کو جُدا کر دیا تو پھیر لینا شئے موہوب کا جائز نہیں **ف** اس لئے کہ وقت ہبہ کے علاقۂ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتیں ہیں اگر
جورو خاوند کو ہبہ کرے اُنمیں بھی یہی حکم ہے **ص** اور قاف سے مراد قرابت محرمیت ہے **ف** یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہو جاوے تو اگر فقط
قرابت ہو محرمیت نہ ہو جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہ ہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے **ص** اور ہا سے مراد ہلاک ہونا
شئے موہوب کا ہے **ف** ہلاک سے تلف ہو جانا اُس شئے کی ذات کا یا عائد منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہٗ کے تو خروج عن الملک
کے لینے کے بعد یہ مانع زائد نہ ہوگا **ص** اگر عوض دینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہٗ نصف عوض اپنا پھیر لیوے آور اگر عوض میں آدھا
کسی اور کا نکلا تو واہب یہ نہیں کر سکتا کہ آدھا موہوب واپس لے لیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اُس کے پاس باقی ہے موہوب لہٗ کو پھیر کر اپنا کُل
موہوب واپس لے لیوے یا اُسی آدھے عوض پر قناعت کرے **ف** اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت میں آدھا موہوب پھیر سکتا ہے باعتبار عوض کے

اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ص اگر موہوب لہٗ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جس کا عوض نہیں پہونچا پھیر لے سکتا ہے
اور جو موہوب لہٗ نے نصف موہوب کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف باقی میں رجوع کر سکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے
اگرچہ موہوب لہٗ نے اُسمیں سے کچھ بھی فروخت نکیا ہووے ف اسواسطے کہ اِس صورت میں واہب کو کُل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولیٰ
پھیر لے سکیگا ص اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے ف اس لئے کہ رجوع فی الہبہ میں اختلاف ہے
مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہٗ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہ ہوگا ص پس اگر موہوب کو آزاد کر دیا موہوب لہٗ نے بعد رجوع واہب
کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہو جاویگی اور اگر موہوب لہٗ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہیں کیا تھا رجوع
کا اور موہوب تلف ہو گیا موہوب لہٗ کے پاس تو موہوب لہٗ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر تلف ہو گیا موہوب لہٗ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ
موہوب لہٗ کا قبضۂ ضمان نہیں ہے البتہ جب بعد حکم قاضی کے موہوب لہٗ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب واہب نہ دیوے تو تاوان اُس پر
لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر ص اور ہبہ میں جب رجوع قضائے قاضی سے ہو جاوے یا بتراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبۂ جدید موہوب لہٗ
کیطرف سے واسطے واہب کے اسواسطے قبضہ واہب کا رجوع میں شرط نہیں ف اور اگر موہوب لہٗ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول
کرے تو مالک نہ ہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کریگا تو بمنزلۂ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہٗ کو اُسمیں رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا
فی الطحطاوی عن البدائع ص اور صحیح ہے رجوع مشاع میں ف یعنی ہبۂ مشاع اگرچہ صحیح نہیں لیکن رجوع فی الہبہ مشاع میں درست ہے
اِس لئے کہ رجوع فسخ ہے اصل ہبہ کا نہ ہبۂ ثانی صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصوں کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے میں رجوع کرے ص
اگر موہوب موہوب لہٗ پاس تلف ہو گیا بعد اُس کے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہٗ نے اُس کا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہٗ
واہب سے وہ تاوان پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اُسمیں سلامت موہوب کا استحقاق نہیں ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط
پر ف اس کو عربی میں بشرط العوض کہتے ہیں مثلاً یوں کہا کہ میں ہبہ کرتا ہوں تجھ کو یہ غلام اِس شرط پر کہ تو اس کے بدلے مجھ کو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط
ہے اس میں کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا میں ص ابتدا میں ہبہ ہے تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہٗ
دونوں قابض ہو جاویں بدلین پر مجلس عقد میں اور باطل ہوگا شیوع سے ف جب موہوب قابل قسمت کے ہووے ص اور انتہا میں یہ ہبہ بیع ہے
پس پھیر سکتا ہے بسبب عیب کے اور خیار الرؤیۃ کے اور ثابت ہوگا اُس میں حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہبہ بیع
ہے ابتدا اور انتہا دونوں میں ف اور دلیل ہماری اور ان کی مذکور ہے ہدایہ اور اصل کتاب میں

ص فصل مسائل متفرقہ میں ہبہ کے

جس نے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اُس کے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہٗ اُس کو آزاد کر دیوے یا اپنی اُم ولد بنا دے
یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اُسمیں سے مجھ کو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہے اور اوّل صورت میں
حمل کا استثنا اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اور اگر اُس نے آزاد کر دیا اُس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہے ف اسواسطے کہ
حمل واہب کی مِلک نہ رہا تو جب اُسکی ماں کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثنائے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہے تو یہ بھی جائز ہوگا ص اور اگر حمل کو مدبر کیا
پھر اُسکی ماں کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا اِس لئے کہ حمل باقی رہا مِلک واہب میں پس نہ ہوگا مثل استثنار کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب
کل ہو تو وہ قرض تیرا ہے یا اُس سے بری الذمہ ہے ف یا کہے کہ مجھ کو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اُس سے بری الذمہ ہے ہدایہ
ص تو یہ قول باطل ہے ف اسواسطے کہ ابرای دَین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے کذا فی الاصل ص درست ہے ہبۂ عمری اور وہ معمر لہٗ کا

ہوگا اُس کی زندگی تک اور بعد اُس کے وارثوں کا ہوگا اور عمریٰ کہتے ہیں ایک شخص کو اپنا گھر دینا اُسکی مدۃ العمر تک اِس شرط پر کہ جب معمر لہ مرجاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہو جاویگا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدۃ العمر تک کی باطل ہو جاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہے گا اور بعد اُس کی مَوت کے اُس کے وارثوں کا ہوگا **ف** صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کرو اُس کو سو بیشک جس نے کیا عمریٰ سو وہ اُس کا ہے جس کو دیا گیا جیتے اور مرے اُس کے اور اُس کے وارثوں کا اور ابو داؤدؒ اور نسائیؒ کی روایت میں ہے کہ جو چیز عمریٰ دی گئی تو وہ معمر لہ کے وارثوں کی ہے کذا فی **بلوغ المرام ص** اور باطل ہے ہبہ رُقبیٰ وہ یہ ہے کہ اگر میں مرجاؤں پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہے اور جو تو مرجاوے تو پھر وہ چیز میری ہو جاویگی **ف** رُقبیٰ مشتق ہے رقوب سے جس کے معنی انتظار کے ہیں گویا ہر ایک اُن دونوں میں سے دوسرے کی مَوت کا انتظار کرتا ہے اور یہ باطل ہے نزدیک طرفینؒ کے اور نزدیک ابو یوسفؒ کے صحیح ہے اور شرط باطل ہے اِس لئے کہ قول اُس کا داری لک رُقبیٰ کے یہ معنی ہیں کہ یہ گھر میرا تیرے لئے ہے اور میں منتظر ہوں تیری مَوت کا تو پھر آوے وہ گھر میری طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور باطل ہو گی شرط مثل عمریٰ کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمریٰ پر ہوئی کذا فی الاصل **ص** صدقہ کا حکم ہبہ کا سا ہے کہ صحیح نہیں ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اُس مشاع میں جو قابل قسمت ہے مثلاً تصدق کیا ایک شئے محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہیں البتہ اگر ایک شئے دو فقیروں کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے میں رجوع درست نہیں ہے **ف** کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہے اور وہ متصدق کو حاصل ہو گیا برخلاف ہبہ کے کذا فی الاصل

مسائل ملحقہ اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک میں بطور عاریت ہے اور یہ قرضہ اصل میں دوسرے شخص کا ہے تو اُس کا اقرار صحیح ہوگا اور مقر لہ اُس دَین کو لے سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ جو فلاں شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے دو شخصوں نے باہم صلح کرلی اس امر پر کہ عطائے سلطانی میں دفتر سرکار میں ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطائے سلطانی اُسی کی ہوگی جس کا نام دفتر سرکار میں مرقوم ہے ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیوں کی اور ہر ایک کو ایک ایک علٰحدہ خوان پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہیں کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اُس میں سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کی بلّی کو دیوے یا کُتّے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہے اِس لئے کہ اُس کا اذن عادۃً پایا جاتا ہے جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اُس میں یہ لکھا کہ اُس کی پشت پر جواب لکھ دینا تو مکتوب الیہ کو اُس خط کو پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پُشت پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ اُس خط کا مالک ہو جاوے گا حاکم کو جبر نہیں پہونچتا ادائے زکوٰۃ غیر سوائم اور نذر اور کفارے پر دَین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اُس کو تو درست ہے پھر دائن کو رجوع اُس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو درست نہیں ہے لاکن رد ہو جاتا ہے اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابرار کو رد کیا خواہ مجلس میں یا بعد اُس مجلس کے اس لئے کہ اس میں معنی اسقاط کے ہیں عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اُس پر ظلم کرنا چھوڑ دیوے یا اُس کو حج کرا لاوے اور خاوند نے ایفائے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہ ہوگا کذا فی الدر المختار و شرحہ من الطحطاوی والشامی

خاتمۃ الطبع حمد و شکر بیحد نثار بارگاہ صمد کہ جلد سوم **نور الہدایہ** ترجمہ اُردوی شرح وقایہ منقولہ از نسخہ مطبوعہ نظامی باہتمام راجی رحمۃ ربہ العلی السمیع محمد شفیع عفی عنہ بن جناب حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب کلکتہ خلاصی ٹولہ نمبر (۸۵) بتصحیح و تنقیح مطبع مجیدی واقع کانپور میں بماہ محرم الحرام سنہ ۱۲۶۱ھ طبع ہوئی اُمید ناظرین باتمکین سے یہ ہے کہ مالک مطبع و مصحح کارپردازان مطبع کو

دعائے خیر سے یاد فرماویں

نور الہدایہ
جلد چہارم

ترجمہ اردو شرح وقایہ اخیرین

تالیف

جناب حضرت مولانا حافظ الحاج مولانا عبدالغفار صاحب لکھنویؒ

جسمیں

شرح وقایہ آخیرین کی تمام مشکلات کو حل کر دیا ہے جو طلباء وطالبات کے لئے یکساں مفید ہے۔

نیز

طلبہ وطالبات جو وفاق المدارس عربیہ کے نصاب کی تبدیلی سے سخت پریشان تھے اس کتاب کا مطالعہ ان کی پریشانی کو ختم کر دے گا سلیس، رواں، بامحاورہ، اردو ترجمہ۔

ناشر:

مکتبۃ البخاری، گلستان کالونی نزد صابری پارک،
لیاری ٹاؤن، کراچی۔ فون نمبر: 021-2520385 موبائل نمبر: 0300-2140865

فہرست جلد چہارم نورالہدایہ ترجمہ اردوئے شرح وقایہ

تمت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ص کِتَابُ الاِجَارَۃِ
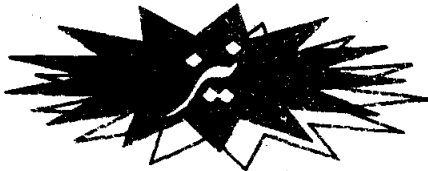
ف ہندی میں اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری کو مزدوری اور کرایہ کہتے ہیں جو شخص اپنی چیز کو اجارہ میں دیوے اُس کو موجر اور جو اجارے میں لیوے اُس کو مستاجر کہتے ہیں ص لغت میں اجارے کے معنی اُجرت یعنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اجارہ بیع ہے ایک نفع معلوم کے بدلے میں[۱] ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ ص یا دَین ہووے ف جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے جو تعریف مصنفؒ نے اجارے کی بیان کی ناقص ہے اسواسطے کہ اجارۂ فاسدہ جس میں نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اِس تعریف سے نکل[۲] جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے اِس لئے صاحب درمختار نے معلوم کی قید نہیں لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع مقصود[۳] ہو اُس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑوں یا برتنوں کا محض آرایش و زیبایش کے لئے یا گھوڑا کوتل چلانے کیلئے یا غلام و خادم جلو میں چلنے کے لئے تا لوگ سمجھیں کہ یہ مستاجر کی ملک ہیں کہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو اِسمیں اُجرت نہ ملیگی اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہاں پر ایک دستور معین ہووے مثل بیع کے جیسے ناؤ کی سواری کی اُجرت یا حجام کی مزدوری یا فصد یا حمام یا سقے کی اُجرت عقد کی اس میں کچھ حاجت نہیں درمختار و طحطاوی ص اور منفعت معلوم ہوتی ہے مقدار مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھروں میں رہنے اور زمین میں کھیتی کرنیکی خاطر مدت ہے برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو ف اور بعضوں نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہیں رکھی لیکن مفتی بہ وہی ہے جو متن میں ہے ص البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہیں یہی مختار ہے اِسلئے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نہ کرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارۂ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہاء نے جائز رکھا ہے جائز نہ ہوگا معاف کرے اللہ خطا اُنکی ف صدر الشریعۃ کی غرض اس مقام سے رد ہے اُوپر اُن فقہاء کے جنھوں نے واسطے اجارۂ طویلہ کے اراضی وقف میں ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہوگی چند عقدوں پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارے کی بہت طویل ہوسکتی ہے اور جب ایک عقد ختم ہوجاویگا تو دوسرا عقد شروع ہوجاویگا اور یہی حیلہ ہے اُن لوگوں کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف میں ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہیں رکھتے شارح نے اِس قول کو اسطرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ ایسا نہ ہو مستاجر بعد گزر جانے ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف میں دعوی ملک کرے اور وقف ضائع ہوجاوے اور یہ وجہ اس صورت میں بھی پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویل ناجائز ہوا تو فسخ ہوجاویگا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح رہیگا نہ زیادہ میں اور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم ص اور بھی منفعت معلوم ہوتی ہے کار کے بیان کردینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی لدوائی جانور پر جسکی مقدار معلوم ہووے

[۱] اگرچہ اجارہ مقتضائے قیاس ناجائز معلوم ہوتا ہے اِسلئے کہ اسمیں بیع معدوم کی ہے مگر بوجہ محتاج ہونے لوگوں کے طرف اجارے کے جائز رکھا گیا اور احادیث متعددہ سے جواز اس کا معلوم ہوتا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک مسافت معین تک **ف** یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہ ہووے تو اجارہ فاسد ہے اور ڈھلوائی اور رنگوائی کو اور اسی طرح زرگری وغیرہ کو اس طرح بیان کر دینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہ ہووے مثلاً رنگوائی میں کپڑے کا بیان اور رنگ کی قسم کا کہ زرد سرخ سبز جو مطلوب ہو ضرور ہے اسی طرح سلوائی میں دوخت کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ایسا ہی ڈھلوائی میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے **درمختار طحطاوی ص** اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہے اشارے سے جیسے ایک چیز کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو فلاں جگہ تک پہونچا دے اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہیں ہوتی **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے واجب ہو جاتی ہے **کذا فی الاصل ص** بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیوے بلا شرط **ف** یعنی شرط اجارہ میں نہ ہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی بلکہ از خود مستاجر جلدی کر کے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب ہو جاتی ہے اس معنی کر کے کہ پھر مستاجر اس کو پھیر نہیں سکتا **ص** یا اجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہو گئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اٹھا چکے یا قدرت پورے نفع اٹھانے کی پوری ہو جاوے **ف** جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت میں اگرچہ مستاجر اس سے نفع نہ اٹھاوے لیکن بعد گزرنے مدت کے اجرت اس پر لازم ہوگی الا تین صورتوں میں ایک اجارہ فاسدہ میں قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہیں آتی بلکہ جب اس سے نفع اٹھاوے دوسرے جب جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اس پر سوار نہیں ہوا تیسرے یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اسکو چند سال تک رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت صرف اتنے دنوں تک کی لازم ہوگی جہاں تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اس کے بعد کی لازم نہ آویگی **اشباہ ص** جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے میں کر لیا اور اسمیں سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گزرنے مدت کے اور جو اجرت اجارہ میں اس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبراً چھین لیا اسطرح کہ اس کی قدرت نفع لینے کی نہ رہی تو جس مدت تک وہ گھر اس کے پاس سے نکل کے غاصب پاس رہا ہے اسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا **ف** الا اس صورت میں کہ اس غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے اور اس نے خود نہ نکالا تو ان دنوں کی بھی اجرت دینا پڑیگی **کذا فی الاشباہ ص** اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے اور جانور کا ہر منزل پر لیوے **ف** یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہووے بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہووے تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق **درمختار ص** اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لیگا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے **ف** اور اگر وہ شے قبل اس کے تلف ہو گئی تو مزدوری اسکی ساقط ہو جاویگی **درمختار ص** اگرچہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر میں کیا ہووے **ف** یہ اسواسطے کہا کہ خیاط نے اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہو گیا تو اسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی **کذا فی الاصل** اسی طرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اجرت اسکی واجب ہوگی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اس بات کے کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اس کی سیون ادھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیون ادھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے اور پھر دوبارہ سینے پر اس پر جبر نہ ہوگا **کذا فی الدر المختار ص** اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جل جاوے بعد نکال لینے کے تو اس کو اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اس کو نہ ملیگی اور دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا **ف** نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک نان پز مالک کا جس قدر آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانیکی مزدوری اس کو دیدیوے یہ اختلاف صرف صورت اول میں ہے اور لیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جائے تو بالاتفاق اس کو مزدوری نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا بسبب اسکی تقصیر کے **کذا فی الدرر والبحر** یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہووے اور جو اس کے گھر میں نہ پکتی ہووے تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے اور تاوان اس پر

نہ ہوگا اس لئے کہ اُس کے ہاتھ میں امانت تھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان ہوگا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے جوہرہ و درمختار
ص اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری
کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اُس پر لازم ہوگا
درمختار ص اور کچی اینٹ پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹیں کھڑی کر دیوے ف یعنی الگ الگ بنا کر ڈالدیوے یہ قول امام صاحبؒ
کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اسلئے کہ تشریج تمام عمل سے ہے اور امام صاحبؒ
کے نزدیک وہ فعل زائد ہے مثل نقل کے کذا فی الاصل اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے درمختار ص جو اجیر کہ اُس کے کام کا اثر موجود ہو اُس شئے
میں جیسے رنگریز اور وہ دھوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدے سے دھووے ف کہ ان دونوں کے کام کا اثر کپڑے میں موجود ہو جاتا ہے یعنی
رنگ اور نشاستہ وغیرہ کا اور بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اِس صورت میں وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کر دیتا ہے اور
نشاستہ وغیرہ نہیں لگاتا اسی حکم میں داخل ہے دُر مختار میں ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا دھونیوالا اور پستہ توڑنیوالا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا
اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا اصل اِن سب کو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنے کیلئے جائز ہے تو اگر اِن لوگوں نے چیز کو روک
رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ وہ شئے قبل
روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روک رکھنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو اُنکے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے اُن لوگوں سے اُس چیز کی قیمت کا
جو قبل اُس عمل کے تھی تو مزدوری نہ دیوے یا اُس قیمت کا جو بعد عمل کے ہے تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اُس
شئے میں نہ ہووے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملّاح یا کپڑا پھینچنے والا جو صرف کپڑا دھوئے اور کلف وغیرہ اُس پر نہ کرے تو اُن لوگوں کو چیز کا روک رکھنا واسطے
مزدوری لینے کے نہیں پہونچتا ف تو اگر اِن لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہوگئی تو نقصان دینگے مثل غاصب کے درمختار ص البتہ جو غلام بھاگے
ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کیلئے اُس غلام کو روک سکتا ہے ف اگرچہ اُس کے کام کا اثر غلام میں کچھ پایا نہیں جاتا اسلئے کہ غلام آبق مثل ہالک
کے تھا تو لانیوالے نے گویا اُس کو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اُجرت کے فروخت کیا اور زفرؒ کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہیں برابر ہے کہ اُس کے کام کا اثر
اُس چیز میں ہووے یا نہ ہووے کذا فی الاصل ص اگر مالک مال نے اجیر سے قید اِس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کرنا تو اُس کو اختیار
ہے کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگادی جیسے کہا کہ اِس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے سینا تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہیں
ف مگر دایہ کہ اُسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرطاً اور بلا شرط ہر طرح سے درمختار ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اِس بات کا کہ زید کے اہل و
عیال کو لے آوے تکاف مثلاً بصرے سے جا کر اور جب بصرے میں گیا ص تو بعض اہل و عیال اُس کے مر گئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اُن کو لیکر آیا اِس
صورت میں اجیر کو اُجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہونچا دے اُجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مر جانے بکر کے وہ خط
پھر زید کے پاس واپس کر لایا اِس صورت میں عمرو کو کچھ اُجرت نہ ملیگی یہی حکم ہے کہ اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پاس پہونچانے کیلئے اور اُس کے مر جانے
کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے تو اُجرت کچھ نہ ملیگی ف نزدیک شیخینؒ کے اور نزدیک محمدؒ کے خط میں اُسکو اُجرت جانیکی ملیگی یعنی
نصف پوری اُجرت کی اور کھانے میں کچھ نہ ملے گا بالاتفاق اِس لئے کہ باطل ہو گیا عمل اُس کا بسبب رد کے کذا فی الاصل طحطاوی میں ہے کہ
یہ حکم جب ہے کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونوں کو کہا ہووے اِسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اُجرت
لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمدؒ کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں انتہیٰ مختصراً ص صحیح ہے کرایہ لینا
گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نہ کرے، اُس کام کا جو اُسمیں کریگا ف اِس واسطے کہ عمل متعارف اِن دونوں میں سکونت ہے تو مطلق منصرف ہوگا طرف
متعارف کے کذا فی الاصل ص اور کرایہ دار کو جائز ہے کہ اُس دُکان یا مکان میں جو کام چاہے کرے، مگر وہ کام جس سے عمارت سست

ہو جاتی ہے جیسے ڈھلائی وغیرہ **ف** اور لوہاری اور آٹا پسوائی کہ اِن کاموں سے عمارت میں نقصان آتا ہے تو بدون رضامندی مالک کے یا اِن
چیزوں کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں یہ کام درست نہیں اسی طرح مستاجر کو اختیار ہے کہ جب مکان یا دُکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور
کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ کو جن سے عمارت میں نقصان ہوتا ہے نہ رکھے **در مختار ص** اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے
کے تو درست ہے پھر جب مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہے کہ عمارت اور درخت اپنا اُکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جبکہ مالک
زمین کا اُس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کُھد جانے کے ہوتی ہے راضی ہو جاوے تو جبراً اُس قدر قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت
بھی لے سکتا ہے اگر کھودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو اور جو اُس کا نقصان نہ ہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے
لے سکتا ہے یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے اِس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت
مستاجر کے **ف** لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اُجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونوں کو
پہونچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیویں اور زر کرایہ قیمت زمین پر جو بغیر عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کر کے
بقدر اپنے اپنے حصّے کے بانٹ لیویں **در مختار ص** اور رطبہ کا حکم **ف** رطبہ مابین درخت اور گھانس کے ہے مراد یہاں رطبہ سے وہ چیز ہے جس کو ایک
مرتبہ بودیں تو جڑ اُسکی ہمیشہ زمین میں باقی رہے اور اُسکے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاویں **ص** مثل درخت کے ہے **ف** یعنی مستاجر پر رطبہ اُکھیڑ کے
خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اسلئے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوئی تو مثل درخت کے ہو گئی کہ اُس کا اُکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ
ختم ہو گئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہیں آیا تو مستاجر پر جبر نہ کیا جاویگا کھیت اُکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اُجرت
مثل دلائی جاویگی اور اسی کھیتی کے حکم میں ہیں وہ ترکاریاں جنکی ایک انتہا ہے جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ **در مختار ص** اگر ایک جانور سواری کو کرایہ لیا
اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اُس کے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہو گیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا
پڑیگی **ف** اور گرانی وزن کا اعتبار نہ ہوگا اِسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہے اُس بھاری آدمی سے جو فن سواری
کو جانتا ہووے **کذا فی الاصل ص** اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ بوجھ ہونے کے **ف** مثلاً تین من
لادنا ٹھہرا تھا اور اُس نے چار من لادا اور اُس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے **ص** یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اُس قدر بوجھ کے لادنے
کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اُس قدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا **ف** اسیطرح اگر ردیف
کی سواری کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا ہو اور مستاجر نے سوار کیا تو کُل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھالیا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا
یا بہت سے کپڑے اپنے اُوپر لاد لیے اِن سب صورتوں میں کُل قیمت کا تاوان دیگا **در مختار ص** اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اُسکی لگام
کھینچی کہ جانور ہلاک ہو گیا تو کُل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان نہ ہوگا مگر جبکہ ایسی مار مارے یا اس طرح
لگام کھینچے جو موافق دستور کے نہ ہووے **ف** اِسی پر فتویٰ ہے اور امامؒ نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا **در مختار** اور ہدایہ کا ظاہر قول اِس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اُسکو ہرگز نہ مارے
اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے یعنی ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے مُنھ پر مارے
در مختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ لیا ایک مقام معیّن تک آنے جانے کیلئے اور اُس مقام سے آگے لیگیا بعد اُس کے پھر اُسی مقام تک پھیر لایا اور جانور
ہلاک ہو گیا تو اُس کو ضمان دینا ہوگا **ف** یہی حکم ہے عاریت میں اور بعضوں کے نزدیک ضمان جب ہے کہ فقط جانے کیلئے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانے
کیلئے ہو تو تاوان نہیں ہے لیکن صحیح قول اوّل ہے کہ دونوں صورتوں میں ضمان ہے **کذا فی الاصل** صدر الشریعۃؒ نے کہا کہ اگر جانور اُس مقام میں
آنکر ہلاک ہو گیا اور یقین ہے اِس بات کا کہ اُسکی ہلاکت میں اُس مقام سے آگے جانے کو دخل نہیں ہے تو فتویٰ ہوگا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک

ہوا ایسے سبب سے کہ اُس کا یقین نہیں ہے بلکہ احتمال ہے کہ آگے جانے کو اُسکی ہلاکت میں دخل ہو تو فتویٰ ضمان آنے پر ہے انتہی مختصراً **ص** اگر ایک گدھا کرایہ پر لیا جس پر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اُس کا زین اُتار کے پالان اُس پر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آوے گا برابر ہے کہ اس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اُس زین کو اُتار کر دوسرا زین اُس پر کسا تو دیکھنا چاہیئے اگر وہ زین جس کو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے کہ اُس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہیں کسا جاتا ہے تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہے تو ضمان نہ ہوگا مگر جب بوجھ میں زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پالان میں بھی یہی حکم ہے **ف** یعنی جب پالان اِس قسم کا ہووے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہے تو ضمان نہیں ہے مگر جب وزن میں زائد ہو زین سے **کذا فی الاصل ص** اور اگر ایک شخص کو بوجھ لے چلنے کیلئے اُجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ راستہ اختیار نہ کیا جس کو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونوں راستوں میں فرق تھا **ف** مثلاً مالک کا راستہ مقرر کیا ہوا امون اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پُرخوف و خطر یا دشوار گزار تھا **ص** یا مزدور جس راستے گیا اُسمیں لوگ آمد و رفت نہیں کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے راستے جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے راستے گیا اور مال و اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا **ف** اور جو دونوں راستوں میں کچھ فرق نہووے تو ضامن نہوگا ہدایہ **ص** اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پہونچا دیا تو مالک کو اُجرت دینا پڑیگی اِسکو سب صورتوں میں واسطے حصول مقصود کے جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہوں بونے کیلئے اور پھر اُسمیں رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانیسے ہوگا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اُجرت نہیں دیگا اس لئے کہ وہ خلاف کرنیسے غاصب ہوگیا اور غاصب پر صرف تاوان ہے جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کُرتہ سینے کیلئے اور اُس نے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہے خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل اجر مسمّٰی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جس قدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اُس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمّٰی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارۂ فاسدہ میں ہمارے نزدیک اجر مسمّٰی سے زیادتی نہیں ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سُرخ رنگنے کو کہا اور اُس نے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زرد رنگین لیوے اور رنگریز کو اُتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے ہوگئی اور رنگریز کیواسطے اُجرت نہیں اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لیوے اسی طرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور آستین اس قدر ہووے سو وہ کم ہوا مقدار تعین سے سو اگر بقدر اُنگلی یا اُس کے مانند کم ہو تو مُعاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اُس کا تاوان دے مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اِس کو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اس کو سی دے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اُس پر تاوان لازم ہوگا اِس واسطے کہ اُس نے دھوکا دیا ساربان اُترا میدان میں یہاں تک کہ مال تلف ہوگیا چوری یا بارش سے اگر وہاں چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہے تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے اہل بازار میں سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا بغیر تقرر اُجرت کے بعد اُس کے اُجرت طلب کی تو عرف کا اختیار ہوگا یعنی اگر اُجرت لینے کا دستور ہوگا تو اُجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہیں ظاہر الروایۃ میں گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاوے گا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایے میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہوں گے **طحطاوی و درمختار**

ص باب اجارۂ فاسدہ کے بیان میں

اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اُس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے **ف** یعنی اُس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہ ہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اُجرت لازم ہوگی اجارے کو وہی شروط فاسد کرتے ہیں جو

بیع کو جیسے ماجور یا اُجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے اجارے کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے بایں طور کہ اپنے گھر میں سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہو گیا ہووے جیسے اجارہ دیا کُل گھر کا پھر بعض میں فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے اپنی کُل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مر گیا اگر اجارہ دیا شئے مُشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اُسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اُس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اُجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اُجرت مسمّٰی سے اگر اُجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اُجرت شے مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اُجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اُجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اُجرت مثل واجب ہوگی جہاں تک پہونچے اجارۂ فاسدہ جُدا ہے اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اُوپر گزرا یعنی اصل اسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مُردار اور خون کے یا بُت تراشی یا تصویر سازی کیلئے تو اجارۂ باطلہ میں مطلق اُجرت واجب نہیں اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے **طحطاوی و درمختار ملخصاً ص** اور اس اجارہ فاسدہ میں اُجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اُجرت مسمّٰی سے **ف** ہمارے نزدیک اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے اُجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں قیمت مبیع کی جہانتک واجب ہوتی ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہیں فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہیں بسبب عقد کے اور عقد میں خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر مسمّٰی سے ساقط کر دیا ہے **کذا فی الاصل ص** ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے میں اجارہ صحیح ہوگا **ف** اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس **درمختار ص** اور جس مہینے کے اول میں ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اُسمیں بھی اجارہ صحیح ہوگا **ف** یہ مذہب بعض مشائخؒ کا ہے کہ جب چاند دیکھا جاوے گا تو ہر ایک کو حق فسخ ہے پس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گزرا تو اُس مہینے میں بھی عقد اجارہ لازم ہو جاویگا اور ظاہر الروایۃ میں ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہے چاندرات اور پہلی تاریخ کی شام تک اِسواسطے کہ فقط رویت چاند کی انکے اعتبار کرنیمیں حرج ہے **کذا فی الاصل ص** مگر یہ کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کر دیوے تو سب میں صحیح ہو جاویگا مثلاً یوں کہدیوے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسی طرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح **ف** یعنی یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ **ص** اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا ذکر نہ کرے **ف** یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کر دیوے اور ہر مہینے کا کرایہ ذکر نہ کرے تو صحیح ہوگا اور اُس سال کے کرایے کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیویں گے **درمختار ص** اور ابتداے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو **ف** مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرۂ ماہ رجب یا غرۂ ماہ رمضان سے **ص** اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہ ہووے تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اُسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر اجارہ ہوا اثنائے مہینے میں **ف** مثلاً دسویں آٹھویں چودھویں بیسویں وغیرہ **ص** تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینہ ہو جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام صاحبؒ کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسویں تاریخ اور اگر ذیحجہ اُنتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھویں تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسویں ذیحجہ کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سُنا ہے کہ ایک سال میں دو عید اضحٰے ہو دیں **ف** ہمارے عرف کے موافق مذہب صاحبینؒ کا اولیٰ بالعمل ہے **ص** اور جائز ہے اُجرت دینا حمام کی اور حجام کی **ف** درمختار میں وجہ اُجرت حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اس صورت میں اَولیٰ یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت مدت سے ناجائز اسواسطے نہ ہوا کہ اُسپر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو مسلمان نیک جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے اور جسکو مسلمان بد جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بد ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعاً البتہ روایت کیا اس کو احمدؒ نے موقوفاً ابن مسعودؓ سے

لہ یا اُس کے وارث ... ۱۲ لہ یعنی قدرت علی التفع حاصل ہو جانے سے اجارۂ فاسدہ میں اُجرت واجب ہوتی ہے ۱۲ درر وغیرہ

اور اسی طرح روایت کیا اُس کو بزارؒ اور طبرانیؒ اور طیالسی نے ترجمۂ ابن مسعودؓ میں اور حجام کی اُجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے کہ پچھنے لگوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانیوالے کو اُجرت اُسکی اور اگر ہوتی مزدوری اُسکی حرام تو نہ دیتے آپ اُسکو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے حرام سے ہے کمائی حجام کی اور خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا اُس کو مسلمؒ نے رافع بن خدیجؓ سے سو وہ حدیث منسوخ ہے یا محمول ہے اُوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم **ص** اور درست ہے اجارہ لینا اتا کا ایک اجر معین پر **ف** بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کیواسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں جہالت کے سبب سے **ص** اسی طرح اتا کو نوکر رکھنا اُس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے بوجہ مجہول ہونے اُجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہے اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ اتا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت سے **ف** فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ اتا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے دلیل میں اس کے جواز کی صاحبؒ ہدایہ نے یہ قول اللہ تعالے کا بیان کیا ہے فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ یعنی اگر دودھ پلاویں تمہارے لئے تو دو تم اُجرت اُنکی دوسرے یہ کہ عملدرآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرتؐ نے اسکو قبول کیا اور ثابت رکھا **ص** اور اتا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے نہ مستاجر کے گھر میں **ف** اسواسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع کرسکتا ہے **ص** اتا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہے اگر اُس کا نکاح ظاہر ہو لوگوں میں یا اُس پر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کیلئے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف اتا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کرسکتا **ف** کیونکہ صرف اِن دونوں کا قول مستاجر کے زوال حق میں قبول نہ ہوگا درمختار **ص** اور بچے والے فسخ کرسکتے ہیں عقد اجارہ کو اگر اتا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے **ف** اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہے کذا فی الاصل اسی طرح جائز ہے فسخ اگر اُسکی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اُس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اُسکی چھاتی منہ میں نہ لیتا ہووے یا دودھ اُس کا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اُس کا منع مستاجر کو پہونچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز تک اتا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اُس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارے سے مستثنیٰ ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہیں اسواسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا باپ مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا البتہ اگر لڑکا یا اتا کوئی اِن میں سے مرجاوے تو اجارہ فسخ ہوجاویگا درمختار **ص** اور اتا پر لازم ہے بچے کو اور اُس کے کپڑوں کا دھونا اور اُس کا کھانا تیار کرنا اور اس کے بدن میں تیل لگانا نہ اِن چیزوں کی قیمت کہ اُن چیزوں کی قیمت اور اُس کے دودھ پلانے کی اُجرت بچے کے باپ پر ہے **ف** اگر بچے کا مال نہ ہووے ورنہ اُسی کے مال سے دیجاویگی مثل نفقہ کے درمختار **ص** سو اگر اتا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اُس کو کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارے کی گزر گئی تو اُجرت نپاویگی **ف** برخلاف اُس صورت کے کہ اتا نے اپنی لونڈی سے یا ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوادیا کہ اِس صورت میں اتا کو اُجرت ملیگی مگر جب خود اتا کے دودھ پلانے کی شرط ہو گئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوادینے میں مستحق اُجرت نہو گی برقول اصح اور اوجہ یہ ہے کہ اُجرت واجب ہوگی درمختار و طحطاوی **ص** اور نہیں صحیح ہے اجارہ لینا اذان کیواسطے **ف** اِسواسطے کہ روایت کیا ابو داؤدؒ نے عثمان بن ابی العاصؓ سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہ کر دیجئے مجھ کو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام اُنکا ہے اور رکھ تو ایسا مؤذن جو نہ لیوے اذان پر اُجرت **ص** اور حج اور امامت کیواسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کیواسطے **ف** اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ ہیں اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اُسکی روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے مسند میں کلیہ اس کا یہ ہے کہ جمیع عبادات اور طاعات کیلئے اجارہ درست نہیں ہے درمختار **ص** اور آج کے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ **ف** اور امامت اور اذان درمختار **ص** کیلئے اُجرت لینا درست ہے **ف** کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہیں ہے لیکن جب سستی پڑ گئی دین میں تو اب فتویٰ دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کیلئے اِس خوف سے کہ مبادا یہ چیزیں محو اور ضائع ہوجاویں کذا

فی الاصل میں کہتا ہوں موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جس کو روایت کیا بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لائق اُن چیزوں میں کہ اجر لیا تم نے اُجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم **ص** تو جب بہ نظر زمانۂ حال ان چیزونکی اُجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اُس اُجرت کے دینے پر جو اُس نے قبول کی ہے اور درصورت نہ دینے کے اُس کے عوض میں محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اُس مٹھائی کے دینے پر جو اُستادوں کو دیا کرتے ہیں **ف** عربی میں اُسکو حلوہ کہتے ہیں حلوہ ایک ہدیہ ہے جو معلموں کو دیا جاتا ہے بعض سورتوں کے شروع ہونے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اِس ہدیہ کا نام حلوہ اِسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہیں آور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی **کذا فی الاصل ص** اور نہیں جائز ہے اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے **ف** یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہوں تو ایک شریک کو اجارہ دینا درست نہ ہوگا **درمختار** اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے آور صاحبینؒ کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہے شریک اور غیر شریک سے **کذا فی الاصل** لیکن مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور اُسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح و متون نے **طحطاوی ص** اور نہیں جائز ہے اُجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے **ف** اِسواسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام ہے اُجرت لینا نر کی کُدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ میں ہے زیلعیؒ نے کہا کہ اس لفظ سے غریب ہے البتہ روایت کیا بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کُدوائی سے مادہ پر **ص** اسی طرح نہیں جائز ہے اُجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو ولعب کے بجانے کیلیئے **ف** اسواسطے کہ یہ سب معاصی میں داخل ہیں اور معاصی پر اُجرت لینا ناجائز ہے آور بیان اُنکی حرمت کا انشاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا **ص** اگر ایک شخص نے دوسرے کو سُوت دیا اس طرح پر کہ کپڑا بُن دیوے اور آدھا کپڑا بُنوائی کی مزدوری میں لے لیوے یا ایک گدھا غلہ اُٹھانے کیلیئے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اُسی میں سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ تھوڑے آٹے کے اُسی آٹے میں سے تو یہ اجارہ فاسد ہے **ف** قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب اُجرت وہ شئے ہوگی جو اجیر کے عمل سے پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا آور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اُسی آٹے میں سے دیوے آور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اسکو دار قطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابو سعید خدریؓ سے آور اول اور دوسری صورت محمول ہے اوپر صورت ثالثہ کے **کذا فی الاصل مع زیادۃ ص** یا ایک نان پز کو مقرر کیا تاکہ اس قدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے **ف** تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے صاحبینؒ یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت کا ذکر محض تعجیل کیلیئے ہے آمام اعظمؒ یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت میں اور عمل کے معقود علیہ ہونیمیں مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنیمیں صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اسوقت میں اور اسمیں نفع ہے اجیر کو تو آئندہ موجب منازعت ہوگا آور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ معقود علیہ دونوں ہوں مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی نہ رہے اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے عادۃً یہانتک کہ اگر یوں کہا کہ روٹی پکا دیوے آج کے دن میں تو امامؒ سے مروی ہے کہ صحیح ہو جاویگا اسواسطے کہ میں کے کہنے سے استغراق جاتا رہا **کذا فی الاصل ص** یا زمین اجارہ لی اِس شرط پر کہ مستاجر اُس کو دو بار جوتے **ف** تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہیں اِس اجارے کے فساد میں اِسلئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے اور اُسمیں نفع ہے احد المتعاقدین یعنی موجر کا آور اگر یہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدون دو بار کے جوتنے کے کھیت نہیں ہوتا تو عقد فاسد نہ ہوگا اِسواسطے کہ اِس صورت میں یہ شرط ایسی ہوئی جس کو عقد مقتضی ہے اور جو بدون دو بار کے جوتنے کے کھیتی ہو جاتی ہے تو اگر اثر اُس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اِسواسطے کہ اُسمیں منفعت ہے مالک زمین کی اور جو باقی نہ رہیگا تو اجارہ جائز ہوگا **کذا فی الاصل ص** یا اُس زمین کی نہریں کھود دیوے **ف** مراد نہروں سے یہاں بڑی نہریں ہیں نہ چھوٹی چھوٹی نالیاں اِسواسطے کہ منفعت بڑی نہروں کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی **کذا فی الاصل ص** یا اُسمیں پانس ڈالدیوے **ف** اِسواسطے کہ اُسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی **کذا فی الاصل ص** یا ایک زمین اجارہ لے زراعت کیلیئے اِس اُجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہم جنس نوع سے جیسے اجارہ سکنٰی کا سکنٰی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے **کذا فی الزیلعی ص** تو یہ سب قسمیں اجارے کی فاسد ہیں ہاں اگر زمین

اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اُسکو جوتے اور بووے یا اُسکو سینچے اور بووے تو درست ہے **ف** کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے **ص** اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہیں کیا کہ اسمیں زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نہ کی ہو اور جو عام کر دیا ہووے مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اس کا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگرچہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اُس کے مستاجر نے اُسمیں زراعت کی اور مدت گزر گئی تو اجارہ صحیح ہوجاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اگر ایک اُونٹ مصر تک کرایے کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اُس پر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اُونٹ مرگیا تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہے تو وہ اُونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارۂ صحیحہ میں امانت ہے اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہے اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اُس نے تعدی نہیں کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہے **ص** اور اگر اُس اُونٹ نے بوجھ مصر تک پہونچادیا تو اُونٹ والے کو اُجرت مقررہ ملے گی تو اگر موجر اور مستاجر میں قبل کھیتی کرنے کے **ف** اجارہ زمین کی صورت میں بغیر ذکر زراعت کے **ص** یا بوجھ لادنے کے **ف** اجارۂ شتر کی صورت میں **ص** اختلاف ہو تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کے واسطے

باب اجیر یعنی مزدور مشترک کے بیان میں

اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق ہو اُجرت کا بعد عمل کے **ف** برابر ہے کہ چند شخصوں کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا بتعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے **درمختار ص** تو وہ عامہ خلائق کا کام کرسکتا ہے اسی لئے نام اُس کا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی اور مثل اس کے **ف** اور مقابل اِس کے اجیر خاص اور اجیر واحد جس کا بیان آگے آتا ہے **ص** اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہ ہوگا اُس چیز کا جو اُس کے پاس تلف ہوجاوے اگرچہ اُس پر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسی پر فتویٰ ہے **ف** یہی قول مروی ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے **ص** اِس لئے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہے اور امانت کا ضمان نہیں ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اُس صورت میں کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہوجاوے جس کا بچاؤ ممکن نہیں جیسے خود مرجاوے یا آتش زنی عظیم ہووے ہاں اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اُسکی حفاظت میں کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبینؒ کے مثل اُس ودیعت کے جو بعوض اُجرت کے ہووے کہ اُسمیں حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہے اور ابوحنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ اُجرت مقابلۂ عمل میں ہے نہ حفاظت کے بدلے میں تو مثل اُس ودیعت کے ہوئی جو بلا اُجرت ہووے لیکن اگر شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخؒ کے نزدیک یہ ہے کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضوں کے ضامن نہ ہوگا اور وقایہ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اسلئے کہ شرط ضمان کی ودیعت میں باطل ہے لیکن ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ جب ضمان کی شرط کرلی تو اُجرت بمقابلۂ عمل اور حفاظت دونوں کے ہوگئی تو اس صورت میں اُس ودیعت کے حکم میں جو بلا اجر ہے نہ ہوگی **ف** یہ مضمون ہے اصل کتاب کا اور زیلعیؒ میں ہے کہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اسلئے کہ اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہوگئے ہیں اور تاوان کے لازم آنے سے لوگوں کے مال محفوظ رہیں گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتویٰ دیا ہے **غایۃ الاوطار ص** البتہ اُس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اُسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ کو باندھا جاوے اُسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہوجاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہوجاوے **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اِس لئے کہ عمل اُس کا مالک کے اذن سے ہے جواب ہمارا یہ ہے کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہیں کہ مراد عمل سے تلف ہوجانے کی یہ ہے کہ عمل اُس کا متجاوز ہوگیا اُسقدر سے جو موافق عادت کے ہے جیسے حجام میں آتا ہے یا وہ عمل جسمیں مقدار معلوم معتاد نہیں **کذا فی الاصل** اور درمختار میں عمادیہ سے منقول ہے کہ ضمان دونوں صورتوں میں ہے خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہ ہو برخلاف حجام کے اور منیہ میں ہے کہ کشتی کے غرق ہونیسے تاوان لازم ہونا اُسوقت پر ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اُس کا وکیل کشتی میں

موجود نہ ہووے ورنہ تاوان لازم نہ ہوگا **ص** اور جو اُس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اُس کا تاوان لازم نہ ہوگا اور تاوان نہیں حجام یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کے فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا **ف** پھر اگر مکان معتاد سے تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہ ہوا ہو اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اُس پر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہوگیا تو ختنہ کرنیوالے پر پوری دیت واجب ہوگی اور جو مر گیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی **در مختار ص** اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان لے اُس قیمت کا جو مٹکا اُٹھانے کی جگہ پر اُسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہاں کی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہے جس قدر مزدور نے راہ طے کی ہے اُس کے حساب سے اُسکی اُجرت دیوے **ف** یہ تاوان اُس صورت میں ہے کہ مٹکا اُس کے فعل سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو مثلاً لوگوں کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اُس پر تاوان نہیں ہے **در مختار ص** اور اجیر خاص **ف** وہ ہے جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کار مستاجر **در مختار ص** مستحق ہوتا ہے اُجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اُس شخص کے جو ایک سال کیلئے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریاں چرانے کیلئے اور اُسکو اجیر واحد بھی کہتے ہیں اسلئے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہے غیر کا کام نہیں کرتا **ف** خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اُسکی زوجہ و اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تاوقتیکہ لوگ سو دیں عشاء کے بعد **کذا فی الطحطاوی** اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اُسکی اُجرت سے بقدر اُس کے عمل کے کم کر ڈالا جاوے **در مختار ص** اجیر خاص پر تاوان نہیں اُس چیز کا جو اُسکے پاس یا اُسکے فعل سے تلف ہو جاوے **ف** جیسے کپڑا پھٹ جاوے اُسکے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریوں کو ایسا مارے کہ اُنکی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤں ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے **در مختار ص** اور اُجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یوں کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اُجرت ہے اور اگر ترکیوں کے طرز پر سیے گا تو دو درم اُجرت ہیں **ف** اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ میں تردید کرنیسے **در مختار ص** یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگیگا تو یہ اُجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اُس گھر میں تو عطار کو رکھیگا تو یہ کرایہ ہے اور اگر لوہار کو رکھیگا تو یہ یا اِس جانور کو اگر کوفے تک لے چلے گا تو یہ اُجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اِس گھر میں رہیگا تو یہ کرایہ ہے اور جو اُس گھر میں تو یہ کرایہ ہے اور اگر اس جانور پر گیہوں لادیگا تو یہ اُجرت ہے اور اگر جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جاویگی اُسکی اُجرت واجب ہوگی **ف** ایسا ہی تین چیزوں میں بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزوں میں درست نہیں مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع میں نہ اجارہ میں اسواسطے کہ اجارہ میں اُجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اُجرت متعین ہو جاویگی برخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور گیہوں اور جو میں اختلاف ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا ہے اور حمل دابہ میں کوفے تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہے اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہے **کذا فی الاصل ص** اگر مستاجر نے خیاط سے یوں کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج تو سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیے گا تو اُجرت مثل ملے گی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں شرطیں جائز ہیں اور زفرؒ کے نزدیک دونوں فاسد ہیں **ف** دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے **ص** لیکن اُجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی **ف** اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ کل کا مسمی نصف درم تھا اور اجارہ فاسدہ میں اُجرت مثل مسمی سے زیادہ نہیں دیجاتی ہے اور جو خیاط نے اُس کو پرسوں سیا تو بھی اُجرت مثل ملے گی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی **کذا فی الاصل ص** جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کیلئے تو مستاجر اُسکو اپنے ساتھ سفر میں لیجا نہیں سکتا مگر جب پہلے سے شرط کر لی ہو **ف** اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے حضر سے **ص** ایک غلام محجور نے **ف** جسکا ماذون یعنی وہ غلام جس کو مولٰی نے اجازت عمل کی نہ دی ہووے **ص** اپنے تئیں مزدوری میں لگایا اور مستاجر نے اُسکو مزدوری دی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو مستاجر مزدوری نہیں پھیر سکتا **ف** اسواسطے

لـ اسلئے کہ آدمی غیر مضمون ہے بالعقد بلکہ مضمون بالجنایۃ ہے اور ضمان عقد کے متحمل نہیں ہوتے کذا فی الاصل ۱۲ لـ طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہیں کیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی ۲

کہ فساد اجارہ بسبب عاریت حق مولیٰ کے ہے اور بعد فراغ کے یہ اجارہ صحیح ہے استحساناً اسلئے کہ فساد بجہت رعایت حق مولیٰ کے تھا اور اب مولیٰ کے حق کی رعایت اسی میں ہے کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اُجرت واجب ہووے کذا فی الاصل **ص** غاصب نے ایک عبد محجور غصب کیا اور اس عبد محجور نے اپنے تئیں مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اسکی لیکر کھا گیا تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا امام اعظمؒ کے نزدیک اسلئے کہ غلام اپنے نفس کا محرز نہیں ہوتا پس اسی طرح اپنی کمائی کا تو نہ ہوگا یہ اجر مال متقوم اور صاحبینؒ کے نزدیک دینا ہوگا اسلئے کہ وہ مال مولیٰ کا ہے اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری لے لینا غاصب سے پھر مولیٰ کا اس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں اور یہ بالاتفاق ہے اسواسطے کہ بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہے ماذون ہونا اُس کا جیسا کہ گزرا اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے میں چار اور دوسرے میں پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام میں موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اس طرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ میں بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور موجر یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ آخر مدت میں البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو حال کو حکم بنا دیں گے **ف** یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہیں ہے تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہے پن چکی کے پانی کے مسئلہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ میں اور مستاجر اُس کا انکار کرے تو حال کو حکم بنا دیں گے لیکن جس کا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا **ص** اگر مالک میں اور اجیر میں اختلاف ہوا عمل میں مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سُرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کُرتا سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی میں نے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اِسیطرح اگر مالک یہ کہتا ہے کہ تو نے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ میں نے اُجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا **ف** اسواسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اُجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہیں تو اُجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور محمدؒ کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کر نہیں بعوض اُجرت کے اور اُس کا گزر اسی اُجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُس کا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر حال لائق حجت نہیں واسطے استحقاق اُجرت کے واللہ اعلم کذا فی الاصل اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہو گئی تو مستاجر پر اجر لازم آوے گا برخلاف خراج سلطانی کے کہ درصورت تلف ہو جانے زراعت کے خراج ساقط ہو جاویگا کذا فی الدر المختار

ص باب فسخ اجارہ کے بیان میں

ف اجارے کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہو سکتا ہے درمختار **ص** مستاجر فسخ کر سکتا ہے اجارہ اُس عیب سے **ف** خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضے کے پہلے **ص** جس کے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا پن چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہو جانا **ف** اگر بالکل پانی بند نہ ہوا بلکہ کم ہو گیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارے کو فسخ کر دیوے کُل زمین میں یا جس قدر زمین سیراب ہووے اُس کے حساب سے اُجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اُس بستی کے سب لوگ وہاں سے کوچ کر گئے تو اُجرت مستاجر سے ساقط ہو گی اور اگر بعض نکل گئے تو اُجرت ساقط نہ ہو گی درمختار **ص** یا اُس منفعت میں خلل ہو جاوے جیسے غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی **ف** یا گھر کی ایک دیوار گر جانا درمختار **ص** تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اُس سے نفع اُٹھایا یا موجر نے اُس عیب کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نہ رہیگا اسی طرح فسخ اجارے کا ہو سکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویۃ سے **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک خیار الشرط سے اور عذر سے فسخ اجارے کا نہ ہوگا **ص** اور عذر سے عذر اُسکو کہتے ہیں کہ اگر مستاجر اجارے کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اُس کا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اُس پر لازم نہیں ہوا تھا مثال اسکی یہ ہے کہ ایک

شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اُکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اُکھیڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اس صورت میں اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح وسالم دانت کو اکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہ ہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی دعوت ولیمہ کیلئے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مرگئی ف یا اُس نے خلع کرا لیا کیونکہ اس صورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے بدون ولیمہ کے کھانا پکانے کا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دَین اسطرح کالاحق ہوا کہ بدون اُس شئے کے بیچے جو اجارے میں دی ہے وہ قرض ادا نہیں ہو سکتا ف برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہووے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے در مختار ص یا ایک غلام خدمت کیلئے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کاموں کیلئے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے کہ مطلق خدمت کیلئے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر میں ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے یہ چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہوگیا تو اب مستاجر کو فسخ نہیں پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دُکان تجارت کیلئے کرایے کو لی پھر مستاجر مفلس ہوگیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کیلئے پھر اُس نے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہے اور اُس کا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی جس کا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہیں اور اُجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہیں ہے کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانے کیلئے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہ ہوگا ف اسواسطے کہ اُسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کردیوے ہدایہ ص اسی طرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا اسلئے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دُکان میں ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کیلئے دُکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا در مختار ص اسی طرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے میں دیا پھر وہ چیز بیچڈالی تو یہ عذر نہ ہوگا ف بدون لاحق ہونے دَین کے اور بیع اُس کی موقوف رہے گی مدت اجارہ کے گزرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہیں پہونچتا در مختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جنھوں نے اپنی ذات کیلئے عقد اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کیلئے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لئے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لئے ص یا وکیل مؤکل کی طرف سے یا متولی وقف تو اُنکے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا

ص باب مسائل متفرقہ کے بیان میں

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھونٹیاں جلائیں اور اُس کے سبب سے دوسرے کی زمین میں کوئی چیز جل گئی تو جلانیوالے پر تاوان نہیں ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہ ہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسی طرح اگر کوئی شخص اُس جا میں جہاں رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اُس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہاں رکھے جہاں رکھنے کا استحقاق نہ ہو جیسے دوسرے کی ملک میں یا راہ میں تو ضامن ہوگا تو اگر راہ میں آگ ڈالدی اور اُس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الا اُس صورت میں کہ ہوا اُس آگ کو اُڑا کر اور کہیں لیجاوے اور اُس سے نقصان ہو تو ضامن نہ ہوگا ہذا خلاصۃ الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دُکان پر بٹھاوے جو دُکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگوں سے لے کر دیوے نصفا نصف اُجرت پر تو صحیح ہے ف برابر ہے کہ دونوں کا پیشہ ایک ہو یا مختلف در مختار ص جیسے ایک اُونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کر کے کہ اُس پر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہوں گے ف تو یہاں اگرچہ اُونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہیں گئے یہ لیکن اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے بوجہ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ ابتک حجاج کا مکہ معظمہ میں یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا احتمال کو بہتر ہے تاکہ بعد کو جھگڑا نہ ہووے اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اجارہ درست نہیں بوجہ جہالت کے ص تو اگر اُونٹ کرایہ لیا واسطے لانے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اُس کے

اُس توشے میں سے کچھ کھالیا تو اُس کے بدلے اُس قدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ میں تجھ سے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سُنکر گھر خالی نہ کیا تو اُس پر اس قدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الا اُس صورت میں کہ غاصب مالک کی مِلک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اُس کے اپنی مِلک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی مِلک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اُجرت دینے کا انکار کردیوے **ف** اِن دونوں صورتوں میں غاصب پر کرایہ مسمّٰی لازم نہ آویگا اسلئے کہ وہ اجارے پر راضی نہیں ہوا **ص** صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمان آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم میں کہے کہ میں نے یہ مکان تجھ کو کرایہ دیا غرّۂ رمضان سے فلانے سال تک نہ بیع اور بیع کی اجازت درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دَین سے کہ اِن اُمور کو زمانہ آئندہ کیطرف مضاف کرنا صحیح نہیں ہے **مسائل ملحقہ** تحریر شہادت اور تحریر فتوٰی پر اُجرت لینا درست ہے کاتب نے کتابت کی اُجرت پر اسطرح پر کہ ہر ورق میں غلطی کی تو مالک کو اختیار ہے چاہے وہ کتاب لے لیوے اور کاتب کو اُجرت مثل دیوے لیکن اجر معیّن سے زیادہ نہ دیوے اور چاہے اپنے کاغذ اور روشنائی کے دام پھیر لیوے صرّاف نے اُجرت لیکر روپے پرکھ دیے پھر کچھ روپئے کھوٹے نکلے تو اُسکے حساب سے اُجرت پھیر لیجاویگی دلّال نے وہ کپڑا جس کو بیع کیلئے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلّال پر تاوان نہیں ہے اگر مستاجر بسبب عذر سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اُس کے قول کا یقین نہیں تو اُسکو قسم دیوے یا اُس کے رفیقوں سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص مدیون مرا اور اُس کے بعض اشیاء لوگوں کے پاس کرایہ ہیں جن کا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مدت اجارہ اُن چیزوں کو قرض خواہوں کو دیں گے،

ص کتاب المکاتب

ف مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے آزاد کرنے کیلئے کچھ عوض ٹھہرالیا ہووے کہ اتنا تو دیوے تو آزاد ہے **ص** کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا ازروے تصرف کے بالفعل اور ازروے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے **ف** یعنی جسوقت عقد کتابت ہو تو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنی اُس کو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں حاصل ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اُسکی بعد ادائے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اُس کو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک رقبہ مآل کار میں جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا یعنی مکاتب کرو تم اُن کو اگر جانو تم اُنمیں بہتری اور یہ امر استحباب ہے **ص** تو اگر مکاتب کیے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض اُس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معیّن کے یا باقساط ٹھہرے صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اُس مال کے ہووے جو بالفعل نقد ٹھہرے درست نہیں ہے اور ضرور ہے مدت دو ماہ سے اِسواسطے کہ غلام عاجز ہے ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ تعلیل میں ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولٰی یوں کہے کہ میں نے تیرے اوپر ہزار روپئے کردیے تو اُن کو قسطوں سے ادا کردے پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کردیگا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر عاجز ہوجاویگا تو غلام ہوجاویگا اور غلام قبول کرلیوے صحیح ہوگا **ف** اگرچہ اس صورت میں مولٰی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اِسواسطے کہ معنی اُس کے ادا کردیے **ص** اور وہ غلام مولٰی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اُسکی ملک سے اِسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک اُس پر ایک درم باقی ہے روایت کیا اس کو ابوداودؒ نے اور بھی روایت کی ابوداودؒ نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کردیوے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے ہدایہ **ص** تو اگر بعد کتابت کے مولٰی اُسکو آزاد کردے مفت آزاد ہوجاویگا اور تاوان دیگا مولٰی اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اُس پر یا اُس کے لڑکے پر یا اُس کے مال پر **ف** یعنی جماع کی صورت میں عُقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اُس مال کے یا قیمت اُسکی کذا فی الاصل اگر مولٰی نے غلام کو مکاتب کیا اُسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معیّن چیز پر یا سو دینار پر یا اُس شرط سے کہ مولٰی اس کو ایک غلام غیر معیّن پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سوٗر کے

عوض میں تو اِن سب صورتوں میں کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سُور ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولے کو دینا پڑیگی اور قیمت کتابت فاسدہ میں کم نہ کیجاویگی مسمّی سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کیجاویگی اگر ایک جانور کے بدلے میں مکاتب کرے اور اُس کی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کر دیوے اگرچہ نوع اور وصف اُس کا بیان نہ کرے تو درست ہے ورنہ نہیں اور غلام کو اُس جنس کا جانور متوسط یا قیمت دینا ہوگا یا اُسکی قیمت دینی ہوگی **ف** اصل کتاب میں اِن مقامات میں کچھ طول کیا ہے لیکن ہم نے بنظر اس کے کہ زمانہ حال میں مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہے ترک کیا **ص** اگر مولی بھی کافر ہے اور غلام بھی کافر ہے اور اُس نے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب سے تو درست ہے اور جو اُن دونوں میں سے مسلمان ہو جاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولی شراب لے لیگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی ذات کی قیمت دینا ہوگی

ص باب تصرفات مکاتب کے بیان میں

مکاتب کو درست ہے خریدنا اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اوّل کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو اُسکی ولا مکاتب کو ملیگی اور جو قبل اُس کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو ولا اُسکے مولی کو ملے گی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہیں اسی طرح جائز نہیں مکاتب کو ہبہ کرنا اگر بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر تھوڑے قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کر دینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے اسواسطے کہ یہ فوق کتابت ہے اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اُسی کے ہاتھ **ف** اس لئے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہے **ص** اور نہ اس کا نکاح کر دینا اس لئے کہ اسمیں اتلاف مال ہے اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک میں مثل مکاتب کے ہیں اور ان اُمورات میں سے کسی کا مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہیں ہے اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اُسکی کتابت میں داخل ہوں گے **ف** یعنی جب مکاتب آزاد ہو گا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہو جاویں گے **ص** اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ داروں کو خریدے تو وہ کتابت میں داخل نہ ہونگے[1] اگر مکاتب اپنے اُم ولد کو بدون ولد کے خریدے تو اُسکی بیع درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اُسکی بیع جائز نہیں ہے اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اُسکو اپنا ولد کہے کتابت میں داخل ہو جاویگا اور اُسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو آپس میں جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اُس کے اُن دونوں سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور اُس کی کمائی بھی ماں کو ملیگی **ف** اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہے ماں کا رق اور عتق اور فروعات میں اُن کے **ص** اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے باذن مولے ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئیں آزاد کہتی تھی اور اُسکی اولاد ہوئی بعد اس کے وہ کسی کی مملوک نکلی تو اولاد بھی اُسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہو جاویگی **ف** اور مکاتب اُسکو بقیمت نہیں لے سکتا نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے اور نزدیک امام محمدؒ کے وہ حُر بالقیمۃ ہوگا اسلئے کہ وہ ولد مغرور ہے اور دلیل شیخینؒ کی اصل میں مذکور ہے البتہ اگر یہی صورت شخص آزاد میں ہووے تو وہ بھی اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے بقیمت لے سکتا ہے **ص** اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے اپنی لونڈی سے وطی کی اس گمان سے کہ وہ ملک اُسکی ہے اسلئے کہ مول لیا ہے اُسکو یا ہبہ کیگئی ہے اُس کو پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور بیع فاسد خرید کر اُس سے وطی کی پھر وہ روکی گئی مالک پر تو اس کو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈی سے بے اذن مولی کے نکاح کر کے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبّر کیا تو صحیح ہے اب اُسکو اختیار ہے چاہے اپنے تئیں عاجز کر دیوے اور ادائے بدل کتابت سے اور مدبّر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مر گیا اور سوائے اُس مکاتب کے کچھ مال نہیں رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے **ف** یعنی مکاتب کو اختیار ہے اس لئے کہ اگر اُسکو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کما دیگا اور جو مہلت منظور ہوگا

[1] اور صاحبین کے نزدیک مکاتب جو عورت سے کسی کو ... کیونکہ وہ [illegible] اگر مکاتب جو اُس کا بیٹا ہو آزاد ہو جائے [illegible]

[2] یعنی نکاح ... ۱۲

تو دو ثلث بدل کتابت کے کما دیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک جو دونوں میں سے کم ہوگا اسمیں سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتب کا ولد ہوا اور مولیٰ نے اُس کا دعویٰ کیا تو اب وہ لونڈی اُم ولد مولے کی ہوگی اب اُسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل ادا کر کے بالفعل آزاد ہو جاوے یا اپنے تئیں عاجز کر کے بعد موت مولیٰ کے آزاد ہو جاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اُسکو پہونچتا ہے کہ عقدا پنا وصول کرے مولیٰ سے اگر چاہے اگر کسی نے اُم ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مر جانے مولیٰ کے مفت آزاد ہو جاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولے مفلس مرا تو وہ دو ثلث میں اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت میں سعی کریگا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو اقل ہو اسمیں سعی کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک سعی کرے اسمیں جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے اور اگر مولیٰ نے مکاتب سے ہزار روپئے بدل کتابت باقساط ٹھہرائے بعد اُس کے اُس ہزار کے عوض میں پانسو روپئے نقد پر صلح کر لی تو درست ہے اگر کوئی بیمار جس نے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اُسکی قیمت سے دو چند ہیں یعنی قیمت اُسکی ہزار روپیہ ہے بعد اُس کے وہ بیمار مر گیا اور وارثوں نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نہ کر سکے تو غلام بن جاوے ف یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق بنجاوے یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیوے اور باقی میعاد تک غلام بن جاوے کذا فی الاصل ص اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اُسکی دو چند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بنجاوے اگر ایک آزاد نے مولیٰ سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیوں پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر میں ادا کر دوں تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولیٰ نے اُس کے کہے سے مکاتب کر دیا تب شخص آزاد نے اس قدر روپئے مولیٰ کو ادا کر دیے تو وہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہیں لے سکتا اور جو غلام کو اُسکی خبر پہونچی اور اُس نے اِس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہو جاویگا اگر ایک شخص دو غلاموں کو مکاتب کرے جنمیں ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلاً غلام حاضر مولیٰ سے یہ کہے کہ مکاتب کر مجھکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپئے پر اور مولیٰ نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب اُن دونوں میں سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولیٰ کو لینا پڑیگا اور دونوں آزاد ہو جاویں گے اور جو ادا کرے وہ دوسرے سے اُس کا حصہ نہیں لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے میں متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہ ہوگا اور قبول اُس کا بھی لغو ہے نظیر اُسکی مسئلہ معیر رہن ہے صورت اُس کی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اُس کو گرو کر کے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اُس کے چھڑانے کی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لے کر بکر کے پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شئے عمرو کو دلادی جاوے گی مگر یہاں اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مجرا لے گا اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچوں کیطرف سے جو صغیر ہیں عقد کتابت کرے تو صحیح ہے اب تینوں میں سے جو ادا کر دیگا مولیٰ کو لینا پڑے گا اور سب آزاد ہو جاویں گے اور کوئی دوسرے سے اُس کا حصہ مجرا نہیں لے سکتا

ص باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان میں

زید اور عمرو ایک غلام میں شریک ہیں ان میں سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپئے کے عوض میں مکاتب کر کے بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہو گیا تو جو لیا ہے وہ عمرو کا ہی نہ زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو میں مشترک تھی اُس کا ایک ولد ہوا تب زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے بعد اُس کے دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی ادائے بدل کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی اُم ولد ٹھہرے گی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دے گا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اس لونڈی

کو دیدیگا صحیح ہوگا تو اگر عمرو نے اُس لونڈی سے صحبت نہیں کی بلکہ مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی اُم ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو میں سے کسی نے اُسکو آزاد کر دیا اور آزاد کرنیوالا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنیوالا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیگر لونڈی سے وصول کرلیوے ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک نے اُسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اُسکو آزاد کیا اور آزاد کرنیوالا غنی ہے یا اُس کا اُلٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اُسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا اخواہ اپنا حصّہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرالیوے دونوں صورتوں میں اور پہلی صورت میں صرف یہ بھی اختیار رہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے **ف** اس مقام کو اصل میں طول کیا ہے ہم نے اُس کو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اُس کے مالک کے مرنے کے بیان میں

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہو جاوے اور کہیں سے اُسکو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اُس کے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے **ف** اور جب تین دن بھی گزر جاویں اور وہ قسط ادا نہ کرے تو اُس کے عجز کا حکم کر دیوے **کذا فی الاصل ص** اور جو اُسکو کہیں سے مال ملنے والا نہ ہووے تو حاکم اُس کو اُسی وقت عاجز کر دیوے **ف** یہ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نہ کرے جبتک اُس پر دو قسطیں نہ چڑھیں **کذا فی الاصل** دلیل امام ابو یوسفؒ کی قول ہے حضرت علیؓ کا کہ جب مکاتب پر دو قسطیں چڑھ جاویں تو غلامی میں رد کیا جاوے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ہم یہ کہتے ہیں کہ معارض ہے اُسکی وہ جو مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ ایک مکاتبہ اُنکی عاجز ہوگئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اُس کو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہؒ نے لیکن زیلعیؒ نے کہا غریب ہے **ص** اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے بطلب مولی اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہ ہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اُسکو فسخ کر سکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہوگیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بنجاویگا اور جو کچھ مال اُس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہو جاویگا تو اگر مکاتب قبل ادائے بدل کتابت کے اس قدر ترکہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہو سکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہ ہوگا اور اُس کے ترکے میں بدل کتابت ادا کرکے اُسکی آزادی کا حکم آخر حیات میں کریں گے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہے گا وہ اُس کے وارثوں کو ملے گا اور وہ اولاد اُس کی آزاد ہو جاویگی جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو یا اُنکو خرید ا ہووے یا اُسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے جس کو بیہقیؒ نے روایت کیا اور دلیل شافعیؒ کی قول زید بن ثابتؓ کا ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے **کذا فی التخریج للزیلعیؒ** اور اصل میں دلیل دونوں کی بالتفصیل مذکور ہے **ص** اور جو اُس قدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اُسکی حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہووے وہ اپنے باپ کی قسطوں کے ادا کرنے میں کوشش کریگی اور جب قسطیں ادا کر دیگی تو اُن کا اور اُن کے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت میں خرید ا تھا اُن کو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدو تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاوگے **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اُنکا بھی حکم مثل اُسی اولاد کے ہے جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہووے **ص** تو اگر مکاتب مر جاوے اور ایک لڑکا اُس کا ہووے عورت حُرّہ سے اور اس قدر قرض کسی پر چھوڑے کہ اُس کے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم ماں کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ موالی ماں کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کے ولا میں نزاع کریں اور ولا کا حکم موالی اُم کیلئے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوٰۃ لیکر مولے کو بدل کتابت میں ادا کیا بعد اُس کے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولے کو حلال رہے گا **ف** اگرچہ مولی مصرف زکوٰۃ کا نہ ہو لیکن مکاتب مصرف ہے تو اگر اُس نے لیکر مولے کو ادا کیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولی کو درست نہ ہووے اس لئے کہ مولے غنی ہے اور غنی کو زکوٰۃ لینا

درست نہیں ہے باوجود یہ موالے کو وہ مال خوش اور حلال ہے اسواسطے کہ اُس نے جس وقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرۃ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے کذافی الاصل ص اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور موالے کو اُسکی خبر نہ تھی اُس نے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ایک مکاتب نے جنایت کی پھر حکم نہیں کیا گیا ساتھ موجب جنایت کے اور عاجز ہوگیا تو اب موالے کو اختیار ہے چاہے اُس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت میں تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیچ کیا جاویگا اور کتابت مالک کے مرجانیسے فسخ نہیں ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثوں کو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اُسکو آزاد کردیں تو صحیح نہ ہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیویں تو مفت آزاد ہو جاویگا ف اور دلیل اُسکی اصل میں مذکور ہے

ص کتاب الولاء

اسمیں ولاء کا بیان ہے ولاء نام اُس ترکے کا ہے جس کا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنیکے کسی شخص کے اپنی ملک میں یا بسبب عقد موالات کے تو ولاء دو قسم ہے ایک ولاء عتاقہ دوسرا ولاء موالات تو پہلے بیان ولاء عتاقہ کا ہوتا ہے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع سے اُس کے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم محرم کے مالک ہوجانیکی وجہ سے تو ترکہ اُس کا یعنی ولاء اُس کی موالے کو ملیگی اگرچہ ولاء نہ ملنے کی شرط ہوگئی ہو ف اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل ہو جاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور اُم ولد تو بعد موالے کے مرنے کے آزاد ہوتے ہیں تو اُنکی ولاء موالے کو کیسے ملیگی ہم کہیں گے کہ صورت اُسکی یوں ہے کہ موالے مرتد ہوکر دارالحرب چلا جاوے اور قاضی اُس کی موت کا حکم کرکے اُس کے مدبر اور اُم ولد کی آزادی کا حکم کردیوے بعد اُس کے موالے پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا اُم ولد مرجاوے تو ولاء اُسکی موالے کو ملیگی کذافی الاصل دلیل اِس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولاء اُسکو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اس کو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہؓ سے اور فرمایا آپ نے کہ مولیٰ قوم کا قوم میں ہے اور حلیف اُنکا بھی اُسی قوم میں ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے روایت کیا اُسکو ابن ابی شیبہؒ اور امام احمدؒ نے اور حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اُسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی کو روایت کیا اُس کو نسائیؒ نے اور حاکمؒ نے مستدرک میں ص جس نے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اُس کا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ جنی تو ولاء بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی اور غلام کے مولے کو نہ ملیگی اگرچہ غلام کا موالے بھی اُسکو آزاد کردیوے ف دلیل اُسکی اصل میں مسطور ہے ص یہی حکم ہے اگر دو بچے جنی تو اٴمین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ہو ف البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو ولاء بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی لیکن اگر باپ کا موالے باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولاء اپنے بیٹے کی اپنی قوم کیطرف کھینچ لیگا ف یعنی اب اگر وہ بچہ مریگا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولاء اسکی موالی اب کو ملے گی اسواسطے کہ ولاء بمنزلہ نسب کے ہے اور نسب ابار کیطرف ہوتا ہے تو اسی طرح ولاء بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولاء ایک اپنایت ہے مثل اپنایت نسب کے نہیں بیچ کیجاتی ہے اور نہ ہبہ کیجاتی ہے روایت کیا اسکو شافعیؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور حاکمؒ نے ص ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اُس عورت سے نکاح کیا جس کو عرب نے آزاد کیا تھا اب اُس کا بچہ پیدا ہوا تو ولاء اُس کے بچے کی ماں کے موالے کو ملیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کے موالے کو ملیگی اور مولیٰ عتاقہ عصبہ ہے سببی اور عصبات نسبی ف جیسے باپ بیٹا وغیرہ ص مقدم ہیں اُس پر اور وہ مقدم ہیں ذوی الارحام پر ف یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچیگا لے لیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہو گا تو کل مال لے لیگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کو جس نے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑیگا تو مال اُس کا تجھے ملے گا روایت کیا اُس کو عبد الرزاقؒ نے اور بھی روایت کی عبد الرزاقؒ نے زید بن ثابتؓ سے کہ وہ میراث دلاتے تھے موالے عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہیں ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور میت کیطرف اگر اُس کو

نسبت کریں تو بیچ میں عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ آور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہو جاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹوں کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہیں مولیٰ عتاقہ پر اور مولے عتاقہ مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی اُن وارثوں پر جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور اُنکی نسبت میں طرف میت کے عورت کا واسطہ آتا ہی جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اگر مولیٰ مرجاوے بعد اُسکے وہ غلام آزاد مرے تو اُسکا ترکہ مولیٰ کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتونکو ولاء نہ ملیگی مگر اُس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں جیساکہ حدیث میں آیا ہے ف پوری حدیث یوں ہے کہ عورتوں کو ولاء نہیں ہی مگر اُس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں یا اُنکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کریں یا اُنکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کریں یا اُنکا مدبر مُدبر کرے یا اُنکا آزاد کیا ہوا غلام ولاء کو کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولاء کو کھینچے انتہیٰ لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے

ص فصل ولاء موالات کے بیان میں

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور نومسلم نے اُس شخص کو مولیٰ کیا کہ نومسلم کے مرنے کے بعد وہ اُسکے کُل مال کا وارث ہووے یا اگر وہ نومسلم کچھ قصور کرے تو اُسکی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالات کیا تو یہ عقد صحیح ہے اس صورت میں اگر وہ نومسلم مریگا تو یہ شخص اُس کا وارث ہوگا اور اُسکی طرف سے درصورت ہو جانے جنایت کے تاوان دیگا ف اور شافعیؒ کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہے اور ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالات میں اُتری ہے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے تمیم داریؓ سے کہ پُوچھے گئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہے اُس شخص میں کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپ نے وہ شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہے اُس نومسلم کا حیات اور ممات میں ہدایہ ص لیکن مولی الموالاۃ اُس صورت میں وارث ہوگا کہ اُس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہ ہو ذوی الارحام میں سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اُس شخص کی طرف سے یا اُس کے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہیں دیا ہے تو اُس کو درست ہے کہ اُس کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا مولے الموالاۃ بناوے وقت حاضر ہونے مولی الموالاۃ اول کے اور اگر تاوان دے چکا تو درست نہیں اور غلام آزاد کو درست نہیں کہ کسی کو مولے الموالاۃ بناوے ف اس واسطے کہ اس کا مولے عتاقہ موجود ہے اور ولاء موالات کی شرط یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہ ہو اور دوسرے وہ شخص مجہول النسب ہووے تیسرے یہ کہ عربی نہ ہووے کیونکہ عربوں کے قبائل موجود ہیں تو اُن کے ہوتے غیر کیسے وارث ہو سکتا ہے کذا فی الاصل واللہ اعلم بالصواب

ص کتاب الاکراہ

ف یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان ص اکراہ وہ فعل ہے جس کو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اُس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اُس کا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنی اکراہ دو قسم ہے ایک وہ جو رضامندی مکرَہ کو فوت کر دیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کر دیوے اُس کے اختیار کو مثلاً تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہو جانا عام ہے فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب میں رضامندی فوت ہو جاتی ہے لیکن اختیار صحیح رہتا ہے اور قتل کی صورت میں بھی رضامندی فوت ہوتی ہے اور اختیار بھی صحیح نہیں رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے تحقیق اُسکی یہ ہے کہ رضا کے مقابلے میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلے میں جبر ہے تو حبس یا ضرب کے اکراہ میں بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار موجود ہے ساتھ وصف صحت کے اِس واسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہے کہ تلفِ جان یا عضو کا خوف ہووے آدیکھو جس امر میں جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہے اُس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت میں جبلی اور خلقی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ توت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روکتی ہے بلند مکان سے گرنے سے یا آگ میں پڑنے سے درصورت

گمان تلف کے تو اُس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن اختیار ضروری ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح اُس اکراہ میں جو تلف جان یا
عضو سے ہووے اختیار ہے باز رہنے کا مظنۂ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہے اس لئے کہ انسان اس پر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہے
باوصف اس کے اہلیت دونوں قسم کی اکراہ میں باقی ہے ملجی اور غیر ملجی میں واسطے پائے جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل ص اکراہ کی
شرطیں یہ ہیں کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اُس امر پر جس کا خوف دلاتا ہے برابر ہے کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً
زوج اپنی زوجہ کے حق میں اسی طرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے اُس کے تلف نفس کی تخویف
سے تو قاتل پر قصاص نہیں ہے اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی
ص اور امام اعظمؒ سے ایک روایت ہے کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہیں کرسکتا تو شاید یہ قول اُنکا بنظر اپنے زمانے کے ہووے ف والا بنظر
زمانۂ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کرسکتے ہیں ہدایہ ص دوسری یہ کہ مُکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اِس بات کا کہ مُکرہ اُس کے ساتھ وہ امر کریگا
جس کا خوف دلاتا ہے تیسری یہ کہ وہ امر جس کا مکرہ خوف دلاتا ہے ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم و اندوہ کو موجب ہووے جو اُسکی
رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیئے کہ یہ غم امر مختلف ہے باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کہ کبھی اُنکو ضرب
اور حبس سے کچھ باک اور غم نہیں ہوتا تو اُن کو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہ ہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک
سخت کلمہ کہنے سے نہایت درجے اندوہ و ملال ہوتا ہے تو اُنکے حق میں اسی قدر اکراہ کیلئے کافی ہے کذا فی الاصل ص چوتھی یہ کہ مُکرہ اُس کام کے کرنے
سے جس پر جبر کیا جاتا ہے رُکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کیلئے جیسے اپنا مال بیچڈالنے یا تلف کرنے میں یا اپنے غلام آزاد کرنے میں یا دوسرے کے حق کیلئے
جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے میں یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے یا زنا کرنے میں تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا تخویف قتل یا ضرب شدید
یا حبس مدید ف برخلاف ضرب خفیف اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کیلئے اسی قدر کافی ہے دُر مختار ص یہانتک کہ اُس نے
اُس جبر کے سبب سے اپنا مال بیچڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اُوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اُس شخص کو اختیار ہے کہ اُن
عقود کو فسخ کرڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہ ہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح ساقط نہ ہوگا مشتری کی موت اور
چند مرتبہ دست بدست اُسکی بیع ہو جانے سے یا مبیع میں زیادت ہوجانے سے درمختار ص یا اُن کو نافذ کردیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہیں گے
اُسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل اسی لئے اگر مشتری اُس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع کے بیچا ہے اپنے
قبضے میں کرکے آزاد کردیوے تو اعتاق اُس کا صحیح ہو جاویگا اور مشتری پر اُسکی قیمت واجبی لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات ہیں جن کا
نقض نہیں ہوسکتا وہ سب صحیح ہو جاویں گے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ درمختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اُس چیز کی لے لی یا مبیع کو
خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہوگئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہ ہوگی بلکہ بائع اگر اُس کے پاس وہ ثمن باقی رہے تو پھیر سکتا ہے
ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو اُس پر تاوان کچھ نہ ہوگا اِس لئے کہ اُس کے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شئے کو
بیچا اور مشتری نے بلا جبر اُسکو خریدا بعد اُس کے وہ مبیع مشتری پاس تلف ہوگئی تو اُسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہے کہ اُسکی قیمت
کا تاوان خواہ مشتری سے وصول کرے خواہ اُس شخص سے جس نے اُس پر جبر کیا تھا تو اگر اُس نے مُکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کرلیوے
اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی ف یہاں پر دو مسئلے
ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری
سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری
ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں

جائز ہو جاویگی اور مصنفؒ نے اِن دونوں مسئلوں کو خلط کر دیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مُردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر یا سُوئر کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو اِن چیزوں کا تناول درست نہیں ف اِس واسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو اسمیں ضرورت نہیں اور یہ چیزیں مستثنٰی ہیں حُرمت سے وقت اضطرار ملجی اور مخمصہ کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہے ف اِس واسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہے اور یہاں ضرورت واقع ہے اور اِن چیزوں کی حُرمت سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنٰی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اُوپر تمہارے مُردار اور لہو اور گوشت سُوئر کا اور جو کچھ پکارا جاوے اُوپر اُس کے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہو نہ حد سے نکل جانیوالا اور نہ تجاوز کرنیوالا سو نہیں ہے گناہ اُوپر اُس کے ص سو اگر اُس نے صبر کیا اور قتل ہو گیا اور اُن چیزوں کو نہ کھایا تو گنہگار ہو گا جیسے حالت شدت بھوک میں ف اگر اِن چیزوں کو نہ کھاویگا گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کیلئے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہ ہو گا در مختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر[1] یا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بُرا کہنے پر تو اُس کو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دلمیں اپنا اعتقاد اور یقین مضبوط رکھے ف اور اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہیں ہے دلیل اسمیں قول ہے اللہ تعالےٰ کا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اُس کا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے انتہیٰ اور روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں محمد بن عمار بن یاسرؓ سے کہ مشرکین نے اُنکے باپ عمار بن یاسرؓ کو پکڑا تو نہ چھوڑا اُنکو یہانتک کہ بُرا کہوایا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتوں کی تو جب آئے عمارؓ حضرتؐ پاس سو ذکر کیا اُنھوں نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرتؐ نے کہ کِسطرح پایا تُونے اپنے دل کو کہا عمارؓ نے کہ میرے دل میں ایمان مضبوط تھا تب فرمایا حضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کریں تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی دُر مختار میں ہے کہ اگر توریہ[2] کا خیال اُس کو آیا اور اُس نے توریہ نہ کیا تو عورت اُس کی دیانۃً اور قضاءً بائن ہو جاویگی اور جو اُس کے دلمیں توریہ کا بالکل خیال نہ آیا اور دل میں اُس کے ایمان مضبوط تھا تو عورت اُسکی بائن نہو گی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہو جاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل وقطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید میں رخصت نہیں ہے ف اِس واسطے کہ عمار بن یاسرؓ اور خبیبؓ دونوں اس آفت میں مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسرؓ نے رخصت پر عمل کیا اور خبیبؓ نے نہ کہا یہانتک کہ سولی دیے گئے تو نام اُنکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّد الشہدا رکھا کذا فی الاصل والہدایۃ ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر ف یا ذمّی کے مال تلف کرنے پر ص تو اُس کو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے ف اور اگر تلف نہ کریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا در مختار ص اور صاحب مال تاوان اُس کا مُکرِہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے لیگا نہ مُکرَہ بالفتح سے یعنی جس پر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر ف یا اُس کے کسی عضو کاٹنے پر یا گلا دابکے مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی میں ڈبونے پر یا زنا کرنے پر ص تو اُس کو رخصت نہیں ہے کہ اِن کاموں کو کرے باینہمہ اگر اُس نے قتل کر ڈالا تو قصاص مُکرِہ بالکسر پر ہو گا نہ مُکرَہ بالفتح پر ف اور زفرؒ کے نزدیک مُکرَہ بالفتح پر اور شافعیؒ کے نزدیک دونوں پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی پر نہ ہو گا کذا فی الاصل اور دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے اور اگر اُس نے زنا کیا تو حد نہ پڑیگی استحساناً بلکہ زانی ماموز مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہووے اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہو جاتے در مختار ص صحیح ہے نکاح اور طلاق اور عتاق مُکرَہ کا ف اِسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہو جاتے ہیں اکراہ سے جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے کذا فی الاصل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق میں گزرے ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اُس نے طلاق دیدیا تو مُکرَہ بالفتح مُکرِہ بالکسر سے نصف مہر مسمّٰی[3] ف ورنہ نصف متعہ اگر مہر مقرر نہ ہو در مختار ص جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت

[1] ف اس کے تمامی حقوق اللہ میں جیسے روزہ توڑ ڈالنا ۔ وہ مکان کار کرنا یا حالت احرام میں شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہو کذا فی الاختیار ۱۲ [2] توریہ کی صورت یہ ہے کہ کفر یا شتم میں خبر م

جب ہے کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہووے اور جو وطی کرچکا ہووے تو کچھ پھیر نہیں سکتا ف اس لئے کہ مہر اُس پر وطی سے واجب ہو چکا تھا ص اسی طرح عتاق میں قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے آور صحیح ہے نذر اور یمین اور اظہار اور رجعت اور ایلاء اور رجوع ایلاء سے حالت اکراہ میں اور جائز ہے اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا ف یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہوگیا تو اُسکو قتل نہ کریں گے جیسے اور مرتدین کو قتل کریں گے اسواسطے کہ اُس کے اسلام میں شبہہ ہے کہ شاید اُس نے دل سے قبول نہ کیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اس لئے صحیح ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں اس بات کا کہ قتال کروں لوگوں سے یہاں تک کہ کہیں وہ لوگ لاالٰہ الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کا اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین میں یوں ہے کہ مجھ کو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کروں لوگوں سے یہانتک کہ وہ شہادت دیں اس بات کی کہ لاالٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوٰۃ کو تو جب اُنھوں نے اِن کاموں کو کیا بچالیا اُنھوں نے مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب اُنکا اللہ پر ہے انتہیٰ ص صحیح نہیں حالتِ اکراہ میں معاف کردینا اپنے مدیون کے دَین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کردیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کے کی تو یہ اکراہ نہیں ہے اِس صورت میں ہبۂ مہر نافذ ہوگا اسی طرح اگر شوہر نے اپنی زوجۂ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا اِلّا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اُس نے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہے اِس لئے کہ یہ اُس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا اور مختار ص یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہوجانا تو اُسکی زوجہ بائن نہ ہوگی آور اگر زنا کرے گا حالتِ اکراہ میں تو اُس پر حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے تو حد ساقط ہوجاوے گی ف یہ فرق امام صاحبؒ کے نزدیک ہے آور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑے گی جیسا اُوپر گزرچکا

ص کتابُ الحجر

حجر کہتے ہیں تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہیں جیسے بیع اور شراء اور ہبہ وغیرہ اور تصرفات فعلی جو برخلاف اس کے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر میں صرف تصرف قولی نافذ نہیں ہوتا نہ تصرفات فعلی جو افعال جوارح ہیں چنانچہ اگر صبی نے کسی کا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون میں کذا فی الاصل ص حجر کے سبب تین ہیں ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پن کے تو صحیح ہے طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی ہو اس طرح پر کہ اُس سے افعال واقوال بطریقہ عقلانہ ہوسکیں مگر کبھی کبھی آور غیر مغلوب وہ ہے جس کے کلمات مختلط ہوں یعنی کبھی کلام اُس کا بطور عقلاء کے ہووے اور کبھی بطور مجانین کے اور اُس کو معتوہ بھی کہتے ہیں اُس کا حکم آگے آوے گا کذا فی الاصل ص اور اعتاق اُن دونوں کا اور اقرار اُن کا اور صحیح ہے طلاق غلام کا اور اقرار اُس کا اپنی ذات پر نہ اُس کے مالک کے حق میں تو اگر غلام مجور نے کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اُوپر تو اُس کا مطالبہ بعد آزادی کے اُس سے کیا جاویگا آور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُس پر فی الحال قائم کیا جاویگا جو شخص اِن تینوں میں سے ف یعنی عبد اور صبی اور مجنون ص کوئی عقد ایسا کرے جسمیں اُمید نفع اور ضرر دونوں کی ہووے اور وہ اُس عقد کو سمجھتا ہو اور قصد کرتا ہو تو موقوف رہے گا اُس کے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیوے تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہوگا ف مجنون سے یہاں وہ مجنون مراد ہے جو بیع و شراء کو جانتا ہے اور اُس کا قصد کرتا ہے اگرچہ مصلحت کو اُس کے مفسدہ سے ممتاز نہیں کرسکتا اور وہی معتوہ ہے جو غیر کیطرف سے وکیل ہوسکتا ہے آور عقد میں یہ قید کہ اُمید نفع اور ضرر دونوں کی ہووے اِسواسطے لگائی کہ جس عقد میں محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے اور جس میں محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہیں کذا فی الاصل ص اور جو کوئی چیز تلف کردیویں تو ضمان دیں گے ف اس لئے کہ افعال میں مجور نہیں ہیں جیسا کہ گزرا برابر ہیں کہ عاقل ہوں یا غیر عاقل ص

اور حجر نہیں کیا جاویگا جو شخص حُر مکلف ہو بسبب سفاہت کے **ف** سفاہت سے مراد اسراف مال اور اُس کا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے **کذا فی الدرر ص** یا فسق کے یا قرض کے **ف** یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سفیہ پر حجر ہو سکتا ہے اور یہی مفتٰی بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہوویں تو قاضی اُسکو مجبور کرلے اور اُسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اُس کو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اُن دیون کے جن کے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اُس شخص کا مال گواہوں سے ثابت ہو جاوے تو مقرلہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دَین وصول کریگا اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہو سکتا ہے واسطے زجر کے **کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص** البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر **ف** مفتی ماجن وہ مفتی ہے جو لوگوں کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ بائن ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اُس سے زکوٰۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے **ص** اور طبیب جاہل پر **ف** طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا ئے مہلک پلا دیتا ہووے خواہ اُس کو مہلک جانتا ہووے یا نہ جانتا ہووے اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اُس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہووے **کذا فی الطحطاوی ص** اور مکاری مفلس پر **ف** یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دے سکے تب کرایہ دار اپنے رفیقوں سے چھوٹ جاوے **کذا فی الاصل ض** حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہووے تو اُس کے دفع کے لئے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہے **طحطاوی ص** اور جو صغیر بالغ ہو جاوے اور بیوقوف رہے تو اُس کا مال اُسکو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ پچیس برس کو پہونچے **ف** درر میں ہے کہ پچیس برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جب کہ وہ پچیس برس کا ہو جاتا ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ روکنا مال کا اُس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہیں ہوتی کیا تو نہیں دیکھتا کہ پچیس برس کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہے انتہٰی دادا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ ادنیٰ مدت بلوغ لڑکے کی بارہ برس ہیں اور ادنیٰ مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجیئے کہ بارہ برس کی عمر میں اُس نے نکاح کیا اور چھ مہینے میں اُس کا لڑکا پیدا ہوا اب اُس لڑکے کا بارہ برس کے سن میں نکاح ہوا اور چھ مہینے میں اُس کا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اِس کے اُسکی عمر پچیس برس ہے **کذا فی الاصل ص** تو اگر تصرف کرے گا قبل اِس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس برس کے مال اُس کا اُسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف رہے اور ہوشیار نہ ہووے شخص آزاد اگر مدیون ہووے تو قاضی اُسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادائے دَین کیلئے بیچے اور جو اُس کے مال میں روپئے یا اشرفیاں ہوویں اور قرض بھی روپئے یا اشرفیاں ہوویں تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اُسکے مال سے اور جو قرض اشرفیاں ہوویں اور مال میں روپئے ہوویں یا قرض روپیہ اور مال اشرفیاں تو بھی قاضی کو بیچ ڈالنا بغیر اُس کے امر کے واسطے ادائے دَین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اُس کی قاضی نہ بیچے مگر اُس کو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اُس کا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصوں کے ادا کر دیوے **ف** اور صاحبینؒ کے قول پر فتوٰے ہے **دُرمختار ص** ایک شخص مفلس ہو گیا اور اُس کے پاس وہ چیز ہے جو اُس نے خرید کی لیکن ہنوز ثمن نہیں ادا کی تو اُس کا بائع اور قرضخواہوں کے ساتھ حصہ مساوی ہے **ف** یعنی وہ چیز بیچ کر سب کو حصہ رسد اُس کی قیمت میں سے دیا جاوے گا یہ نہ ہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اُس کے جو بچے تو وہ اور قرضخواہوں کو ملے اور شافعیؒ کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کر کے بائع کو اختیار فسخ دیدے گا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

ص فصل حد بلوغ کے بیان میں

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے **ف** اور اصل انزال ہے اِس لئے کہ جبتک انزال نہ ہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اُس سے حاملہ ہوگی **ص** اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے

ف اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہیں ہے بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی ص پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں اِن علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہ ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک دونوں پندرہ برس پورے کے نہ ہوجاویں ف یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہوجاویں تو اُن کو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ یہ علامات ظاہر نہ ہوویں اِسی پر فتوےٰ ہے اِس لئے کہ ہمارے زمانے میں عمریں بہت چھوٹی ہوگئی ہیں در مختار ص اور ادنیٰ مدت بلوغ کی فرزند کے لئے بارہ برس اور دختر کے لئے نو برس ہے تو اگر دونوں قریب بلوغ کے ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ ہم بالغ ہوگئے تو قول اُن کا معتبر ہوگا اور وہ دونوں مثل بالغ کے حکما ہوں گے ف جب ظاہر حال اُنکے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہ ہوگا اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہوچکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کردیویں بدون قسم کے

ص کتاب الماذون

اذن کہتے ہیں حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کردینے کو ف جان تو کہ اصل انسان میں یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب اُس پر غلامی عارض ہوئی اور مولیٰ کا حق اُس سے متعلق ہوگیا تو حق مولیٰ نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولیٰ نے اپنا حق ساقط کردیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اُس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل ص تو جب مولیٰ نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کے لئے تو اُسکی جوابدہی مولیٰ پر نہ ہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن اُسکی مولیٰ سے طلب نہ کیجاویگی اِس لئے کہ اُس نے اپنے لئے خریدی ہے برخلاف وکیل کے کہ وہ مؤکل سے ثمن طلب کرسکتا ہے اِسواسطے کہ اُس نے مؤکل کے لئے خریدا ہے اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک روز کیلئے تو وہ ماذون رہیگا جب تک مولیٰ اُس پر حجر نہ کرے اسی طرح کسی خاص قسم کے ساتھ مقید نہ ہوگا پھر جب مولیٰ نے ایک قسم خاص تجارت کا اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت میں ماذون ہوجائیگا ف مراد یہ ہے کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اُس کا تمام انواع میں عام ہوجائیگا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھالے تو یہ اذن ہوگا اُس کے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینے اتنا غلہ تو مجھے ادا کردیا کر برخلاف اُس صورت کے کہ مولیٰ نے ایک شئے معین کے خرید کی اجازت دی تو یہ اذن نہ ہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت خاص لینا ہے کذا فی الاصل ص اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولےٰ اُسکو خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چُپ رہے تو وہ ماذون ہے ہمارے نزدیک اور اسمیں خلاف زفرؒ اور شافعیؒ کا ہے اور ماذون ہوتا ہے دفع غرور کیلئے اور صراحت سے تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر صاحبینؒ کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہیں اور خرید و فروخت میں وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ اور مساقات اور مزارعت لیوے اور بیج بونے کے لئے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ میں دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئیں بھی کرایہ دیوے نہ شافعیؒ کے نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دَین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اُسکی جو اُسکو کھلادے اور ثمن گھٹادیوے اگر عیب نکلے مبیع میں موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نہ کرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اس لئے کہ اُس میں بھی تحصیل مال ہے اور طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ داخل تجارت نہیں اور نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت کو درست ہے کہ اپنے خاوند کے گھر میں سے ایک شئے قلیل خدا کی راہ میں دیوے ف یہ مسئلہ اگرچہ اِس باب سے نہیں ہے لیکن اسکو بمناسبت ذکر کیا اِس لئے کہ عورت بھی اس قدر صدقہ کیلئے ماذون ہے عادۃً کذا فی الاصل ص

جو دَین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اُسکے حکم میں ہو جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جس کا ماذون نے انکار کیا اور وہ عُقر جو واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اُس غلام کی ذات سے بیچا جاویگا وہ اُس دَین میں اور اُسکی ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہوں کو بطور حصہ رسد اور اُسکی کمائی سے جو قبل دَین کے ہو یا بعد دَین کے اور اُس سے جو چیز اُسکو ہبہ کی گئی تھی اور اُس نے ہبہ قبول کر لیا تھا **ف** یہ ہمارا مذہب ہے آور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ خود دَین میں نہ بیچا جاویگا بلکہ اُسکی کمائی بیچی جاویگی اِسواسطے کہ مولے کی غرض اذن سے استحصال اُس چیز کا ہے جو حاصل نہ تھی نہ فوت کرنا اُس چیز کا جو اُسکو حاصل تھا آور ہم یہ کہتے ہیں کہ دَین ظاہر ہوا مولے کے حق میں تو متعلق ہوگا اُس کے رقبہ سے تا لوگوں کو ضرر نہ ہووے **ص** لیکن وہ دَین متعلق نہ ہوگا اُس مال سے جو ماذون کے مولیٰ نے اُس سے لے لیا تھا قبل لحوق دَین کے اور جو دَین کہ کسب اور ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو اُس کا مطالبہ اُس سے آزاد ہونے کے بعد لیا جاویگا **ف** اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا در مختار **ص** مولے کو ماذون سے وہ رقم مقرر لینا جو قبل لحوق دَین کے اُس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دَین کے بھی جائز ہے **ف** اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہ ہو بعد لحوق دَین کے لیکن اِسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولیٰ اِس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دَین والوں کو نقصان ہووے **ص** اور جو اُس سے بڑھے وہ قرضخواہوں کو ملیگا آور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے تو مجبور ہو جاویگا آور امام شافعیؒ کے نزدیک مجبور نہ ہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اِسواسطے کہ بھاگنا منافی اذن کے نہیں آور ہماری یہ دلیل ہے کہ دلالت حجر کی قائم ہے اِس لئے کہ مولے ازالہ اپنے حق کا غلام سرکش نافرمان سے ہونے پر راضی نہ ہوگا اور جب اُس کو اذن صریح دیا تو اُس سے دلالت حجر فوت ہو جاویگی اور یا مولیٰ مر جاوے یا مولیٰ کو جنون مطبق ہو جاوے **ف** محمد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اِس سے کم ہووے وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی **ص** یا مولیٰ دار الحرب میں مُرتد ہو کر چلا جاوے یا مولے اُس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والوں کو اُسکی خبر ہو جاوے واسطے دفع غرور کے آدمیوں سے تو اِن سب صورتوں میں وہ غلام مجبور ہو جاویگا آور لونڈی ماذونہ کو اگر اُم ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک آور امام زفرؒ کے نزدیک نہ ہوگی آور جو مدبر کیا تو مجبور نہ ہوگی لیکن مولے کو لونڈی کی ذات کی قیمت اُسکے قرضخواہوں کو دینا ہوگی **ف** یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت میں اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دَین محیط ہو تو مولے تاوان اُس کا بقدر اُسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اِس لئے کہ مولیٰ نے اِن تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اُسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل **ص** اگر غلام مجبور ہو گیا بعد اُس کے اُس نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانۃً یا غصبًا ہے یا اپنے اُوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اِسواسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحبؒ کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذا فی الاصل **ص** اگر اُس غلام پر اِس قدر قرضہ ہو کہ اُس کی ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولے اُس مال کا جو اُس کے پاس ہے مالک نہ ہوگا **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک مالک ہوگا اِس واسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولیٰ کی تو اُسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ مِلک ہوتی ہے مولے کی بطور خلافت غلام کی طرف سے ثابت ہوئی جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے خوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور ما نحن فیہ میں مال غلام کے حوائج سے فارغ نہیں ہے کذا فی الاصل **ص** تو ایسی صورت میں اگر مولے اپنے غلام کے غلام کو آزاد کر دیگا تو آزاد نہ ہوگا **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولیٰ اُسکی قیمت کا تاوان قرضخواہوں کو دیگا کذا فی الاصل **ص** اور جو دَین اُس کے مال اور ذات کو محیط نہ ہوگا تو غلام کا غلام مولیٰ کے آزاد کر دینے سے آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولیٰ کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولے اُس کے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے **ف** یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دَین محیط ہووے اس لئے کہ اِس صورت میں مولے اجنبی ہے اُس کے مال میں آور صاحبینؒ کے نزدیک اگر کم قیمت سے مولیٰ کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور مولے کو اختیار

ہو گا محابات اور نقص بیع میں اِس لئے کہ دفع ضرر غرباسے اِس طرح ہو سکتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں بسبب تہمت کے کذا فی الاصل اور جو دَین محیط نہ ہووے تو بیع ہی ناجائز ہے ص تو اگر مولیٰ نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اِس صورت میں مولیٰ کو حکم ہو گا کہ یا زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولیٰ نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولیٰ کو قیمت نہ ملیگی ف اسلئے کہ مولیٰ نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اُسکی نہیں لی تو مولیٰ کا حق ذات مبیع میں باطل ہو گیا اور دَین غلام پر رہا اور مولیٰ کا دَین غلام پر شرعاً باطل ہے اِس صورت میں ثمن باطل ہو گی کذا فی الاصل ص اور مولیٰ کا حق ہے کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگرچہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ دَین محیط ہو یا نہ ہو لیکن مولیٰ اُسکو آزاد کر سکتا ہے اسلئے کہ ملک اُسکی غلام میں باقی ہے اور دَین اور قیمت میں سے اُس غلام سے جو کم ہو گا اُس قدر مولےٰ کو تاوان دینا ہو گا ف یعنی اگر دَین کم ہو گا تو مولے دَین ادا کرے گا اور جو دَین اُسکی قیمت سے زیادہ ہو گا تو مولے صرف قیمت دیوے گا قرضخواہوں کو اِس لئے کہ قرضخواہوں کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولیٰ نے اُسکو تلف کر دیا تو قیمت کا تاوان دینا ہو گا کذا فی الاصل ص اور جو دَین اُسکی قیمت سے زیادہ ہو گا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جس پر دَین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اُسکو غائب کر دیا تو قرضخواہوں کو اُس کے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اُسکی لے لیویں یا مشتری یا بائع سے اُسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیویں تو اگر وہ تاوان لیویں بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرضخواہوں کو اُس نے دیے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہوں کا حق پھر غلام سے متعلق ہو جاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگرچہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہے تو اب بھی قرضخواہوں کو پہونچتا ہے کہ بیع کو رد کر دیویں اگر اُسکی ثمن اُسکو نہ پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع میں قیمت سے کچھ کمی نہ ہووے تو بیع رد نہیں کر سکتے اور جو کمی ہووے تو کمی مٹا دی جاوے یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری منکر ہو دَین کا اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہیں کر سکتے طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خصومت کر سکتے ہیں[له] اگر ایک غلام شہر میں آیا اور اُس نے کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں اور اُس نے مجھے اذن دیا ہے تجارت میں اور وہ خرید و فرخت کرتا ہے تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح جو اُس نے سکوت کیا اذن و حجر سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہو جاویگا تو وہ قرضے کے لئے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولیٰ اقرار کرے اُس کے ماذون ہونیکا ف اِس لئے کہ جب تک مولیٰ نے اقرار نہیں کیا اذن کا تو دَین اُس کے حق میں ظاہر نہ ہوا اور معاملہ کرنے والوں نے نقصان اُٹھایا اِس لئے کہ اُنھوں نے ظاہر حال پر بھروسہ کیا اور مولیٰ نے اُنکو کچھ دھوکا نہیں دیا کذا فی الاصل ص نابالغ کا تصرف[۲] اگر محض نافع ہو ف یعنی کسی طرح کا ضرر اُس میں نہ ہووے ص جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے ف اگر وہ صبی عقل رکھتا ہو تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ حالت نابالغی میں مسلمان ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمامؒ نے کہ اخراج کیا بخاریؒ نے تاریخ میں عروہؓ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکمؒ نے مستدرک میں طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علیؓ ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علیؓ کے سپرد کیا روز بدر کے اور اُن کی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط شیخینؒ کے کہا ذہبیؒ نے کہ یہ حدیث نص ہے اِس بات پر کہ حضرت علیؓ سات یا آٹھ برس کی عمر میں ایمان لائے اور مروی ہے حضرت علیؓ سے یہ شعر سبقتکم الی الاسلام طرا + غلاما ما بلغت اوان حلم یعنی سابق ہوا میں تم پر طرف اسلام کے سب پر + حالانکہ میں لڑکا تھا کہ سن احتلام کو نہیں پہونچا تھا + روایت کیا اُس کو بیہقیؒ نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکرؒ نے تاریخ میں ص اور جو محض ضارر یعنی نقصان دینا پہونچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق ف اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ ص تو جائز نہ ہو گا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جس میں نفع اور ضرر دونوں کا احتمال ہے جیسے بیع اور شرا تو موقوف رہے گا ولی کے اذن پر ف اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہو گا

ورنہ باطل ہو جاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اُس کا مثل عبد ماذون کے ہوگا ص نابالغ کے تصرف صحیح ہونے کی اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنے والا اور شرا کو ملک میں لانے والا اور ولی نابالغ کا پہلے اُس کا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہ ہو تو باپ نے جس کو وصی کیا ہووے ف پھر اُس کے وصی کا وصی دُر مختار ص پھر اگر وہ بھی نہ ہو تو دادا کتنا ہی دور کا ہووے پھر دادا کا وصی ف پھر اُس کے وصی کا وصی دُر مختار ص پھر قاضی یا اُس کا وصی ف اول دونوں صورتوں میں پھر وصی کہا اور یہاں یوں کہا کہ یا وصی اُس کا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جس کو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات میں لیکن وہ شخص جس کو ولی نے حالتِ حیات میں اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا میں لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جس کو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال میں تصرف کرنے کے لئے تو وہ قاضی کی زندگی میں بھی تصرف کرے گا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہے مگر وصی قاضی کو وصی اِس لئے کہتے ہیں کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہے اور اُس نے وصی کیا اُس کو کذا فی الاصل اور ماں یا اُس کے وصی مال میں تصرف نہیں کرسکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کے ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی ص اگر صبی ماذون نے اپنے ورثا کی کمائی کے مال میں اقرار کیا کہ اس قدر مال فلاں شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے مورث کے متروکہ کے مال میں اقرار کیا اور امام اعظمؒ سے ایک یہ روایت ہے کہ صحیح نہیں ارث میں

ص کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان میں غصب شرع میں عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اس طرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے ف تو غصب مُردار میں نہ ہوگا اِس لئے کہ وہ مال نہیں ہے اسی طرح شخص آزاد میں اور نہ مسلمان کی شراب میں کیونکہ وہ قیمت دار نہیں ہے اور نہ حربی کے مال میں اِس لئے کہ وہ محترم نہیں ہے اور قول اُس کا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اِس واسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحابؒ کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضۂ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضۂ ناحق کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک غصب نام ہے قبضۂ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضۂ حق زائل کرنا شرط نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ کلام ہمارا اُس فعل میں ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہیں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہیں اِس لئے کہ اثبات قبضۂ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہ ہووے اور اسی سبب سے غصب عقار میں اختلاف ہے اور آگے اُس کا ذکر آوے گا اور ان ہی مسائل میں سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل ص تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا ف اِس لئے کہ اول کی دونوں صورتوں میں نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضۂ مالک کا ہوگیا اور تیسری صورت میں فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی تصرف اُس میں ایسا نہیں کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متفرع کیا کہ مویشی کا دُور کر دینا مالک سے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاویں اور کسی کو پکڑے رہنا یہاں تک کہ دوسرا اُس کا دانت اُکھاڑ لیوے ہمارے نزدیک غصب نہیں ہے اور شافعیؒ کے نزدیک غصب ہے اور ان دونوں مسئلوں کی تفریع مستقیم نہیں ہے اِس لئے کہ اثبات قبضۂ ناحق یہاں مفقود ہے پھر ایک اور قید تعریف غصب میں لگانا ضرور ہے کہ اُس مال کا لے لینا بطور اخفا نہ ہووے تاکہ چوری نکل جاوے کذا فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہے کہ غاصب گنہگار ہوتا ہے اگر اُس کو معلوم ہووے کہ شئے مغصوب غیر کا مال ہے ف ورنہ گنہگار نہ ہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور رد عین درصورت بقا ہر طرح واجب ہے طحطاوی متفق علیہ حدیث میں سعید بن زید سے مروی ہے کہ فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لیگا تو اللہ تعالے سات طبقوں زمین کا اُس کے گلے میں طوق ڈالے گا اور بخاریؒ کی روایت میں ہے کہ ساتوں زمین تک دھنسا دیا جاویگا اور امام

احمدؒ نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لے گا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اُسکی مٹی اُٹھاوے
اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لی تو اللہ تعالےٰ اُس کو تکلیف دیگا اُس کے کھودنے کی ساتویں زمین
کے آخر تک پھر طوق ڈالے گا اُس کے گلے میں دن قیامت تک یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہووے اِن حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
زمینؔ بھی سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں ص اور جب تک شے مغصوب غاصب کے پاس قائم ہے تو اُس کا پھیر دینا لازم ہے اور درصورت
تلف ہوجانے کے تاوان اُس کا دینا واجب ہے ف اِس لئے کہ روایت کیا ابو داؤدؒ و ترمذیؒ و نسائیؒ ابن ماجہؒ نے سمرۃ بن جندبؓ سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو اُس نے لے لی ہے یہاں تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نہیں حلال ہے کِسی کو کہ لے لیوے چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم میں سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو
پھیر دیوے اُس کو روایت کیا اِس کو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور روایت کی احمدؒ اور ابو داؤد و نسائیؒ نے سمرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہے اُس کا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہے جیسے وہ چیزیں
جو وزن کرکے یا پیمانے میں بھر کے بکتی ہیں یا شمار کر کے لیکن مقدار میں قریب قریب ہیں ف جیسے اخروٹ وغیرہ اصل میں یہاں تفصیل و
تحقیق ہے ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت درمختار ص اُس کی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام
محمدؒ کے نزدیک جو قیمت اُس شے کی بازار میں نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی
دینا پڑے گی خزانہ میں ہے کہ قول امام ابو حنیفہؒ کا اصح ہے اور تحفہ میں ہے کہ وہ قول صحیح ہے اور نہایہ میں ابو یوسفؒ کے قول کو مختار کہا ہے اور
ذخیرۃ الفتاوی میں محمدؒ کے قول کو مفتی بہ رکھا ہے طحطاوی اور دلائل سب کے اصل میں مذکور ہیں ص اور جو وہ چیز غیر مثلی ہے جیسے وہ چیزیں
جو شمار سے بکتی ہیں اور ایک دوسرے میں فرق رکھتی ہیں مثل جانور وغیرہ کے تو اُسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اِسی طرح جو
مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہوں اور جو ملے ہوں یا تلوں کا تیل زیتون کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اس کے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہووے تو اُسکی قیمت دینا ہوگی ص تو اگر غاصب کہے کہ شے مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اُسکو قید کرے یہاں تک کہ معلوم
ہوجاوے یہ بات کہ اگر شے مغصوب اُس کے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ مفوض بہ راے
حاکم ہے تبیین ص پھر اُس پر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثلی ہو اگر شے مغصوب مثلی ہووے یا قیمت اگر وہ شے غیر مثلی
ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شے مغصوب غاصب کے پاس تلف ہوگئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ میں نے مالک کو پھیر دی اُسکے پاس
تلف ہوئی اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اَولیٰ ہوں گے ف اور غصب کی شرط یہ ہے کہ شے مغصوب اموال منقولہ میں سے
ہووے ص تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار ف یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین وغیرہ ص غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک
ہوگیا ف آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا ص تو غاصب ضامن نہ ہوگا شیخینؒ کے نزدیک اور محمدؒ
کے نزدیک ضامن ہوگا ف اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار اور دلائل سب کے اصل میں مرقوم ہیں ص اور
اگر اسمیں کوئی نقصان ہوگیا اُس کے فعل سے جیسے اُسکی سکونت سے مکان بگڑ گیا یا اُسکی کشتکاری سے زمین میں نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضامن
ہوگا ف باجماع سب علماء کے ص جیسے منقول میں نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کر کے اُس کو مزدوری میں لگایا اور اس
وجہ سے وہ غلام بیمار یا دُبلا ہوگیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا ف اگر مثلاً باغ غصب کر کے اُس کے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا
درمختار ص غاصب نے اگر شے مغصوب کو اجارہ دیکر اُس کا کرایہ لیا تو اُس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دیوے اِسی طرح شے مستعار کی اُجرت کو
بھی للہ دیوے ف یعنی فقراء کو تقسیم کر دیوے اپنے صرف میں نہ لاوے ص اسی طرح جو نفع اُس نے کمایا شے مغصوب یا مستعار میں

تصرف کرکے بشرطیکہ وہ شے اشارہ کرنے سے متعین ہووے ف یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہ ہووے ص یا امانت کے یا غصب کے روپیوں کے بدلے میں کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیے اور اُس میں نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے میں خریدا اور ادا اور روپے کیے یا خریدا اور روپیوں کے بدلے میں یا مطلق روپیوں کے بدلے میں خریدا اور ادا وہ روپیہ کیے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اس کو تصدق کرنا ضرور نہیں ہے اور اپنے صرف میں لاسکتا ہے اسی پر فتویٰ ہے ف اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہیں ہے اگرچہ بعد ادائے ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ نوازل میں ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر حال میں حلال ہے جب جنس مختلف ہووے در مختار ص اگر غاصب نے ایک شے کو غصب کرکے اُسمیں ایسا تغیر کیا جس سے اُس کا نام بدل گیا اور اعظم منافع ف یعنی اکثر مقاصد اُس کے ص فوت ہو گئے ف جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اُس کو یا بھونا اُس کو یا گیہوں کو غصب کرکے اُس کو پیس ڈالا کہ نام اُس کا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اُس کے جیسے ہریسہ گھنگنیاں وغیرہ فوت ہو گئے ص تو غاصب پر تاوان اُس کا واجب ہوگا اور غاصب اُس کا مالک ہو جاوے گا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اُس کو نفع لینا اُس شے سے درست نہیں ہے ف اور جب تاوان اُس کا دیدے یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اُس سے تاوان لے لیوے تو درست ہے ص مثال اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کرکے اُس کو ذبح کیا پھر اُس کو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہوں غصب کرکے اُس کو پیس ڈالا یا کھیت میں بو دیا یا لوہا غصب کرکے اُسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کرکے اُس کے برتن بنا لیے یا ساگون یا اینٹ غصب کرکے اُسکی عمارت بنوالی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے کہ اُس کی صنعت متقومہ نے کر دیا حق مالک کا ہلاک ایک وجہ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حق مالک کا اُس سے منقطع نہیں ہوگا اِس لئے کہ عین باقی ہے اور نہیں اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اِس واسطے کہ وہ ممنوع ہے پس نہ ہوگا سبب ملک کا ف بشرطیکہ قیمت عمارت کی اُس ساگون کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اُس کو بیچکر ثمن اُسکی ولادی جائے قاعدۂ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کریں گے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لے لیگا در مختار ص اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے اُسکی اشرفی روپے بنوا ڈالے یا برتن بنوا لیے تو اُس کا مالک نہ ہوگا بلکہ یہ چیزیں مالک کو ولادی جاویں گی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اُس کو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس بکری کو غاصب کو دیوے اور اپنے دام لے لیوے یا بکری مذبوح لے لیوے اور اُس کے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو اس قدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہو جاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اُٹھانے کے قابل نہ رہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اُس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنائی یا درخت گاڑے ف بغیر اذن مالک کے در مختار ص تو اُس کو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اُکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے ف اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمدؒ کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ میں ہر طرح اُکھیڑنے کا حکم ہے اِس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اس کو ابو داؤدؒ نے سعید بن زیدؓ سے ص اگر اُس درخت یا عمارت کا اُکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اُس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہے کہ غاصب کو قیمت اُس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اُس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت کے ساتھ بھی لگا دیں گے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زائد ہوگی مالک غاصب کو دے گا ف دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اُسمیں درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اُکھیڑنے والے درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اُکھیڑی ہوئی عمارت یا درخت میں سے اُسکی اُجرت اُکھیڑنے کی مُجرا کرکے باقی کو قیمت اُس درخت یا عمارت کی قرار دیں گے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اُس درخت کی اگر وہ اُکھیڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اُکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل ص اگر غاصب نے کپڑے کو

سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کر کے اُس کو گھی میں ملایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اُسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اُس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ نقص ہوجاتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سُرخ کا ہے **مسائل ملحقہ** اگر روپئے غصب کر کے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اُس کے عین میں زائل نہ ہوگا اگر چاندی سونا غصب کر کے اُس کے روپئے یا اشرفی بنائی تو مالک اُس کو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شئے کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی اور اُسمیں دوسرے شخص نے مُردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنیوالے کی مملوک ہووے تو اُس کو مُردہ اُکھاڑنا اور زمین کا برابر کردینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُس کو قبر کھودنے کی اُجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اُس کی اُجرت ثابت ہے دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک والد کو اپنے ولد کے مال میں دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے مودع بالفتح کو درست ہے کہ مودع بالکسر کے مال میں سے اُس کے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہاں ممکن نہ ہووے چوتھے حالتِ مسافرت میں اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقار کو اُس کا اسباب بیچنا اور اُسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثا کو دینا درست ہے اور اُن پر تاوان نہیں ہے **کذا فی الدرالمختار والاشباہ**

ص مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان میں

غاصب نے شئے مغصوبہ کو چھپادیا اور مالک کو اُسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اُس شئے کا مالک ہوجاویگا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ ہوگا **کذا فی الاصل** اور دلیل اُنکی اور ہماری اصل میں مذکور ہے تو غاصب اُسکی کمائیوں کا بھی مالک ہوجاویگا نہ اُسکی اولاد کا **درمختار ص** قیمت مغصوب غائب میں اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہوں سے ثابت نہ کرے **ف** تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نہ کرے تو اُس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اُس کو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہیں **درمختار ص** اگر غاصب نے مالک کو شئے مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اُس کے وہ شئے بھی پیدا ہوئی اور قیمت اُس کی زیادہ نکلی اُس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شئے لے لیوے اور قیمت غاصب کو واپس کردیوے یا اُسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہوں سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شئے مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہ ہوگا اگر غاصب نے شئے مغصوبہ کو بیع کرڈالا بعد اُسکے اُس کے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہ ہوگا اور زوائد شئے مغصوب کے خواہ متصل ہوں جیسے غلام مغصوب موٹا ہوجاوے یا حسین ہوجاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہوں گے تو اُس کا تاوان نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا **کذا فی الاصل ص** اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچے سے اُس کے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی بعد اُس کے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب

اُس کی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا برخلاف عورت حرہ کے ف کہ اگر اُس سے زنا کر کے حالت حمل میں پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہیں ہے کہ اسمیں غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہ ہوگا ف برابر ہے کہ غاصب شے مغصوب سے منفعت اُٹھاوے مثلاً مکان میں سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہے باجر مثل دونوں صورتوں میں اور امام مالکؒ کے نزدیک مضمون ہے اگر اس سے پورا نفع لیا ورنہ نہیں کذافی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب یا سوٗر تلف کر دیا تو اُس پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی کی شراب یا سوٗر تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک لازم نہ ہوگا اس لئے کہ ذمی تابع مسلم کا ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ چھوڑا گیا ہے اپنے اعتقاد پر اور اگر مسلمان کی شراب غصب کر کے سرکہ بنا ڈالا اُس طور سے جس میں کچھ دام خرچ نہیں ہوتے جیسے دھوپ میں رکھ کے یا مردہ جانور کی کھال لیکر اُسکی دباغت کی اُس چیز سے جس میں دام خرچ نہیں ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اُس کو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اُس کو تلف کر ڈالے تو ضامن ہوگا اور اگر اُس کا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہو جاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملے گا ف یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک اُس کو لے لیگا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کرے گا کذافی الاصل ص اگر کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ یا مازو سے تو مالک اُسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیوے اور جو غاصب اُس کو تلف کر ڈالے تو ضامن نہ ہوگا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا جو اُس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہووے اور امام صاحبؒ کی دلیل کا فرق اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے ص جو شخص کسی کے گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے ف جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ ص تو اُس پر تاوان لازم ہوگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک لازم نہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہے جو اُسکی قیمت قطع نظر ہووے ہے جیسے ستار میں اُسکی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا ضمان آوے گا ص اور جو طبل غازیوں کا ہے یا دف وہ ہے جس کا بجانا حلال ہے شادی میں تو اُس کا ضمان بالاتفاق آویگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سُکر یا منصف ف سُکر نام ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہو جاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جس کا نصف جل چکا ہووے آگ پر پکانے سے اور بیان اسکا کتاب الاشربہ میں آویگا ص بہا دیوے تو تاوان اُس کا دینا ہوگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اسی طرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا لڑائی کا اور کبوتر اُڑنے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ اِن سب چیزوں کی قیمت تلف کر دینے سے واجب ہوگی جو اُنکی قیمت نفس الامر میں ہووے قطع نظر صنعت معصیت سے درمختار ص اگر کسی شخص نے دوسرے کی اُم ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو اُس پر تاوان لازم نہ آوے گا برخلاف مُدبرہ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں کا تاوان لازم ہوگا اس لئے کہ دونوں متقوم ہیں اور امام صاحبؒ کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ اُم ولد جس شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی پاؤں سے کھولدی یا جانور کی رسی کھولدی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندے کا کھولدیا اور یہ چیزیں جاتی رہیں یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اُس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اُس کے کہے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اُس موذی یا فاسق یا مال پانیوالے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اُس کا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اُس نے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخینؒ کے نزدیک لازم نہیں آتا اس لئے کہ اُسمیں توسط فعل فاعل مختار کا ہے اور در صورت کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخینؒ کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اِن حیوانوں میں بھاگنا خلقی ہے مسائل ملحقہ مترجم اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لے کر پی تو مسلمان پر قیمت اُس شراب کی واجب نہ ہوگی تاوان حکم کرنے والے پر نہیں ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے مگر کئی جگہ ایک سلطان دوسرے باپ تیسرے مولیٰ جب مامور صبی یا عبد ہووے اگر

ع۱۳ اگر یہ چیزیں مسلمان کی ہوں ۱۲

جوڑے میں سے ایک فرد تلف کردے تو فرد باقی بھی اُسی کو دیجاوے اور وہ تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسفؒ نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی اور اُس میں مسجد بنائی اور دُکانیں اور حمام تو اُس مسجد میں نماز کا مضائقہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہیئے اور دُکانوں کا کرایہ لینا بھی درست نہیں اور نماز بھی ہشامؒ کے قول میں مکروہ ہے اور جو لوگ اُن دُکانوں میں مغصوب جانکر رہتے ہیں اُنکی شہادت مقبول نہیں در مختار و طحطاوی ۱۲

ص کتاب الشفعۃ

شفعہ مشتق ہے شفع سے لغت میں جس کے معنی ملانے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار پر جبرًا اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن داموں کو مشتری نے لیا ہے اُنھیں داموں کو جبرًا اُس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہے اور مضبوط ہوجاتا ہے گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اسلئے کہ اگر وہ طلب میں تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اُس نے گواہ کر دیے شفعہ مضبوط ہوگیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اُس عقار کا مالک ہوجاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعوں کی تعداد کے نہ بقدر ملک ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہوں تو وہ عقار علی السویہ سب میں تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین میں تین آدمی شریک ہیں ایک نصف کا دوسرے ثلث کا تیسرے سُدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصّہ بیچا اور دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونوں کو دلایا جاویگا اور شافعیؒ کے نزدیک اُس نصف عقار مبیعہ سے دو حصّے صاحب ثلث کو اور ایک حصّہ صاحب سُدس کو ملے گا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول اُس شریک کو پہونچتا ہے جو ذات مبیع میں شریک ہووے پھر جو حقوق مبیع میں شریک ہووے مثلاً پانی کے حصّے میں یا راہ میں شریک ہووے اور مراد پانی کے حصّے اور راہ سے وہ ہیں جو مخصوص ہوں مثلاً پانی کا حصّہ اُس چھوٹی نہر کا جس میں کشتیاں نہیں چلتیں اور راہ وہ جو نافذ نہیں ہے ف اور جو پانی کا حصّہ یا راہ عام ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا در مختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اُس کے مکان کا دوسرے کوچے میں ہو ف اور جو اس کا دروازہ اُسی کوچے میں ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ شریک ہے حق مبیع میں نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملے گا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملے گا اور جار کو نہ پہونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچیگا لیکن اُسی جار کو جس کی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہے اور جو اُن دونوں کے بیچ میں طریق نافذ موجود ہے تو اُس کو حق شفعہ ثابت نہ ہوگا یہ ترتیب شفیعوں کی اور استحقاق امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہیں ہے ہماری دلیل بہت سی احادیث ہیں پہلی حدیث ابو رافعؓ کی روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالکؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہے روایت کیا اسکو نسائیؒ نے اور صحیح کیا اُس کو ابن حبانؒ نے تیسری حدیث جابرؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے ہمسایے کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ اُن دونوں کی ایک روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے اور راوی اس کے سب معتبر ہیں ان احادیث سے استحقاق ہمسایے کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا جو ترتیب کہ روایت کی صاحب ہدایہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزیؒ نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں شریحؒ سے کہ خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگوں سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھوں نے شریک اول حقدار ہے شفعہ کا تو اگر شریک نہ ہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع احق ہے اپنے سوا اور لوگوں سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع میں شریک ہے تو اُس کا حق

زیادہ ہے بعد اُس کے وہ ہے جو ذات مبیع میں شریک نہ ہووے بلکہ حقوق میں شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے **ص** اور جس کی کڑیاں دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہوں تو وہ بھی ہمسایہ ہے **ف** یعنی شریک نہیں ہے اسی طرح جو ہمسایہ کہ اُس کا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہے کوچہ غیر نافذہ میں تو اسکو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچہ نافذہ میں ہے تو شفعہ نہیں ہے اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اُسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اُس کا اعتبار نہ ہوگا بعد بیع کے پھر طلب کرسکتا ہے شفیع یہ نہیں کرسکتا کہ عقار مبیعہ میں سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اُسکے جوار میں شفعہ نہیں ہے درمختار

باب طلب شفعہ کے بیان میں

ص شفعہ میں تین طلب ضرور ہیں پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پہونچے تو مجلس علم میں شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جن سے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یوں کہے کہ میں نے شفعہ طلب کیا یا میں طالب ہوں شفعہ کا یا میں طلب کرتا ہوں شفعہ کو یہ اختیار ہے کرخی کا اور بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچے اُسیوقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذرا دیر بھی چپ رہیگا تو شفعہ اُس کا باطل ہوگا **ف** یعنی مجلس علم تک اختیار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہے درمختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اختیار کرخی اصح ہے اور متون سب اسی پر ہیں **ص** اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہیں **ف** اس لئے کہ مواثبت کے معنی کودنے اور اچھلنے کے ہیں تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہے گویا شفیع کودتا ہے اور شفعہ طلب کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کرے عقار پر جاکر یا اُس شخص پاس جس کے قبضے میں وہ عقار اُسوقت ہوئے خواہ بائع ہو یا مشتری پس کہے کہ فلاں شخص نے اِس گھر کو خریدا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور تحقیق کہ میں نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہوں تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہیں **ف** جاننا چاہیئے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر کے پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہانتک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اِشہاد نہ کی تو شفعہ اُس کا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ میں ہے کہ جب شفیع مکے کے راستے میں ہووے اور اُس نے بیع کی خبر سُنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسی کو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہ ہووے تو شفعہ اُس کا باقی رہیگا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہوویں اور نہ کرے تو شفعہ اُس کا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل **ص** پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جاکر کہ فلاں شخص نے ایک گھر ایسا خرید کیا ہے اور میں اُس کا شفیع ہوں بسبب اپنے ایک ایسے گھر کے تو حکم کر دو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اِس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمدؒ نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نہ کرے تو اُس کا شفعہ باطل ہوجاویگا اور اسی پر فتویٰ ہے **ف** اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر سے جب تک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نہ کرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتویٰ ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی **ص** اور جس وقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ طلب کرے تو قاضی خصم **ف** یعنی مدعیٰ علیہ مشتری **ص** سے سوال کرے کہ شفیع اس عقار کا مالک ہے جس کے سبب سے دعویٰ شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہے **ف** زیلعیؒ نے کہا ملک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعیٰ علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اُس کے حدود کیا ہیں اِس واسطے کہ اُس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم ہونا چاہیئے اِس لئے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلاقبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اُس کو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اُس کے حدود سے سوال کرے اِسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ

سبب غیر صالح کی وجہ سے دعویٰ کرتا ہووے یا وہ اور شخص احق کے سبب سے محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہ ہو تو اُس سے سوال کرے کہ تجھ کو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سُنا تھا اس لئے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زماں اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور اُس کے پاس اشہاد ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت نہونے دیا ہووے تو دعویٰ اُس کا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعیٰ علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اُس گھر کی ملک کا سوال کرے جس کی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے **طحطاوی ص** تو جب مدعیٰ علیہ اقرار کرے اُس عقار کے مملوک ہونے کا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکورہ کے تو اب قاضی اُس سے سوال کرے کہ تو نے دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے خرید کا یا نکول کرے قسم سے حاصل پر یا سبب پر **ف** جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے شفعہ خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعیٰ علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھ پر نہیں ہے اور جہاں مختلف فیہ ہے جیسے شفعہ جوار تو وہاں قسم سبب پر دیجاویگی اِس طرح پر کہ واللہ میں نے اُس عقار کو نہیں خریدا اِس لئے کہ اگر حاصل پر یہاں بھی قسم دیجاوے تو اُس کو گنجایش ہے کہ شافعیؒ کے مذہب پر قسم کھا لیوے اور اُس کا ذکر کتاب الدعویٰ میں گزر چکا **کذا فی الاصل ص** یا شفیع گواہ قائم کرے مدعیٰ علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لئے ثابت کر دیوے **ف** یہ جب ہے کہ مدعیٰ علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہ ہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع کے پاس طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے گواہ نہ ہوں تو قول مدعیٰ علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا **در مختار ص** اگرچہ شفیع وقت دعویٰ کے رقم ثمن نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعیٰ علیہ کو عقار کا روک رکھنا تا وصول ثمن پہونچتا ہے تو اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہ ہوگا اور جو بائع نے وہ عقار ابھی مشتری کے قبض میں نہ دیا ہووے تو خصم شفیع کا بائع ہوگا و لیکن گواہ نہ سُنے جاویں گے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہ ہووے **ف** اس لئے کہ وہی مالک ہے تو اُس کے حضور میں فسخ بیع کیا جاوے گا برخلاف اُس صورت کے کہ مشتری کے قبضے میں وہ عقار آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہیں ہے اِس لئے کہ وہ اجنبی ہو گیا **کذا فی الاصل ص** اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہ ثمن **ف** جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے **ص** بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرؤیۃ اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کر لیوے برات کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں اُس عقار کے **ف** اور گھر مشتری کے قبضے میں ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گئی ہے **در مختار ص** تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونوں گواہ لاویں تو شفیع کے گواہ مقبول ہوں گے **ف** طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری کے اور فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے **ص** اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اُس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا **ف** اور جس صورت میں اس کا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جائیگا اور جو دونوں نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جائیگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دیکر عقار لے لیگا **در مختار ص** اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اُسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی **ف** اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھے گی **در مختار ص** اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے میں عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اُس کی قیمت مشتری کو دیوے **ف** یعنی جو قیمت روز خرید اُس چیز کی ہووے **در مختار ص** تو عقار کی بیع میں بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے میں لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن مؤجل کے ہو تو شفیع نقد دام دے کر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گزر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور جو شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو

بعوض شراب یا سُوَر کے خریدا اور شفیع بھی ذمّی ہے تو شراب کی صورت میں شراب دیکر اور سُوَر کی صورت میں قیمت اُسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو
شفیع مسلمان ہو تو دونوں صورتوں میں قیمت دیوے اگر مشتری نے اُس عقار میں عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے
ساتھ اُن دونوں کی قیمت جو حالت استحقاق قلع میں ہے دیکر اُن کو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اُکھاڑ کر لیجاوے اگر
شفیع نے زمین لیکر اُسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے
نہیں لے سکتا برخلاف مشتری کے کہ اگر وہاں ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیر لے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد
اُس کے وہ ویران اور خراب ہوگیا یا باغ خریدا اُس کے درخت سُوکھ گئے تو شفیع اگر اُس کو لیوے تو پورا ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہیں کر سکتا اگر مشتری نے مکان
لیکر اُس کو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اُس کے اندر
کے درخت اُسی کے ساتھ مع پھل مول لیے یا جسوقت خریدا اُس وقت درخت پر پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع اِن دونوں صورتوں میں درخت مع پھلوں کے
لے لیگا اور اگر مشتری نے اُن کو کاٹ لیا تو صورت اوّل میں پھلوں کے دام مجرا لیکر شفیع قیمت زمین کی دیوے اور صورت ثانی میں کل ثمن ادا کرے **ف**
اسواسطے کہ پھل مشتری نے جس وقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لئے حکم شفعہ کا قاضی نے کر دیا تو اب شفیع کو اُس کا چھوڑنا جائز نہیں **در مختار**

ص باب بیان میں اُس کے جسمیں شفعہ ہوتا ہے اور جسمیں نہیں ہوتا اور جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً **ف** یعنی شفعہ قصدیہ واجب ہوتا ہے بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا میں بھی شفعہ ہو جاتا ہے لیکن بالذات
اُس میں نہیں ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاویں بدون زمین کے تو اُس میں شفعہ واجب نہ ہوگا **ص** اُس شئے غیر منقول میں جو مِلک
میں آوے عوض کے بدلے میں اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اُس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنواں **ف** عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا
یہاں تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہ ہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ
صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہ ہو جیسے ایک گھر عوض میں مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہے کہ شافعیؒ کے نزدیک
غیر مقسوم میں شفعہ نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہے اور ہمارے نزدیک شفعہ ہے کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہے **کذا**
فی الاصل مع زیادۃ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار میں جب تنہا بیچے جاویں بدون زمین کے شفعہ نہیں ہے اور جو بتبعیت
زمین کے بیچے جاویں تو اُن میں بھی شفعہ واجب ہے اسی طرح شفعہ نہیں ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اُس گھر میں کہ تقسیم کیا جاوے شرکا
میں یا اُجرت کے عوض میں دیا جاوے یا بدل میں خلع کے یا آزادی کے یا بدل میں صلح کے قتل عمد سے یا مہر میں اگرچہ بعض گھر کے مقابلے میں
مال بھی ہو **ف** جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کر کے اُس پر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایک ہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر میں شفعہ نہ ہوگا امام
صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار کے حصے میں شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کا عوض اُجرت وغیرہ میں خلاف ہے **کذا**
فی الاصل ص اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہے تو جب تک بائع کو اختیار رہے گا شفعہ واجب نہ ہوگا **ف** پھر اگر اختیار ساقط
ہوا تو شفعہ واجب ہوگیا بشرطیکہ شفیع اُس وقت طلب کرے قول صحیح میں اور بعضوں کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہے اور اس قول کی بھی
تصحیح ہوئی ہے **در مختار ص** اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہے شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا **ف** اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے
مثلاً مشتری اُس میں عمارت بناوے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا **کذا فی الاصل ص** اگر بیع کے وقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اُس کے بیع بسبب
خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب کے بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اس لئے کہ یہ فسخ بیع ہے نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم
قاضی وہ شے خیار العیب میں یا باقالہ بیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون بدین محیط رقبہ کو اپنے مولیٰ کے مال میں اور

سید کو اپنے غلام ماذون مدیون مذکور کے مال میں حق شفعہ پہونچتا ہے اور شفعہ ثابت ہے اُس شخص کے لئے جو خود خرید کرے یا دوسرے کیلئے خریدے یا کوئی دوسرا اُس کے لئے خریدے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر مشتری یا مؤکل شریک ہوں اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور مؤکل کو بھی شفعہ پہونچے گا ف مثلاً ایک گھر میں تین شخص شریک ہیں اب ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسرے کا حصہ خریدنے کیلئے تو مؤکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پہونچے گا کذا فی الاصل ص اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو شخص بیچے اصالۃً یا وکالۃً یا اُس کی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اُس کا شفعہ ساقط ہو جاوے گا ف اس لئے کہ بیع اور ضمان درک بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا ص اگر کسی نے اپنی زمین اس طرح بیچی کہ جو جانب شفیع کی طرف ملی تھی اُدھر سے ایک ہاتھ کم کر کے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اُس کی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک اُنگل کے موافق عرض میں اور طول میں جس قدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیع کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہاں نہ رہا ص یا ایک حصہ اُس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہونچے گا نہ ثانی میں ف یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اُسکی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اُس کل گھر میں سے کسی قدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزارواں حصہ اُس گھر کا نوسو ننانوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزاروں حصے میں گھر کے پہونچے گا اور اُسکو بھی وہ نہ لے سکیگا بوجہ گرانی قیمت اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہیں لے سکتا اس لئے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ثمن کے عوض میں خرید کر کے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے تو شفیع نہیں لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اُس کی یوں ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اُسکو ہزار روپئے کے بدلے میں خرید کر کے عوض ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپئے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اُس گھر کو نہیں لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض میں کذا فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوٰۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتویٰ شفعہ میں ابو یوسف رحمہ کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں محمدؒ کے قول پر ف اسواسطے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اُسمیں حیلہ کرنا انتہا کی بُرائی ہے اس لئے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقراء کے حقوق کا جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اغنیا کے مال میں اور داخل ہو جانا ہے زمرے میں اُن لوگوں کے جنکی بُرائی اس آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الآیۃ اور عذاب موعود آیہ کریمہ کا مستحق ہونا ہے اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع کرنے ضرر جار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہیں تو اسقاط شفعہ حلال نہیں ہے اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسایے اُس سے نفع اُٹھاتے ہیں لیکن ناحق شفیع اُس کا رہنا نہیں چاہتا تو اُسوقت میں حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبت نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع کے شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کر لی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں یا کسی عوض پر تو ان سب صورتوں میں شفعہ باطل ہو جاویگا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسی طرح اگر شفیع مر جاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اُس کے ورثہ کو نہ پہونچے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ورثہ کو حق شفعہ پہونچیگا ف یہ جب ہے کہ شفیع قبل قضائے قاضی بعد بیع کے مر جاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مر جاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل ص اگر مشتری مر جاوے تو شفعہ ساقط نہ ہوگا ف بلکہ اُس کے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاوے گا ص اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اُس جائداد کو اپنی بیچ ڈالے جس کے سبب اُس کو استحقاق شفعہ کا حاصل

ہے تب بھی شفعہ اُس کا باطل ہو جاویگا ف الا جبکہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع کو خبر پہونچی کہ مکان زید خریدتا ہے اور اُس نے شفعہ چھوڑ دیا بعد اُس کے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو فروخت ہوا تو اُس نے شفعہ چھوڑ دیا پھر کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے میں بکا کہ قیمت اُسکی ہزار یا زیادہ ہے تو شفیع کو پھر دعویٰ شفعہ پہونچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے میں بکا جس کی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہونچے گا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیاء دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب میں اگر اُسکی قیمت ہزار روپے ہے تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اگر زیادہ ہے تو بطریق اَولے شفعہ نہ ہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصوں نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصّہ لے سکتا ہے اور جو چند شخصوں نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصّہ نہیں لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین میں سے نصف بیچ ڈالی پھر اُس کو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اُس نصف کو لے سکتا ہے مسائل ملحقہ ابرائے عام سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہووے اگر دار مبیعہ کی مِلک کا بھی دعویٰ ہے اور شفعہ کا بھی تو یوں دعویٰ کرے کہ میں اِس گھر کی مِلک کا دعوے کرتا ہوں اگر یہ گھر مجھے پہونچا تو بہتر ہے ورنہ میں شفعہ کے دعویٰ پر ہوں جس لڑکے کا کوئی ولی نہیں ہے تو اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا

اگر قاضی اُسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے درمختار

ص کتاب القسمۃ

قسمت کہتے ہیں ایک حصّہ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جدا کر دینا اور معین کر دینا ف اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی مِلک سے تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں اور شرط قسمت یہ ہے کہ منفعت فوت نہ ہو جاوے تو دیوار اور حمّام اور مانند اس کے قسمت نہ کیے جاویں گے درمختار ص جو چیز مثلی ہے تو اُسکی قسمت میں افراز یعنی اپنے حق کا جدا کر لینا غالب ہے اور جو غیر مثلی ہے تو اُسمیں مبادلہ غالب ہے ف مثلی جیسے گیہوں چاول جَو وغیرہ میں افراز اسلئے غالب ہے کہ اُس کے اجزا اور ابعاض میں تفاوت نہیں اسواسطے کہ مثلاً گیہوں اور جَو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اُسکے مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے اور غیر مثلی میں جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین میں مبادلہ غالب ہوا اس لئے کہ اُن میں تفاوت بہت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اُسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصّوں میں بالیقین مماثلت اور مساوات نہیں ہے ص تو ہر شریک حصّہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت میں مثلی میں لے سکتا ہے نہ غیر مثلی میں ف اسلئے کہ مثلی میں تفاوت نہیں ہے برخلاف غیر مثلی کے درمختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاویگا متحد الجنس میں ف یہ جواب ہے ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں پھر کیا وجہ ہے کہ متحد الجنس غیر مثلی میں جبر کیا جاتا ہے قسمت پر باوجود اِس بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہیں کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہے لیکن اسمیں معنی افراز کے پائے جاتے ہیں اور شریک چاہتا ہے کہ اپنے حصّے سے نفع اُٹھاوے اِس وجہ سے اُسمیں جبر جاری ہوا علاوہ اِس کے کبھی مبادلہ میں بھی جبر ہوتا ہے جب اُس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے اداءِ دَین میں کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنیوالا وہ ہو جو بیت المال سے اُجرت دیا جاتا ہو تا لوگوں کے مال بغیر اُجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اَولیٰ ہے اور جو اُجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہے اور اُجرت سب شریکوں پر برابر ہوگی ف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جس کا حصّہ زیادہ ہو وہ زیادہ اُجرت دیوے اور جس کا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اُجرت محنت ہے مِلک کی امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ اُجرت بعوض ممیز کر دینے کے ہے ایک حصّے کو دوسرے حصّے سے اور اسمیں تفاوت نہیں قلیل اور کثیر میں بلکہ کبھی قلیل میں مشکل ہوتا ہے اور کثیر میں آسان اور کبھی اس کا اُلٹا ہوتا ہے اور اُس کا اعتبار متعذر رہا پس سب شریکوں پر اُجرت برابر ہوگی باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اُجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنیوالے کی باتفاق امامؒ و صاحبینؒ کے بقدر حصّوں کے ہوگی درمختار

ص واجب ہے کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت کو خوب جانتا ہووے ف اور عادل امانت دار ہووے در مختار ص اور حاکم یہ نہ کرے کہ قسمت
کیلئے خاص ایک شخص کو مقرر کر دیوے ف اس طرح پر کہ وہی شخص اُجرت لیکر تقسیم کرے کیونکہ وہ اُجرت گراں لیگا اور لوگوں کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی
ص اور نہ یہ کہ اُجرت قسمت کی سب قاسموں میں مشترک ہوا کرے ف ورنہ وہ آپس میں اتفاق کر کے اُجرت گراں لیں گے ص قسمت صحیح ہے
سب شریکوں کی رضامندی سے گر جب اُن میں کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جس کا کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہووے
جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں ہے کہ اِن صورتوں میں قسمت لازم نہ ہو گی در مختار ص بلکہ اُسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب یا صبی کی بعد
بلوغ کے یا اُس کے ولی کی در مختار ص ضرور ہے ف یہ جب ہے کہ شرکا وارث ہوں اور جو مشتری ہوں تو قسمت باطل ہے اگرچہ ان اشخاص کی
اجازت ہو جاوے جبتک وہ صبی بالغ ہو کر یا اُس کا ولی اجازت ندیوے یا غائب حاضر نہ ہووے در مختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول
جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہیں یا اُسکی شرا کا یا مطلق ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اُسکی شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہوں اور جو اُسکی میراث
کا دعوی کرتے ہوں تو وہ تقسیم نہ کیا جاویگا امام صاحبؒ کے نزدیک یہاں تک کہ گواہ لاویں موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبینؒ کے
نزدیک تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتوں کے اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعوی کیا کہ عقار اُنکے قبضے میں ہے جبتک وہ اپنی ملک پر گواہ
نہ لاویں باتفاق ائمہ اور صاحبینؒ کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور اُنھوں نے مورث کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے
اور ایک عقار اِن دونوں کے قبضے میں ہے اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہے یا غائب ہے تو عقار کو تقسیم کر کے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دے گا جو
طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے آور جو ایک وارث حاضر ہوا اور اُس نے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصوں نے ایک
چیز مول کر لی اب ایک خریدار غائب ہے اور باقی شریک حاضر ہیں یا کل یا بعض عقار اُس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے میں ہووے تو قسمت نہ کیجاویگی
مال مشترک قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اُٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے اور دوسرے کا
اس قدر قلیل ہے کہ وہ اُس سے نفع نہیں اُٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہو گی اور حصہ قلیل والے کی طرف سے قسمت نہ کیجاویگی
ف اس لئے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت میں کچھ نفع نہیں تو نقصان پہونچانیوالا ہے طلب قسمت میں اور بعضوں نے برعکس کہا ہے یعنی صاحب
کثیر کے چاہنے سے قسمت نہ ہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کیجاویگی اس لئے کہ
وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی کذا فی الاصل در مختار میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے
نقلا عن الخانیۃ ص اگر قسمت کرنے سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہ ہوگی جب تک سب شریک طلب نہ کریں تقسیم کو آور قسمت
کیجاوے اُن اسباب اور عروض کی جن کی جنس متحد ہے ف مثلاً صرف بکریاں ہوویں یا نرے اُونٹ ہوویں یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے
ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہوں ف یا کئی جنس کے جیسے بکریاں اور اُونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے ص یا غلام لونڈی ہوں یا
جواہرات ہوں یا حمام ہو ف یا کنواں یا چکی یا کتابیں در مختار ص تو قاضی قسمت نہیں کر سکتا مگر جب سب شریک راضی ہو جاویں تقسیم پر ف
اور صاحبینؒ کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے بھی تقسیم کر دیے جاویں گے جیسے اُونٹ وغیرہ امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ آدمی
آدمی میں بہت تفاوت فاحش ہوتا ہے تو مثل اجناس مختلفہ کے ہوئے آور جواہر میں بعضوں کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہ ہو گی
کذا فی الاصل ہم کہتے ہیں کہ جواہرات اگرچہ متحد الجنس ہوویں جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجہا متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہے تو مساوات
قیمت اُسمیں ممکن نہیں ہے آور جواہر الفتاوی میں ہے کہ کتابیں تقسیم نہ کیجاویں گی وارثوں میں لیکن ہر ہر وارث اُس سے نفع حاصل کرے
باری باری اور قسمت کتابوں کی اوراق کے شمار سے نہ ہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی جلد میں ہووے آور اگر وہ شریک باہم راضی
ہو جاویں اِس بات پر کہ کتابوں کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ کتابیں لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں در مختار

ص کئی گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور ایک دُکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت جُدا جُدا ہو گی ف یعنی یہ نہ ہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیدیا جاوے اور دوسرے کو زمین یا دُکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ قسمت کیجاوے گی اگرچہ سب گھر ایک شہر میں ہوویں امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہو گی اگر وہ سب گھر ایک شہر میں ہیں اور جو دو شہر دنیں ہیں تو بالاتفاق قسمت ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ کیجاوے گی کذافی الاصل ص اور قسمت کرنیوالا شے مقسوم کا نقشہ کھینچے ف قاضی کے دکھانے کیلئے درمختار ص اور مقسوم کو قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے ف اس طرح پر کہ اقل سہام کو دیکھ کر اُس کے مخرج پر مقسوم کے حصے کر لیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہے تو شے مقسوم کے تین حصے کرے اور جو سُدس ہے تو چھ حصے کرے علیٰ ہذا القیاس ص اور گزوں سے اُسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت مقرر کرے اور ہر حصے کی آمد کی راہ اور پانی جُدا کر دیوے اور حصوں کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے اور جس کا نام پہلے نکلے اُسکو پہلا حصہ دیوے اور جس کا نام دوسری بار میں نکلے اُسکو دوسرا حصہ دیوے ف یعنی قاسم اُس کاغذ پر گزوں کو لکھ کر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے بناوے اور مکان اور سائبانوں کو اُن ہی گزوں سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگا لیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصہ کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اُسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسی طرح جتنے حصے ہوں اخیر تک بعد اُسکے شرکا کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھ کر پہلے جس کا نام نکلے اُسکو ابتدا کی جانب سے جے حصے پہونچتے ہوں دیدیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہوں یا کم و بیش انتہیٰ کذافی الاصل ص اور نقد روپے گھر اور زمین کی قسمت میں داخل نہ کیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین میں عمارت بھی ہو اُسکی قسمت قیمت سے ہو گی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر تقسیم کر کے جس کے حصے میں عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق قیمت عمارت کے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کیے جاویں گے قسمت میں اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جس کے حصے میں عمارت ہے وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اُس سے بھی پورا نہ ہو تو کچھ روپے دیوے اِس لئے کہ ضرورت اِسی قدر میں ہے کذافی الاصل ص اور اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہو گئی اب ایک شریک کی مُہری یا راہ دوسرے شریک کے حصے میں سے ہے اور اُسکی شرط قسمت کے وقت نہیں ہوئی تھی تو راہ اور مُہری اُسکی بدل دیں گے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کر کے اِس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جُدا ہووے اگر ایک مکان اُوپر اور نیچے کا مشترک ہے اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اُوپر کا مشترک اور ایک اُوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہے اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کر کے بلحاظ قیمت تقسیم کیے جاویں امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے ف اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گزوں سے ناپ کر تقسیم کر دیں گے اِس طرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل میں دو گز اُوپر کے مکان سے دیں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی گزوں سے تقسیم ہو گا لیکن اُوپر اور نیچے کا مکان برابر رہے گا کذافی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصہ پانیکا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اُسکی تصدیق نہ ہو گی مگر گواہوں سے ف اِس لئے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہوں سے اور ہدایہ میں ہے کہ دعویٰ اُس کا مقبول نہ ہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اِسی کی تائید ہے اور روایت متن کی یہ دلیل ہے کہ اُس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے اپنے حق پانے کا اقرار کر لیا پھر جب اُس نے خوب سوچا تو اُس کے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اُس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذافی الاصل میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہاں اُس کے دعوے میں تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا میں عفو ہے جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ میں مصرح ہے ص اگر دو شخص قاسم تھے تو اُن کی شہادت احد الشریکین پر جبکہ وہ انکار کرے اپنے حصے پانے کا مقبول ہے ف شیخینؒ کے نزدیک اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اِس لئے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں اپنے فعل پر شہادت نہیں ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اِس بات کی کہ میں نے اپنا

لہ اس طرح کہ [illegible] ۱۲

حصہ سب پا لیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ میں نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اُسمیں سے کچھ لے لیا تو اُس شریک کو حلف دلاویں گے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اُس نے یہ کہا کہ مجھ کو اس قدر حصہ پہونچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کے عرض میں اختلاف کریں تو راہ کا عرض موافق دروازہ مکان کے عرض کے کر دیا جاوے اور طول اُس کا بقدر طول دروانسے کے اور زمین بقدر چلنے بیل کے آور جو شریکوں نے شرط کر لی کہ مقدار راہ کی متفاوت رہے تو جائز ہے درمختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے میں سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہیں بلکہ وہ شریک موافق اُس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لے لیوے آور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین میں کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہے باری باری نفع لینا شے مشترک سے جس کو مہایاۃ کہتے ہیں مثلاً ایک دار مشترک میں ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا یہ اُوپر کے مکان میں رہے اور دوسرا نیچے کے مکان میں رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر میں ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہوں ایک ایک سے کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے ف مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہوگیا پھر میت پر دَین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالیں گے مگر جب سب وارث مل کر قرض کو ادا کر دیں یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثوں کے ذمے سے معاف کر دیویں یا اور ترکہ اس قدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعوےٰ دَین کیا تو مسموع ہے نہ دعوےٰ عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے میں درخت کی ملک کا مُدعی ہوا تو باطل ہے اگر ایک شریک کے حصے کے درخت کی شاخیں دوسرے شریک کے حصے میں لٹکتی ہیں تو اُس کو جبراً اس درخت کے کاٹنے پر نہیں پہونچتا اگر زمین مشترک میں احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی اور اُس کے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کر دیں گے اگر جس نے عمارت بنائی اُسی کے حصے میں آگئی تو بہتر ہے ورنہ اُسکو منہدم کر دیں گے اور یہی حکم درخت کا ہے البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گراویں گے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کر لیں تو درست ہے جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اُس میں ملک قابض کی آجاوے گی اور جو اُس میں تصرف کرے گا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بہ شرائے فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اُسکی تعمیر نہیں کرتا تو قسمت کر دیویں اور جو قسمت نہ ہو سکے تو ایک شریک اُس کو بنا کر کرایے پر چلاوے اور دام اپنے وصول کر لیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو بھر لیوے آنسان کو اپنی ملک میں تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اُس سے ضرر پہونچے درست ہے اسی پر فتویٰ ہے آور بعضوں نے کہا نہیں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے دُرمختار

ص كتاب المزارعة

شرع میں مزارعت عبارت ہے اُس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اُسمیں زراعت کرے جو کچھ پیدا ہووے اُسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہے ارکان اُس مزارعت کے چار ہیں ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار ص امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع کیا مخابرت سے ف روایت کیا اسکو مسلمؒ نے جابرؓ سے آور مخابرت لغت میں اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہیں اور ایک روایت میں مسلمؒ کی صاف مزارعت کا لفظ موجود ہے ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہے بعض پر اُس چیز کے جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہے تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ منع ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ف اسلئے کہ لوگ اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور حاجت ہے طرف اِس کے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہوں یا اناج ہو روایت کیا اُسکو ابو داؤدؒ ترمذیؒ ابن ماجہؒ بخاریؒ مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے ہدایہ میں

اس کا جواب دیا ہے کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے بالجملہ دلیل امام اعظمؒ
کی ظاہر حدیث سے قوی ہے اور عمل کرنا مذہب صاحبینؒ پر بہ نظر ضرورت اور احتیاج کے ہے ص لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کیلئے کئی شرطیں ہیں پہلی
شرط یہ ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہے کہ عاقدین اہل ہوں ف یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست
نہیں ہے لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہے طحطاوی ص تیسری شرط یہ ہے کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور دُرمختار میں ہے
کہ ہمارے زمانے میں ذکر مدت ضرور نہیں اور اسی پر فتوی ہے[له] ص چوتھی شرط یہ ہے کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا ف یعنی بیج بونے کیلئے کون دیوے
جس کی زمین ہے وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہے وہ دیوے اُسکی تعیین ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک موافق عرف کے عمل ضرور ہے در مختار ص
پانچویں شرط یہ ہے کہ جو چیز بوئی جائے اُسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جُوار یا گیہوں ص چھٹی شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے
ف یعنی جس کا بیج نہیں ہے اُس کا حصہ مقرر کر دینا ضرور ہے ص ساتویں شرط یہ ہے کہ زمین محنت کرنیوالے کے بالکل سپرد کر دیجاوے ف تو
اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونیکے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے
میں نے تجھ کو تسلیم کر دی کذا فی الطحطاوی ص آٹھویں شرط یہ ہے کہ جو غلہ پیدا ہووے اُسمیں دونوں کی شرکت ہووے تو مزارعت باطل ہوگی
اگر احد العاقدین کیواسطے من یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ دس من غلہ فلاں کو ملیگا بعد اُس کے نصفا نصف
یا اثلاثا تقسیم کریں گے مزارعت اِس صورت میں اسلئے باطل ہے کہ احتمال ہے سوائے دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہ ہووے تو مشارکت منقطع ہو جاویگی
پس ضرور ہے کہ جس قدر نکلے دونوں میں مشترک رہے ص یا ایک مقام خاص میں جو غلہ نکلے وہ ایک کیلئے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب
تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتوں میں مزارعت باطل ہے اسلئے کہ شاید
اسی مقام خاص میں غلہ نکلے اور کہیں نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جس قدر خراج معین ہے اُسی قدر غلہ نکلے زیادہ پیدا نہ ہووے پس مشارکت
نہ رہیگی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہے ہووے تو عقد مزارعت باطل نہ ہوگی جیسے عُشر کی پہلے دیدینے کی شرط
ہووے اِس لئے کہ اسمیں شرکت منقطع نہیں ہوئی بلکہ جس قدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اُس کا رُبع یا خُمس یا خراج مقاسمہ میں ہووے ادا کرکے
باقی بطور شرط کے تقسیم کریں گے کذا فی الاصل ص یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا ف اِس لئے کہ شرکت اِس صورت میں منقطع
ہو جاتی ہے اُسمیں جو مقصود زراعت سے ہے یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصف ہووے اور بھوسا اُس کا جو صاحب تخم نہیں ہے ف
اِس لئے کہ یہ شرط خلاف ہے مقتضائے عقد کے کیونکہ بھوسے کا مستحق وہی ہے جس کے بیج ہیں ص یا بھوسا نصفا نصف ہو اور دانہ ایک کا
ہووے ف اِس لئے کہ مقصود میں شرکت منقطع ہو جاتی ہے ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل
ذکر ہی نہ کیا تو درست ہے ف اِس لئے کہ اول صورت میں شرط موافق مقتضائے عقد کے ہے کیونکہ بھوسا اُسی کی ملک کی افزایش ہے جس کا تخم ہے
اور دوسری صورت میں مقصود یعنی اناج میں شرکت حاصل ہے تو اِس صورت میں کُل بھوسا صاحب تخم کو ملیگا اور بعضوں کے نزدیک مشترک رہیگا
دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسی طرح مزارعت درست ہے اگر تخم اور زمین ایک کی ہے اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک
کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا اور باطل ہے اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم
ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل
اور زمین اور محنت ایک کی ہووے ف کل صورتیں یہاں سات ہیں جسمیں سے تین درست ہیں اور چار نادرست جیسا کہ مذکور ہوا اور تفصیل اور
دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے ص جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہ ہووے تو محنت کرنے والے
کو کچھ نہ ملے گا اور جبر کیا جاوے گا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اُس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہ ہوگا بیج ڈالنے

[له] الطحطاوی عرف اہل مصادر کے ۱۲ [عله] مثلاً من یا دو من ۱۲ ۱۲ ۱۲

کے پہلے **ف** اور بعد بیچ ڈالنے کے اُس پر بھی جبر ہوگا **دُر مختار ص** اور جس صورت میں عقد مزارعت فاسد ہو جاوے تو پیداوار سب اُسکو ملیگی جس کا تخم ہے اور دوسرے کو اگر اُسکی زمین ہے تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہے تو محنت کی اُجرت ملیگی لیکن جس قدر شرط ہوا تھا اُس سے زیادہ نہ ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جہانتک پہونچے اُجرت مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے **ف** اور جو مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین اور بیل کی اُجرت اُس پر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اُجرت مثل عامل کے دینا ہوگی **در مختار ص** اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنے والا زمین کو جوت چکا ہے تو قاضی کے حکم سے اسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ اُسکو راضی کرنا چاہیئے **ف** تو یہ فتویٰ دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اُجرت مثل ادا کرے بسبب اُس کے فریب دینے کے **کذافی الدر المختار ص** اور باطل ہو جاتی ہے مزارعت احد المتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کیجاتی ہے اگر دَین کے سبب سے اُس زمین کی بیع ضرور ہو جاوے **ف** یہ جب ہے کہ کھیتی پیدا نہ ہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ اگر عامل عمل کرچکا ہو تو اُس کو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اُگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین کی بیع نہ ہوگی اِس لئے کہ مزارع کا حق اُس سے متعلق ہے **کذافی الاصل ص** اور جو مدت مزارعت کی گزر گئی اور کھیت پختہ نہ ہوا تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اُجرت مثل زمین کی واجب ہے اور اخراجات اُس کے دونوں پر ہونگے بقدر حصوں کے جیسے اُجرت کھیت کاٹنے اور اُٹھانے اور روندنے اور غلے کو ھوے سے صاف کرنیکی دونوں پر بقدر حصوں کے ہوگی اور جو اُسکی شرط محنت کرنیوالے پر ہو تو مزارعت فاسد ہو جاویگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیں گے بسبب رواج کے تو حاصل اِس مقام کا یہ ہے کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہے تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد اُسکے ہے وہ دونوں پر ہے موافق حصوں کے

ص کتابُ المساقاۃ

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو اس لئے کہ دوسرا شخص اُسکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اُس کے پھلوں میں سے اور مساقات مثل زراعت کے ہے حکم میں **ف** یعنی مساقات صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے **ص** اور اختلاف میں **ف** یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہر ایک کے وہی ہیں جو کتاب المزارعۃ میں گذر چکے **ص** اور شرطوں میں **ف** جو شرطیں مزارعت کی تھیں وہی شرطیں مساقات کی ہیں جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہیں مساقات میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن میں مساقات کے درست ہے اسلئے کہ اصل ان عقود میں مضاربت ہے اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اِس امر میں کہ دونوں میں نفع میں شرکت ہے اور مزارعت میں صرف نفع میں شرکت جائز نہیں یعنی اُس اناج میں جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کُل میں شرکت چاہیئے **کذافی الاصل ص** مگر مدت کا ذکر مساقات میں ضرور نہیں تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی **ف** از روے استحسان کے اسلئے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے **کذافی الاصل ص** اور اول بار کے پھلوں پر واقع ہوگی اور رطبہ میں جبتک اُس کا بیج نہ پکے **ف** رطبہ کو فارسی میں سپست تر کہتے ہیں اور وہ ایک گھاس ہے کہ جانوروں کو کھلایا کرتے ہیں تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقاۃ کے دیا تو بیان مدت شرط نہیں ہے پس جبتک رہیگی کہ بیج اُس کا نہ پکے اسواسطے کہ اُس کے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے شجر میں میں کہتا ہوں کہ اکثر اُسمیں تخم غیر مقصود ہوتا ہے بلکہ ہر سال میں چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایکدفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہے تخم کے پکنے تک پس جہاں تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیئے کہ ایک سال تک مساقاۃ رہے **کذافی الاصل ص** اگر مساقات میں اتنی مدت بیان کی جسمیں پھل نہیں پکتا تو وہ فاسد ہوگی اور جو اسقدر مدت بیان کی کہ اُسمیں کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اُس میعاد میں پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت اور ترکاریوں اور بینگن کی جڑوں اور کھجور میں اگرچہ اُسمیں پھل موجود ہوں لیکن پکے نہ ہوں تو اگر پکے ہوئے پھل ہوں تو پھر مساقات صحیح نہ ہوگی بسبب حاجت نہ ہونیکے جیسے مزارعت تیار

کھیتی میں صحیح نہیں ہے تو اگر احد المتعاقدین مرجائے یا مدت مساقات کی گزر جائے اور پھل کچے ہوں تو عامل یا وارث اُس کے کام کیے جاویں اگرچہ زمین کا مالک یا اُس کے ورثہ خوش نہ ہوں آور مساقات نہیں فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اُس کی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخوں کا اور خالی جنگل کو دیدینا کسی کو ایک مدت معین کرکے تاکہ وہ اُسمیں درخت لگادے پھر زمین اور درخت دونوں میں نصفا نصف ہو جاوے درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اُس کے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اُجرت ملیگی **ف** یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن تھی حیلہ اِسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیچ کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اُجرت پر تاکہ مالک کے حصّے میں وہ محنت کرکے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

ص کتاب الذبائح

ف ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی ذبیحہ اُس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے درمختار **ص** حرام ہے وہ ذبیحہ جسکی ذکات[1] نہ کیجاوے **ف** ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یعنی حرام ہیں اوپر تمھارے میتہ اور دم یہاں تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اُسکی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہے جو قابل ذبح کے ہے تو اُس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اسواسطے کہ اُنکی شان سے ذبح نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوگئی حُرمت اُس جانور کی جو اُوپر سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا کذا فی الاصل باختصار و زیادہ **ص** ذکات دو قسم کی ہے ایک ذکات اضطراری وہ زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے ہے اور ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہے میان حلق اور لبہ کے **ف** لبہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر[2] کا سینے سے کذا فی الاصل یعنی سر سینہ جہاں سے شروع ہوا ہے وہاں سے لیکر جبڑوں تک ذکات اختیاری کا مقام ہے دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان میں لبہ اور جبڑوں کے ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اِس لفظ سے **ص** اور ذبح کی رگیں جن کا قطع ذبح میں ضرور ہے چار ہیں پہلا حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہے دوسری مَرِیْ بروزن اَمِیْر نام اُس رگ کا ہے جس سے کھانا پانی جاتا ہے تیسری اور چوتھی دو شہ رگیں کہ اُن میں خون پھرتا ہے اور اُنکو عربی میں وَدْجَین کہتے ہیں **ف** یہ دونوں رگیں داہنے بائیں حلقوم اور مری کے واقع ہیں **ص** تو جائز نہیں ہے ذبح فوق العقدہ[3] یعنی اوپر کرہ کے **ف** اور بعض کے نزدیک جائز ہے اِس واسطے کہ فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکات درمیان میں لبہ اور جبڑوں کے ہے کذا فی الاصل درمختار میں اسی قول کو صحیح رکھا ہے **ص** اور حلال ہو جائیگا ذبیحہ اگر اِن چاروں رگوں میں سے تین رگیں بھی کٹ جاویں **ف** اِس واسطے کہ تین اکثر ہیں اور اکثر کو حکم کل کا ہے یہی قول ہے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہے ہدایہ **ص** صحیح ہے ذبح ہر ایک دھار دار چیز سے جو ان چاروں رگوں کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھار دار ہووے **ف** اِس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے رافع بن خدیجؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اُس پر نام اللہ تعالےٰ کا تو کھاؤ اُس کو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہے اور لیکن ناخون سو چھریاں حبشیوں کی ہیں آور روایت کی بخاریؒ نے کعب بن مالکؓ سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اُس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اُس کے کھانے کا **ص** مگر دانت سے اور ناخون سے جب بدن میں جمے ہوئے ہوں **ف** لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہوں بدن سے تو ذبح حلال ہے ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہے اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور ذبیحہ مُردار ہے اِس لئے کہ رافع بن خدیجؓ کی حدیث میں جو اُوپر گزری حضرتؐ نے استثنا کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپؐ نے کہ وہ چھریاں ہیں حبشیوں کی آور جواب ہمارا اِس حدیث سے بچند وجوہ ہے پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہے اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے دوسری یہ کہ مراد اِس حدیث

[1] یعنی ذبح نہ کیا جاوے ۱۲
[2] نحر یعنی ذبح شتر ۱۲
[3] فوق العقدہ یعنی گھنڈی کے اوپر ۱۲

میں دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہیں جو انسان کے بدن میں جمے ہوئے ہوں اِس لئے کہ حبشیوں کی یہی عادت تھی کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور اُسی سے ذبح کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخون اور دانت جدا ہوگیا تو اب حکم اُس کا مثل اور آلات کے ہوگیا اب کیا وجہ فرق کی ہے تیسری یہ کہ روایت ابو داؤدؒ اور نسائیؒ میں موجود ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بہا تو خون جس چیز سے چاہے اور ذکر کر تو نام اللہ تعالےٰ کا اور اسمیں استثنا نہیں دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہے اور عام معارض ہے خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے ف اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے شداد بن اوسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیئے کہ تیز کرے ایک تم میں سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحے کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے چھری کو تو فرمایا آپنے تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیوں نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے اُس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کیطرف مکروہ ہے اسی طرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہے ہمارے اور شافعیؒ کے نزدیک اگر رگوں مذکور کے کٹنے تک وہ زندہ رہے اور جو قبل اُس کے مرجاوے تو حرام ہے اسواسطے کہ بدون ذبح کے مرگئی اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے ص اور اسی طرح سخت ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اُسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے ف کلیہ یہ ہے کہ جسمیں عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہو وہ سب مکروہ ہے درمختار ص اور شرط ہے کہ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہووے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ یعنی ذبیحہ اُن لوگوں کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ حلال ہے واسطے تمہارے اِسواسطے کہ وہ نام اللہ تعالےٰ کا لیتے ہیں وقت ذبح کے کذا فی الاصل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عُزیر یا عیسیٰ مسیح علیہما السلام کا نام لیویں تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا جیسے مسلمان اگر ذبح کے وقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیکے ذبح کرے کفایہ جاننا چاہیئے کہ مراد طعام سے اس آیت میں ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اسلئے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہے ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنیوالا اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے تو درست ہے ذبیحہ اُس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہوں ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اُس کا ذبیحہ درست نہیں ہے ص اور درست ہے ذبیحہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہووے اور گونگے کا ف اِس لئے کہ گونگا اللہ تعالیٰ کے نام لینے سے معذور ہے تو وہ مثل ناسی کے ہوا ص اور نہیں حلال ہے ذبیحہ بُت پرست اور مجوسی کا ف اسواسطے کہ مسند عبدالرزاقؒ میں حسن بن محمد بن علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان میں کہ نہ نکاح کرنیوالے ہو اُنکی عورتوں سے اور نہ کھانیوالے ہو ذبیحے اُن کے ص اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً ذبح کے وقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اِس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یعنی نہ کھاؤ تم اُس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزینؒ نے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہے اپنے کتے پر نہ دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے اور اجماع کیا صحابہ کرامؓ اور تابعین نے حرمت پر اُس ذبیحہ کی جس پر قصداً نام اللہ تعالےٰ کا ترک کیا جاوے اور خلاف اُنکا حرمت و حلت میں اُس ذبیحہ کے ہے جس پر سہواً اللہ تعالےٰ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہؓ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً

ترک کرے تسمیہ کو حلال ہے مخالف ہے کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہؓ وَمَنْ بَعْدَہُمْ اور دوسرے ائمہ مجتہدینؒ کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اُس سے بچند وجوہ ہے اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہے اُس کو نام اللہ تعالیٰ کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیئے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھالیوے اور اسناد میں اسکی محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اسکو عبدالرزاقؒ نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے اسی طرح جو روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اُس پر نام اللہ تعالیٰ کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اُس کے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اسیواسطے اجماع کیا اصحابؓ وَمَنْ بَعْدَہُمْ نے حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہؓ کرام میں کچھ اس باب میں مناظرہ اور خلاف نہ ہوتا تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو آیت قطعی کے تو باتفاق ائمہ قابل قبول نہیں ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحابؓ صدر اول یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ نے اور یہ دلیل ہے اس کے ضعف اور بے اصلیت ہونیکی پانچویں یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے اجماع صحابہؓ کے پس رد کیجاویگی واللہ اعلم ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے **ف** بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا یعنی نہ مؤاخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کا دل میں ہے ہر مسلمان کے محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہے کذا فی الاصل ص اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فلان تو مکروہ ہے **ف** یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا درمختار اور اگر قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیا ایک دنبہ کو پھر اُس کو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے محمد کی اور اُمت سے محمد کی ص اور جو بسم اللہ پر عطف کر کے کہا جیسے باسم اللہ واسم فلان یا بِسْمِ اللّٰهِ وفلان یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام اور فلاں کے نام پر یا اللہ اور فلاں کے نام پر تو وہ ذبیحہ مُردار حرام ہو جاویگا **ف** خواہ وہ فلاں نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہے تم پر وہ ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے درمختار میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہیئے ایک تو چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت ص اور جو قبل لٹانے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے **ف** جیسا کہ گزرا صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو اُن کو جب قبلہ رُخ گرایا تو یہ دعا کی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَاِلَیْكَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابرؓ سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ ص مستحب ہے اُونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا ذبح کرنا اور جو اُونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہے لیکن مکروہ ہے **ف** بسبب مخالفت سُنت کے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دُنبے کو ذبح کیا اور اُونٹ کو نحر کیا جیسا

ف یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ذبح کرے اونٹ کو اور نحر کرے بکری گائے کو تو حلال نہیں کذا فی الاصل ۱۲

[illegible] ۱۲

بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ۔ وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ پہلی آیت گائے میں اور دوسری دُنبے میں دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں ص اور ضرور ہے ذبح کرنا اُس وحشی جانور کا جو آدمیوں سے ہل گیا ف اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اُس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو درمختار ص اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا اُس چارپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا ف اس لئے کہ جب وہ جانور وحشی ہوگیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہے ص یا کنوئیں میں گر پڑا اور اُس کا ذبح ناممکن ہوگیا ف یا سرکش ہوگیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اُس نے اسکو قتل کیا جس پر اُس نے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہے درمختار اور امام مالکؒ کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہ ہوگا اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق میں کہ اگر تو نیزہ مارے اُسکی ران میں تو کافی ہے یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہے ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے ہاتھ سے نکلجاوے تو حکم اُسکا مثل صید کے ہے اور کہا اُنھوں نے کہ اُونٹ اگر گر پڑے کنوئیں میں تو ذکات کر اُسکی جسطرح قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہے علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الصید میں آوے گا ص ایک جانور کو ذبح کیا اور اُس کے پیٹ سے ایک بچہ مُردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہے ف البتہ اگر زندہ نکلے اور اُسکو بھی ذبح کرلیا جاوے تو حلال ہے یہ مذہب امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مُردہ نکلے حلال ہے جب اُسکی خلقت پوری ہوگئی ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اُسکی ماں کا ہے اور عبارت حدیث کی یہ ہے ذَکَاۃُ الْجَنِیْنِ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ اخراج کیا اُس کا امام احمدؒ نے اور صحیح کیا اِسکو ابن حبانؒ نے اور دلیل امام اعظمؒ کی آیت ہے کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ اور جواب اِس استدلال سے یہ ہے کہ لفظ اِس حدیث کا دو طرح سے منقول ہے ایک ذکات امہ بہ نصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہے کہ نصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین مثل ذکات ماں اُس کی کے ہے جیسے ماں کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اُس کے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہماری ہوئی نہ صاحبینؒ اور شافعیؒ کی اور رفع ذکات کی صورت میں بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہے اِس لئے کہ جب مبالغہ تشبیہ میں منظور ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کردیتے ہیں جیسے شاعر کا قول وَعَیْنَاکَ عَیْنَاھَا وَجِیْدُکَ جِیْدُھَا اگر کوئی کہے کہ ابتدائے حدیث میں یہ ہے کہ کہا ہم نے یارسول اللہ ہم نحر کرتے ہیں ناقہ کو اور ذبح کرتے ہیں گائے بکری کو تو پاتے ہیں ہم پیٹ میں اُس کے بچہ آیا ڈال دیں ہم اُس کو یا کھاویں اُس کو تب فرمایا آپنے کھاوٗ اُس کو تم روایت کیا اُس کو ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے اِس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دیں گے کہ اس روایت کو ہم منع کرتے ہیں اور کونسی دلیل ہے اِس مقام پر کہ مراد سوال وجواب میں خاص جنین میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور درصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حُرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے

ص فصل بیان میں اُن جانوروں کے جن کا کھانا درست ہے اور جن کا درست نہیں

حلال نہیں ہے ہر درندہ سے جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے اور نہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور روایت کی ابوہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجے والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے چوہا اور گھونس اور بچھو اور سیہی وغیرہ یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اِس لئے کہ یہ جانور سب خبیث ہیں اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے

وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک چیزیں آور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہیں بکراہت تحریمی ص اور بستی کے گدھے ف اور پالو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہیں آدلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھوں کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھوں کے گوشت سے دن خیبر کے آروایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہؒ درست ہے اس لئے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو قتادہؓ سے حمار وحشی کے قصے میں کہ کھایا اُسمیں سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جس کی ماں گدھی ہو آور جو ماں اُسکی گائے ہو تو وہ حلال ہے بالاتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے آدلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھوں کا اور خچروں کا اور ہر درندے اور پنجے والے کا آروایت کیا اُسکو ترمذیؒ نے اور کہا غریب ہے آور روایت کی ابن ماجہؒ نے خالد بن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑوں کے اور خچروں کے اور گدھوں کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیوں کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک حلال ہے بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت میں گھوڑوں کے روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے آور بھی روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا اُنھوں نے نحر کیا ہم نے عہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہم نے اُسکو آدلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولیدؓ کی ہے جو اُوپر گزری آدوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہے اور اُس کے گوشت کے مباح ہونیمیں تقلیل ہے آلہ جہاد کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے رجوع کیا حرمت سے اُسکی اور قائل ہوئے اُسکی حلت کے تین دن اپنی موت سے پیشتر اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار ص اور بجو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض میں سے ہے آور روایت کی ابوداؤدؒ نے عبدالرحمن بن شبل سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے آور یہ حدیث حجت ہے مالکؒ اور شافعیؒ پر کہ اُنکے نزدیک گوہ مباح ہے آدلیل اُنکی حدیث ابن عباسؓ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہیں ہے لیکن نہیں ہوتا میری قوم کی زمین میں سو میں مکروہ جانتا ہوں اُسکو روایت کیا اُسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے آمام صاحبؒ کی طرف سے اِس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے اور پہلے آپنے گوہ کو خود نہ کھایا تھا لیکن منع بھی نہیں کیا تھا بعد اُس کے آپنے منع کر دیا آدوسرے یہ کہ حدیث ابن عباسؓ کی معارض ہے حدیث عبدالرحمن بن شبلؓ کی تو نہی کو ترجیح ہو گی اسلئے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے میں گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ اور کچھوا ف اِس لئے کہ بھڑ موذیات میں سے ہے اور کچھوا خبائث حشرات الارض میں سے ہے ہدایہ ص اور کوا سیاہ بڑا یا گدھ اور ابلق کوا جو مُردار کھاتا ہے ف اور جو کوا مُردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک عینی ص اور ہاتھی ف اسلئے کہ وہ دانت والا ہے ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلئے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے ہے ص اور نیولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے آور چمگادڑ میں دو قول ہیں ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام ہے عالمگیری ص اور دریائی جانوروں میں سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہیں ہے ف اور امام مالکؒ کے نزدیک سب دریائی جانور حلال ہیں کیکڑا اور کتا دریائی اور مینڈک اور سوّر دریائی لیکن سوّر دریائی اُنکے نزدیک مکروہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اُنھوں نے توقف کیا اسمیں آور امام احمدؒ کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سوّر دریائی یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا آور بعض اصحاب شافعیؒ کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہیں اور یہی اصح ہے اُنکے مذہب میں ظاہر تمسک اُنکا آیت سے کلام اللہ کی ہے اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہے واسطے تمھارے شکار دریا کا آور یہ عموم سب جانوروں کو شامل ہے آور ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات و احادیث میں مچھلی ہے اِسلئے کہ وہی پاکیزہ ہے اور باقی سب خبیث ہیں اور خبائث ہمارے دین میں حرام ہیں دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اُس سے کہ دوا میں ڈالا جاوے تو کھانا بطریق

آوے تو حرام ہوگا روایت کیا اُسکو ابوداؤدؒ نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے **کذا فی الہدایہ** **ص** لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مر کر پانی پر تیر آوے تو اُس کا کھانا حرام ہے **ف** اِس لئے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سے مر جاوے یا زخمی ہو کر مر جاوے تو درست ہے اسیطرح جو مچھلی پیٹ میں سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مر کر تیر آوے اُسکو طافی کہتے ہیں ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریا پاک ہے پانی اُس کا اور حلال ہے مُردہ اُس کا روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے امام صاحبؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مُراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو بآفت مر جاوے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اُسکو باہر نکالکر پھینکدیوے اِس لئے کہ موت اُسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور ابن عدیؒ نے کامل میں ابوالزبیرؒ سے اُنھوں نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو پھینکدے دریا یا پانی اُسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اُسکو اور جو مر جاوے دریا مین اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اُسکو تو جب حدیث صریح ممانعت میں طافی کے موجود ہے پھر حلت کی کیا وجہ ہے **ص** مچھلی کی سب قسمیں درست ہیں یہاں تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے **ف** اور محمدؒ سے ایک روایت میں حرام ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے **ص** اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیاں بغیر ذکات کے **ف** یہی قول ہے احمدؒ اور شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہے دلیل ہماری بہت احادیث ہیں ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنیؒ اور ابن ماجہؒ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہیں واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں دوسرے حدیث ابن ابی اوفےؓ کی کہا اُنھوں نے کہ جہاد کیے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے تیسری حدیث سلمانؓ کی فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب میں کہ نہ کھاتا ہوں میں اُسکو نہ حرام کرتا ہوں میں اُسکو روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے **ص** اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش **ف** حلال ہے باتفاق ائمہ اربعہؒ کے اور بہت سی احادیث اُسکی حلت میں وارد ہوئی ہیں جو مذکور ہیں صحاح میں بخاری میں انسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا **ص** اور عقعق ذکات سے **ف** عقعق وہ کوا ہے جو مُردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اُس کا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابویوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مُرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابویوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح حلال ہے طوطا اور ہُدہُد اور طاؤس باتفاق ائمہ ثلثہؒ کے **کذا فی المیزان للشعرانی** **مسألہ ضروری** ذبح کیا جانور امیر کے آنے کے لئے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوا خدا کے تو وہ ذبیحہ مُردار ہے اگرچہ وقت ذبح کے خدا کا نام لیا جاوے **درمختار** اِس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے یا شیخ سدو کا بکرا یا اُجالا شاہ کا مُرغا ذبح کرتے ہیں وہ گائے بکرا مُرغا مُردار ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں وارد ہے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی لعنت کرے اللہ اُس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے اُمورات سے خود احتراز رکھیں اور اوروں کو جو جاہل ہیں سمجھا کر ان چیزوں کو ترک کرادویں **غایۃ الاوطار مع زیادۃ** البتہ یہ صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کیواسطے ذبح کریں اور ثواب اُس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہونچا دیں واللہ اعلم

ص کتاب الاضحیۃ

ف یہ کتاب قربانی کے بیان میں جو جانور عید اضحیٰ کے دن ذبح کیا جاوے اُسکو اُضحیہ کہتے ہیں کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اُسکو ذبح کرتے ہیں **ص** قربانی میں ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہے اور گائے یا بیل یا اُونٹ ایک آدمی سے سات آدمیوں تک کیطرف سے بھی ہو سکتا ہے اور جو سات سے کم ہوں تو بطریق اَولیٰ جائز ہے لیکن بکری میں ایک آدمی سے زیادہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس میں ایک آدمی سے زیادہ کی اجازت نہیں دی چنانچہ ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا

جس کے پاؤں اور آنکھیں اور منہ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گائے میں بھی لیکن جائز رکھے ہم نے اسمیں سات آدمی تک اِس لئے کہ روایت کی مسلمؒ اور ابوداوٗدؒ نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے سات آدمیوں کیطرف سے اور اونٹ سات آدمیوں کیطرف سے ہے **ص** لیکن یہ شرط ہے کہ کوئی شریک ساتویں حصے سے کم کا نہ ہووے **ف** تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگا تو کسیکی طرف سے قربانی درست نہ ہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گائے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والوں کیطرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں لیکن دو گھر والوں کیطرف سے درست نہیں اگرچہ سات سے کم ہوں کذافی الاصل **ص** پھر جب قربانی میں شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کریں نہ اٹکل[1] سے مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائے جاویں تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں **ف** یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت اور کچھ پائے ہوں یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو اور اس صورت میں اٹکل سے تقسیم اسلئے درست نہیں ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیر دیں گے کذافی الاصل **ص** ایک گائے ایک شخص نے قربانی کیلئے خریدی پھر چھ آدمی اُس میں اور شریک ہو گئے تو جائز ہے استحساناً **ف** اور قیاساً نہیں جائز ہے اور یہی قول ہے زفرؒ کا اِس لئے کہ اُس نے قربۃً اللہ خریدی ہے پس کیونکر جائز ہوگی بیچ اُسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گائے مل جاتی ہے لیکن شریک اُسوقت نہیں ملتے تو وہ خرید لیتا ہے بعد اُس کے شریک مل جاتے ہیں تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا **ص** لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہو جاویں تو بہتر ہے **ف** اور مروی ہے امام صاحبؒ سے کہ شریک ہونا بعد خرید کے مکروہ ہے **ص** اور قربانی واجب ہے **ف** اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سُنت ہے بدلیل حدیث اُم سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذیحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیئے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اس کو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلےٰ کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح کہا اسکو حاکمؒ نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سُنت کے ترک پر نہیں ہوتی اور حدیث اُم سلمہؓ کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہے سہو کی نہ تخییر کذافی الھدایہ **ص** اُس شخص پر جس پر صدقۂ فطر واجب ہے **ف** اور وہ وہ شخص ہے جس کے پاس چاندی بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگرچہ ایک سال اُس پر نہ گزرا ہو اور اگرچہ وہ نصاب نامی نہو لیکن طحطاوی میں ہے کہ کتابوں سے آدمی غنی نہیں ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہوں یا وہ کتابیں طب اور نجوم اور ادب کی ہو دیں **ص** اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے **ف** تو بالغ لڑکے کیطرف سے بطریق اَولےٰ واجب نہ ہوگی **ص** ظاہر الروایۃ میں **ف** اور حسن بن زیاد کی روایت میں امام اعظمؒ سے طفل نابالغ کیطرف سے بھی واجب ہے مثل صدقۂ فطر کے لیکن فتویٰ ظاہر الروایۃ پر ہے طحطاوی **ص** بلکہ طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اُس کے مال میں سے اُس کا باپ یا وصی قربانی کر دیوے **ف** یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک باپ اُس کا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اُس کے مال سے اور درمختار میں اسی کو معتمد رکھا ہے کہ باپ اُس کے مال سے قربانی نہ کرے **ص** تو اگر طفل کے مال میں سے قربانی کی تو جس قدر اُس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے اُس چیز سے جس کے عین سے نفع اُٹھا سکتے ہیں جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ **ف** لیکن اُس چیز سے نہ بدلا جاوے جس کو تلف کر کے نفع اُٹھاتے ہیں مثل روٹی کے یا جیسے روپیہ اشرفی کذافی الاصل مع الدلیل **ص** اگر قربانی ذبح کیجاوے شہر میں تو اول وقت اُس کا بعد نماز عید کے ہے **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نہ کرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہیں ہے سب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اُس نے ذبح کیا اپنے نفس کے لئے اور جس نے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اُسکی اور پائی اُس نے سُنت مسلمانوں کی اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اُس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اس کو بخاریؒ

[1] اس لئے کہ [illegible] ۱۲ منہ

وسلم نے براء بن عازبؓ اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت کیا اسکو بخاریؒ
وسلمؒ نے کذافی الہدایۃ اِن روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہیں ص اور جو شہر میں نہ ہووے تو اول وقت اُسکا
بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی دسویں تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اُس کا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھویں تاریخ ذیحجہ تک ف اور معتبر
اسمیں مکان فعل ذبح کا ہے نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھویں تاریخ کی شام تک جائز ہے کذا فی الاصل دلیل شافعیؒ
کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبانؒ نے صحیح
میں جبیر بن مطعمؓ سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھوں نے ایام قربانی
کے تین دن ہیں افضل اُن سب میں پہلا روز ہے یعنی دسویں تاریخ اور روایت کی مالکؒ نے موطا میں نافعؒ سے اُنھوں نے ابن عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں
نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہیں اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجھ کو علیؓ بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اِس
باب میں مثل مرفوع کے ہے اِس لئے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کیے ہوئے معلوم نہیں ہوسکتا اور ابن عمرؓ نہایت متبع ہیں
طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدلہ شافعیؒ منقطع ہے کہا بزارؒ نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبدالرحمن بن ابی حسینؒ سے اُنھوں نے
جبیر بن مطعم سے حالانکہ عبدالرحمن نے نہیں ملاقات کی جبیر بن مطعمؓ سے دوسرے یہ کہ اُس حدیث میں لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اُضحیہ کا ص لیکن
اعتبار آخر روز کا ہے فقر اور غنا اور ولادت اور موت میں ف یعنی جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہوگیا آخر روز میں تو اُسپر قربانی
واجب نہوگی اور جو اُس کا اُلٹا ہوا تو واجب ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز میں تو اُس پر قربانی واجب ہوگی اور اُس دن مر جائیگا تو اُس پر واجب
نہ ہوگی کذا فی الاصل ص ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے اگر کسی نے قربانی ترک کی اور ایام اُس کے گزر گئے اور اُس نے کسی معین بکری کے ذبح
کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید چکا تھا تو زندہ اُس کو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اُس نے نذر نہیں کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق
کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید کر چکا ہووے یا نہ خرید کر چکا ہووے اور صحیح ہے قربانی میں چھ مہینے کا دنبہ ف جس کو عربی میں ضان کہتے ہیں
اور وہ چکتی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی میں اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں پہچانا نہ جاوے دور سے چھ مہینے کا دُنبہ اسلئے درست ہوا کہ
روایت کی ابوداؤدؒ و نسائیؒ و ابن ماجہؒ نے مجاشع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دُنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری
سے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دُنبے کی اور فرمایا آپنے کہ نہ
ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جس کا بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دُنبہ ص اور بکری اور بھیڑ اور گائے اور اُونٹ میں سے
ثنی اور ثنی اُونٹ پانچ برس میں ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں ف اسواسطے کہ فرمایا آپنے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور
مسنہ ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گائے کا سا ہے تو اِس سے کم عمر والے جانور درست نہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہیں عالمگیری
ص اور صحیح ہے منڈی جس کے سینگ نہ ہوں اور دیوانی اور خصی ف اِس لئے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے
جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے عائشہؓ اور
ابوہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو مینڈھوں کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ ص اور صحیح نہیں ہے اندھی
اور کانی اور اس قدر دُبلی کہ اُسکی ہڈیوں میں گودا نہ ہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جاسکے ف اِسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چاروں
عالموں نے حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم کانی کی آخر حدیث
تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے براءؓ بن عازب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے
گئے اُن قربانیوں سے جن سے بچنا چاہیئے سو فرمایا آپؐ نے چار ہیں ایک لنگڑی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسرے کانی جس کا کانا پن ظاہر ہووے

تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر رہے چوتھی دبلی اس قدر کہ اسمیں گودا نہ ہووے **ص** اور جائز نہیں جس کا ہاتھ یا پانوں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اُس کا کان یا دُم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اُسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سُرین کٹی ہووے **ف** اس لئے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال میں فرمایا کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اسکو ائمہ ستہؒ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع پس زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اُس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دُم مقطوع ہو تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اُسکی بند کیے اور اُس کے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اُس نے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اُسکی بند کر کے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اُس نے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کر لیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسی طرح قلیل یا کثیر معلوم کر لے کذا فی الاصل **ص** اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خریدا بعد اُس کے ایک شخص اُن میں سے مر گیا اور اُس کے وارثوں نے کہا کہ تم اُس کی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کر لو تو صحیح ہو جاوے **کاف** استحساناً اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ صحیح نہ ہو گا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** جیسے ایک گائے قربانی اور قران اور متعہ کہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہو گا یا صرف گوشت لینا اُس کو منظور ہو گا تو کسی طرف سے قربانی جائز نہ ہو گی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے اور دوسروں کو بھی کھلاوے **ف** خواہ دوسرے غنی ہوں یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اُٹھا رکھے روایت کی ابو داؤدؒ نے نبیشۃ ہذلیؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم نے منع کیا تھا تم کو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو **ص** اور جس کو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ میں دیوے **ف** اسواسطے کہ احوال تین ہیں قربانی میں ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالے نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی کھلاؤ قناعت کرنیوالے کو اور سوال کرنیوالے کو تو سارا گوشت اِن تینوں امر پر اثلاثاً منقسم ہو گیا ہدایہ **ص** اور جو شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لئے **ف** اسواسطے کہ ذوی القربیٰ اگر محتاج ہوں تو وہ مقدم ہیں مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اُس کو آدمی اپنے نفس یا اہل پر تو اُس کے لئے صدقہ لکھا جاوےگا روایت کیا اس کو بغویؒ نے معالم میں جابرؓ بن عبداللہ سے اور روایت کی مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جس کو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو وہ اُس کے لئے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے ابی مسعودؓ بدری سے **ص** اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے **ف** لیکن خود بھی وقت ذبح کے حاضر رہے اگر ہو سکے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی دستِ مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گزرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کہ کھڑی ہو پس دیکھ اپنی قربانی کو اسلئے کہ جب اُس کے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاویں گے **ص** اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کرا دے **ف** اور اگر اُس نے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار **ص** اور قربانی کی کھال کو للہ دیدیوے **ف** اسواسطے کہ حدیث علیؓ میں ہے کہ حکم کیا مجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کر دوں میں کھالوں کو قربانی کی اُوپر مساکین کے اور نہ دوں میں اُجرت قصاب کی اُس میں سے روایت کیا اسکو بخاریؒ مسلمؒ ابو داؤدؒ نسائیؒ نے **ص** یا اُسکی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنالیوے **ف** یا چھلنی یا مشک یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار **ص** یا کھال کو بدلے اُس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اُس کو باقی رکھ کے نہ اُس چیز سے جس سے فائدہ نہ اُٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزیں پھر اگر کھال یا گوشت کو قربانی کے بیچ ڈالے تو اُس کے ثمن کو تصدق کرے **ف** اسواسطے کہ ثمن قائم مقام

ثمن کے ہے اور یہ جو روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو اُسکی قربانی نہ ہوئی تو مراد اس سے کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز میں سو شبہ نہیں ہے اِس لئے کہ مِلک قائم ہے اور قدرت علی التسلیم حاصِل ہے ہدایہ ص اگر ہر شخص نے غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونوں کی قربانی صحیح ہو گئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن ہر ایک دوسرے سے معاف کروائے اگر گوشت اُس کا کھایا ہو اور بعد اُس کے پہچانا ہدایہ ص اگر کسی نے ایک بکری غصب کر کے اُس کی قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی آور جو کسی کی بکری امانت تھی اُسکی قربانی کی تو جائز نہ ہوگی اور تاوان قیمت دیوے دونوں صورت میں ف اِسواسطے کہ غصب میں غاصب کی مِلک کا حکم ہوتا ہے وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذافی الاصل مسائل ملحقہ مادہ اگر قیمت میں نر کے برابر ہو تو افضل ہے نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اُس کے بچے کو بھی ذبح کریں گے اور بعضوں کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کر دینگے قربانی جائز نہیں پوپلے جانور کی جس کے دانت نہوں اور جس کے کان نہوں یا ناک نہ ہو قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اُس سے نفع اُٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہے اگر ذبح کرنیوالے کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے میں اعانت کے لئے تو دونوں بسم اللہ کہیں ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا در مختار عقیقہ کرنا سُنت ہے بچے بچی کا ساتویں روز فرزند کی طرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے اُم کرز رضی اللہ عنہا سے

ص کتاب الکراھیۃ

ف بیان میں اُن اُمورات میں جو مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں ص ہر مکروہ حرام ہے نزدیک امام محمدؒ کے ف یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہے اُسی طرح مکروہ پر ص لیکن حرام اُنھوں نے اسواسطے نہ کہا کہ اُسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں ہوئی ف تو مکروہ کی نسبت حرام کیطرف ایسی ہے جیسی واجب کی فرض کیطرف کذافی الاصل اور مباح وہ ہے جس کا فعل اور ترک برابر ہو ص اور شیخینؒ کے نزدیک مکروہ حرام کو نہیں کہتے ہیں لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہے ف مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے کذافی الاصل اور بدعت اور مشتبہ حرام کی طرف قریب ہے تو مکروہ تحریمی پر شیخینؒ کے نزدیک عذاب نار نہیں ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سُنت مؤکدہ پر کذافی الطحطاوی

ص فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان میں

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہے ف اگرچہ حالت مخمصہ میں کھانا مُردار ہو یا مغصوب ہو اسلئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنی کھاؤ اور پیو اگر حالت مخمصہ میں مُردار یا شراب یا سُور نہ کھاویگا اور مر جاویگا تو گنہگار مریگا ط ص اور اس قدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے ثواب ہے ف اور بعضوں کے نزدیک اِس قدر بھی فرض ہے اِس لئے کہ قیام بھی نماز میں فرض ہے اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہیں اُس سے ادا ہو سکیں در مختار ص اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا اُسکی قوت زیادہ ہووے آور حرام ہے اِس سے زیادہ کھانا ف یعنی پیٹ بھر جانیکے بعد کھانا حرام ہے اسلئے کہ یہ اِسراف ہے اور اللہ تعالیٰ نے منع کیا اُس سے فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ص مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصِل کرنے کیلئے یا اِس لئے کہ مہمان نہ شرماوے جائز ہے ف یا کِسی اور عذر سے مثلاً قے کرنے کیلئے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کیلئے کچھ مضائقہ نہیں اور بلا وجہ اِسراف ہے آور سُنت ہے بسم اللہ کہنا اوّل طعام میں اور الحمد للہ آخر میں اور ہاتھ دھونا اوّل کھانے کے اور بعد کھانے کے آور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھانے میں یاد آوے تو بسم اللہ اوّلہ وآخرہ کہہ لیوے آور آٹے یا سبوس سے ہاتھ دھونا لا بأس بہ ہے بلکہ امامؒ اور صاحبینؒ سے منقول ہے اور اُنگلیوں کا چاٹنا ہاتھ دھونے کے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دسترخوان پر گرا ہو اُس کا کھا لینا اور رکابی میں ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ میں سے اور روٹی کی عظمت اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار نہ کرنا اور دکھی کھانے لگنا یہ سب اُمور سُنت ہیں کذافی الطحطاوی باختصار ص اور مکروہ ہے گدھی کا دودھ ف اور گوشت اور اُس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں آور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے ص اور پیشاب اُونٹ کا

ف نزدیک امام اعظمؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے دوا کیلئے اور محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہے بدلیل حدیث عرینیین کے کہ حضرتؐ نے انکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے انسؓ سے اور امام اعظمؒ کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور اسمیں کوئی علت میں نہیں جانتا اور روایت کیا اسکو بزارؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے اور اخراج کیا اس کا دار قطنیؒ نے انسؓ سے اور ابن ابی شیبہؒ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہؓ سے اور اس حدیث میں پیشاب مطلق ہے شامل ہے اُن جانوروں کے پیشاب کو بھی جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرینیین سے یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے شفا انکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب یہ ممکن نہیں ص اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا ف مرد اور عورت سب کے لئے اسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ام سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی اور سونے کے برتن میں کہ اُتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ میں حذیفہؓ سے کہا کہ پلایا انکو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں سو کہا اُنھوں نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ انکی رکابیوں میں اسواسطے کہ یہ برتن کافروں کیواسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اُن برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے چمچے سے کھانا یا انکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور آئینہ اور سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کیلئے بشرطیکہ انکا استعمال ہو اپنے اپنے کاموں میں ابتداً اور جو ابتداً استعمال نہ ہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈالکر سر میں لگاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنےٰ کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے[1] اور پیتل کے برتن میں اور افضل مٹی کا برتن ہے در مختار ص اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن میں ف اور شافعیؒ کے نزدیک اسمیں بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں تفاخر کی راہ سے ہم جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ اُن چیزوں سے کذا فی الہدایہ ص اور حلال ہے کھانا پینا اُس برتن سے جسمیں کوفت[2] ہو چاندی اور سونے کی اور اسی طرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جسکہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے ف یعنی پینے میں منھ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمدؒ ایک روایت میں امام اعظمؒ کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونے کا ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا بھر یا لگام یا زین یا دمچی یا رہ پ یا تلوار یا چھری یا اُن کے قبضے میں ہووے تو درست ہے بشرطیکہ اُس پر ہاتھ نہ لگاوے در مختار و عالمگیری ص مقبول ہے قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو در مختار ص جب وہ کہے کہ میں نے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے خریدا ہے تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہے معاملات میں بسبب حاجت کے نہ دیانات میں کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہے اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اسکو ذبح کیا ہے تو قول اُس کا مقبول نہ ہوگا اسلئے کہ ذبح دیانات میں سے ہے چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ میں نے بُت پرست سے خریدا ہے تو گوشت حرام ہو جاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابوں سے گوشت خریدنا صرف انکے قول پر اعتماد کرکے کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہے ناجائز ہے اور وہ گوشت حرام ہے خدا ہمارے اہل زمان کو اِس آفت سے نجات دیوے

[1] روایت ہے کہ تانبے پیتل کے برتن میں کھانا اس وقت مکروہ ہے جب اُس پر قلعی نہ ہو اس لئے کہ بے قلعی کے برتن میں کھانا خراب ہو جاتا ہے اور سبب مضر علیم ہوتا ہے اور بعد قلعی کے مکروہ

کہ جہلا ور کنار بعضے اہل علم بھی اِسمیں مبتلا ہیں اور وقت فہمایش اور اظہار حق کے دیدۂ و دانستہ اُس سے غفلت اور چشم پوشی کر کے تاویلات رکیکہ کرتے ہیں ص مقبول ہے قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات میں جیسے خرید میں جو مذکور ہوئی یا توکیل میں ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ میں فلاں کا وکیل ہوں اس شے کی بیع میں تو صرف اُس کے کہے پر اُس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہے کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے میں اور اذن میں ف جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلاں نے تجھ کو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہے تو قبول کرنا اُس سے ہوسکتا ہے یا غلام یہ کہے کہ میں ماذون ہوں تجارت میں تو قول اُس کا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہے عدالت خبر دینے والے کی دیانات میں جیسے پانی کی نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق یا مستور الحال اِس امر کی خبر دیوے پھر جس پر رائے اُسکی قرار پکڑے اُس کے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اُسکے گمان غالب میں یہ آوے کہ خبر اسکی سچی ہے تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہیں ص اور اگر اُس پانی کو بہا دیوے پھر تیمم کرے جبکہ اُس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبۂ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونوں کرے جب اُس کے جھوٹے ہونیکا گمان غالب ہو تو اُسمیں زیادہ احتیاط ہے ف لیکن احوط یہ ہے کہ پہلے وضو کر لیوے پھر تیمم کرے درمختار آور جو ایک عادل شخص اُسکی طہارت کی اور ایک اُسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں اختلاف میں حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ص ایک شخص مقتدیٰ ہے ف یعنی لوگ اُسکی پیروی کرتے ہیں اور سند لاتے ہیں اُسکے قول و فعل کی ص وہ دعوت ولیمہ میں گیا وہاں پر جاکے لہو و لعب راگ دیکھا اور اُسکے منع پر قادر نہیں تو نکل آوے اور وہاں نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدیٰ نہ ہو تو اگر بیٹھ کر کھالیوے تو جائز ہے ف درمختار میں ہے کہ غیر مقتدیٰ کیلئے بیٹھکر کھانا اُس صورت میں جائز ہے جب وہ لہو و لعب راگ باجا دسترخوان پر نہ ہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہوں تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یعنی پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالموں کے ص اور جو پہلے سے علم ہووے اِس بات کا کہ وہاں راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نہ جاوے منقول ہے امام ابوحنیفہؒ سے کہ میں ایک بار اِس آفت میں مبتلا ہوا تھا تو میں نے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اِس بات کے کہ امام صاحبؒ مقتدائے ہو دیں اور آنکے اِس قول سے کہ میں اِس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو و لعب حرام ہیں ف مگر تین مستثنیٰ ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کیساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اِس حدیث کو حاکمؒ نے مستدرک میں اور تیر اندازی کے حکم میں ہیں سائر آلات حرب کے مثلاً بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

حرام ہے حریر ف حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے ص کا پہننا مرد کیلئے ف اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اُن پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہؓ سے کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بخاریؒ و مسلمؒ کی کہ فرمایا آپؐ نے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا میں جسکو کوئی حصہ نہیں آخرت میں آور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اُسپر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے ص مگر بقدر چار انگل ف اِسواسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جُبّہ جس میں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہے اُس میں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حاجت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جنگ میں درست ہے بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہے اُس

کپڑے کے پہننے سے جس کا تانا ریشم ہو اور بانا سُوت ہووے کذافی الاصل اور دُرمختار میں ہے کہ جس کپڑے پر نقش و نگار ریشم کے ہوں تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونے کے پُھول اور بیل بوٹے ہوں لیکن بشرطیکہ سب ملا کر چار انگل سے نہ بڑھے ورنہ مردوں کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ بزار ریشمی ہو تو درست ہے اور ازار بند ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیے میں اگر چاندی یا سونے کے چار انگل تک ہو تو درست ہے **ص** اور نرسے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اُس کا فرش بچھانا درست ہے **ف** امامؒ کے نزدیک اسلئے کہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ایک تکیے پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہؒ نے لیکن زیلعیؒ نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباسؓ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اُس کا ابن سعدؒ نے طبقات میں اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعیؒ اور مالکؒ کا درمختار میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اسلئے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم **ص** اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہ ہووے تو اُس کا پہننا مطلقًا درست ہے **ف** اِس لئے کہ اعتبار حلّت وحرمت میں بانے کا ہے کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بُنا نہ جاوے اور بُننا بانے سے ہوتا ہے تو اُسی کا اعتبار ہوا ہدایہ میں ہے کہ ہم نے اِس کپڑے کو اس لیے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے **ص** اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سُوت وغیرہ ہو تو اسکو لڑائی میں ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہے **ف** اور بلاضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردوں کو کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگوں میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن نرا سُرخ رنگ بعضوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور درمختار میں ہے کہ سُرخ رنگ میں آٹھ قول ہیں منجملہ اُن اقوال کے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو سُرخ کپڑا مخطط ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے **ص** اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے **ف** مطلقًا حرب اور غیر حرب میں اِس لئے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے علیؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں سونا لیا اور بائیں ہاتھ میں حریر اور کہا کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں میری اُمت کے مردوں پر اور روایت کی ترمذیؒ نے ابی موسیٰؓ سے مرفوعًا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردوں کے میری اُمت سے اور حلال کیا عورتوں پر اُنکی اور ابن حبان نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلئے کہ اُسکی اسناد میں ابوہند ہے اور اُس نے ابوموسیٰؓ سے نہیں سُنا اور احمدؒ اور طحاویؒ نے مسلمۃ بن مخلد سے اُنھوں نے ابن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے سونا اور حریر حرام ہے اُوپر مردوں کے میری اُمت سے نہ عورتوں کے تو تمام احادیث میں صرف سُونے کی حُرمت منصوص ہے اور چاندی کی سو قیاس کیا حنفیہ نے اس کا سونے پر اس لئے کہ چاندی کا حکم استعمال میں پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سُونے کے ہے جیسا اوپر گزرا سو ایسا ہی پہننے میں ہوگا اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے میں مردوں کو مطلقًا ہے اور چاندی کی حُرمت صرف کھانے اور پینے کے حق میں ہے لیکن چاندی پہننا مَردوں کو تو درست ہے دلیل اُنکی حدیث ہے سہل بن سعدؓ کی مرفوعًا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اِس بات کو کہ اُس کا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اُس سے جس طرح چاہو تم اور اُسکی اسناد میں عُبدالرحمٰن بن زید ابن اسلم ضعیف ہے اور اُس کے معنی میں ہے وہ جو اخراج کیا اُس کا احمدؒ نے ابی قتادہؓ سے مرفوعًا کہ چاندی کھیلو تم اُس سے کھیلنا کر اور اُسکی اسناد میں مجاہیل ہیں اور ابوداؤدؒ نے ابن عباسؓ سے مثل اِس کے روایت کی اور رجال اس کے ثقات ہیں واللہ اعلم جیسے چاندی سُونے حریر کا مَردوں کو پہننا حرام ہے ویسے ہی لڑکوں کو پہنانا حرام ہے حنفیہؒ کے نزدیک اور بعضے علماء کے نزدیک درست ہے جب تک لڑکا سات برس کا نہ ہووے چنانچہ آگے آتا ہے **ص** مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہے میخ سونے کی واسطے بند کرنے سُوراخ نگینے کے اور حلال ہے عورتوں کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی **ف** یعنی حلقہ ان چیزوں کا نہ ہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہے کذافی الاصل ان چیزوں کی انگشتری پہننا اس واسطے منع ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہے اور

پیتل کی دیکھ کر فرمایا کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ نے ص اور انگشتری نہ پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لئے ف یا جو کوئی مثل ان کے کا مدار اور عہدہ دار ہووے اس واسطے کہ ان لوگوں کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے برخلاف اور لوگوں کے ہدایہ ص اور دانت کو سونے سے نہ باندھے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ف اور محمدؒ کے نزدیک سونے سے بھی لاباس بہ ہے سُنن ابوداؤدؒ میں ہے کہ عرفجہ بن سعدؓ کی ناک جاتی رہی دن اُحد کے سو اُنھوں نے ایک ناک چاندی کی لگائی سو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم کیا اُنکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس بات کا کہ لگالیں ایک ناک سونے کی ہدایہ ص لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہے ف اسواسطے کہ پہننا اُنکا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اُس کے ماخوذ ہونگے دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہے تو پلانا بھی اُس کا حرام ہے کذا فی الاصل علاوہ مؤاخذہ اُخروی مواخذہ دنیوی یہ ہے کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان اُنکی کا ہوتا ہے کہ اکثر چور بدمعاش لڑکوں کو قتل کرکے زیور اُن کے اُتار لیتے ہیں ص مکروہ نہیں ہے رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کی رینٹ پونچھنے کے لئے ف اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ایک نوع کا تکبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر حاجت کیلئے رکھے تو مکروہ نہیں ہے اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہے کذا فی الاصل جیسے چارزانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہے اور بدون اِس کے مکروہ نہیں ہے ہدایہ مُعاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جب وضو کر چکتے تھے تو مُنھ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اُس کا ترمذیؒ نے اور روایت کی ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہیں ہے اور ابومعاذ راوی ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے ص اور رتم ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لئے اُنگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ عبث نہیں ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لئے ہے اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ تاگے باندھ لیتے ہیں اعضاء پر اسی طرح زنجیریں وغیرہ اور یہ سب مکروہ ہے جب عبث ہو تو مصنفؒ نے کہدیا کہ رتم اِس قبیل سے نہیں ہے کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہیں ہے اور جو غیر عربی میں ہو تو مکروہ ہے اگر تعویذ میں آیت یا حدیث یا دعا ہووے تو پاخانہ جاتے وقت اُس کو اُتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اُتار لیوے عالمگیری

ص فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان میں

مَرد مَرد کے تمام اعضاء کی طرف دیکھ سکتا ہے مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ف کہ اس قدر عورت ہے تو ناف امامؒ کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے اور گھٹنا داخل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اِس کے برعکس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر نہیں ہے اور احادیث متعلقہ اس کے کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکے علاوہ اس کے یہ ہے کہ حسن بن علیؓ نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہؓ نے اسکو چوم لیا روایت کیا اس کو احمدؒ نے مسند میں اِس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہیں ہے اور حضرتؐ نے جرہدؓ سے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ ران عورت ہے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور عبدالرزاقؒ نے اخراج کیا مثل اِس کے اور اُسمیں ہے کہ فرمایا آپنے چھپا تو اپنی ران کو اسلئے کہ وہ عورت ہے پس یہ حدیثیں حجت ہیں شافعیؒ اور مالکؒ پر ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اس کو حلال ہے ف اِس سے وہ لونڈی نکل گئی جس کی وطی اُسکو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحہ غیر محرمہ برضاع یا مصاہرت درمختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنی عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اُس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہے تو نظر بطریق اَولیٰ درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نہ دیکھے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہوسکے اور دونوں برہنہ نہ ہوں گدھوں کے مانند روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم میں ابی اُمامہؓ سے اور ابن عدیؒ نے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ

نے جس وقت جماع کرے کوئی تم میں کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اُسکی فرج کیطرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہے اور ہدایہ میں ہے کہ نسیان
پیدا کرتا ہے اور ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ دیکھنا اَولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہووے **ص** اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتوں سے **ف** جن سے نکاح
مدام حرام ہے خواہ نسبی ہوں یا سببی جیسے رضاعی یا برشتۂ مصاہرت اور ذکر اُنکا کتاب النکاح میں گزرا ہدایہ **ص** طرف سر اور مُنھ اور سینے اور پنڈلی
اور بازوؤں کے اگر بے خوف ہو شہوت سے والا فلا **ف** اور اصل اِس باب میں قول ہے اللہ تعالےٰ کا وَلَا يُبْدِينَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ
اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہیں **ص** نہ اُنکی پیٹ اور پُشت اور ران کیطرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہے **ف** اگرچہ قیاس یہ
تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور اُن سے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لئے سر و سینہ وغیرہ اُن کا ستر نہوا **ص**
اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو اُن اعضا کا چھونا بھی درست ہے **ف** بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو یا خوف شہوت کا نہ ہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام
ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے کانوں کی زنا سُننا ہے اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں
اور زنا اُنکی مس کرنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا اُنکی چلنا ہے آخر حدیث تک روایت کیا اِسکو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے **ص** اگر لونڈی کے
خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضائے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا **ف** بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے
بعضوں نے درمختار **ص** اور جب لونڈی جوان ہو جاوے تو اُس کو بیچنے کیلئے صرف تہ بند باندھ کے نہ لیجاویں گے **ف** بلکہ کُرتا بھی ضرور ہے
اِس لئے کہ اُس کے پیٹ اور پیٹھ کی طرف نظر درست نہیں ہے ہدایہ **ص** اور عورت اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے مگر اُس کے مُنھ اور دونوں ہتھیلیوں
کیطرف فقط **ف** یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اُس کے قدموں کیطرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گزر چکا کتاب الصلوٰۃ
میں کہ قدم عورت نہیں ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ نماز میں ضرورت ہے اور اجنبی کی نظر کرنے میں طرف قدموں کے کوئی ضرورت نہیں ہے برخلاف
مُنھ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اِس باب میں قول اللہ تعالےٰ کا ہے وَلَا يُبْدِينَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا عبد اللہ بن عباسؓ نے کہ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد سُرمہ ہے اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ دوسرے یہ کہ مُنھ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اِس لئے کہ معاملہ ہوتا ہے مردوں سے
دین لین کا اور باقی اعضاء کے کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دُرمختار میں ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اُس کے قدم اور
ہاتھوں کو بھی دیکھنا درست ہے بسبب ضرورت کے **ص** اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اُس غلام سے **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ
بہ نسبت غلام کے مثل محرم کے ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت لونڈیوں کے حق میں ہے نہ ذکور کے حق
میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اسواسطے کہ غلام ایک مذکر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اُس سے ہو سکتا ہے بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً
ص مگر جس وقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے مُنھ کیطرف بھی نہ دیکھے **ف** درمختار میں ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے مُنھ کی طرف
اُن کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا منھ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھیگا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف شہوت سے تو اُسکی آنکھوں میں دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث
اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اسکی ممانعت اور وعید میں آئی ہیں **ص** اِلّا اُس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد
جس وقت شہادت ادا کرے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اُس کو اُس عورت کے مُنھ کی طرف دیکھنا درست ہے بقصد ادائے سُنّت نہ
بقضائے شہوت **ف** اِس لئے کہ روایت کی ترمذیؒ نے اور نسائیؒ نے مغیرۃ بن شعبہؓ سے کہ جب اُنھوں نے پیغام دیا ایک عورت کو نکاح کا تو فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اُسکو تا تم دونوں میں اصلاح و محبت رہے **ص** اسی طرح لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا
کے **ف** دیکھنا درست ہے باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاصل **ص** تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے **ف**
یہی حکم ہے احتقان میں کہ حقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے مرد کے دیکھ سکتا ہے اور ایسا ہی حکم ہے دائی جنائی کا اور ختنہ کرنیوالے کا اور حکیم کا واسطے

نبض دریافت کرنے مریضہ اجنبیہ کے ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی عورت کو اُس مرض کا علاج بتادیوے تو بہتر ہے لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے
ص عورت کو عورت سے اُسی قدر دیکھنا درست ہے جتنا مرد کو مرد سے ف یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہے کہ عورت دوسری عورت کو نہ دکھاوے
پس ہمارے زمانے میں اکثر عورات میں جو رواج ہے کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات میں بالکل ننگی ہو جاتی ہیں بالکل
حرام ہے اُنکے شوہروں کو ان اُمورات سے منع کرنا ضرور ہے ص اسی طرح عورت کو مرد سے دیکھنا درست ہے اگر بے خوف ہو شہوت سے ف
اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہیں دُرِّ مختار ص اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مثل مرد کے ہیں ف یعنی
جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ کیطرف درست نہیں ہے ویسے ہی اُن لوگوں کو بھی نادرست ہے خصی وہ جس کے فوطے نکل گئے اور مجبوب جس کا
ذکر کاٹا گیا اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اُوپر قادر کرے اِن تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیئے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع
کرسکتا ہے اور فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ خصی کرنا مثلہ ہے تو نہ مباح کریگا اُس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق کر کے انزال کرتا ہے اور مخنث
تو مرد ہے فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہے نصِ کلام اللہ سے ہدایہ درمختار میں ہے کہ وہ مجبوب جس کی منی خشک ہو گئی ہو تو عورات کو
اُس کے سامنے ہونا درست ہے لیکن جس نے اس کو جائز رکھا تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے اور طحطاوی میں ہے کہ مخنث زنانے اور
زنخے کو بھی کہتے ہیں جس کے اعضاء اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اُسکو مطلق خواہش نہ ہووے تو بعض فقہا کے نزدیک
ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اُس کا بھی اختلاط جائز نہیں ص اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اُس کی
اجازت کے درست ہے اور عورت حرہ سے باجازت اُس کے درست ہے ف عزل اُسکو کہتے ہیں کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر
نکال لیوے اور فرج میں انزال نہ کرے مروی ہے ابوسعید خدریؓ سے کہ ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہے اور میں عزل کرتا ہوں
اُس سے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ حاملہ ہووے اور میں چاہتا ہوں جو چاہتے ہیں مرد اور یہود کہتے ہیں کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہے تو فرمایا آپ نے
جھوٹے ہیں یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اُسکو جس کے پھیرنے کی تجھے طاقت نہیں روایت کیا اسکو احمدؒ اور ابوداوٗدؒ اور نسائیؒ اور طحاویؒ نے اور
راوی اُس کے ثقات ہیں اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور قرآن
اُترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن اُس سے منع کرتا اور ایک روایت میں ہے کہ عزل کی خبر پہونچی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا
آپنے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حُرّہ سے بغیر اذن اُس کے کے

فصل استبرا کے بیان میں

یعنی لونڈی کے رحم کی برارت طلب کرنا اس طرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہے یا نہیں ہے ص جو شخص کسی لونڈی کا
مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اُس لونڈی کے محرم سے ف
جو ذی رحم نہ ہو ورنہ وہ لونڈی اُسی پر آزاد ہو گئی ہو گی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی ص یا صغیر
کے مال سے تو مالک پر اُس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی ف یعنی بوسہ مساس وغیرہ ص حرام ہونگے یہاں تک کہ اُس کے رحم کی صفائی حمل
سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اُن عورتوں میں جو حائضہ ہیں اور ایک مہینے سے اُن عورتوں میں جن کو حیض نہیں آتا اور وضع حمل سے
حاملہ میں ف یعنی ایک حیض تک انتظار کریں گے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہیں ہے اور جو نہیں آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل
تک انتظار کرنا پڑیگا اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیئے اُس کو کہ نہ پلاوے
پانی غیر کے کھیت میں یعنی حاملہ عورتوں سے دوسرا مرد جماع نہ کرے اور نہیں حلال ہے کسی شخص کو کہ جماع کرے اُن عورتوں سے جو قید ہو کر

لڑائی میں آئیں یہاں تک کہ استبرا کرے اُنکا روایت کیا اسکو ابوداوٗدؒ نے اور ترمذیؒ نے رویفع بن ثابت انصاریؓ سے اور صحیح کیا اسکو ابن حبانؒ نے اور حسن کہا اُس کو بزارؒ نے اور روایت کیا احمدؒ اور ابو داوٗدؒ اور دارمیؒ نے ابو سعید خدریؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق میں اُن عورتوں کے جو قید ہو کر آئی تھیں غزوہ اوطاس میں کہ نہ جماع کیجاویں حمل والیاں یہانتک کہ جنیں اور نہ وہ جن کو حمل نہیں ہے یہاں تک کہ ایک حیض اُن کو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکمؒ نے اور اُس کا ایک شاہد ہے ابن عباسؓ سے سُنن دارقطنیؒ میں **کذا فی بلوغ المرام** ص اور استبرا میں وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمیں اُس کا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اُس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اُس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے **ف** جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اِس طہر میں اُس سے وطی نہیں کی ورنہ حیلہ نہ کرے اِسی پر فتویٰ ہے **درمختار** ص اور امام محمدؒ کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسفؒ پر عمل کرے اگر اُس کے بائع کی وطی نہ کرنا اُس طہر میں معلوم ہووے ورنہ قول محمدؒ پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اُس کے نکاح میں عورت حُرّہ نہیں ہے تو اُس لونڈی سے نکاح کر کے اُس کو خرید لیوے **ف** اِسواسطے کہ نکاح میں استبرا واجب نہیں ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہیں **کذا فی الاصل** اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اُس کے پاس عورت حُرّہ نہ ہو سو اسلئے کہ عورت حُرّہ پر لونڈی سے نکاح درست نہیں جیسا کہ گزرا ص اور جو اُس کے نکاح میں عورت حرّہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مُشتری بعد خریدا کے قبل قبض کے اُس کا نکاح ایسے شخص سے کردے جس پر اُس کو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اُس کو طلاق دیدیوے **ف** قبل وطی کے پھر مُشتری اُس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اس لئے کہ طلاق قبل الوطی میں عدت نہیں ہے اور ملک مستحدث نہیں ہوئی ص ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں اس طرح کی ہیں کہ وہ از روئے نکاح کے جمع نہیں ہوسکتیں **ف** جیسے دو بہنیں ہیں یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی ص اور اُس نے شہوت سے دونوں[1] لونڈیوں سے دواعی وطی کیئے تو اب اُس کو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہیں جب تک کہ ایک کو اُن دونوں میں سے اپنے اُوپر حرام نہ کرلے **ف** مثلاً اُس کو بیچ ڈالے یا کسی سے نکاح کردے یا آزاد کردیوے یا مکاتب کردیوے **درمختار** ص اور مکروہ ہے **ف** تحریمًا **درمختار** ص بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا **ف** لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطانِ عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک ممنوع ہے **چلپی** ص یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کرتا یا جُبّہ پہنے ہو **ف** اِسواسطے کہ جب دونوں صرف ازار پہنے ہیں اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقہ میں ملے گا اور اُس میں خوف شہوت کا ہے برخلاف اُس صورت کے کہ کرتا یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہوں یہ مذہب ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقًا بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اور یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ جب بوسہ اور معانقہ واسطے محبت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اُس کے حرام ہونے میں شک نہیں بالاتفاق **کذا فی الاصل** اِس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفرؓ سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اُنکی دونوں آنکھوں کے درمیان میں روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں ابن عمرؓ سے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرتؐ نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے **کذا فی الهدایة** اِس حدیث کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب اُن دونوں کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اُن دونوں کے بیچ میں کچھ نہ ہووے اِن روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقے کی اُسی صورت میں ہے جب دونوں میں کوئی کپڑا حائل نہ ہووے اور سفر سے جو شخص آوے اُس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات میں جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہے ص اسی طرح جائز ہے مصافحہ **ف**

[1] اور جو ایک لونڈی سے وطی یا دواعی وطی کیا اور دوسری کے ساتھ دواعی وطی جائز ہے تو دوسری باندی سے ... ۱۲ درمختار

بلکہ مسنون ہے عند الملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانیؒ نے حذیفہ بن الیمانؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کر کے سلام کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ ابن ماجہؒ نے مرفوعاً روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اُن کے جُدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور جامع ترمذیؒ میں ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تو تمامی ہے تحیت کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحے کے اور مصافحہ مسنون ہے دونوں ہاتھوں سے انگوٹھا پکڑ کے وقت ملاقات کے اور سوا اس کے اور مقاموں میں جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہیں ہے بلکہ بعضوں نے اُسکو بدعت قرار دیا ہے **مسائل ملحقہ** ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہیں اسی طرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہ ہو اسی طرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاویں تو اُن کا بستر جدا چاہیے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہے اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جُدا گانہ ہو تو درست ہے اور لڑکا کہ جب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اُس کا نظر وغیرہ کے مسائل میں مثل بالغ کے ہے اور حمامی کو نظر کرنا شرمگاہ کی طرف درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک جیسے ختنہ کرنیوالے کو لیکن یہ روایت محمول ہے اُوپر حالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابو اللیثؒ نے اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہے ورنہ اُس کے لئے ایک لونڈی جس کو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دیں یا ختانہ سے نکاح کرا دیویں اور جو یہ صورتیں نہ ہو سکیں تو ختنہ نہ کرے عالم یا زاہد کا پاؤں چومنا اگر کوئی چاہے تو اپنے پاؤں کو بڑھاوے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہے وقت ملاقات کے مکروہ ہے اسی طرح زمین کا چومنا علماء اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیت اور آداب کے ہے تو فسق اور حرام ہے اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہے تو کفر ہے اور غیر خدا کے لئے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہے اور عالم کی تعظیم کیلئے یا اُستاد کی یا باپ کی قیام درست ہے جب یہ لوگ آویں اور بعض کے نزدیک ممنوع ہے اور حدیثیں مختلف وارد ہیں بعضوں سے جواز اور بعضوں سے ممانعت نکلتی ہے اور مصحف کا چومنا جائز ہے اور روٹی کا چومنا درست ہے اور روندنا اُس کا پاؤں سے یا کاٹنا اُس کا چھری سے ممنوع ہے **کذا فی الدر المختار و عالمگیری**

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

ص مکروہ ہے بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہے جیسے گوبر کی بیع **ف** اور لید اور مینگنی کی درست ہے **ص** صحیح قول میں **ف** اور وہ قول امام محمدؒ کا ہے ہدایہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے بیع گوبر کی **کذا فی الاصل ص** اور اُس سے **ف** یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے **ص** نفع بھی لینا درست ہے نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہے اور کافر نے شراب بیچکر روپئے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپئے اُن شراب کے روپیوں میں سے لینا درست ہے اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اُس کے روپئے حاصل کیے تو صاحب دین کو اُن روپیوں سے اپنے قرض کے روپئے لینا مکروہ ہے **ف** اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہے اور بیع اُسکی باطل ہے تو اُسکی قیمت بھی حرام ہے **کذا فی الاصل ص** اور جائز ہے آرائش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد میں جانا **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہیں مقصود ہے کیونکہ قول اللہ تعالیٰ کا اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ نہیں موجب ہے حرمت کو بعد اس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانوں کو اس بات کی کہ اب اِس سال کے بعد کفار قادر نہ ہوں گے اس مسجد کے دخول پر **کذا فی الاصل** اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤدؒ نے سُنن میں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدوں کو جو کفار تھے مسجد میں اُتارا اور مسند احمدؒ اور طبرانیؒ میں بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے یعنی

ص اور جائز ہے ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی ف اس لئے کہ آنحضرتؐ عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اُس کو صحاح ستہ والوں نے اور اُس میں قید مسلمان کی نہیں ہے آور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اُسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرتؐ نے فرمایا شکر ہے خدا کا جس نے اُس کو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی ص اور جانوروں کو خصی کرنا اور گدھوں کو گھوڑیوں پر کُدانا واسطے جُفتی کے ف اس لئے کہ حضرتؐ نے خصی دُنبوں کو ذبح کیا قربانی میں جیسا کہ اُوپر گزرا اور اُسمیں منفعت ہے جانور کی آور سوار ہوئے آپ خچر پر روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا تو البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر ص اور حقنہ ف شے طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اُس میں جب کوئی طبیب مسلمان یہ کہدیوے کہ فلاں شے نجس میں شفا ہے اور کوئی دوائے مباح قائم مقام اُسکی نہ ملے درمختار ص اور تنخواہ قاضی کی ف بیت المال میں سے یہ اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اُجرت لینا درست نہیں مگر یہ درست ہے اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہ ہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نہ کریں گے کذا فی الاصل دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رُکا رہتا ہے اُسکا بدلہ ہے نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی اور اُم ولد کا ف اور مکاتبہ اور معتقۃ البعض کا ص بغیر محرم کے ف اس واسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہے جیسے محرم آور مختار میں ہے کہ یہ حکم زمانۂ سابق میں تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہیں بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید و فروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا ماں اور اُس کو جس نے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اُنکی پرورش میں ہووے اور صغیر کا اجارہ دینا صرف ماں کو ف جائز ہے اوروں کو نہیں درست ہے ص اور شیرۂ انگور بیچنا اُس شخص کے ہاتھ جو اُسکی شراب بناویگا ف اسواسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ بعد اُس کے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ اُن کا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہیں کیونکہ معصیت اُنکی عین سے متعلق ہے کذا فی الاصل ص اور ذمی کی شراب مزدوری لے کر اُٹھانا ف یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں درست ہے اور مزدوری حلال نہیں ہے کذا فی الاصل ص اور دیہات میں گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لئے ف یعنی پارسیوں کی عبادت کے واسطے ص یا کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کے واسطے یا شراب بیچنے کے واسطے ف درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں لیکن شہروں میں بالاتفاق نا درست ہے اور ہدایہ میں ہے کہ مراد دیہات سے یہاں دیہات کوفہ ہے جن میں اکثر گانوں والے ذمی رہتے تھے ص اور ہمارے ملک کے دیہاتوں میں تو اِن باتوں کی قدرت اُنکو نہ دیجاوے گی اسلئے کہ نشانیاں اسلام کی ظاہر ہیں یہی قول اصح ہے آور درست ہے مکّے کے مکانوں کی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور علٰحدہ زمین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک زمین کا بھی بیچنا درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار امامؒ کی دلیل ظاہر حدیث ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام ہے حُرمت دی اُس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں حلال بیع اُسکی زمین کی اور کرایہ دینا اُس کے گھروں کو ص اور غلام کے پانوں میں بیڑی ڈالنا ف اگر اُس کے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے میں مکروہ ہے ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اُسکی دعوت قبول کرنا اور اُس کے جانور کو عاریت لینا ف استحساناً اسلئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا ہدیہ سلمانؓ کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اسکو حاکمؒ نے بریدہؓ سے اور ہدیہ بریرہؓ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے جب ہدیہ بریرہؓ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھی ص لیکن مکروہ ہے کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا اپنا دیوے یا روپیہ اشرفی تحفے کے طور پر دیوے ف اس لئے کہ اِن چیزوں کی تجارت میں کچھ ضرورت نہیں برخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجاروں کے ملانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لئے اِن باتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے ص آور بھی مکروہ ہے خدمت لینا خصی سے ف اس واسطے کہ اسمیں ترغیب ہے انسان کے خصی کرنے کی اور وہ ممنوع ہے ص اور مکروہ ہے بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اُس سے جو چاہیگا چیزیں لیتا جاویگا یہاں تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اِس قرض میں منفعت ہے اور ایسا

قرض ممنوع ہے ہاں اگر اُس بقال پاس امانۃً روپیہ رہنے دیوے پھر اُس کے بدلے میں چیزیں لیتا جاوے تو درست ہے ہدایہ ص اور شطرنج
یا چوسر کھیلنا ف اور اسی طرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اسمیں ذہن تیز ہوتا ہے لیکن اس
شرط سے کہ نماز فوت نہ ہو جاوے اور اُسمیں شرط نہ ہو ورنہ جُوا ہو جائیگا اور وہ حرام ہے نص کلام اللہ سے آور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ شرط نہیں ہووے
جب بھی اُسمیں ضائع کرنا ہے عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہے یہانتک کہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہے تو اور اُمورات کا کیا حال ہوگا کذا فی الاصل
دلیل اُس کے مکروہ ہونیکی یہ ہے کہ وہ لہو ہے اور ہر لہو نادرست ہے مگر تین لہو اور شطرنج اُن تین میں سے نہیں ہے ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اُس نے اپنا ہاتھ سُوئر کے خون میں ڈبو دیا کہا زیلعیؒ نے اِس لفظ سے یہ حدیث
غریب ہے اور موجود ہے صحیح مسلم میں یہ حدیث لیکن اُس میں شطرنج کا لفظ نہیں ہے آور روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں قاسم بن محمدؒ سے
کہ اُنھوں نے کہا شطرنج کے باب میں کہ یہ لہو ہے اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہے جسکی حرمت کلام اللہ میں منصوص
ہے ص اور اسی طرح ہر لہو ولعب ف جیسے کنکوا یا تکل اُڑانا آتش بازی چھوڑنا آرایش شادی میں بنانا ص اور غلام کے گلے میں طوق ڈالنا
اور مکے کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا میں یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشك ف یا معقد العز من عرشك اول کے معنی یہ ہیں کہ عرش
سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہے اور ثانی کے معنی یہ ہیں کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہے دونوں لفظ کہنا مکروہ ہے اِس لئے کہ لفظ اول
سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہے کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہیں اور عزت اور جلال الٰہی قدیم ہیں آور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا
ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کا تمکن عرش پر ہے اور یہ قول مجسمہ خذلہم اللہ کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جہت ثابت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہ
دُرمختار میں ہے کہ ابو یوسفؒ نے اُس کے عدم کراہت کو کہا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیثؒ نے اِسواسطے کہ یہ لفظ دعائے ماثور میں وارد
ہے جس کو روایت کیا بیہقیؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے تو اس صورت میں لفظ عز صفت عرش کی ہوگی نہ صاحب عرش کی، پھر صاحب درمختار کہتے ہیں
کہ زیادہ تر احتیاط اِس دعا کے نہ کہنے میں ہے اِس واسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہے اور مخالف اُن آیات قطعیہ کے جن سے نفی جہت اور
مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہے ص اور مکروہ ہے کہ دعا میں یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلك وانبيائك ف اِس لئے کہ رسل اور انبیا
اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہیں اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہیں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں اور راحتیں عطا
کرتا ہے اور کریگا اُس کو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیئے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسی کا دینا نہیں آتا البتہ یہ لفظ دعائے ماثور میں
وارد ہے تو مراد اُس جگہ حق سے حُرمت اور عظمت اور وجاہت ہے نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہے قرآن شریف پر بعد دس دس آیتوں کے
علامت بنانا یا اُسمیں اعراب دینا ف اِس واسطے کہ ابن مسعودؓ نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن میں اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اس کو
ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ص مگر اہل عجم کو درست ہے بلکہ مستحسن ہے ف اِسواسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہیں سکتے تو حرج
واقع ہوگا اعراب نہ لکھنے میں اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہو جاویگی ص اور مکروہ ہے بند کر رکھنا آدمی اور جانوروں کی خوراک
اُس شہر میں جہاں پر روکنا ضرر کرتا ہو ف اِس واسطے کہ یہ حدیث میں ہے الجالب مرزوق والمحتكر ملعون یعنی غلہ لانے والا واسطے شہر
والوں کے رزق دیا گیا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اُس کو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ
سے آور روایت کی احمدؒ نے مسند میں ابن عمرؓ سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگوں سے چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ
تعالیٰ بری ہوا اُس سے آور مراد یہ ہے کہ غلہ خرید کرکے اُس کو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے ہاتھ نہ بیچے اِس نظر سے کہ جب گراں یا قحط ہوگا تو
بیچیں گے تو حاصل یہ ہے کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہے آور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہیں ہے بلکہ
جس چیز کے روکنے سے عامۂ خلائق کو ضرر پہونچے تو اُس کو احتکار کہتے ہیں آور محمدؒ سے مروی ہے کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہے آور مُدت

حبس کی بعضوں کے نزدیک چالیس دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک ایک مہینہ لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب ہے کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل وعیال کی قوت سے فاضل ہو اُس کو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اُس کو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اُس کو بیچ ڈالے کذا فی الہدایۃ والاصل ص نہیں مکروہ ہے اُس غلے کا روک رکھنا جو اُسکی زمین میں خاص پیدا ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اُس کو لایا ہووے ف اور ابویوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک اکثر حکم مصر میں ہے کذا فی الاصل ص اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اُس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے ف بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے ص مگر اُس صورت میں کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا لیویں تو لوگوں کی صلاح اور مشورے سے نرخ مناسب مقرر کر دیوے ف اسواسطے کہ ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گراں ہوگیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنے والا ہے اور بند کرنے والا ہے اور کشایش کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمیؒ اور بزارؒ اور ابویعلیٰؒ موصلی نے اپنی مسندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا فی العینی مسائل ملحقہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ مِلا کر بالتبع کہہ سکتا ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں مکروہ ہے کبوتروں کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کیلئے درست ہے اور اُن کا اُڑانا یا مُرغ لڑانا حرام ہے کبوتر باز اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہووے یا ڈھیلے مار کے لوگوں کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اُس کے ذبح کر ڈالے جاویں طیور خرید کرکے چھوڑ دینا درست ہے اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اِس واسطے کہ ضائع کرنا ہی مال کا گھوڑ دوڑ درست ہے اگر شرط یک طرفہ ہو اور حرام ہے اگر دونوں جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اُسکا گھوڑا اس طرح کا ہو کہ اُسکے آگے بڑھ جانیکا احتمال ہو پھر اگر اُس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لیوے اور اُن دونوں شخصوں میں جو آگے بڑھ جاوے دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونوں تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لیں گے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ ہے قصص کاذبہ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہے ناخون کترانا مستحب ہے دن جمعے کے بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہوں اور غازی کو ناخون اور مونچھیں بڑھانا چاہئیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے اُسی کی چھنگلیا تک پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک موئے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعے میں افضل ہے اور پندرھویں دن بھی موئے زہار مونڈنا جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ گزارنا مکروہ ہے ڈاڑھی ایک مُٹھی رکھنا مستحب ہے اِس سے جو بڑھے اُس کو قطع کرے اگر بدنما معلوم ہو مونچھوں کو کترا دے یا مُنڈا دے اگر کترا دے تو اتنا کہ لب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاویں عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہے ایک شخص نے علم دوسروں کو تعلیم کرنے کے لئے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لئے تو اول افضل ہے اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہے بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا جائز ہے اگر امرد نہ ہو قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرارت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان واقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں لڑکیوں کے کان چھیدنے میں قباحت نہیں ہے بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا ناجائز ہے البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہے عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن پڑھنے سے سُننا اُس کا زیادہ ثواب ہے واللہ اعلم

من الدر المختار وحواشیہ
ص کتاب احیاء الموات

ف یعنی نا آباد زمینوں کے آباد کرنے کے بیان میں ص موات وہ زمین ہے جس سے نفع حاصل نہیں ہوتا پانی نہ ہونے یا پانی کی کثرت کے

سبب سے یا مانند اُس کے اور اسباب سے **ف** مثلاً زمین بہت نمدار ہو گئی یا شور ہو گئی **کذا فی الاصل ص** اور قدیم سے کسی کی مملوک نہیں ہے یا مملوک ہے اہل اسلام کی لیکن اُس کا کوئی مالک معین نہیں معلوم ہوتا اور بستی سے اس قدر دور ہے کہ اگر کوئی شخص انتہائے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اُس زمین میں آواز نہ پہونچے **ف** امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہو گی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہیں ہے پس اگر اُسکا مالک معلوم نہ ہووے تو وہ عامۂ مسلمین کی ہے اور جب اُس کا مالک ظاہر ہو جاوے تو وہ رد کی جاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑے گا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسفؒ نے نہ محمدؒ نے **کذا فی الاصل ص** جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اُسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہ ہوگا **ف** یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کا اذن شرط نہیں ہے **کذا فی الاصل** دلیل اُنکی قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اُسی کی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اسکو ترمذیؒ نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہے اور اختلاف ہے اُس کے صحابی میں بعضے جابرؓ کہتے ہیں اور بعضے عائشہؓ اور بعض عبداللہ ابن عمرؓ اور راجح قول اول ہے اور روایت کی بخاریؒ نے عروہؓ سے اُنھوں نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہ ہووے سو وہ زیادہ حقدار ہے اُس کا کہا عروہؓ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت میں دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معاذؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اُس کا امام خوش ہو اور اُوپر کی حدیث محمول ہے اُسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے **ص** نہیں جائز ہے آباد کرنا اُس زمین کا جس کا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہاں آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اُس کا عود نہ ہو سکے تو آباد کرنا اُس کا درست ہے اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور اُسمیں پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اُس کو آباد نہیں کیا تو امام اُس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور جس نے ایک کنواں زمین موات میں کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنواں عطن کیلئے ہو **ف** یعنی پانی اُس میں سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اُونٹ اُس کے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہوں **ص** یا ناضح ہو **ف** بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے اُونٹوں سے کھیت سینچنے کیلئے **ص** تو گرداگرد اُس کنویں کے چالیس گز ہر طرف سے اُس کا حق ہوگا بر قول اصح **ف** اور بر قول غیر اصح حریم اُس کا چالیس گز ہے ہر طرف سے دس گز اور صاحبینؒ کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز کا ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہے جو چوبیس اُنگل کا ہوتا ہے اور ہر اُنگل بقدر چھ جَو کے جب آپس میں ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہووے **کذا فی الاصل** دلیل امام صاحبؒ کی حدیث ہے عبداللہؓ بن مغفل کی روایت کیا اُس کو ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنواں کھودے تو اُس کو چالیس گز ہے واسطے پانی پینے اُس کے جانوروں کے روایت کی امام احمدؒ نے مسند میں ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنویں کا چالیس گز ہے سب طرف سے اُسکے واسطے پانی پینے اُونٹ اور بکریوں کے **ص** اور حریم چشمے کا پانچسو گز ہر جانب سے **ف** اِس واسطے کہ ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانچسو گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے **کذا فی العینی شرح الہدایۃ** یہی حدیث دلیل ہے صاحبینؒ کی بیر ناضح کے حریم میں زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں اُسکو غریب کہا ہے **ص** تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنواں کھودنیکا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم کے اگر حریم کی منتہیٰ پر ایک اور شخص نے کنواں کھودا تو اُس کا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنویں کی جانب سے **ف** اِس لئے کہ وہ ملک پہلے کنویں والے کی ہے **ص** اور کاریز **ف** یعنی مجرے پانی کا زمین کے نیچے **در مختار ص** کا حریم بقدر اُس کی مقدار کے ہے **ف** اندر کی مٹی ڈالنے کے لئے یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب اُس میں پانی نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہے اُس کا حریم نہیں ہے اور جو پانی نکلے تو حکم اُس کا مثل چشمے کے ہے یعنی پانچسو گز اُس کا حریم ہوگا **کذا فی الاصل ص** نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی

زمین میں امام صاحبؒ کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اُسکو نہر کی مینڈ ملیگی چلنے کیلئے اور مٹی ڈالنے کیلئے حریم ملیگا اور ایسی ہی زمین موات میں تو اگر مینڈا ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ میں واقع ہے اور کسی کی اُن دونوں میں سے اُس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہیں ہے تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اُسپر موجود ہو تو اُسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے ف درمختار میں ہے کہ قول ابو یوسفؒ پر فتویٰ ہے اور حریم درخت کا جو ارض موات میں بووے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہے حدیث میں اخراج کیا اس کا ابو داؤد رحمہ نے

ص فصل شرب کے مسائل میں

شرب بالکسر عبارت ہے پانی کے حصے سے ف یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کیلئے یا جانوروں کے پانی پلانے کیلئے درمختار ص اور شفہ کہتے ہیں آدمی یا چارپایوں کے پانی پینے کو لبوں سے تو ہر شخص کو حق شفہ پہونچتا ہے ہر پانی میں جو کسی برتن کے اندر نہ رکھا گیا ہووے ف اِس لئے کہ جب پانی کسی برتن میں رکھا گیا وہ رکھنے والے کا مملوک ہوگیا اب کوئی شخص بے اجازت اُس کے اُسمیں سے نہیں پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ میں ہے جیسے کنواں یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کو اُس سے پینا یا جانوروں کو پلانا پہونچتا ہے اصل اس باب میں یہ قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ آدمی شریک ہیں تین چیزوں میں ایک پانی دوسری گھانس تیسری آگ روایت کیا اسکو ابو داؤدؒ اور ابن ماجہ رحمہ نے ص اسی طرح ہر شخص کو پہونچتا ہے کہ دریا یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہریں ہیں ف دجلہ نام ہے نہر بغداد کا اور مانند دجلہ کے اور انہار عظام ہیں مثل گنگا جمنا گھاگھرا وغیرہ ص اپنی زمین کو سینچے یا اُسمیں ایک نہر اپنی زمین کیطرف نکالے سینچنے کیلئے یا چکی کیلئے اگر عامہ خلق کو اُس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کنوئیں سے جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلادے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانوروں کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت میں پانی ڈالے مگر اُسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ گھڑے میں پانی بھر کر اپنے گھر میں لاکر درخت یا سبزے میں ڈالے صحیح تر قول میں ف اور بعضوں کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر مالک کے اذن سے اور خانیہ اور وجیز میں اسی قول کو اصح کہا ہے طحطاوی ص جو نہر کسی کی مملوک نہیں ہے اُسکی کھدوائیؔ بیت المال میں سے دیجاویگی اور اگر بیت المال میں روپیہ نہ ہووے تو رعایا سے لیجاوے گی ف اور اگر وہ نہ دیں تو امام اُن سے جبراً لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کے واسطے حموی ص اور وہ جو نہر مملوک ہے تو نہر والوں سے لیجاوے گی نہر کے اُوپر کی جانب سے نہ پانی پینے والوں سے ف یعنی جو اُس نہر میں پانی پیتے ہیں اُن سے کھدوائی نہ لیجاوے گی اسلئے کہ وہ نہر والے نہیں ہیں ص اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاویں گے تو اُس پر باقی نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سب شریکوں پر پوری نہر کی اول سے آخر تک کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لیجاویگی ص صحیح ہے دعویٰ شرب کا بغیر دعویٰ زمین کے ف یہ استحسان ہے اسلئے کہ کبھی پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہے ارثاً اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہے اور شرب بائع کے لئے رہتا ہے کذا فی الاصل ص ایک جماعت نے شرب میں جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کردیں گے اور اُوپر کی جانب والا نہر روک نہیں سکتا اگرچہ اُسکی زمین سیراب نہیں ہوتی ہو بغیر روکے ہوئے مگر اور شرکار کی رضامندی سے اور کوئی اُس نہر میں سے دوسری نہر نکال نہیں سکتا یا اُس پر چکی نہیں کھڑی کرسکتا یا دولاب یا پل بنا نہیں سکتا مگر شرکار کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک میں رکھے ف اِس طرح سے کہ بطن نہر اور دونوں کنارے اُس کے مملوک ہوں اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذا فی الاصل ص اور نہر اور پانی کو اُس سے ضرر نہ پہونچے تو ہوسکتا ہے اِسی طرح نہر کے مُنھ کو چوڑا نہیں کرسکتا یا اگر نہر کا پانی بطور سوراخوں کے منقسم تھا اور وہ دنوں کے حساب سے بانٹے تو یہ نہیں ہوسکتا یا اُس زمین میں پانی لیجاوے جہاں کی باری مقرر نہ تھی حق میں شرب موروث

لہ کھدوائی سے مراد صاف کروانا [illegible] ۱۲

ہوتا ہے اور اُس سے نفع اُٹھانے کے لئے وصیت بھی ہوسکتی ہے اور اُسکی بیع یا اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہیں ہوسکتی اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا ف موافق عادت کے ورنہ ضامن ہوگا درمختار ص اور اُس سے دوسرے کی زمین میں تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان نہ دے گا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دے گا ف اِسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہے اور یہی قول ہے امام خواہر زادہ کا اور جامع صغیر بزدوی میں ہے کہ ضامن ہوگا کذا فی الاصل درمختار میں ہے کہ فتویٰ قول اوّل پر ہے واللہ اعلم

ص کتاب الاشربة

یہ کتاب ہے شرابوں کے احکام کے بیان میں حرام ہے خمر اور وہ کچا پانی ہے انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اُٹھا دے اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو ف یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اُس کا حرام ہے اِس لئے کہ وہ نجس عین ہے مثل پیشاب کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کے حق میں اِنَّہٗ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ یعنی وہ پلید ہے شیطان کا کام ہے اور احادیث اُسکی حرمت میں بکثرت وارد ہوئی ہیں روایت کی حاکمؒ اور ابوداودؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی خمر پر اور اُسکے پینے والے پر اور اُسکے نچوڑنے والے پر اور اُس کے پلانے والے پر اور اُس کے اُٹھانے والے پر اور اُسکی قیمت کھانے والے پر اور اُس کے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابوحنیفہؒ اور نسائیؒ اور دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ خمر حرام ہے قلیل اور کثیر اُس کا اور اور شراب بقدر سُکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور باقی ائمہؒ کے نزدیک جو چیز عقل کو زائل کردیوے اور نشہ لادے وہ خمر ہے دلیل اُنکی حدیث ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مُسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاریؒ کے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے خمر ان دو درختوں سے ہوتا ہے یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہؒ نے دلیل امامؒ کی یہ بیان کی ہے کہ خمر بالاتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہیں اور حدیث اول میں یحییٰ بن معینؒ نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی نہ بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیثؒ نے اسکو رد کیا ہے اِس طرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخانؒ اور ائمہ اربعہؒ نے پس یا اعلیٰ مراتب صحیح میں ہوئی اور طعن یحییٰ بن معینؒ کا اُس حدیث میں ثابت نہیں ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ میں نے اُس طعن کو کسی کتاب حدیث میں نہیں دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہیں خمر کی حقیقت میں بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مُسکر کو عام رکھا ہے اور قاموس میں قول ثانی کو اصح کہا ہے اور دلائل اُسکی صحت کے بہت ہیں ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہؓ کے کہ خمر پانچ چیزوں سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جَو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہؓ کرام عرب عرباء اور علم باللسان تھے دوسری روایت کی بخاریؒ نے انسؓ سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا اُسوقت خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابوداودؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہوں سے خمر ہوتا ہے اور جُو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں سے جنھوں نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابوموسیٰؓ اور ابوہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہیں صحابہؓ سے اور تابعینؒ سے سعید ابن المسیبؒ اور حسنؒ اور سعید بن جبیرؒ ہیں اور اور لوگ ہیں کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابوہریرہؓ اور حدیث نعمانؓ اور حدیث ابن عمرؓ میں کہ جب خمر حرام ہوا مدینے میں تو ان خمروں میں سے کوئی خمر وہاں نہ تھا روایت کیا اُس کو بخاریؒ نے اور صحابہؓ اُسکی تعریف اور ماہیت میں مختلف ہوگئے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہم نے درمیان ائمہؒ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اُسی کو اختیار کیا ہم نے اِس لئے کہ امر حُرمت کا عظیم ہے جیسے امر حلّت کا یعنی حُرمت خمر کی تو قطعی ہے اور مُنکر اُسکی حُرمت کا کافر ہے برخلاف اُس کے جو اور اشربہ کی حُرمت کا مُنکر ہو اِسلئے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اُس کے مُنکر حرمت کو کافر ٹھہرایا اور سوا اس کے اور مسکرات بھی حرام ہیں

لیکن حرمت اُن کی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ ہونا شرط ہے امام اعظمؒ کے نزدیک آور صاحبینؒ کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مُسکر ہو گیا اب جھاگ اُٹھانا ضرور نہیں ہے پھر خمر کا عین حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ بقدر مُسکر اُسمیں حرام ہے ف لیکن یہ قول مردود ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو رجس فرمایا ہے جیسا کہ گزرا اور اُس پر اجماع اُمت کا ہو گیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا کافر ہے ف اِس لئے کہ مُنکر ہے نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اُسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی خمر کے بائع اور اُسکی قیمت کھانے والے پر آور روایت کی مُسلمؒ نے اور محمدؒ نے آثار میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حرام کیا خمر کو سو اُسی نے حرام کیا اُسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہے مسلمان کو نفع اُٹھانا خمر سے ف اِس لئے کہ انتفاع نجس سے حرام ہے دُرمختار میں ہے کہ خمر کا جانوروں کو پلانا یا اُس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اُس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اُس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا پیاس کے سبب سے جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نہ ملے تو پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پیے گا تو اُس پر حد ماری جاویگی ص اور جو کوئی خمر کو پیے گا اگرچہ اُس کو نشہ نہ ہووے لیکن حد مارا جاوے گا ف چنانچہ دلیل اُسکی کتاب الحدود میں گزری اور سوا خمر کے اور شرابوں کے پینے سے حد نہ پڑیگی جب تک کہ نشہ نہ ہووے لیکن محمدؒ کے نزدیک پڑیگی اور اسی پر فتویٰ ہے اِس زمانے میں عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اُسکی حُرمت نہ جاویگی ف اِس لئے کہ بعد خمر ہو جانے کے پکانا مؤثر نہیں ہے ہدایہ ص اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہے وہ سرکہ اسیطرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے انسؓ کی ابی طلحہؓ سے کہ پوچھا اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیموں کا خمر میرے پاس ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ بہا دے اُسکو تو کہا میں نے سرکہ بنا لوں اُس کا کہا آپؐ نے نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث قریب تر ہے اُس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل میں آپؐ نے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنوں کا استعمال بھی منع کر دیا تھا بعد اُس کے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعیؒ نے بھی ایک قول میں یہ سرکہ جائز رکھا ہے دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے فرمایا کیا اچھا سالن سرکہ ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے جابرؓ سے اور سرکہ اس حدیث میں مطلق ہے تیسرے یہ کہ علت حُرمت خمر کی سُکر ہے تو جب سُکر زائل ہو گیا تو حُرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اُسکے اُوپر کی جانب جہاں سے خمر گھٹ گیا ہے تبعًا پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ ہے اور ایک روایت میں پاک نہ ہوگا مگر جب وہ سرکہ وہاں ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ہدایہ ص اسی طرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی سے کم جلایا جاوے ف طلا اُس کو اِس لئے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اُونٹ کے طلا کے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام باذق ہے اور جو نصف جل جاوے تو اُس کا نام مُنصف ہے یہ دونوں اوزاعیؒ کے نزدیک مباح ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک حرام ہیں ص اور سکرٌ یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی خشک انگور کا پانی جب اُن میں جوش اور شدت پیدا ہو جاوے ف یعنی طلا اور سکرٌ اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہیں کہ ان میں جوش اور نشہ پیدا ہووے آور شریک بن عبداللہؓ کے نزدیک سکرٌ درست ہے اِسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہؓ کا ہے اُسکی حُرمت پر آور یہ آیت ابتدائے اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا آور بعضوں نے کہا کہ مطلب اِس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکرٌ بناتے ہو اور رزق حسن کو ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایہ ص اور نجاست انکی غلیظہ ہے ف اور ایک روایت میں خفیفہ ہے ہدایہ اور حرام ہونا ان کا امام صاحبؒ کے نزدیک جب ہے جس وقت جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ لاوے آور صاحبینؒ کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہے مثل شراب کے کذا فی الاصل ص لیکن حُرمت اُنکی ظنی ہے تو مُنکر اُس کا کافر نہ ہوگا اور خمر کی حُرمت قطعی ہے تو مُنکر اُس کا کافر ہوگا آور درست ہے مُثلث انگور کا اگرچہ اُسمیں شدت ہو جاوے ف یعنی سُکر پیدا ہو جاوے مُثلث انگور کا اُس کو کہتے ہیں کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہاں تک کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے

اور ایک تہائی رہ جائے پھر اُس کو چھوڑیں یہاں تک کہ اُسمیں شدت ہو جاوے اور جھاگ اُٹھنے لگے اسی طرح اگر اُسمیں بعد جلانیکے پتلا کرنے کیلئے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکا دیں اور اُسکو رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ اُٹھنے لگے اور درست ہے یہ مثلث امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اور محمدؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام ہے **کذا فی الاصل** اور طلاء حقیقت اسی کا نام ہے درمختار میں ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہؓ سے ثابت ہے **ص** اسی طرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جاوے اگرچہ اُسمیں شدت ہو جاوے لیکن اِن تینوں کا اِس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پیے بلکہ قوت کیلئے استعمال کرے **ف** ورنہ امام صاحبؒ کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے علیؓ کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام کیا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بالکل اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اس کو عقیلیؒ نے اور کہا کہ اسناد میں اُسکی عبد الرحمن مجہول ہے اور حدیث اُسکی غیر محفوظ ہے البتہ یہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے روایت کیا اس کو ابو حنیفہؒ اور دار قطنیؒ نے جیسا گزرا اور روایت کیا نسائیؒ نے حلت کو مثلث کی حضرت عمرؓ سے تو حرام امام صاحبؒ کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہو اور محمدؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک یہ سب حرام ہیں قلیل اور کثیر اِن کا اِسلئے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو اُس کا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اسکو احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کہا ابن حبانؒ نے اور روایت کیا ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اُس کا ایک کف بھر بھی حرام ہے اور بہت سے علمائے نے فتویٰ دیا ہے محمدؒ کے قول پر اِس زمانے میں اِسلئے کہ فاسق اِن چیزوں کا استعمال کرتے ہیں واسطے سکر کے اور شاید امام اعظمؒ کو یہ حدیثیں نہیں پہنچیں واللہ اعلم **ص** اسی طرح درست ہے خلیطان یعنی کھجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دیں اور تھوڑا سا پکا کر اُسکو چھوڑ دیں یہاں تک کہ جوش مارے اور شدید ہو جاوے جب اُس کو پیے بغیر لہو و طرب کے **ف** دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہؒ نے روایت کیا عائشہ صدیقہؓ سے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو اُس کو پیتے تھے اور جو شام کو تر کرتے تھے تو آپ صبح کو اُسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں پلانا ابن عمرؓ ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہے اور وہ جو حدیث جابرؓ میں جس کو روایت کیا ائمہ ستہؒ نے ممانعت اِسکی منقول ہے تو محمول ہے اُوپر ابتدائے اسلام کے ہدایہ **ص** اسیطرح درست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہوں اور جَو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو اور طرب کے **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک ہدایہ میں ہے کہ اُنکے پینے والے کو حد نہ پڑیگی اگرچہ مست ہو جائے اور محمدؒ کے نزدیک یہ سب حرام ہیں مطلقاً اور یہی مفتیٰ بہ ہے اور اُسکے پینے والے کو حد پڑیگی اگر مست ہو جاوے بقول مختار فی زماننا **کذا فی الدر المختار** **ص** اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اُسمیں ڈالکر بناوے اور نبیذ ڈالنا تو بنوں[٥٥] اور سبز گھڑوں[٥٦] اور مرتبان اور روغن قیر مالش[٥٧] کیے ہوئے برتنوں اور لکڑی[٥٨] کے برتنوں میں **ف** اسواسطے کہ محمدؒ نے کتاب الآثار میں بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں نے تم کو دُبّا اور حَنتَم اور مُزفّت میں نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباسؓ میں ہے صحیحین میں کہ آپ نے وفد عبد القیس کو دُبّا اور حَنتَم اور مُزفّت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ[٥٩] ہے اِس حدیث سے **ص** اور مکروہ ہے خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اُس کو کنگھی میں مَل کر بالوں میں لگانا **ف** مراد کراہت سے حرمت ہے **کذا فی الاصل** **ص** لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہ ہووے تو اُس کو حد نہ پڑیگی **ف** اور خمر میں شرب قلیل سے حد ہے اِس لئے کہ قلیل اُس کا داعی ہوتا ہے طرف کثیر کے اور یہ امر تلچھٹ میں نہیں ہے تو اُسمیں حقیقۃً سکر معتبر ہو گا **کذا فی الاصل مسائل ملحقہ** درمختار میں ہے کہ بھنگ اور افیون اور اجوائن خراسانی اور جائیفل حرام ہے لیکن حرمت خمر سے اُنکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص اِن میں سے کھاوے تو اُس پر حد نہیں اگرچہ اُس سے مست ہو جاوے بلکہ

---

[٥١] یہ احتمال غلط اور سوء ظن ہے اِس لئے کہ قبل اس کے درمختار سے نقل کیا ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہؓ سے ثابت ہے اور حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی حلت کو جب بقدر سکر نہ ہو، روایت کی نسائیؒ اور دار قطنیؒ نے تو کیا اِن تمام اجلہ صحابہؓ کی روایتیں حرمت قلیل و کثیر مخفی رہیں کوئی مسلمان مخلص ایسا گمان کرے گا پس جواب صحیح یہی ہے کہ یہ روایات استعمال بطور لہو و طرب پر م

اُس کو تعزیر دیجاوے اور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اور افیون کی حلّت مفہوم ہوتی ہے اگر قلیل ہو جس سے سُکر نہ ہووے اور تمباکو کے باب میں علما مختلف ہو گئے بعض کے بیان سے حلّت اور بعضوں کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضوں کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہے لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجح ہے اور کراہت تنزیہی اقرب ہے طرف حلّت کے پس حلّت کا قول راجح ہے اور یہی مستفاد ہے کتب شافعیہ سے اور موافق ہے اِس اصل کے کہ اِن اشیا میں اباحت ہو اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مُسکر سے اور مُفتر سے روایت کیا اس کو احمدؒ نے اُم سلمہؓ سے تو اُس سے ممانعت تمباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہووے اور قلیل ہو کہ اُس سے فتور پیدا نہ ہووے نہیں نکلتی اور یہی حکم ہے حقّے کا واللہ اعلم بالصواب اور نان پاؤ جس میں خمیر مخلوط ہووے حرام ہے اور جو کوئی چیز مُسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام صاحبؒ کے درست ہے اور موافق مذہب امام محمدؒ کے نادرست ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے

ص کتاب الصید

ف یہ کتاب ہے شکار کے بیان میں صید وہ حیوان متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ اور حلّت صید کی غیر محرم کے لئے کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو شکار کرو اور فرمایا حرام کیا گیا تم پر شکار خشکی کا جب تم احرام میں ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدیؓ بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کُتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اُس میں سے کھالیوے تو نہ کھا روایت کیا اس کو ائمہ ستہؒ نے اور منعقد ہوا اُسکی حلّت پر اجماع ص حلال ہے شکار ہر دانت کچلی والے جانور سے اور ہر پنجے والے پرندے سے جیسے کُتا باز وغیرہ ف بیان ہوئے معنی دانت والے اور پنجے والے جانور کے کتاب ذبائح میں پھر جان تو کہ سُور مستثنیٰ ہر اس سے اِس سلئے کہ وہ نجس العین ہے اور امام ابو یوسفؒ نے استثنا کیا شیر کا بسبب اُسکے علوہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہے خساست میں اور ظاہر یہ ہے کہ کچھ حاجت استثنا کی نہیں ہے اس لئے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہیں ہوسکتی اِس لئے کہ شیر عالی ہمت ہے وہ کسی کا کام نہیں کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہے وہ بھی کسی کا کام نہیں کرتا تو حلّت صید کی شرط نہیں پائی جاتی کذا فی الاصل دلیل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ یعنی حلال ہے تمہارے واسطے شکار جانوروں کا جو زخمی کرتے ہیں جن کو تعلیم کیا تم نے اور یہ مطلق ہے شامل ہے ہر جانور کو دوسری حدیث عدیؓ بن حاتم میں لفظ کلب کا وارد ہے اور کلب کا اطلاق زبانِ عرب میں ہر درندے پر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیر پر بھی ہدایہ ص بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہوں ف اسلئے کہ کلام اللہ میں وَمَا عَلَّمْتُمْ کی قید ہے دوسرے یہ کہ ابو ثعلبہ خشنیؓ نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہیں اپنے کُتے معلّم اور غیر معلّم سے تو فرمایا آپنے کہ جو تو شکار کرے اپنے کُتے معلّم سے بسم اللہ کہہ کر سو کھا اُس کو اور جو تو شکار کرے غیر معلّم کُتے سے اور اُس جانور کو ذبح کرلے تو کھا اُس کو یعنی بغیر ذکاوت اُس کا کھانا درست نہیں ہے روایت کیا اُس کو بخاریؒ مسلمؒ نے ص اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگادیں ف اِس واسطے کہ کلام اللہ میں جَوَارِح کا لفظ وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جراحت ضرور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جراحت شرط نہیں ہے ص اور اُن کو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہہ کر چھوڑے ف اِس واسطے کہ حدیث عدیؓ میں بسم اللہ کہنے کا امر ہے اور اُسی حدیث میں ہے کہ عدیؓ نے کہا یا رسول اللہ میں اپنا کُتا بسم اللہ کہہ کر چھوڑتا ہوں اور اُس کے ساتھ ایک اور کُتا آجاتا ہے اب میں نہیں جانتا کہ شکار کو کس کُتے نے پکڑا تب فرمایا آپنے کہ نہ کھا اُس کو اِس لئے کہ تو نے اپنے کُتے پر بسم اللہ کہی ہے نہ دوسرے کُتے پر تو اگر کُتا چھوڑنیوالا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن عمداً بسم اللہ ترک کردیوے تو درست نہیں ہے ص اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو پانوں سے یا پروں سے اور وحشی ہو حلال ہو ف ذکات اختیاری اُس میں نہ ہوسکے تو جو جانور لوگوں سے اُنس پکڑ گیا ہے ممتنع ہے لیکن متوحش نہیں ہے اور جو شکار جال میں پھنس گیا یا کنوئیں میں گر گیا یا سُست کیا ہو اُس کو کسی متوحش نے تو وہ متوحش ہے لیکن غیر ممتنع ہے کذا فی الاصل

تو ایسے جانوروں میں ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لئے ضرور ہے صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہ ہوں گے ص اور اُس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جس کا شکار نہیں درست ہے ف جیسے وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لئے چھوڑا نہ گیا ہووے یا بسم اللہ عمداً ترک کر کے چھوڑا گیا ہووے شریک نہ ہووے کذا فی الاصل ص شریک نہ ہووے ف بسبب اُسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اُوپر گزری ص اور وُہ کلب معلم وقفہ نہ کرے بعد ارسال کے ف تاکہ اُس کا شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے آرام کے لئے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہیں اس لئے کہ یہ شکار ارسال سے نہ ہوگا بلکہ گویا کلب نے بطور خود شکار کیا برخلاف اِس کے کہ چیتے کو شکار کیلئے چھوڑا اور وہ چھپ رہا بطریق حیلے اور گھات کے شکار کی فکر میں نہ بطریق استراحت و آرام کے پھر شکار کو پکڑا کہ یہ درست ہے اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرلے تو بھی درست ہے درمختار و طحطاوی ص اور کُتا تعلیم یافتہ ہوجاتا ہے اگر تین بار شکار کرے اور اُس میں سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے ف یہی مضمون ماثور ہے ابن عباسؓ سے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ اثر غریب ہے میں کہتا ہوں روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں بسند صحیح ابن عباسؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جس جانور کو پکڑ لے تیرا کُتا تو اگر معلم ہے تو کھا اُس کو اور جو وہ اُس میں سے کھالیوے تو نہ کھا اُس کو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اُسمیں سے کھالیوے اِس لئے کہ تعلیم اُس کی یہ ہے کہ پکارنے سے چلا آوے اور اُس کو مار نہیں سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمدؒ نے کہ ہم اِسی قول سے اخذ کرتے ہیں اور یہی قول ہے ابو حنیفہؒ کا ص تو اگر باز شکار میں سے کھالیوے تو وہ شکار کھانا درست ہے نہ جب کُتا اُسمیں سے کھالیوے اُسی طرح اگر کتے نے تین بار نہ کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار میں سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا اور اُس کے بعد جتنے جانور شکار کریگا سب حرام ہونگے یہانتک کہ پھر تعلیم یافتہ ہوجاوے اُسی طرح قبل اُس جانور کے جتنے جانور شکار کیے ہیں اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہیں حرام ہونگے ف اور جو صیاد اُنکو کھا گیا ہے تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہے ص اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اُس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ بسم اللہ کہہ کر تیر مارے ف اور جو بھول جاوے تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کریگا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا ص اور وہ تیر اُس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہیں غائب ہوجاوے تو اُسکی جستجو سے بیٹھ نہ رہے ف یعنی اُس نے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھاکر آنکھ سے غائب ہوگیا بعد اُس کے شکاری نے اُس کو مُردہ پایا تو اگر اُسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہیں اور جو اُس کے ڈھونڈھنے میں مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شکار میں جو غائب ہوجاوے شکاری سے کہ تو نہیں جانتا شکاری نے قتل کیا اُس کو یا زمین کے جانوروں نے روایت کیا اِس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی رزینؓ سے اور روایت کی مسلمؒ اور احمدؒ اور ابوداودؒ اور نسائیؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ثعلبہؓ سے فرمایا کہ جب تونے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تونے اُس کو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہوا ص اگر تیر مارنے والے نے یا کُتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہے کہ اُسکو ذبح کرے ف یعنی جب اُسکو زندہ پاوے اِس قدر کہ مذبوح سے زیادہ اُس میں حیات ہووے تو ذکات ضرور ہے ص تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہوجاوے گا ف یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا حرام ہوگا اور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے اور یہی قول ہے شافعیؒ کا اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ حرام ہوجاویگا اور جو اُسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اُسکا اعتبار نہ ہوگا پس تذکیہ واجب نہ ہوگا لیکن جو جانور اُوپر سے گر پڑے یا مثل اُسکے اور جو بکری بیمار ہو تو فتویٰ اِسپر ہے کہ اُسمیں حیات قلیل بھی معتبر ہے یہاں تک کہ اگر اُس کو ذبح کرلے گا اور اُسمیں تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہوجاویگا بسبب قول اللہ تعالیٰ کے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کذا فی الاصل ص اگر مجوسی نے اپنا کُتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اُس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کر کے سو وہ تیز ہوا اور اُس نے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہے ف اِس واسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا ص اسی طرح اگر معراض نے

اُس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کی جانب سے جدھر دھار ہے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اُس تیر کو کہتے ہیں جو
بے پرکا ہووے اور نام اُس کا معراض اِس لئے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اُس کی نوک میں تیزی ہووے اور
وہ نوک کی جانب سے لگے تو شکار حلال ہے **کذا فی الاصل** دلیل اِس باب میں قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بنؓ حاتم کی
حدیث میں کہ پُوچھا میں نے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپ نے جب لگے وہ نوک کی طرف سے جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض کی جانب
سے لگے تو نہ کھا اس لئے کہ وہ موقوذہ ہے روایت کیا اسکو بخاریؒ نے اور موقوذہ حرام ہے نص کلام اللہ سے موقوذہ اُس جانور کو کہتے ہیں جسکو
لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے پھینک کر ماریں **ص** یا قتل کیا اُس کو بھاری غُلّے نے اگرچہ وہ غلّہ دھاردار ہووے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ
احتمال ہے کہ وہ جانور اُس غُلّے کے بوجھ سے مرگیا ہووے نہ زخم سے یہاں تک کہ اگر غلّہ ہلکا ہووے اور دھاردار ہووے تو حلال ہوگا اسلئے کہ
موت بالیقین جراحت سے ہوگی **کذا فی الاصل** ہدایہ میں اِن مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا
اور جو اُس کے بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے
ص یا اُس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی میں گر پڑا **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا اسلئے شک ہے کہ وہ تیر سے مرا یا پانی میں ڈوبنے سے، اور حدیث
عدی بنؓ حاتم میں ہے کہ اگر شکار تیرا پانی میں گر پڑا تو نہ کھا اُس کو اسواسطے کہ تو نہیں جانتا کہ پانی نے قتل کیا اُس کو یا تیرے تیر نے روایت کیا
اِسکو مسلمؒ نے **ص** یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر پھر وہاں سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام[1] ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے اسی طرح حلال
ہے اگر مسلمان نے کتّے کو چھوڑا اور مجوسی نے اُسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسی نے اُسکو نہیں چھوڑا لیکن مسلمان نے اُس کو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا
تو اِن صورتوں میں شکار حلال ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ارسال اور زجر دونوں پائے جاتے ہوں تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی
سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے ہو تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہاں بالکل
نہ ہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے **کذا فی الاصل** **ص** اگر کتّے کو یا باز
کو ایک جانور پر چھوڑا اور اُس نے دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اِسواسطے کہ اِس قسم کی تعلیم نہیں ہوسکتی کہ
جس جانور کو معین کر دیویں اُسی کو پکڑے اور امام مالکؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے اور اگر کتّے کو بسم اللہ کہہ کر ایک شکار پر چھوڑا اور اُس نے
جاکر اُس کو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا تو دونوں حلال ہیں جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونوں حلال ہوں گے
اسی طرح اگر کتّے کو بہت سے جانوروں پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہہ کے اور اُس نے کئی جانوروں کو مارا تو سب حلال ہیں لیکن اگر دو بکریوں
کو ایک بار بسم اللہ کہہ کے ذبح کرے گا تو دوسری بکری درست[2] نہ ہوگی **کذا فی الاصل** **ص** اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہہ کے تیر مارا اور اُسکا کوئی
عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاوے گا **ف** اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کھائے جاویں گے دلیل ہماری قول
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے
ابی واقد لیثی سے **کذا فی الاصل** **ص** اور اگر وہ جانور اس طرح کٹ گیا کہ اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے اثلاثاً یعنی دو حصّے سُرین کی طرف اور
ایک حصّہ سر کی طرف یا اُس کا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونوں ٹکڑے کھائے جائیں گے **ف** اِسواسطے کہ اِن صورتوں میں حیات
اُسکی ممکن نہیں زیادہ حیات مذبوح سے اور اُس کا اعتبار نہیں تو حدیث مذکور اس کو شامل نہ ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ دو حصّے اُسکے
سر کی جانب میں ہووے اور ایک حصّہ سُرین کی جانب میں کیونکہ یہاں حیات ممکن ہے تو سُرین والا حصّہ حرام ہوگا اور سر کی جانب کے
دو حصّے درست ہوں گے اور برخلاف اُس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہاں بھی حیات کا احتمال ہے زیادہ حیات مذبوح[3]
سے **ص** تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور مار ڈالا تو اگر اوّل کے تیر مارنے سے وہ جانور سُست ہوگیا تھا[4] تو جانور

پہلے شخص کو ملے گا اور کھانا اُس کا حرام ہو جاویگا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے شخص کو ضمان دیگا اُسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونے کے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سست نہیں ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملے گا اور کھانا اُس کا حلال ہوگا **ف** اوّل صورت میں حرام اِسواسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ سست ہو گیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہو گئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہو گی اور دوسری صورت میں حلال رہیگا اِس لئے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہیں ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہیں ہوئی تھی پس ملک ثانی کا ہوگا اِس لئے کہ اُس نے شکار کیا اُس کا کذافی الاصل **ص** اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اُس کا حلال ہووے یا حلال نہ ہووے **ف** جیسے لومڑی بھیڑیا ریچھ شور وغیرہ تو سوا سور کے اور جانوروں کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہو جاوے گا کذافی الاصل

ص کتاب الرھن

ف یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان میں رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر ہو تم سفر میں اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے عائشہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کردی اُس کے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اس پر **ص** رہن کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ چیز کو روک دینا بعوض اُس حق کے جس کا حاصل کر لینا ممکن ہو اُس شے مرہون سے مثل دَین کے **ف** پس دَین کا وصول کر لینا شے مرہون سے ممکن ہے اُسکو بیچکر برخلاف عین کے کہ وہاں صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شے سے نہیں ہو سکتی کذا فی الاصل جاننا چاہیئے کہ شے مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہیں یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اُس کو مرتہن کہتے ہیں اور جس چیز کو رہن رکھتے ہیں اُس کو مرہون اور رہن کہتے ہیں **ص** اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہیں ہوتی تو راہن کو شے مرہون کا تسلیم کر دینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے **ف** کیونکہ ابھی رہن تمام نہیں ہوئی اِس لئے کہ تمام اُس کا قبض سے ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہو جاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اُوپر گزری اُس میں قبضے کی قید ہے **ص** پھر جس وقت راہن نے شے مرہون کو تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ شے مرہون مقسوم تھی شائع نہ تھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نہ تھی فارغ تھی **ف** یہاں تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہو گی تو رہن جائز نہ ہو گی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے جو اُس میں ہیں یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلوں کے جو اُس پر ہیں یا رہن کرنا اُس گھر کا جس میں اسباب راہن کا ہے بدون اسباب کے کذافی الاصل **ص** اور متمیز تھی **ف** یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اُس کو جُدا کر دیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہو جب حال مرہون نہ ہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کے خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور متمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جُدا ہو اُس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نہ رکھتا ہووے یہاں تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مُضر نہیں ہے جیسے رہن اُس اسباب کا جو راہن کے مکان میں ہے درست ہے اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان میں اور مکان اُسکا محل مرہون نہیں ہے اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہیں ہے کذافی الاصل مع تفصیل **ص** تو اب رہن لازم ہو گئی اور تخلیہ رہن میں قبض ہے بمنزلہ بیع کے **ف** تخلیہ یہ ہے کہ راہن شے مرہون کو ایسے مقام میں رکھدیوے کہ مرتہن اُس کے لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے اور ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ شے منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہے واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالکؒ کے نزدیک لازم ہو جاتا ہے رہن بدون قبض کے کذافی الاصل **ص** تو جب شے مرہون مرتہن کے قبضے میں آگئی تو اب مرتہن اُس کا ضامن ہو گیا **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہیں ہے بلکہ شے مرہون اُس کے پاس امانت ہے اور شے مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہ ہوگا اِس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روکی جاوے گی رہن جس نے اُسکو

رہن رکھا پس اُسی کے لئے ہیں منافع اُس کے اور اُسی پر ہے تاوان اُس کا روایت کیا اُس کو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں ابوہریرہؓ سے اور کہا ابوداؤدؒ نے کہ نہیں رد کیجاوے گی رہن اسی قدر ہے کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید ابن المسیبؒ کا ہے نقل کیا اُسکو زہریؒ نے اُن سے اور کہا کہ یہی صحیح ہے اور روایت کیا اُس کو شافعیؒ نے مرسلاً سعید بن المسیبؒ سے کہا شافعیؒ نے کہ معنی اُس حدیث کے یہ ہیں کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہے اور دَین اُس کے ہلاک سے ساقط نہ ہوگا اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اُس کے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دَین ساقط ہوگیا روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں عطاؒ سے اور بھی روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں اوزاعیؒ سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض اُس چیز کے ہے جس میں وہ رہن ہے کہا ابن القطانؒ نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور نکالا طحاویؒ نے ابوالزنادؒ سے بسند صحیح کہ کہا اُنھوں نے پایا میں نے اُن فقہاء کو کہ جن کے قول کا اعتبار ہے اُن میں سے سعید بن المسیبؒ اور عروۃ بن الزبیرؒ اور قاسمؒ ہیں کہ کہا ان سبھوں نے رہن بعوض اُس چیز کے ہے جسمیں وہ رہن ہے یعنی جب مرہون ہلاک ہوجاوے اور قیمت اُسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے کہ اجماع کیا سب صحابہؓ اور تابعینؒ نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا اُنھوں نے کیفیت ضمان میں تو قول شافعیؒ کا مخالف ہے اجماع کے اور مراد اُس حدیث سے یہ ہے کہ رہن کو مرتہن روک نہیں سکتا اِس طرح پر کہ راہن اُسکو چھڑا نہ سکے یہی منقول ہے سلفؒ سے جیسے طاؤس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالکؒ نے مؤطا میں اِس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیبؒ سے اور کہا کہ تفسیر اسکی یہ ہے کہ راہن ایک شے کو رہن کرے اور قیمت اُسکی دَین سے زیادہ ہووے تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دَین اِس میعاد پر ادا نکریگا تو وہ چیز میری ہوجاویگی یا راہن یوں کہدیوے کہ میں دَین فلاں مدت تک ادا نہ کرونگا تو وہ شے تیری ہوجاویگی تو منع کردیا اِس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اُسی کو ملے گی ص پس اگر تلف ہوجاویگی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دَین اور قیمت میں سے ف یعنی اگر دَین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دَین سے ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونوں برابر ہونگے تو بھی دَین سے جیسا بیان اُس کا ہوتا ہے ص تو اگر دَین اور قیمت مرہون کی دونوں برابر ہیں تو دَین ساقط ہوجاویگا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ ہے اور دَین کم ہے تو جس قدر دَین سے زیادہ ہے وہ مرتہن کے پاس امانت ہے ف پس ضمان اُس کا مرتہن کو درصورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا ص اور جو دَین زیادہ ہے اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت دَین ساقط ہوجاویگا اور جس قدر دَین اُسکی قیمت پر زائد ہے اُتنا مرتہن راہن سے اور لے گا ف مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپے پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپیہ تھی تو برابر برابر دونوں چھوٹ جاویں گے نہ زید عمرو سے کچھ نہ لے گا نہ عمرو کچھ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سو تھی تو بھی سو روپیہ تو دَین کے ساقط ہوں گے اور پچیس زید کے گویا امانت تھے عمرو پاس تو اُس کا تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت اُسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لے لیگا اور پچھتر ساقط ہوجاوینگے ص اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دَین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دَین کے بدلے میں اور محبوس رکھنا شے مرہون کا بعد فسخ ہوجانے عقد رہن کے یہاں تک کہ اپنا دَین وصول کرلے یا مُعاف کردیوے اور اُس جائز ہے مرتہن کو نفع اُٹھانا مرہون سے مثلاً غلام و لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون میں سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا ف اِسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیبؒ میں ہے کہ شے مرہون کے منافع راہن کے ہیں روایت کیا اسکو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اُٹھانے کی تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کے درست نہیں اِس لئے کہ یہ ربوا ہے درمختار اور طحطاوی میں ہے کہ قول اول مفتیٰ بہ ہے اور قول

---

۵۱ اور لفظ اس حدیث کا ذاھبی الرھن فھو بمافیہ اور یہ حدیث مرسل اور مسند دونوں طرح مروی ہے لیکن مسند دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور لیکن مرسل تو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں روایت کی ہے لیکن مرسل صحیح ہے بقول سعید بن قطان کذا فی العینی شرح الہدایۃ ۱۲ ۵۲ یعنی دَین مرتہن کا ساقط ہوجاوے گا اور راہن سے کچھ نہیں لے سکتا اور باقی قیمت بدم مرتہن میں امانت ہوگی ۱۲ عبدہ ۵۳ یعنی اگر قیمت مرہون کی دَین سے کم ہوگی تو بقدر قیمت دَین سے ساقط ہوجاوے گا اور باقی دَین راہن سے پھیر لے گا ۱۲ عبدہ ۵۴ روایت کی بیہقیؒ نے عمرؓ سے کہ کہا اُنھوں نے جب رہن منافع م

ثانی محمول ہے تقوے پر ص پھر اگر مرتہن نے اُس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہو گیا لیکن رہن باطل نہ ہو گی اِس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا دَین طلب کرے تو اُس کو شے مرہون کے حاضر کرنے کا حکم ہو گا ف مگر جب شے مرہون کے حاضر کرنے میں دقت ہو بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے درمختار ص پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اُس کا پورا دین اُس کو دیا جاویگا پہلے پھر شے مرہون راہن کو دی جاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دَین طلب کیا کسی اور شہر میں سوا اُس شہر کے جہاں حقوق رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے میں باربرداری کی مشقت نہ ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دَین اُس کو دیدیویں گے بغیر حاضر کرنے مرہون کے ف اور قہستانیؒ نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اُس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہو گا لیکن اگر راہن دعویٰ تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہو گا تو مرتہن سے حلف اُس کے عدم تلف پر لے سکتا ہے اور اگر ادائے بدل رہن باقساط ٹھہرا ہووے تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضوں کے نزدیک ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر راہن دعویٰ ہلاک مرہون کا کرتا ہے تو احضار ضرور ہے ورنہ بے فائدہ ہے درمختار وطحطاوی ص اور مرتہن کو حکم نہ ہو گا احضار رہن کا جب وہ دَین طلب کرے اُس صورت میں کہ اُس نے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہووے اسی طرح حکم نہ ہو گا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچڈالا ہو گا جب تک وہ کل دَین اپنا وصول نکرے اگر مرتہن نے قبض ثمن نہ کیا ہو گا اور جو قبض ثمن کیا ہو گا تو اُسکو احضار ثمن کا حکم ہو گا اِسی طرح مرتہن کو حکم نہ ہو گا کہ راہن کو شے مرہونہ پہنچنے دیوے جب تک اپنا دَین وصول نہ کرلے اِسی طرح اگر راہن نے کچھ دَین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہ ہو گا کہ بقدر اُس کے اسباب مرہون پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہے کہ حفاظت شے مرہون کی آپ کرے یا اپنے اہل و عیال سے کرا دے مثل جورو اور لڑکے اور اُس خادم کے جو اُسی کے پاس رہتے ہیں اور جو اُن کے سوا اوروں سے حفاظت کرا دے گا تو ضامن ہو گا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا ف یا عاریت دے گا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا ص یا اُس پر تعدی کرے گا تو ضامن ہو گا ف درصورت ہلاک مرہون کُل قیمت کا درمختار ص اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا میں پہنا اور وہ تلف ہو گئی تو ضمان ہو گا اور جو اور کسی اُنگلی میں پہنے تو ضمان نہ ہو گا ف اِس لئے کہ چھنگلیا میں پہننا استعمال ہے اور دوسری اُنگلی میں رکھنا استعمال نہیں ہے بلکہ حفاظت کے واسطے ہے بحسب عادت کے کذا فی الاصل حاصل اِن مسائل کا یہ ہے کہ اگر شے مرہون کو اِس طرح اپنے پاس رکھے کہ عُرف میں استعمال اُس کو نہ کہیں تو تلف سے ضمان کُل قیمت کا نہ ہو گا اور جو عرف میں استعمال کہلاوے جیسے دو تلواریں مرہون باندھنا نہ تین تلواریں تو ضمان لازم ہو گا ص اخراجات حفاظت شے مرہون کا جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہوں گے اِسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اُس کے لانے والے کی اُجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دَین کے برابر ہووے یا کم ہووے یا مرہون کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دَین کے برابر یا کم ہووے اور جو اِن دونوں صورتوں میں قیمت مرہون کی دَین سے زیادہ ہووے تو اُسکی تقسیم کریں گے مضمون اور امانت پر تو جس قدر مضمون ہے اُس قدر خرچ مرتہن پر ہے اور جس قدر امانت ہے اُس قدر خرچ راہن پر ہے ف مثلاً دَین سَو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سَو درہم ہیں اور اس کے علاج میں یا پکڑ لانے میں دس درم صرف ہوئے تو پانچ راہن پر ہوں گے اور پانچ مرتہن پر ص برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جس میں حفاظت شے مرہون کی کی جاتی ہے کہ وہ کل مرتہن پر ہوں گے اگرچہ قیمت مرہون کی دَین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقائے ذات مرہون کے اور اُسکی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی اُجرت یا دایہ کی اُجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل اس کے اور اُمور راہن پر ہوں گے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں ہے اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہو گا درمختار

ص باب بیان میں اُن چیزوں کے جن کا رہن رکھنا درست ہے اور جن کا درست نہیں اور جن چیزوں کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں

صحیح نہیں ہے رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس اور غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہ ہو در مختار ص اور پھلوں کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختوں کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اسی طرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلوں کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور اُم ولد کا ف اور وقف کا در مختار ص اسی طرح نہیں ہے رہن بدلے میں امانت کے ف جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اُسکی یوں ہے کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اُسکے عوض میں کوئی شے اپنی عمرو پاس گرو کر دے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہیں ہے ص اور رہن بالدرک ف صورت اُسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہے کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اُسوقت ثمن زید سے وصول نہ ہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کیلئے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اسی طرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اُس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہیں جائز ہے لیکن کفالت اِس طرح درست ہے کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اُس عین کے جو مضمون بغیرہا ہے یعنی وہ چیز جس کا تاوان مثل یا قیمت سے نہیں ہے جیسے رہن بعوض اُس مبیع کے جو بائع کے قبضے میں ہے ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن اُسکو تسلیم نہیں کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کیلئے کوئی چیز بدلے میں مبیع کے گرو کر دیوے تو یہ رہن ناجائز ہے اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہو جاوے تو بائع اُس کا ضمان نہ دے گا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہو جاویگا اور وہ بائع کا حق ہے کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کیلئے کوئی چیز اُس پاس گرو کر دے تو درست ہے کذا فی المنح ص اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا مادون النفس ف یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دیوے اسلئے کہ قصاص سے نہیں روکے گا ص اور شفعہ کے ف مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کر دی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہے اسلئے کہ شفیع کا کوئی دَین بائع اور مشتری پر نہیں ہے ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اُجرت کے بدلے میں ف اسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہیں اور اُنکی اُجرت کچھ لازم نہیں ہے ص اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے میں ف اسواسطے کہ مولیٰ پر اُس کا ضمان نہیں ہے کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہو جاوے تو مولیٰ کو کچھ دینا نہ پڑے گا تو جب ان صورتوں میں رہن صحیح نہ ہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہے اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہو جاوے تو مفت تلف ہو جاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کیلئے کوئی حکم ضمان کا نہیں ہے تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذا فی الاصل ص اور نہیں صحیح ہے رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہو گیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہو گیا تو مسلمان پر ضمان آویگا ف اسواسطے کہ خمر ذمیوں کے حق میں مال متقوم ہے نہ مسلمان کے حق میں کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے رہن عوض میں اُس عین مضمون کے جس کا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہے جیسے عوض میں مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے ف اِس لئے کہ یہ چیزیں اگر بعینہا قائم ہوتی ہیں تو عین واجب ہوتا ہے اور جو تلف ہو جاتی ہیں تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہے تو رہن اُن کے عوض میں صحیح ہوگا کذا فی الاصل ص اور بدلے میں دَین کے اگرچہ دَین موعود ہو ف یعنی مرتہن اُسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کر دی عمرو پاس تا عمرو اُسکو اس قدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اس صورت میں رہن ہلاک ہو گیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جس قدر روپے کا اُس نے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دَین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو زیادہ ہووے تو قیمت دینی لازم آویگی اور اس قید کا ذکر متن میں اِس لئے نہیں کیا کہ ظاہر یہی ہے کہ دَین موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہ ہوگا اور جو بطور نادر

زیادہ ہو تو حکم اُس کا سابق سے معلوم ہے پس اسی پر اعتماد کیا کذا فی الاصل ص اور بدلے میں راس المال اور مسلم فیہ کے عقدِ سلم میں اور ثمن کے عقدِ صرف میں صحیح ہے تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے میں رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہو گیا قبل جُدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہو گئے اور مُرتہن اپنا حق پا چکا اور متعاقدین جُدا ہو گئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور مرہون کے ہلاک ہونیکے تو صرف اور سلم باطل ہو گئے ف اور جو رہن بدلے میں مسلم فیہ کے ہوا ہے تو مطلقاً صحیح ہے تو جب رہن تلف ہو جاویگا تو وہ عوض ہو جاویگا مسلم فیہ کا یعنی ربُّ السّلم اپنا حق پا چکا کذا فی الاصل ص اگر مسلم فیہ کے عوض میں سلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اُس کے عقد سلم فسخ ہو گیا تو ربُّ السّلم شئے مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ شئے مرہون ربُّ السّلم پاس تلف ہو گئی بعد فسخ سَلَم کے تو ربُّ السّلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے ف اسواسطے کہ رہن جب ربُّ السّلم پاس تلف ہو گیا تو گویا مسلم فیہ اُسکو پہونچگئی اور عقد فسخ ہو چکا ہے تو اُس پر مُسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہے اُس کے مُسلم فیہ کا مثل مُسلم الیہ کو دیکر اپنا راسُ المال لے لیوے کذا فی الاصل ص باپ کو اپنے دَین کے عوض میں صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہے ف اور ابو یوسفؒ و زفرؒ کے نزدیک صحیح نہیں اور یہی قیاس ہے واسطے اعتبار حقیقت ایفا کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتبار حقیقت ایفا میں ازالہ مِلک صغیر ہے بلا عوض فی الحال اور جواز رہن میں مقرر کرنا حافظ کا ہے اُس کے مال کیلئے باوجود بقائے مِلک کے کذا فی الاصل اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہو جاوے تو بقدر دَین باپ یا وصی صغیر کیلئے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے درمختار ص اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اُس کے ثمن کے عوض میں بائع پاس کوئی چیز گرو کر دی بعد اُس کے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مُردار نکلا اور شئے مرہون بائع پاس تلف ہو گئی تو بائع پر اُس کا ضمان لازم آویگا ف تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہے یا اُس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اُس سے کم ہے تو بقدر قیمت ص ایک شخص منکر تھا دَین کا لیکن اُس نے صلح کر لی مدعی سے اور بدل صلح کے بدلے میں کوئی چیز گرو کر دی پھر مُدعی نے تصدیق کی کہ واقع میں دَین نہ تھا تو شئے مرہون راہن کو پھروا دیجاویگی اور جو وہ شئے مُرتہن پاس تلف ہو گئی تو اُس کا ضمان مرتہن پر آویگا مثل مذکور کے اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزوں کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہو گیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اُس کے دَین میں سے از روئے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے ف یعنی جودت اور ردائت کا اعتبار نہ ہوگا یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جودت و ردائت کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے تو قیمت مرہون کی لگا کر خلاف جنس سے اُس کو رہن کر دیں گے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جس کا وزن دسؔ درم تھا دسؔ درم کے عوض میں رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہو گئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دَین کے مقابلے میں ہلاک ہو گئی یعنی دَین ساقط ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دسؔ درم ہے یا زیادہ ہے تو ایسا ہی حکم ہے اور جو قیمت اُسکی دسؔ درم سے کم ہے مثلاً آٹھ درم ہیں تو اُن آٹھ درم کے بدلے میں سونا خرید کرکے بعوض اُن دسؔ درم کے رہن کر دینگے کذا فی الاصل ص جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اُس کے ثمن کے بدلے میں رہن کر دیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہے استحساناً ف اور مقتضائے قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ یہ صفقہ ہے صفقہ میں وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ شرط مناسب ہے اسواسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب وجوب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہ ہووے تو عقد فاسد ہے کذا فی الاصل ص لیکن مشتری پر جبر نہ کیا جاویگا رہن رکھنے پر ف اسواسطے کہ رہن اور وعدۂ رہن لازم الوفا نہیں ہے اور زفرؒ کے نزدیک جبر ہوگا ص البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یا اُس شئے کی قیمت جس کے رہن کرنے کا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اُس کو تو اپنے پاس رہنے دے جب تک میں اُس کا ثمن ادا کروں تو وہ شئے ثمن کے عوض میں بائع پاس رہن ہو جاویگی ف اسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ رہن کے نہ آویں پھر اگر مشتری اُسکو نہ چھڑاوے اور اُس شئے کے بگڑ جانے کا

خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت یا اور کوئی کھانا ہووے تو بائع کو درست ہے کہ کسی اور کے ہاتھ بیچڈالے تو اگر ثمن اول سے زیادہ پر بیچے تو زیادتی خیرات کردیوے ورمختار ص اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں کے قرضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کردیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شے رہن ہوگی ف یعنی یہ نہ ہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصوں کو امام کے نزدیک نادرست ہے ص تو اگر عمرو اور بکر نے اُس شے کے رکھنے کی باری مقرر کرلی یعنی مثلاً ایک دن وہ شے عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شے ہلاک ہوجاویگی تو ہر ایک پر ضمان اُس کا بقدر حصہ دَین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کردیا تو وہ شے پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جب تک اُس کا قرضہ ادا نہ ہولیوے اور جو عمرو و بکر زید کے مقروض تھے اُن دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک شے زید کے پاس گرو کردی تو صحیح ہے وہ چیز کُل دَین کے عوض میں گرو رہیگی جب تک زید پورا قرضہ اپنا دونوں سے نہ پالیگا تب تک وہ شے نہ دیگا اگر دو نوں شخصوں نے دعویٰ کیا زید پر اس طرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جواب بالفعل زید کے قبضے میں ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کرکے پھیر لیگیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے ف اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اسلئے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولیٰ ہوگا درمختار ص تو دونوں گواہیاں لغو اور باطل ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہاں نہیں ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ آدھا غلام اُس کے پاس رہن ہووے اور آدھا اُس کے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اُن دونوں میں سے اُس غلام پر قابض ہے تا قبضے سے ترجیح ہو اُس کے رہن کو ص اور جو راہن مرگیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا ف یہ قول ہے طرفین کا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفینؒ کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے مسائل ملحقہ میعاد مقرر کرنا رہن میں مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہوجاوے کہ اُس کا پتہ نہ ہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شے مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اُس کو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کرسکتا ہے درمختار

ص باب شے مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان میں

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شے مرہون پر قبضہ کرلیا تو رہن تمام ہوجاویگی اور امام مالک رحمہ کے نزدیک تمام نہ ہوگی اور راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو اُس کے لے لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عدل شے مرہون کو حوالے راہن یا مرتہن کے کریگا تو تاوان دیگا ف اس لئے کہ دونوں کا حق اُس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانتدار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دیدیوے کذا فی الدرر ص اور اگر وہ شے مرہون عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی ف یعنی حکم اُس کا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شے مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہوجاتی ص اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو ف جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار ص مرہون کے فروخت کرنے کیلئے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقدِ رہن میں مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہ ہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی ف اور اُس کا وارث یا وصی قائم مقام اُس کے نہ ہوگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی اُس کا بیع کرسکتا ہے کذا فی الاصل درمختار میں ہے کہ وکیل بالبیع اس مقام میں جبر کیا جاویگا اوپر بیع کے یعنی حاکم اُسکو قید کریگا تین روز اگر اُس پر بھی نہ بیچے تو حاکم اُسکو بیچڈالے گا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اُس کا بھی حکم یہی ہے ص تو اگر راہن مرگیا تو اُس وکیل کو شے مرہون کی بیع ورثہ کی غیبت میں بھی درست ہے ف اسلئے کہ وکیل کو راہن کی حیات میں بھی بغیر موجودگی اُسکی کے بیع درست تھی درمختار ص راہن اور مرتہن میں سے کسی کو شے مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہیں ہوسکتا اگر مدت قرضے کے وعدے کی پوری ہوجاوے

اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے مشروط ہوا ہو صحیح تر قول میں جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شے مرہون کو عدل نے بیچ ڈالا تو اُس کا زر ثمن رہن رہے گا اب اگر زر ثمن عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو حکم ایسا ہوگا جیسے شے مرہون تلف ہو جاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مُرتہن کو دیدیا اب وہ شے مرہون سوا راہن کے اور کسی کی نکلی اور شے مرہون مشتری پاس تلف ہوگیا ہے تو شخص مستحق کو اختیار ہے اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلئے کہ وہ غاصب ہے تو بیع اور قبضہ مُرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاویں گے اِسواسطے کہ راہن شے مرہون کا مالک ہوگیا بوجہ ادائے ضمان کے اور جو وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلئے کہ وہ متعدی ہے بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اُسی عدل کا ہو جاویگا اور مرتہن اپنا دَین راہن سے وصول کرلیوے اور جو شے مرہون مشتری پاس موجود ہے تو مستحق اپنی شے اُس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کرلیوے پھر عدل کو اختیار ہے خواہ وہ راہن سے ثمن بھر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہو جاویگا خواہ مُرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دَین بھر لیوے آور یہ اختیار عدل کو اُس صورت میں ہے کہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مُرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو ف صورت اسکی یہ ہے کہ عدل نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بغیر اُس کی تعدی کے بعد اُس کے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہوگا عدل اُس کا رجوع راہن پر کرے گا کذا فے الاصل ص اگر مرہون تلف ہوگیا مُرتہن پاس بعد اُس کے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اُس شخص مستحق نے قیمت اُسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دَین کے ف یعنی راہن ادائے ضمان سے مالک ہوگیا اُس شے مرہون کا اور مُرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پا چکا ص اور جو مستحق نے قیمت اُسکی مُرتہن سے بھر لی تو مُرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دَین بھی وصول کرلیوے

باب بیان میں تصرف اور جنایت کے مرہون میں

اگر بلا اجازت مُرتہن راہن نے شے مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مُرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دَین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہ ہوگی صحیح تر قول میں پس مشتری کو چاہیئے کہ صبر کرے یہاں تک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اُس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ کر دیوے ف جاننا چاہیئے کہ مرتہن جب فسخ کرے بیع راہن کو تو ایک روایت میں بیع فسخ ہو جاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہ ہوگی اسواسطے کہ حق اُس کا حبس مرہون کا ہے اور وہ باطل نہیں ہوتا انعقاد اُس عقد سے پس باقی رہیں گے عقد موقوف کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مُدبر کر دینا اور اُم ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا دَین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دَین راہن سے لے لیوے آور اگر دَین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اُس کو میعاد تک رکھ چھوڑے آور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے کی صورت میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کر کے اور جو دَین کم ہو تو دَین ادا کرے آور جب مالک روپئے والا ہو جاوے تو غلام اُس سے بھر لیوے اور مدبر اور استیلاد کی سعی کرے کُل دَین کے ادا کرنے میں اور مولیٰ پر رجوع نہیں کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دَین اگر بلا میعاد ہے تو اُسی وقت مُرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اُسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک آور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مُرتہن قیمت اُسکی اُس شخص سے وصول کر کے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت رہن رہیگی دَین کے وصول تک بجائے مرہون کے اگر مرتہن شے مرہون کو عاریۃً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شے تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریۃً دیوے اور اُس کے نزدیک وہ شے ہلاک ہو جاوے تو ضمان شے مرہون کا ساقط ہو جاویگا ف یعنی اُسکی ہلاک سے دَین مرتہن کا ساقط

نہ ہوگا ص اور مستعیر کے پاس وہ شے مفت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھر بدستور سابق اس شے کو لیکر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شے مرہون کو رد نہیں کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اس شے مرہون کا اور قرضخواہوں سے راہن کے ف اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اس شے کو بیچکر دیں گے بعد اس کے جو بچے گا اور قرضخواہوں کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے اور غیر مضمون ہونا اس کا دلیل غیر مرہون ہونے کی نہیں پس تحقیق ولد رہن مرہون ہوتا ہے اور مضمون نہیں ہوتا کذا فی الاصل ص اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریۃً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اس کا ضامن ہوگا ف مثل رہن کے ص اور جو حالت استعمال میں ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا ف اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضہ عاریت کے درمختار ص صحیح ہے عاریت لینا شے کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہنچتا ہے کہ تو اس کو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو اس کے رہن کرنے کو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اس کے برخلاف کرے اور رہن ہلاک ہو جاوے تو معیر اس سے تاوان لیوے گا اور عقدہ رہن درمیان میں مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہو جاوے گا ف اس لئے کہ مستعیر ادائے ضمان سے اس شے کا مالک ہو گیا ص اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جس قدر تاوان معیر کو دیا ہے دونوں راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شے مرتہن پاس تلف ہو گئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر قیمت اسکی مثل دین کے ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اس دین کے جتنا اس نے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا نہ قیمت اس شے کی اور جو قیمت اس شے کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے اور لے گا ف یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شے مرہون مرتہن پاس ہو گئی تو اگر قیمت اسکی دس درم تھی اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو ضمان دیگا جو مرتہن سے پائے ہیں اور جو قیمت اسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ قیمت اسکی پندرہ درم ہیں لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اس لئے کہ موافق اس کے کہنے کے رہن رکھا تھا اور جو قیمت اسکی دس درم ہے اور دین پندرہ درم ہیں تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت میں بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اس لئے کہ معیر کی شے سے اسی قدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل ص اور جو اس صورت میں معیر نے روپیہ دین کا لا کر مرتہن کو دیا اور شے مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جاویگا واسطے قبول زر رہن کے اور شے مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اس کے معیر جس قدر روپیہ دین کا اس نے دیا ہے مستعیر سے بھر لے گا اور جو مرہون ہلاک ہو گیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار سے خدمت یا سواری لے چکا ہووے ف اسواسطے کہ وہ امین ہے جس نے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں ضمان ہے کذا فی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ میں دین سے تو قول معیر کا مقبول ہے اور جو شے مرہون ہلاک ہو گئی بعد اس کے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین میں اور قیمت میں بھی شے مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے قدر دین اور قدر قیمت میں درمختار ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شے مرہون پر کرے تو اس پر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت میں بقدر جنایت کے دین اس کا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا ان دونوں کے مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اس کا کچھ عوض نہیں ہے اور کہا صاحبینؒ نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہے ف اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ص اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپیہ کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپیے میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اس کی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آ پہونچی تو مرتہن اسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اس کا ساقط ہو گیا ف بخلاف امام زفرؒ کے

اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار ص اور جو مرتہن نے اُس کو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچڈالا جب اُس کا نرخ سو کا ہو گیا تھا اور قیمت پر اُسکی قبضہ کر لیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اُس غلام کو ایسے غلام نے مارڈالا جسکی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے میں مرتہن پاس آیا تو راہن اُس غلام کو کل دَین ادا کر کے چھڑا دیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اُس کا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیرے گا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اُس غلام کو دیدیوے یا اُس کی طرف سے فدیہ دیوے تو دونوں صورتوں میں دَین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اُس کا رہن کو بیچ کر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اُس کا کوئی وصی نہ ہووے تو قاضی اُس کی طرف سے ایک وصی مقرر کر دیوے ف یہ جب ہے کہ اُس میت کے ورثہ کبار نہ ہوں ورنہ فک رہن اُن کے ذمے ہے اور رہن باطل نہ ہوگا راہن اور مرتہن کے مرنے سے درمختار

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان میں

ایک شخص نے شیرۂ انگور گرو رکھا کہ قیمت اُسکی دس درم ہے دس درم پر پھر وہ خمر ہو گیا پھر سرکہ ہو گیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہے تو وہ سرکہ اُس دس درم کے بدلے میں رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اُسکی قیمت بھی دس درم تھی پھر وہ مرگئی اور اُسکی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اُس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی اور شے مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد دودھ بال پھل یہ سب راہن کے ہوں گے اور یہ چیزیں اصل شے مرہون کے ساتھ تبعاً رہن رہیں گی اور جو ہلاک ہو جاویں تو کچھ دَین اِن کے بدلے میں ساقط نہ ہوگا اور جو اصل شے ہلاک ہو جاوے اور یہ رہ جاویں تو دَین کو اُن چیزوں کی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شے کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کر کے اصل شے کے حصّے کو ساقط کر دیویں گے اور یہ چیزیں بعوض اپنے حصہ دَین کے فک کی جاویگی ف مثلاً دَین دس درم تھا اور قیمت اصل شے کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہے تو دو ثلث دس کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہو جاویگا اور ایک ثلث دس کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کرنا مرہون میں صحیح ہے ف مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اُس کے ایک اور کپڑا دیدیا اب دونوں دس درم پر رہن ہو گئے ص نہ دَین میں پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپیے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جبتک مرتہن اُسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام میں امین رہیگا یہانتک کہ اُسکو بجائے اوّل کے کر لیوے اس طرح کہ غلام اول راہن کو پھیر دے پس اُسوقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مرتہن نے راہن کو دَین سے بری کر دیا یا وہ دَین ہبہ کر دیا اُسی راہن کو اب شے مرہون تلف ہو گئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دَین لے لیا یا بعض ذمہ راہن یا غیر راہن سے یا اُس دَین کے عوض میں کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اُس دَین سے اُوپر ایک مال کے یا راہن نے اپنے دَین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو بعد اُسکے وہ شے مرہون تلف ہو گئی تو تلف ہوئی بعوض دَین کے تو مرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو جاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اِس بات پر کہ راہن پر دَین نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی بمقابلہ دَین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اُس کو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے تو باطل نہ ہوگا طحطاوی و درمختار

ص کتاب الجنایات

ف یہ کتاب ہے جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان میں ص قتل کی پانچ قسمیں ہیں ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچویں قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جدا گانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہے قصداً اُس چیز سے جو اجزائے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار سے ف مثل تلوار بندوق چھری پیش قبض تیر بتر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ

وغیرہ ص یا تیز چیز سے یعنی دھار دار سے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہ ہو اور دھار دار بھی نہ ہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹھ کلھاڑی کی یا مگدر وغیرہ تو قتل اس سے قتل عمد ہوگا بموجب مذہب امام صاحبؒ کے اور اسی پر فتوے ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ میں دلیل امام صاحبؒ کی یہ لکھی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اس پر اطلاع ممکن نہ تھی تو آلے کو قائم مقام کیا اس کے ص قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصدًا تو جزا اسکی جہنم ہے ہمیشہ رہیگا اسمیں اور غصہ ہوا اللہ اس پر اور لعنت کی اسکو اور تیار کیا اسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہے اوپر اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور نسائیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے اور وقف اس کا صحیح ہے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابوسعیدؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ شریک ہوں ایک مومن کے خون میں البتہ سرنگوں کریگا اللہ ان سب کو آگ میں اور روایت کی ابوداؤدؒ ونسائیؒ نے ابوالدرداؓ اور معاویہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخشدیگا اسکو مگر جو شخص مشرک مرے یا کسی مومن کو قصدًا قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہے جس کو امن دی گئی ہو اسلام میں روایت کی بخاریؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اس کافر کو جس سے عہد ہوگیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے ص اور اس پر قصاص واجب ہوتا ہے فقط ف یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قصاص غیر معین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم یہ کہتے ہیں کہ دیت وارد ہے صرف قتل خطا میں نہ عمد میں تو عمد میں قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہے لیکن ولی جب قصاص چھوڑ دیتا ہے تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہے بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالےٰ کا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولوں کے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان یعفو ولی المقتول یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کر دے کذا فی العینی شرح الہدایہ ص نہ کفارہ ف اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ قتل عمد میں بھی واجب ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کفارہ اس گناہ کو محو کرتا ہے جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہے برخلاف عمد کے کذا فی الاصل ص قتل شبہ عمد ف اور اس کو خطائے عمد بھی کہتے ہیں چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان میں ہے ص مارنا ہے قصدًا غیر ان چیزوں سے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں ف یعنی ہتھیار اور دھاردار تیز چیز سے نہ ہووے ص جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا ف اور صاحبینؒ وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے حسنؒ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہے اور اسمیں سو اونٹ واجب ہیں روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ص قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہے اور اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور دیت مغلظہ اسکی عاقلہ پر لازم ہوتی ہے نہ قصاص ف یعنی قصاص نہیں آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہوں اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آویگا انشاء اللہ تعالےٰ ص اور جو شبہ عمد مادون النفس میں ہووے تو وہ عمد ہے ف یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس میں ہے اور مادون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے میں شبہ عمد اور عمد یکساں ہے بلکہ وہاں شبہ عمد کچھ نہیں ہے سب عمد ہے ص قتل خطا اسکی دو صورتیں ہیں ایک خطا فی القصد ف جس کو خطا فی المحل بھی کہتے ہیں ص یعنی قاتل کے گمان اور قصد میں خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارنا شکار یا حربی یا مرتد سمجھ کر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو ف تو محل میں خطا ہوئی اس لئے کہ قاتل نے اپنے گمان میں محل کو مباح سمجھ کر تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا ص دوسری خطا فی الفعل جیسے

اُس نے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا **ف** یا گولی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہے کہ قتل خطا دو قسم ہے ایک خطائی القصد اور ایک خطائے الفعل تو خطائے فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اُس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطائے فی القصد یہ ہے کہ خطا فعل میں نہ ہووے مگر قصد میں ہووے مثلاً اُس نے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اس کا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا **کذا فی الاصل** صاحب درمختارؒ نے صدرالشریعۃؒ پر خطائی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قصد خطائی الفعل میں ضرور نہیں مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے سو اُس کے صدمے سے مرگیا تو یہ قتل خطائی الفعل ہے حالانکہ مطلقاً اِسمیں قصد نہیں ہی جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ قتل خطائی الفعل نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے اور اُس کا بیان آگے آویگا **کذا قال العلامۃ الطحطاویؒ** پس نسبت خطا کی طرف صدرالشریعۃؒ کے خطائی الفعل ہے صاحب درمختار سے واللہ اعلم **ص قتل جاری مجرای خطا** جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اُس کے صدمے سے وہ مر جاوے **ف** مثلاً سونے والا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہے وہاں سے وہ کروٹ لینے میں نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اُس کے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے یعنی قائم مقام خطا اور اُس کے مشابہ ہے ایسا ہی ہے اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اُس کے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اُس کے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہیں **عالمگیری ص** قتل خطا اور جاری مجرای خطا میں قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہے اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے **ف** اِسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہے ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہے سپرد کی جاوے اُس کے گھر والوں کو **ص** اور قاتل پر گناہ نہیں ہوتا قتل کا **ف** مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہے اِسی لئے کفارہ واجب ہوا **ہدایہ ص قتل بالسبب** یہ ہی کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک میں **ف** بغیر اِذن حاکم کے **درمختار ص** کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اُس کنویں میں گر کے یا پتھروں سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اُسمیں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ نہیں لازم ہوتا **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہے **ص** جمیع اقسام قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے مقتول کی **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک قتل بالسبب میں بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ قاتل نہیں وارث ہوتا ہے اور نہیں ہے واسطے قاتل کے میراث میں سے کچھ روایت کیا اُس کو نسائیؒ اور دارقطنیؒ نے اور قوت دی اُس کو ابن عبدالبرؒ نے اور معلول کیا اِس کو نسائیؒ نے اور ثواب موقوف ہونا ہے اُس کا عمرؓ پہ **کذا فی بلوغ المرام**

ص باب بیان میں اُس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہے اور جس سے لازم نہیں آتا

واجب ہوتا ہے قصاص قتل سے اُس شخص سے جو محفوظ الدم ہے ہمیشہ جب قتل عمد ہووے **ف** اور محفوظ الدم دائمی مسلمان ہے یا ذمی ہے اور اُس سے احتراز ہوا مستامنؔ اور حربی اور مرتد سے کہ اُن کے قتل سے قصاص واجب نہ ہوگا **منح الغفار ص** تو قتل کیا جاویگا حُر عوض میں حُر کے اور عبد کے اور عبد عوض میں حُر اور عبد کے **ف** بسبب اطلاق آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے میں حُر نہ قتل کیا جاویگا اِسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حُر سے ساتھ حُر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حُر عبد کے عوض میں قتل نہ کیا جاویگا ہم یہ کہتے ہیں کہ اِس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حُر بدلے میں حُر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حُر کا قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حُر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہوگیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حُر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبد بدلے میں حُر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ اس کے شافعیؒ بھی قائل

نہیں ہیں دوسری دلیل ہماری حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے گا اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کریں گے ہم اُسکو روایت کیا اسکو احمدؒ اور ابوداودؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ اور نسائیؒ نے سمرہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاوے گا تیسرے جو شخص نکل جاوے اسلام سے روایت کیا اسکو ابوداودؒ اور نسائیؒ نے اور تصحیح کی اُسکی حاکمؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اُسمیں قید حُرکی نہیں ہے واللہ اعلم ص اور مسلمان بدلے میں ذمی کے ف اور ذمی بدلے میں مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے میں ذمی کے قتل نہ کریں گے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے میں کافر کے روایت کیا اسکو بخاریؒ اور احمدؒ اور ابوداودؒ اور نسائیؒ نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا عبدالرزاقؒ نے عبدالرحمن بن بیلمانیؒ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے میں ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہے جس نے پورا کیا ذمے کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہے اور عبدالرحمن یہ تابعی ثقہ ہے ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنیؒ نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعیؒ میں بھی مذکور ہے اور حدیث علیؓ میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تا دونوں روایتوں میں موافقت ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد اُس کے ولا ذو عهد في عهده ہے جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہے کہ کافر سے مراد حربی ہے اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ضرور ہے واللہ اعلم ص اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے میں مستامن کے بلکہ مستامن بدلے میں مستامن کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے میں مجنون کے اور بالغ بدلے میں نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے میں اندھے اور لُنجے اور لُولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے میں عورت کے اور عورت بدلے میں مرد کے اور فروع ت یعنی بیٹا بیٹی پوتی نواسا نواسی ص بدلے میں اُصول کے ف یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی ص اور نہ قتل کیے جاویں گے اُصول بدلے میں فروع کے ف یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہیں لیا جاویگا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہے اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بدلے ولد کے روایت کیا اسکو احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارودؒ اور بیہقیؒ نے ص اور نہ قتل کیا جاویگا مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے ف اسواسطے کہ غلام اُس کا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہو گئی دفع قصاص میں جیسے باپ اور بیٹے میں ص اور بدلے میں مکاتب کے اور مُدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اُس غلام کے بدلے میں جس کے ایک حصے کا وہ مالک ہے اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جبتک راہن اور مرتہن جمع نہ ہولیں ف اس واسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دَین میں باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اُسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے کذا فی الاصل ص اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اُس سے پورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اُس کے ہوں اور مولیٰ بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اس لئے کہ اختلاف کیا صحابہؓ نے ایسے مکاتب میں کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہے تو ولی اُس کا وارث ہے ورنہ مولیٰ ہے تو صاحبِ حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولے دونوں مجتمع ہوں کذا فی الاصل ص اور جو سوا مولیٰ کے اور کوئی وارث نہ ہو یا وارث ہو لیکن مال اس قدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولیٰ قصاص قاتل سے لے سکتا ہے اور ساقط ہو جاویگا وہ قصاص جس کو کوئی شخص اپنے باپ پر وراثۃً پاوے ف بسبب حُرمت اُبوت کے مثالیں اسکی بہت ہیں مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اُس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہیں لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اُس شخص کی قبل استیفائے قصاص کے مرگئی اب اُس کا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہے قائم مقام ہوا اُس کا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل

استیفائے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اُس کا جو قاتل کے نطفے سے ہے وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اُس کا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہیں ہے بعد اُس کے زوجۂ قاتل قبل استیفائے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اُس کا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتوں میں قصاص ساقط ہوگا ص اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنی تلوار سے یا جو اُس کے مثل ہووے اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو در مختار اور شافعیؒ کے نزدیک قاتل کو اُسی طرح قتل کرینگے جسطرح اُس نے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اس فعل سے مرگیا فبہا ورنہ قطع کیجاویگی گردن اُسکی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف یعنی نہیں قصاص ہے مگر تلوار سے کذافی الاصل روایت کیا اُس کو ابن ماجہؒ نے سنن میں حضرت صدیق اکبرؓ سے اور دارقطنیؒ نے علی مرتضیٰؓ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرھا الا بحدید یعنی قتل نفس وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے ص معتوہ ف یعنی صغیر ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پاؤں یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اُس معتوہ کے پہونچتا ہے کہ اُس کے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کر لیوے ف مقدار دیت پر اور اُس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر در مختار ص اور معاف نہیں کر سکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہے اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہے اور قاضی مثل باپ کے ہے یہی صحیح ہے ف تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہے اور صلح کر سکتا ہے نہ عفو در مختار ص اگر مقتول کے چند وارث ہوں بعض اُنمیں سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہے کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لے لیویں ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں پہونچتا اور فتویٰ امام صاحبؒ کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علی مرتضیٰؓ کا قتل کیا گیا حالانکہ اُن کے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرامؓ کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اُس کے ایک لڑکا ہے نابالغ زوجۂ اُولیٰ سے اور ایک زوجۂ ثانیہ ہے تو زوجۂ ثانیہ اُس لڑکے سے اجنبیہ ہے اُسکو استیفائے قصاص نہ پہونچیگا بلکہ انتظار کیا جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے اور اُسکی ماں موجود ہے تو ماں کو استیفائے قصاص پہونچیگا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول میں بھی زوجۂ ثانیہ کو صغیر کی طرف سے استحقاق استیفائے قصاص حاصل ہے اِسواسطے کہ قرابت سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اِس مقام میں تامل کرنا چاہیئے کذافی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہیں پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہ ہولیں کذافی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہانتک کہ مرگیا ف اِسواسطے کہ موت اُسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ میں اچھا نہ ہوگیا ہو ثابت ہوا یہ امر مشاہدہ سے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کیے اِس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اِس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہوں گے در مختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اُسکی دھار کیطرف سے اور جو اُسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص نہ لیا جاویگا ف اِس لئے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں جیسا کہ گزرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کرلے یعنی ایک بار سے زیادہ اُس کا مرتکب ہو تو اُس کا قتل سیاسۃً حاکم کو پہونچتا ہے در مختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھ کر تو اس پر قصاص نہیں بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اُسکو زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو مجروح کیا پھر سانپ نے اُس کو کاٹ کھایا اور ان سب اُمورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مرگیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم آویگا اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو واجب ہے اُس کا قتل کرنا اور اُس کے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اُٹھایا دوسرے مسلمانوں پر رات کو یا دن کو شہر میں یا باہر شہر کے یا لٹھ اُٹھایا مارنے کیلئے رات کو شہر میں یا رات یا دن کو بیرون

شہر میں اور دوسرے شخص نے اُس ہتھیار اُٹھانیوالے کو یا لٹھ اُٹھانیوالے کو مار ڈالا تو اُس پر کچھ نہیں ہے **ف** جاننا چاہیئے کہ ہتھیار اُٹھانیوالے کا تو
قتل مطلقاً درست ہے اور لاٹھی اُٹھانیوالے میں اگر رات کو اُٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر میں قتل اُس کا درست ہے اور جو دن کو
اُٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنیوالے پر کچھ نہیں ہے اور جو دن کو اندر شہر کے اُٹھاوے تو اُس کا قتل درست نہیں اِسلئے کہ شہر میں بہت سے
لوگ فریادرس ہیں کہ وہ اُس سے بچالیویں گے **کذا فی الاصل مع زیادۃ ص** اگر چور مال لے کر گھر سے چلا اور مالک نے اُس کا پیچھا لیکر
اُس کو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے **ف** یہ جب ہے کہ مالک مال اپنا نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کیلئے یہاں تک کر تو شہدائے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچالے روایت کیا نسائیؒ نے مخارقؓ سے اِسی طرح جائز
ہے مالک کو قتل کرنا چور کا جب وہ اُس کے مال لینے کا قصد کرے اور اُس کے دفع پر بدون قتل کے قادر نہ ہو یا کوئی اُس کے مکان میں مسلح
گھس آوے اور اسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کیلئے آیا ہے تو اُس کا قتل حلال ہے **کذا فی الاصل ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کیلئے
اُٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اُس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا قصاصاً **ف** اِسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہیں
مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہے شہر میں اور اسمیں خلاف ہے صاحبینؒ کا **کذا فی الاصل ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور
مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہیں بعد اُس کے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جاکر اُسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اِسلئے کہ جب زید نے تلوار ماری
اور عمرو مقتول نہیں ہوا اور زید لوٹ گیا تو اُسکی عصمت پھر آئی پھر جو اُسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹا نہیں اور پھر مارنیکا ارادہ رکھتا ہے تو اُس کا
مار ڈالنا درست ہے **کذا فی الاصل مع زیادۃ ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اُٹھائی مارنے کیلئے اور اُس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اُس پر
دیت لازم آویگی اُس کے مال میں آور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اُس پر حملہ کیا اور اُس شخص نے اُس جانور کو مار ڈالا تو اُسکی قیمت اُس پر لازم
آویگی **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی میں اور نہ قیمت جانور میں اسلئے کہ اُس نے قتل کیا دفع شر کے لئے آور امام
ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب ہے ضمان قتل دابہ میں نہ دیت قتل صبی و مجنون میں **کذا فی الاصل** اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے مسائل
ملحقہ اگر کوئی شخص کسی کو عمداً قتل کرے اور اُس پر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جبتک
کہ ان شرطوں میں غور نہ کر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہوں چوتھی یہ کہ سب
وارث قصاص کے خواہاں ہوویں اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہاں ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا
پانچویں یہ کہ ورثہ بالغ ہوں یا بعض نابالغ ہوں اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہوں آور جو سب نابالغ ہوں گے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور
ورثہ بالغین عفو کرتے ہوں گے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہاں ہوں گے تو ورثۂ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹی یہ کہ قاتل
مقتول کے اصول میں سے نہ ہووے جیسے باپ دادا پر دادا نانا پر نانا ماں دادی نانی پر دادی وغیرہ ساتویں یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون
قتل میں شریک نہ ہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہو جاویگا آٹھویں یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اُس کے
اصول میں سے شریک نہ ہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہوگا نویں یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل میں ایسا شخص شریک
نہ ہووے جس کا قتل شبہ عمد یا خطا ہے دسویں یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئیں بچانے
کے لئے اُس کو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہ ہوگا گیارھویں یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اُس کا قتل مباح ہو جاوے
جیسے مال قاتل کا چراتا ہو یا لوٹتا ہووے یا اُسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اُس کے گھر میں بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہووے
بارھویں یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول میں سے نہ ہووے تیرھویں یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھویں
یہ کہ وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھویں یہ کہ قاتل ورثہ مقتول میں سے کسی کا

وارث کا نہ ہووے قبل استیفائے قصاص کے سولھویں یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے حالت نزع میں نہ ہووے جس سے اُسکی زندگی کی اُمید نہ ہو سترھویں یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اُس کے کے طرف ولی کے واسطے استیفائے قصاص کے مجنون نہ ہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنے کے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط نہ ہوگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہ عمد ہے تو اُسکی کئی صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اُس چیز کے زہر ہونیکا علم نہ ہو تو اس صورت میں زہر کھلانیوالے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اُسکو علم ہو اُس چیز کے زہر ہونیکا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز میں ملا کر دیا اور اُس نے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاویگا اور اُسکو تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی رائے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اُسکے حلق میں ڈالدیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے عاقلہ پر **کذا فی الدر المختار ورد المحتار** **مسئلہ** اگر کوئی شخص کسی کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے وہاں سے تیر کر اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اُس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اُس کے ہاتھ پاؤں کھلے ہیں اور وہ تیرنا جانتا ہے اور مرگیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک شبہ عمد ہے **عالمگیری** **مسئلہ** اگر کسی نے دوسرے کو حجرے میں بند کر دیا اور وہ بھوک کے مارے وہاں مرگیا یا اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسکو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ڈالدیا اور اُس نے اُس کو مار ڈالا یا اُس کو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملا کر ایک حجرے میں بند کر دیا اور اُس آدمی کو اُس نے قتل کیا تو اِن سب صورتوں میں قصاص اور دیت نہیں ہے لیکن اُس شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس مادام الحیات **درمختار** **مسئلہ** فتاویٰ عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اس طرح پر کہ اُس پر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اُس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اُس کے عمرو نے اُس کو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید سمجھا جاویگا یہ جب ہے کہ دونوں جراحتیں آگے پیچھے ہوں اور جو ایک ساتھ دونوں نے زخم پہونچائے تو دونوں قاتل ہیں اگرچہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے **کذا فی الخلاصۃ** **مسئلہ** اگر کسی نے کسی کو زندہ درگور کر دیا اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتویٰ ہے اور محمدؒ کے نزدیک قتل کیا جاویگا **کذا فی الظہیریۃ** **مسئلہ** اگر کوئی کسی کے گھر میں دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحبخانہ اُس کو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہیں کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا **درمختار** **مسئلہ** کئی آدمی ایک کے بدلے میں قتل کیے جاویں اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے ماریں پھر وہ مرجاوے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اس واسطے کہ اس پر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کس کا کاری ہے اور کس کا غیر کاری اور نہ ہوگا یہ مگر قبل مرجانے مقتول کے تو قصاص اُس شخص پر ہوگا جس کا زخم کاری ہے اور جن لوگوں کا کاری نہیں ہے اُن پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نہ ہو لیکن مقتول سب زخموں سے مرجاوے تو کسی پر قصاص نہ ہوگا لیکن دیت اُن پر آوے گی **کذا فی الشامی** اور جو لوگ قتل میں شریک نہ ہوویں لیکن تماشا بیں ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں یا مقتول کو روکے ہوئے ہوں تو اُن پر تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہیں ہے **کذا فی الشامی** **مسئلہ** ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اُس کی مقبول نہیں ہے اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کو دعا سے یا باطنی تیروں سے یا سورۂ انفال کی قراُت سے مار ڈالا اُس پر کچھ لازم نہ آویگا اس لئے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور موذی ہے طرف علم غیب کے **شامی**

ص باب قصاص مادون النفس کے بیان میں

قصاص مادون النفس اُسی جگہ ہے جہاں رعایت مماثلت کی ہو سکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالیں گے اُسی جوڑ سے **ف** اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ یعنی زخموں میں قصاص لیا جاویگا **کذا فی الہدایۃ**

آور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہ ہوگا اِسواسطے کہ یہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذا فی الاصل حاصل یہ ہے کہ جب عضو جوڑ پر سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو ہڈی کاٹ لی تو اُسمیں قصاص نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اُسمیں کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ص اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہے پانوٗں میں اور نرمہ بینی میں ف ناک میں بانسے کے نیچے جس قدر گوشت نرم ہے وہ نرمۂ بینی کہلاتا ہے اور عربی میں اُس کو مارن کہتے ہیں تو مارن میں قصاص ہے اور بانسے میں نہیں ہے اِس واسطے کہ وہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذا فی الاصل ص اور کان میں اور اُس آنکھ میں جس کی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہووے اور آنکھ قائم ہو تو اُس کے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے مُنھ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور اُس کی آنکھ کے مقابل میں گرم آئینہ رکھا جاوے ف یہ حکم خلافت عثمانؓ میں علی مرتضیٰؓ کی تجویز سے بحضور صحابۂ کرام واقع ہوا روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں حکم بن عیینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اُسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی توصحابہؓ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اُسکی معلوم نہ تھی تو علیؓ آئے اور فرمایا کہ اُسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اُسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اُسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ص اور اگر آنکھ حلقے میں سے نکالی جاوے تو اُس کا قصاص نہیں ف بسبب متعذر ہونے مساوات کے ص اور قصاص ہوگا ہر اُس زخم میں جس میں مماثلت ہو سکتی ہے جیسے جراحت موضحہ ف موضحہ اُس جراحت کو کہتے ہیں جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے ص اور نہیں قصاص ہے ہڈی میں سوا دانت کے ف اِس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے والسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ ص تو دانت اُکھاڑا جاویگا اگر اُس نے اُکھیڑا ہے آور جو اُس نے توڑ ڈالا ہے تو اُس کا دانت ریتا جاویگا اور نہیں ہے قصاص مادون النفس درمیان میں عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلاموں میں اور اُس ہاتھ میں جو نصف ساعد سے کاٹا جاوے آور جائفے میں جو اچھا ہو جاوے ف جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا سینے کی طرف سے یا شکم یا پشت کی طرف سے اس میں قصاص نہیں جب اچھا ہو جاوے اِس لئے کہ تندرستی اِس جراحت سے نادر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر جارح سے قصاص لیویں جائفے کا تو وہ مر جاوے گا پس جب جائفہ مجروح کا اگر اچھا نہ ہوا اور سرایت کر گیا اور مجروح مر گیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا آور جو نہیں مرا تو انتظار کرنا چاہیئے اُسکی صحت یا مُوت کا کذا فی الاصل ص اور نہیں قصاص ہے زبان میں اور ذکر میں جب حشفہ کاٹا جاوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے اِسلئے کہ انقباض و انبساط اِن دونوں میں جاری ہے پس رعایت مماثلت نہیں ہو سکتی آور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاوے گا کذا فی الاصل ص اور ذمّی اور مسلمان کے اعضا برابر ہیں آور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا ایک اُنگلی اُسکی کم ہو یا سر اُس کا بڑا ہو کہ زخم تمام سر پر نہ پہونچے اور مجروح کے ہاتھ اور اُنگلیاں سالم ہیں اور سر اُس کا چھوٹا ہے کہ تمام سر کو پہونچا ہے تو مجروح کو اختیار ہے خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے آور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کی مُوت سے اور ورثۂ مقتول کی عفو سے اور اُنکی صلاح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر آور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اُسکی میعادی یا نقد ہونے کی تصریح نہ ہوئی ہو اور مثل دیت کے مؤجل نہ ہوگا آور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کر لیگا تو قاتل کے ذمّے سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی وارثوں کو حصہ دیت ملے گا اگر ایک آزاد اور غلام نے مل کر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اُس کے اُس شخص آزاد نے اور اُس غلام کے مولیٰ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اُس نے صلح کرا دی تو مولے کو اور اُس شخص آزاد کو دونوں کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا ہوں گے آور چند آدمی قتل کیے جاویں گے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیوں کے اور شافعیؒ کے نزدیک اوّل کے بدلے قتل کیا جاوے گا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولوں کے لئے آور جو اوّل مقتول معلوم نہ ہو تو سب کے عوض قتل کیا جاوے گا اور تقسیم کی جاوے گی دیت سب کو آور بعض نے کہا ہے کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جس کے نام قرعہ نکلے

اُس کے بدلے قتل کیا جاوے تو اگر اِن مقتولوں کے وارثوں میں سے ایک مقتول کے وارث نے اگر قصاص لے لیا تو باقی مقتولوں کے ورثہ کو اب کچھ نہ ملے گا اگر دو شخصوں نے مِل کر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اِس طرح پر کہ ایک چھری دو نوں نے لیکر اُس کے ہاتھ پر چلادی تو اُس کے عوض میں اُن دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاویں گے بلکہ دیت اُن دونوں سے دلائی جاویگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کے ہاتھ کاٹے جاویں گے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصوں کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اُن دونوں کو پہونچتا ہے کہ اُس کا داہنا ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھوں آدھ بانٹ لیں اگر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوں اور جو پہلے ایک حاضر ہو تو اُس کے ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اُس کو دیت ملے گی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اُس کو قتل کریں گے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصدًا تو وہ تیر اُس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کو لگ گیا اور دونوں مرگئے تو اوّل شخص کے بدلے میں قصاص لیا جاوے گا کیونکہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے میں دیت آوے گی اِس لئے کہ وہ قتل خطا ہے **ف** ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا زیلعی **ص** زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کو مار ڈالا تو اُس کی آٹھ صورتیں ہیں اِسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہے اسی طرح قتل یا عمد یا خطا ہے پھر چاروں صورتوں میں عمرو بیچ میں تندرست ہوا ہے یا نہیں تو اگر دونوں فعل عمدًا کیے پس اگر بیچ میں عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونوں فعلوں کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہیں ہوئی تو بھی امامؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قتل ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط قتل ہو گا نہ قطع تو جزائے قطع قتل کی جزا میں داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہو گی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت کافی ہو گی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور دیت نفس کی دینا ہو گی اور جو قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہو گی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا زید نے عمرو کو سَو کوڑے مارے اِس طرح کہ پہلے نوّے مارے اُس سے وہ چنگا ہو گیا بعدہٗ دس مارے اُس سے مرگیا تو ایک ہی دیت لازم آویگی **ف** اِس واسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا نوّے کوڑے سے تو اُن کا مار نامعتبر نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے اور اسی طرح غیر معتبر ہے قصاص میں ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اُس کا نشان باقی نہ رہا ہو وے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اِس کے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمدؒ سے روایت ہے کہ طبیب کی اُجرت اور دوائیوں کا ثمن واجب ہو گا کذا فی الاصل **ص** اور جو پہلے نوّے کوڑے مارے اُس سے وہ زخمی ہو گیا اور اثر اُس کا باقی رہا بعد اُس کے دس کوڑے مارے اُس سے مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونوں واجب ہوں گے **ف** باتفاق امام اور صاحبینؒ کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الدیات میں آویگا **ص** ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اُس نے معاف کر دیا پھر اُس قطع کے سبب سے وہ مرگیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی **ف** یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہو گا اس لئے کہ عفو قطع سے عفو ہے اُس کے موجب سے اور وہ قطع ہے اگر سرایت نہ کرے اور قتل ہے اگر سرایت کرے اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہو گی اِس لئے کہ قصاص بسبب شبہ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل **ص** اور جو اُس نے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اُس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہو گا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہو گی لیکن اگر یہ قتل خطا سے ہے تو ثلث مال سے معتبر ہو گا اور جو عمد ہے تو کل مال سے یہی حکم ہے سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس نے اُس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے میں پھر وہ مرگیا تو مرد پر اُس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور اُس کے ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں سے دی جاویگی اگر اُس نے عمدًا ہاتھ کاٹا اور اُس کے عاقلہ پر ہے اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اُس سے ہاتھ پر اور جو اُس سے

پیدا ہو یا جنایت پر پھر مرگیا تو عمد میں مہر مثل ہے اور کچھ عورت پر لازم نہ ہوگا بسبب قتل کے آور خطا میں عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی اُن کے لئے بطور وصیت کے سمجھا جاوے گا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اُس کے عوض میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مرگیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مرگیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی ف یہ جب ہے کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو آور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اُس نے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اُس کے اختیار میں نہیں ہے اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اِذن سے لڑکے کو تعلیم کے لئے ضرب معتاد کرے اور وہ مرجائے تو اُس پر ضمان نہیں البتہ اگر حد معروف سے زیادہ مارے گا اور لڑکا ہلاک ہوجاوے گا تو اُس کو تاوان دینا ہوگا در مختار ص اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کردیا قتل سے تو اُس کو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی ف آور صاحبینؒ کے نزدیک نہ دینا پڑے گی

ص باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار میں

حق استیفائے قصاص وارثوں کیلئے ثابت ہوتا ہے ف یعنی ورثہ مقتول کیلئے حق حاصل ہوتا ہے اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیویں اور یہ حق ثابت ہوتا ہے وارثوں کیلئے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکے کا مستحق ہے اُس کو یہ حق بھی حاصل ہے اور جو ترکے سے محروم ہے وہ اس حق سے بھی محروم ہے مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہے تو بھائی بھتیجے چچا ماموں محروم ہوں گے اسی طرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور ماں سے نانی محروم ہوگی وعلیٰ ہذا القیاس ص ابتداً سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہیں ہوسکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے اُنمیں سے ایک حاضر اور موجود تھا اُس نے گواہوں سے قتل عمد قاتل پر ثابت کردیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہوں کی گواہی کا اعادہ ضرور ہے ف امام صاحبؒ کے نزدیک نہ صاحبینؒ کے نزدیک ص اور جو قتل خطا ہووے یا دعویٰ دَین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہیں ہے پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کردیے تو وارث حاضر اُس کا خصم ہوجاویگا اور قصاص ساقط ہوگا یہی حکم ہے اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثوں نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہوگی لیکن یہ شہادت اُن دونوں کی طرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے اِن دو وارثوں کی تصدیق کی تو تینوں وارثوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا آور اگر دونوں کی تکذیب کی تو ان دو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملے گا آور جو اُنکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اُس کو تہائی حصہ دیت کا ملے گا ف لیکن یہ تیسرا حصہ اُن دونوں وارثوں کو دیا جاویگا استحساناً در مختار آور ایک چوتھی صورت ہے اُس کو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہے کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونوں نے تصدیق کی اُن دونوں وارثوں کی تو اِس صورت میں تیسرے وارث کو کچھ نہ ملے گا اور اُن دونوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا اور اصل کتاب میں اِس کے دلائل بتفصیل مذکور ہیں ص اگر اختلاف کیا قتل کے گواہوں نے زمان قتل میں یا مکان قتل میں یا آلہ قتل میں یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کس ہتھیار سے مارا ف یا ایک نے گواہی دی معائنہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر در مختار ص تو اِن سب صورتوں میں شہادت لغو ہوجاویگی اور جو شاہدوں نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہم کو معلوم نہیں تو دیت واجب ہوگی ف اور قیاس یہ ہے کہ کچھ واجب نہ ہو اس لئے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہے باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہیں ہے تو ثابت ہوگا اقل موجب اُس کا اور وہ دیت ہے اور واجب ہوگی دیت مال میں قاتل کے اِس لئے کہ اصل قتل میں عمد ہے اور عاقلہ نہیں بار اُٹھاتے ہیں عمد کا کذا فی الاصل ص اگر قتل مقتول کا دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونوں نے اُس کو مارا ہے تو دونوں قتل کیے جاویں گے آور جو ایک شہادت گزری کہ زید کو عمرو نے مارا ہے اور دوسری شہادت یہ گزری کہ زید کو خالد نے مارا ہے آور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونوں نے مارا ہے تو دونوں شہادتیں لغو ہوجاویں گی ف اِس واسطے کہ ولی کا

قول تکذیب اور تفسیق ہے شہود کی یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہے ص اور اعتبار وجوب و عدم وجوب دیت وغیرہ میں حالت تیراندازی کی ہے نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہوگیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور قبل تیر لگنے کے آزاد ہوگیا اور جزا اُس محرم پر جس نے تیر مارا حالت احرام میں اور وہ قبل تیر لگنے کے حلال ہوگیا اور نہ واجب ہوگی جزا اُس حلال پر جس نے تیر مارا بعد اُس کے محرم ہوگیا قبل تیر لگنے کے اور نہیں ضمان دے گا وہ شخص جس نے تیر مارا اُس کو جس کے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کرچکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاویں اور حلال ہے وہ شکار کہ تیر مارا اُس کو مسلمان نے پھر مجوسی ہوگیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جس کو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہوگیا قبل تیر لگنے کے

ص کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اُونٹ سے سو اُونٹ ف اسواسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اُونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ اور ابن حبانؒ نے اور روایت کی بیہقیؒ نے طریق شافعیؒ سے کہ کہا شافعیؒ نے کہا محمد بن الحسنؒ نے پہونچا ہمکو حضرت عمرؓ سے کہ اُنھوں نے مقرر کیا سونے والوں پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسنؒ نے اور خبر دی ہم کو ثوریؒ نے مغیرہ ضبیؒ سے اُنھوں نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اُونٹوں سے پھر ہر اُونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوئے اور روایت کی محمد بن الحسنؒ نے انا ابوحنیفۃ عن الھیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطابؓ قال علی اھل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درھم وعلی اھل الذھب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطابؓ نے کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والوں پر دس ہزار دینار ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اسواسطے کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اسکو چاروں عالموں نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہے ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہے ترجیح دیا اُس کے ارسال کو نسائیؒ نے اور ابوحاتمؒ نے اور حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہیں جن کا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے برابر تھے دلیل اُس کے جو روایت کی محمد بن الحسنؒ نے ابراہیمؒ سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوئی تھی تو کبھی آپنے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ میں ہے اخراج کیا اسکا ابوداؤدؒ نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباسؓ میں صرف حکایت ہے ایک واقعے کی اور قرار داد عمرؓ مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہیں ہوسکتی اور تھی یہ محضر میں صحابۂ کرامؓ سے تو اخذ ساتھ اُس کے اولی ہو واللہ اعلم ص اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اُونٹ ہیں اس طرح کہ پچیس بنت مخاض ہوں اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے علقمہ اور اسودؒ سے کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ہیں ص اور قتل خطا کی دیت بھی سو اُونٹ ہیں لیکن اس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض ف یعنی نر اُونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں ص اور کفارہ قتل

خطا اور شبہ عمد کا یہ ہے کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے **ف** اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کفارۂ خطا میں وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ الآیۃ **ص** تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے پے در پے روزے رکھے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ **ص** کفارۂ قتل میں کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہیں ہے **ف** اس لئے کہ اطعام یہاں نص کلام اللہ میں وارد نہیں ہوا **ص** اور صحیح ہے آزاد کرنا اُس شیرخوار کا جس کے ماں یا باپ مسلمان ہوں نہ اُس بچے کا جو شکم میں ہے اور عورت کی دیت نصف مرد کی دیت کے ہے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضاء کی **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک مادون الثلث دیت مرد کی اور عورت کی برابر ہے اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہے عورت کی دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے نسائیؒ کی کہ دیت عورت کی برابر ہے مرد کی دیت کے یہاں تک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہؒ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بیہقیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے مرفوعا دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی اور حدیث مطلق ہے شامل ہے ثلث کو اور مادون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اُنھوں نے دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی اور روایت کی شافعیؒ نے ابراہیمؒ سے اُنھوں نے عمر بن الخطابؓ اور علیؓ بن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی **ص** اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہے **ف** ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہیں اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہے دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اُن کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے ہر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اُس نے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اور اس میں ذکر مجوسی کا نہیں ہے اور روایت کی شافعیؒ نے پھر بیہقیؒ نے منصور بن المعتمر سے اُنھوں نے ثابت بن الحدادؒ سے اُنھوں نے ابن المسیبؒ سے کہ عمرؓ بن خطاب نے فیصلہ کیا دیت میں یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی میں آٹھ سو درم کا دلیل امام مالکؒ کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ فرمایا حضرتؐ نے دیت کافر کی نصف ہے دیت مسلمان کی اور ایک روایت میں ہے کہ دیت ذمیوں کی نصف ہے دیت اہل اسلام کی روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ دیت اُس کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور حدیث ابوہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہے روایت کیا اس کو امام اعظمؒ نے مسند میں زہریؒ سے اُنھوں نے سعیدؒ بن المسیب سے اُنھوں نے ابوہریرہؓ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہے اور روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط میں ابن عمرؓ سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہے اور اسی سے اخذ کیا ابوحنیفہؒ نے اور جماعت علماءؒ نے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں سند صحیح سے ابن المسیبؒ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اُس کے عہد میں ہزار دینار ہیں اور نقل کیے ابن عبدالبرؒ نے تمہید میں اپنی سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اُن میں سے ہیں ابن المسیبؒ کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی طحاویؒ نے بسند حسن ابن المسیبؒ سے مثل روایت ابوداؤدؒ کے پس یہ روایت ابن المسیبؒ معارض ہے اُس روایت ابن المسیبؒ سے جس سے تمسک کیا شافعیؒ نے باوجود اسکے کہ روایت شافعیؒ موقوف ہے اور یہ مرفوع ہے اور روایت کیے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کئی آثار اس باب میں ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن عتبہ اور اسمٰعیل اور صالح اور عطاء اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ کہا اُنھوں نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہری سے

کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد میں یہاں تک کہ ریاست ہوئی معاویہؓ کی سو انھوں نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال میں رکھا اور ولی مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاقؒ اور دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمانؓ میں سو حضرت عثمانؓ نے نہیں قتل کیا اُس مسلمان کو لیکن دیت اُس پر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاویؒ نے باسناد حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکمؒ سے کہ رفاعۃ بن سموال یہودی قتل کیا گیا شام میں تو حضرت عمرؓ نے دیت اُسکی ہزار دینار مقرر کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اُوپر شرط مُسلم کے ہے سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہے روایت کی اُس سے حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابن حبانؒ نے صحیح میں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے بسند صحیح انس بن مالکؓ سے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اُس میں حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعیؒ اور بیہقیؒ کی ثابت حداد سے اُنھوں نے ابن المسیبؒ سے کہ حکم کیا حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت میں چار ہزار درم کا قابل التفات کے نہیں ہے کئی وجہوں سے ایک تو اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ اُس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمرؓ سے دوسری وہ جو ذکر کیا مالکؒ اور ابن معینؒ نے کہ ابن المسیبؒ نے نہیں سُنا عمرؓ سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبیؒ نے اپنے مختصر میں اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اِس کو حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہ وہ ثابت بیٹا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اُسکی ابوالمقدام الحداد ہے مشہور ہے اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے تو ضعیف کیا اُس کو بسبب علت وہم کے چوتھی ابن المسیبؒ سے اُسکے خلاف اخراج کیا ابوداوُدؒ نے اور طحاویؒ نے اور مراسیل ابن المسیبؒ کے شافعیہؒ کے نزدیک بھی مقبول ہیں کہا احمد بن جریر طبریؒ نے تہذیب میں کہ نہیں خلاف ہے اِس امر میں کہ کفارۂ قتل مسلمان اور ذمی میں یکساں ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے اور رد کیا اُس شخص پر جس نے واجب کیا کم کو دیت سے ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام ص اور قتل نفس میں اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے میں پُوری دیت ہے ف اِسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بے شک مارنے میں جان کے دیت ہے اور ناک میں جب پُوری کٹے پُوری دیت ہے اور ذکر میں پُوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اس کو ابوداوُدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ اور ابن حبانؒ اور احمدؒ نے اور اختلاف کیا ہے اس کی صحت میں ص اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اُس سے جاتی رہے تو ضارب پر پُوری دیت ہے ف بسبب فوت ہو جانے منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہے معاش اور معاد میں ہدایہ ص اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پُوری دیت لازم ہوگی ف اِس لئے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں روایت کی عوف اعرابیؒ سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے تو مضروب کی سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتوں کے تو حکم کیا حضرت عمرؓ نے اُس میں چار دیتوں کا ہدایہ میں اِس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل فوت ہو جاوے یا جمال و حُسن ظاہری جاتا رہے تو پُوری دیت واجب ہوگی ص اگر زبان پُوری کاٹ ڈالی یا اِس قدر کہ گویائی اُس سے جاتی رہی یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پُوری دیت واجب ہوگی ف اِس واسطے کہ حدیث عمروؓ بن حزم میں ہے کہ زبان میں پُوری دیت ہے ص اگر ڈاڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے بال مُونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پُوری دیت واجب ہوگی ف اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل ص جو عضو انسان کے بدن میں دو دو ہیں ف جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور پاؤں اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ ص اور دونوں کو تلف کر دیوے تو پُوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی ف مثلاً اگر دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو پُوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب

ہو گی حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور دونوں بیضوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں اور ایک پیر میں نصف دیت ہے کذافی شرح النقایۃ ص اور پلکوں میں اگر چاروں تلف ہو جاویں تو پوری دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے ف اس لئے کہ پلکیں چار ہیں ہدایہ ص اور ہر ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دسواں حصہ دیت کا ہے ف اس لئے کہ انگلیاں بھی دس ہیں اور حدیث عمرو بن حزمؓ میں ہے کہ ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دس اونٹ ہیں اور روایت کی ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً مثل اس کے ص اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں سو اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا ثلث ہے اور جس میں دو جوڑ ہیں اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا نصف ہے ف اس واسطے کہ انگلی کی دیت جوڑوں پر تقسیم کر دی گئی ہے ہدایہ ص جیسے ہر ہر دانت میں بیسواں حصہ دیت کا ہے ف اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور روایت کی ابو داؤدؒ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے مثل اس کے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہیں پھر ہر دانت میں بیسویں حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہیئے تھا کہ بتیسواں حصہ لازم آتا جواب اس کا یہ ہے کہ دانتوں کا عدد اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی ڈاڑھیں تو بعض آدمیوں کے نہیں نکلتیں اور بعض آدمیوں میں چاروں ہوتی ہیں اور بعضوں میں کم تو عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہیں ایک زینت اور خوبصورتی اور دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اسکی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اس کے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہے اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسواں حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اسکی نصف دیت کا ساٹھواں حصہ ہوا اور تیسواں اور ساٹھواں حصہ ملا کر بیسواں حصہ ہوا اس لئے ایک دانت کے تلف ہونے میں بیسواں حصہ واجب ہوا واللہ اعلم کذافی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہیں کبھی چھبتیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور و خوض کے حساب میں تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اس میں دیت اس عضو کی واجب ہو گی مثلاً ہاتھ شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرے کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت موضحہ میں جب عمداً ہووے ف تو ضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذافی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اس میں بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسواں حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے ص دسواں حصہ اور نصف دسویں حصہ کا یعنی پندرھواں حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ میں ف یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ میں ف یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کی طرف سے یا پشت کی طرف سے یا سینے کی طرف سے یا گردن کی طرف سے یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اس میں دو ثلث دیت کے ہیں ف اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اس میں ذکر ہاشمہ کا نہیں ہے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں زید بن ثابتؓ سے کہ ہاشمہ میں دسواں حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنی کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے ص اور دامعہ ف یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے ص اور دامیہ ف جو خون کو بہاوے ص اور باضعہ ف یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت میں پہونچ جاوے ص اور سمحاق میں ف یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے ص حکومت عدل ہے یعنی

مجروح کو غلام فرض کرکے بلا جراحت اُسکی قیمت لگادیں گے بعد اُس کے بجراحت تو جس قدر تفاوت دونوں قیمتوں میں ہوگا وہی دیت ہے
اسی پر فتویٰ ہے ف یہ اعتراض ہے قول سے کرخیؒ کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے دیکھ کر بقدر اُس کے بیسویں حصے میں سے
واجب ہوگی ص اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتھیلی کے یا ہتھیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد
سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اُس ہتھیلی کو کاٹا جس میں ایک ہی انگلی تھی تو دسواں حصہ دیت کا
واجب ہوگا اور جو دو انگلیاں تھیں تو پانچواں حصہ اور کف کا بدلہ کچھ واجب نہ ہوگا اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کرڈالا یا لڑکے کی آنکھ
یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضاء کی صحت وسلامتی معلوم نہ ہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اُس نے ایسا فعل ابھی نہیں کیا تھا جس سے دیکھنا
اُس کا سمجھا جاتا یا ذکر نے اُس کے جنبش نہ کی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ
کے نزدیک دیت کامل واجب ہوگی اس لئے کہ غالب صحت ہے اور جو صحت اُس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہے بالاتفاق اگر جراحت
موضحہ سے اُسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اُس کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی الگ نہ دینا پڑیگی اور
جو سماعت یا بصارت یا بول چال اُس کی جاتی رہی تو داخل نہ ہوگی اور جو موضحہ سے اُسکی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو موضحہ اور آنکھوں کی
دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہ ہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھوں کی دیت جیسا مذہب صاحبینؒ کا ہے اور قصاص نہیں اُس
انگلی کے قطع میں کہ اُس کے پاس کی انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں کی دیت واجب ہوگی ف یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے
نزدیک پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل ص اور قصاص نہیں اُس انگلی میں جس کے اوپر کا جوڑ کاٹا
گیا سو باقی انگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اُس دانت میں جس کا نصف توڑا گیا سو باقی
سیاہ ہو کر رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اُس پر
دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اُکھاڑا اُس نے اُٹھا کر جما لیا اور گوشت اُس پر جم آیا تو دیت اُکھیڑنیوالے پر سے
ساقط نہ ہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اُس کے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسیطرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہو گیا یا
مارنے سے جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اس طرح اچھا ہوگیا کہ اثر اُس کا باقی نہ رہا ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور
امام محمدؒ کے نزدیک اُجرت طبیب کی اور دوا کی دینا پڑیگی کذا فی الاصل ص اور کسی کا زخم قصاص کا نہ لیا جاوے گا جب تک وہ
تندرست نہ ہولے ف اس لئے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اُس وقت قصاص بالنفس واجب ہوگا
اس لئے انتظار چاہیئے صحت کا اور روایت کی امام احمدؒ اور دارقطنیؒ نے عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک اچھا نہ ہو زخمی اُس کا اور شافعیؒ کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیئے
جیسا قصاص نفس میں اور حجت ہے اُن پر یہ حدیث ص اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت اُنکی عاقلہ پر واجب ہوگی ف
اور شافعیؒ کے نزدیک اُس کے مال میں واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقیؒ کی حضرت علیؓ سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے
ص اور کفارہ اُن پر نہ ہوگا اور محروم نہ ہوں گے میراث سے ف اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

ص فصل دیت جنین کے بیان میں

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ میں ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسواں حصہ دیت کا پانچسو درم لازم
آویں گے ف اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہؒ نے حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین میں غرہ کا

غلام ہو یا لونڈی لیکن اُس میں پانچسو درہم کا ذکر نہیں ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زید بن اسلمؓ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے قیمت لگائی غرہ کی پچاش دینار اور ہر دینار دس درم کا اور روایت کی بزارؒ نے بریدہؓ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے بچے میں پانچسو کا اور روایت کی ابو داؤدؒ نے سُنن میں ابراہیم نخعیؒ سے کہ غرہ پانچسو درہم ہیں کذا فی شرح النقایہ ص ایک سال کے عرصے میں ف اور امام مالکؒ کے نزدیک غرہ قاتل کے مال میں سے واجب ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک تین سال میں وصول کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اُوپر عاقلہ کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابو داؤدؒ نے اور مروی ہے صحیحین میں مانند اس کے اور ہدایہ میں ہے کہ کہا محمد بن الحسنؒ نے پہونچا ہم کو یہ امر کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اُوپر عاقلہ کے ایک سال میں ص اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مُردہ گرا پھر ماں بھی اُس کی مر گئی تو غرہ اور دیت دونوں واجب ہوں گے ف غرہ جنین کے لئے اور دیت اُسکی ماں کی روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتیں آپسمیں لڑیں تو ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مر گئی وہ اور جو اُس کے پیٹ میں تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اُسکی عاقلہ پر ص اور جو ماں مر گئی پھر بچہ مُردہ اُس کے پیٹ میں سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی ف یعنی صرف دیت ماں کی اسلئے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی ضرب سے نہ ہوئی ہووے بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اُسکی ماں کے ہو اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ص اور جو ماں مر گئی پھر بچہ اُس کا زندہ پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتیں نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اُسکے پاوینگے سوا ضارب کے ف اسلئے کہ ضارب قاتل اُس کا ہے اور قاتل کو میراث نہیں ملتی ص اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اُسکی قیمت حالتِ حیات کی لگا کر بیسواں حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسواں حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولیٰ نے اُسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اُسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو قیمت اُسکی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت ف اسلئے کہ موت اُس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اُسوقت میں وہ غلام تھا آزاد نہیں ہوا تھا ص اور جنین کے قتل میں کفارہ قاتل پر نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور جو جنین ایسا ہووے کہ اُسکے بعض اعضاء بن گئے ہوں تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جس عورت نے عمداً جنین کو مُردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اُسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہ ہووے تو اُسکے مال پر لازم آویگا ایک سال میں اور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا تو غرہ واجب نہ ہوگا ف جاننا چاہیئے کہ جس جنین کے اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو اُس کے اسقاط سے عورت گنہگار نہ ہوگی ورنہ گنہگار ہوگی درمختار

باب راہ میں کوئی امر جدید کرنے کے بیان میں

ص جو شخص شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ یا بُرج یا موری یا چبوترہ یا دُکان بنادے تو ہو سکتا ہے اگر لوگوں کو ضرر نکرے ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہیں کذا فی الاصل اسواسطے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط میں کہ فرمایا حضرتؐ نے نہیں ضرر پہونچانا ہے اسلام میں ص باوصف اِس کے ہر شخص کو ف اگرچہ ذمی ہو درمختار ص اُس کا توڑ ڈالنا پہونچتا ہے ف اِس لئے کہ یہ تصرف ہے حق مشترک میں پس ہر واحد کو دفع اُس کا جائز ہے جیسا کہ ملک مشترک میں اگرچہ ضرر نہ کرے کذا فی الاصل کیونکہ شارع عام میں ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا نہ کرے ہر حال میں اُس کا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ص اور کوچہ غیر نافذہ میں یہ اُمور کرنا درست نہیں ہیں مگر اور شرکا کی اجازت سے درست ہیں اگرچہ ضرر نہ کریں پس اگر اِن چیزوں کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مر جاوے تو بنانے والے کی عاقلہ پر اُس کی دیت لازم آوے گی جیسے کوئی پتھر راہ میں رکھدیوے یا کنواں راہ میں کھودے اور اُس میں کوئی گر کر مر جاوے اور جو کوئی جانور مر جاوے تو اُس کا

ضمان بنانے والے پر آوے گا یہ سب صورتیں جب ہیں کہ اُس نے بغیر اذن امام کے ان چیزوں کو بنایا ہووے ف اور اپنے نفس کے لئے بنایا ہو اور جو مسلمانوں کے نفع کے لئے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نہ جاوے گا در مختار ص اور جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کنوئیں میں گرنے سے نہ مرے بلکہ بھوک سے یا دم گھٹنے سے مر جاوے تو ضمان نہ آوے گا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوے ہے در مختار اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غم سے مر جانے میں ضمان واجب ہے کذا فی الاصل ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اُٹھا کر دوسری جگہ رکھا اُس کے سبب سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اُٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا اِس لئے کہ فعل اُس کا منسوخ ہو گیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہوگا وہ شخص جس نے بوجھ لادا اپنے سر پر یا پیٹھ پر راہ میں اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریاں غیر کی مسجد میں لے گیا یا مسجد میں سوائے نماز اور فعل کے لئے بیٹھا اور ان اُمورات سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا ف مثلاً اُس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریوں کے ظرف کے گرنے سے کوئی مر گیا یا سوائے نماز کے اور کام کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا اِس میں ایک اندھا آیا اور اُس پر گر پڑا اور مر گیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہ ہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوئے تھا اُس کی چادر کے سبب سے کوئی مر گیا یا قندیل بوریا پتھریاں وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد میں لے گیا یا نماز کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا سو اُس کے سبب سے کوئی مر گیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل میں

ص اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کی طرف ف یا کسی کے مکان کیطرف لیکن اِس صورت میں حق طلب اُن مکان والوں کا ہوگا ص اور اُس کے توڑنے کے لئے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اُس شخص سے کہدیوے جس کو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کر کے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی المتن ص اور وہ اُس کو نہ توڑے اُس زمانے تک جس میں توڑ ڈالنا اُس کا ممکن ہے تو ضامن ہوگا اُس نفس کا یا مال کا جو اُس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اُسکی اور بعض کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ گواہ کرا دینا بھی ضرور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہیں ہے بلکہ اِسواسطے چاہیئے تاکہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اُس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہے کذا فی الاصل ص اور ضامن نہوگا اگر بعد اشہاد کے اُس نے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اُس سے کیگئی جو توڑنے پر قادر نہیں ہے جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مُودَع اور گھر میں رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہے تو اُس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہے اور اُس کو مہلت دینے اور ضمان معاف کر دینے کا اختیار ہے اور جو شارع عام کیطرف جھکی ہے پس قاضی یا طالب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہیں اِس لئے کہ اسمیں حق عامہ خلق ہے پس اُنکو باطل کرنا اِسکا درست نہیں اور جو اُس نے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے جیسا کہ پر آمدہ وغیرہ نکالنے میں ف یا پاخانے یا پرنالے میں کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیوں میں مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اُس کے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اُس کی عاقلہ پر پانچواں حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آویں گے جب تین شریکوں میں سے ایک نے مکان مشترک میں کنواں کھدوایا یا دیوار اُٹھائی اور اُس کے سبب سے کوئی ہلاک ہو گیا ف اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہوگا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے

ص باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر سوار کی سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پانوں یا سر سے تلف کرے یا مُنہ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دُم سے مارے تو سوار اُس کا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دُم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے

چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اُس سے کچھ تلف ہوگیا یا اُس کو کھڑا کیا لید یا پیشاب کیلئے تو ضمان نہ ہوگا اور جو کسی اور کام کیلئے کھڑا کیے گا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور نے چلتے میں ہاتھ یا پاؤں سے کنکری یا گٹھلی اُڑائی یا غبار اُڑایا یا چھوٹا پتھر اور اُس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہ ہوگا اور جو بڑا پتھر اُڑایا تو ضامن ہوگا ف اس لئے کہ بڑے پتھر کے اُڑانے سے بچاؤ ممکن ہے بکنکری اور پتھری کے اُڑانے سے کذا فی الاصل ص جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہے ضمان اور عدم ضمان میں لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آویگا نہ اُن دونوں پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونوں اگر دو سوار آپس میں ایک دوسرے کے دھکے سے مرجاویں تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اُس کا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اُونٹ کی قطار کو کھینچا اُس میں سے ایک اُونٹ نے کسی کو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونوں پر دیت آویگی اگر زید اُونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اُسکی اطلاع کے ایک اور اُونٹ باندھ دیا اور اُس اُونٹ نے کسی کو روندکے تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کی عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا اگر کسی نے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اُس کو ہانکا سو اُس کتے نے اُسی وقت جاکر کچھ تلف کیا تو اُس پر ضمان لازم ہوگا اور جو اُس کتے کو ہانکا نہیں یا پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اُس نے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہ ہوگا ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری ابو داؤد ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العجماء جرحہا جبار یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگاں ہے ص اگر کسی شخص نے اُس جانور کو مارا جس پر زید سوار ہے یا لکڑی سے اُس کو کونچا تو اُس نے ہاتھ یا پاؤں سے کسی کو مارا یا بھڑک کر کسی کو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر ف یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہووے اور جو اُس کے اذن سے ہووے تو ضمان نہ ہوگا اور جو وہ جانور اُسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اُس کا رایگاں ہوگا یعنی کسی پر تاوان اُس کا لازم نہ آویگا در مختار ص اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑی تو جس قدر قیمت میں اُس کی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اُونٹ کی اگر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہوویں یا اور کسی کے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے میں

باب لونڈی غلام کی جنایت اور اُن پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اُس غلام کو حوالے کردیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اُس کا مالک ہوجاوے گا یا دیت اُس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کی طرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اُس کے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو شخصوں کی دو جنایتیں کیں تو مولیٰ کو اختیار ہے خواہ اُن دونوں جنایتوں کے بدلے میں غلام کو دیدیوے دونوں ولی جنایت کو کہ تقسیم کرلیویں وہ دونوں اُسکو موافق اپنے اپنے حق کے یا ہر ایک کی دیت جدا گانہ دیوے پس اگر مولیٰ نے اُس کو ہبہ کردیا یا آزاد یا مدبر یا اُم ولد بنایا اور اُس کو جنایت کی خبر نہ تھی تو دیت اور قیمت غلام میں سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولیٰ نے اُس غلام کی آزادی کو معلق کردیا زید کے قتل یا جرح پر اور اُس غلام نے وہ کام کیا تو مولیٰ کو فقط دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اُس کو دیا گیا سو اُس نے آزاد کردیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اُس نے آزاد نہیں کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو غلام پھیر دیا جاویگا مولیٰ کو سو وہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور مالک کو اُس کا علم نہ ہو اور وہ اُس کو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دَین میں سے قرضخواہوں کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت میں سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذون مدیونہ بچہ جنے تو قرضے میں اُس کے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت میں بچہ لونڈی کے ساتھ

سلہ اور اس لئے کہ صورت اول کثیر الوقوع ہے بخلاف ثانی کے ۱۲ سلہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نصف دیت لازم ہوگی اور دلیل دونوں کی بحاشیہ میں مذکور ہے ۱۲ سلہ اصل میں ہے کہ اختلاف کہ یہ اس صورت میں ہے جب اُس کے حالت سیر میں قطار اونٹوں میں باندھا ہو اور نہ کہ اُس وقت یا اُس نے حکم کیا کھینچنے کا قائد کو اور جب وقت قطار اونٹوں کی کھڑی تھی اور اُس نے رسا اونٹ باندھ دیا تو ضمان کھینچنے والے کی عاقلہ پر ۱۲

نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اُس نے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملے گا نہ غلام سے نہ اُس کے مولیٰ سے اگر
غلام نے کہا کہ میں نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے
اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور
لونڈی کی کمائی میں کہ اُس میں قول مولے کا مقبول ہوگا اگر غلام مجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسی کے قتل کیلئے کہا اور اُس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت
قاتل کے عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اُس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لیویں گے نہ صبی آمر سے اور جو غلام مجور نے غلام مجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا
مولیٰ اُس غلام کو حوالے کر دیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا میں اور آمر پر رجوع اب نہیں ہو سکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ میں سے لے سکتا
ہے ایسا ہی قتل عمد میں اگر غلام قاتل صغیر سِن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصًا قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصوں کو قصدًا مار ڈالا اور ہر مقتول
کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اُن میں سے عفو کر دیا تو باقی دو وارثوں کو چاہے مالک نصف غلام دیدیوے چاہے ایک پوری دیت ادا کرے
اور جو ایک شخص کو عمدًا اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور عمد کے دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کر دیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثوں
کو اور نصف دیت قتل عمد کے اُس وارث کو جس نے عفو نہیں کیا یا غلام کو اُن تینوں کے حوالے کر دیوے تو اُس غلام کے تین حصے کرکے بانٹ
دیں گے تینوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثوں کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر
دو شخصوں میں ایک غلام مشترک تھا اُس نے اُن دونوں کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کر دیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبینؒ کے
نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اُسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اُسکی آزاد
شخص کی دیت تک پہونچ جاویگی یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہونچے تو ہر ایک کی قیمت سے دس درم کم کر لیں گے **ف** امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ
کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور عبد الرزاقؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جہانتک قیمت اُسکی
ہولی دینا پڑیگی **ص** اور غصب میں کم نہ کریں گے بلکہ جس قدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علماء کے اور شخص آزاد میں جو حصہ دیت کا جنایت
میں مقرر ہے غلام میں وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اُسکی لازم آویگی **ف** پس اگر اُسکی قیمت
دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درم دینا ہوں گے **کذا فی الاصل** **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمدًا کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اُس کے اُس زخم
سے مر گیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولیٰ ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا
پھر دونوں غلام مجروح ہوئے بعد اُس کے مولیٰ نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونوں کی دیت مولیٰ کو ملیگی اور جو اُن دونوں غلاموں کو کسی نے
مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اُن دونوں کی لازم آویگی اگر ایک شخص
نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو مولیٰ کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اُس سے پوری قیمت اُسکی لے لیوے اور
چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہیں لے سکتا **ف** اور صاحبینؒ کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعیؒ کے نزدیک پوری قیمت
لے گا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا **کذا فی الاصل** **فصل** اگر مدبر یا اُم ولد نے جنایت کی تو مولیٰ کمتر کا تاوان دیوے دیت اور قیمت میں سے تو
اگر مولیٰ نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دیدیا بعد اُس کے پھر اُنھوں نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک
ہو جاویگا اُس قیمت میں جو اُنکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا
کرے خواہ مولیٰ کا **ف** لیکن اگر مولیٰ سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کر لیگا اِسواسطے کہ مولیٰ پر صرف ایک قیمت واجب ہے درمختار
ص مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اُسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مر گیا غاصب کے پاس تو غاصب تاوان
دیدیوے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولیٰ نے اُس کا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا پس اُس زخم کی سرایت سے غاصب کے

پاس مرگیا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام مجور نے غلام مجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آوے گا ف اسلئے کہ مجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال میں پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اُسمیں بیع کیا جاویگا اور جو غصب صرف اُس کے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اُس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل ص اگر مدبّر نے اپنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولیٰ پاس آکر دوسری جنایت کی یا اُس کا اُلٹا ہوا تو مالک اُسکی قیمت کا تاوان دیوے دونوں ولی جنایت کو اور نصف قیمت بھر لیوے غاصب سے اور حوالے کرے اُسکو پہلی جنایت والوں کے پھر رجوع کر لیوے اُس کا غاصب پر صورت اُولیٰ میں نہ ثانی میں اور خالص غلام بھی یعنی قِن مثل مدبّر کے ہے دونوں صورتوں میں لیکن مولیٰ یہاں خود غلام کو حوالے کرے جیسے مدبّر میں اُسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مُدبّر کو عمرو نے غصب کیا اور اُس نے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کر دیا اُسکو طرف زید کے بعد اُسکے پھر غصب کیا پھر اُس نے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اُس مدبّر کی دونوں اولیاے جنایت کے لئے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھر لیگا اور اُسمیں سے نصف پہلی جنایت والوں کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لیگا اگر زید نے کسی کا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر ناگہاں یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہ ہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی ف آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اُسکے لیجانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد میں متصور نہیں ہے درمختار میں ہے کہ کبیر کا حکم بھی اُس صورت میں مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اُسکو ایسے مکانات کی طرف جبراً لے گیا کہ اُسکو حفاظت اپنی ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اُس کے پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہاں تک کہ اُس صغیر کو لا دے یا اُسکی موت معلوم ہو جاوے اگر ختّان نے صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مرگیا تو ختّان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت آوے یہ جواب ہے چیستاں کا کہ وہ کونسا جانی ہے کہ اگر اُسکی جنایت سے مجنی علیہ مرجاوے تو نصف دیت ہے اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہے ص جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اُس لڑکے نے اُس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آوے گی اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اُس پر ضمان ہے اور جو اُس کے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اُس نے تلف کیا تو ضمان نہیں ہے ف یہ احکام جب ہیں کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہیں ہے درمختار

ص باب قسامت کے بیان میں

وہ مُردہ جس پر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہووے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اُسکے کان یا آنکھ سے کسی محلے میں پایا گیا یا اُسکا اکثر بدن یا نصف بدن مع سر کیساتھ ملا اور اُسکا قاتل معلوم نہیں ہے اور ولی مقتول دعویٰ قتل کا رکھتا ہے کُل اہل محلّہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیوں کو محلّہ والوں میں سے چھانٹے اور اُن سے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اُسکو قتل نہیں کیا اور نہ اُس کے قاتل کو ہم جانتے ہیں ف یعنی ہر ہر شخص اُنمیں سے اسطرح قسم کھاوے کہ میں نے اُسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں قاتل کو اُس کے جانتا ہوں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اُنمیں سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اُس کا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اُنکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلّہ نے اُس کو قتل کیا ہے تو اولیائے مقتول کو پچاس حلفیں دیجاویگی اِس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اُسکو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاویگا دیت کا مدعا علیہم پر برابر ہے کہ دعویٰ قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالکؒ نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعویٰ قتل عمد کا ہووے اور یہ بھی ایک قول ہے شافعیؒ کا اور اگر لوث نہ ہو تو مذہب مالکؒ کا مثل ہمارے مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ اَیمان کو مکرر نہیں کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہیں اُنکو اولیاے مقتول پر پس اگر حلف کر لیویں اہل محلہ تو وہ دیت نہیں دلاتے اُن سے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدّعی پر ہیں اور قسم منکر پر روایت کیا اُسکو بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے اور صحاح ستہ والوں نے مانند اُسکے تو قسمیں اہل محلہ پر اسلئے مقرر ہوئیں تا اگر اُنھوں نے قتل کیا ہے تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کریں قتل کا پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کر لیویں تو قصاص سے برارت ہو جاویگی لیکن

دیت واجب ہوگی اُن پر اسواسطے کہ مقتول اُن کے بیچ میں ہے اور جمع کیا آنحضرتؐ نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اُسکو سہلؓ نے اور زیاد بن ابی مریم نے اور اسیطرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے کذا فی الاصل ص پس جب اہل محلہ حلف کرلیویں تو اُن پر دیت کا حکم کیا جاویگا ف اِسواسطے کہ روایت نسائیؒ میں ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اُنکے دروازوں پر مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزارؒ نے سعید بن المسیبؒ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی اُن پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ اُنھوں نے پچاس آدمیوں کو حلف کا حکم کیا قسامت میں پس حلف دلایا اُن کو اور مقرر کی اُن پر دیت ص تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اُس شخص پر جو اہل محلہ میں سے نہیں ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی آپس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہوں تو مکرر اُن سے قسم لیجاوے یہانتک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابی ملیح سے کہ عمر بن الخطابؓ نے مکرر کیں قسمیں یہانتک کہ پوری ہوگئیں آور روایت کی عبدالرزاقؒ نے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمیں دلائیں جب اُس کا مولی مارا گیا تھا پھر اُس پر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے شریحؒ سے اور عبدالرزاقؒ نے ابراہیم نخعی سے مثل اس کے ص اور جو شخص اہل محلہ میں سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہانتک کہ قسم کھاوے اور قسامت میں صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہ ہونگے اور نہیں ہے قسامت اور نہ دیت اُس نعش میں جس پر اثر زخم کا نہیں ہے یا خون اُس کے مُنہ یا دُبر یا ذکر سے نکلا ہے ف اِسواسطے کہ اِن اعضا سے خون نکلتا ہے خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اُن میں سے نہیں نکلتا کذا فی الاصل ص اور جو بچہ پُوری خلقت کا مُردہ پایا گیا تو حکم اُس کا مثل بڑے کے ہے اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اُسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہے یا کھینچنے والا ہے یا سوار ہے تو اُسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی آور جو تینوں ہوں تو اُن سب کو دیت دینا ہوگی آور اگر ایک جانور پایا گیا دو قریوں کے درمیان میں اور اُس پر ایک مقتول ہے تو جو گاؤں وہاں سے قریب تر ہوگا اُس پر قسامت اور دیت ہے ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گاؤں کے بیچ میں پایا گیا تھا روایت کیا اسکو ابی داودؒ طیالسی اور اسحٰق بن راہویہؒ اور بزارؒ نے اپنے مسانید میں اور بیہقیؒ نے اپنے سنن میں اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اِس واقعہ میں اخراج کیا اُس کا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زیلعی ص اور جو مقتول کسی کے گھر میں ملا تو گھر والے پر قسامت ہے اور اُس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اُسی کا مملوک ہے حجتؒ سے اور جو مقتول اپنے ہی گھر میں ملے تو دیت اُسکی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک کچھ اِس صورت میں لازم نہ آویگا اور یہی حق ہے اسلئے کہ گھر اُسی مقتول کا مال ظہور قتل ہے گویا اُس نے اپنے تئیں آپ قتل کیا کذا فی الاصل ص اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہے ف جن کو امام نے سند لکھدی ملکیت کی ابتداء فتح اسلام کے وقت اگرچہ اُنمیں سے ایک ہی شخص باقی ہو درمختار ص نہ رہنے والوںؒ اور خریداروں پر پھر اگر سب مالکوں نے اُسکو بیع کیا ہو تو دیت اور قسامت خریداروں پر ہے ف باجماع سب علماء ہمارے کے درمختار ص اگر مقتول مکان مشترک میں پایا گیا اور بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامت اور دیت شرکاء کی شمار کے موافق ہوگی ف نہ حصوں کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت میں برابر ہونگے ص اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے میں نہیں آیا تھا کہ اُسمیں مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے آور بیع بالخیار میں قابض کی عاقلہؒ پر اور کشتی میں اہل کشتی پر یعنی جو اُسمیں سوار ہیں یا ملاح آور مسجد محلہ میں اہل محلہ پر آور دو گاؤں کے بیچ میں قریب گاؤں والوں پر آور بازار خاص میں جو کسی کی مملوک ہو مالک بازارؒ پر آور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قیدؒ خانہ اور جامع مسجد ف اور جو مکان عامۂ مسلمین سے متعلق ہووے درمختار ص میں اگر مقتول ملے تو قسامت نہیں ہے اور دیت اُسکی بیت المال میں سے ملیگی آور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلواریں کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر جدا ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہے اِسواسطے کہ حفاظت محلے کی اُنکے ذمّے ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اُن میں سے کسی شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اگر مقتول جنگل میں یا نہر جاری میں بہتا ہوا ملے تو خون اُس کا رائگاں ہوگا اور دیت

اسکی کسی پر نہ ہوگی اگر جن لوگوں سے حلف طلب ہووے قسامت میں اُنمیں سے ایک نے کہا کہ مقتول کو زید نے مارا ہے تو اُس سے یوں حلف لیا جاویگا کہ واللہ میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اُسکے قاتل کو سوا زید کے اور کسی کو جانتا ہوں لیکن یہ اظہار اُسکا زید پر قبول نہ کیا جاویگا اور باطل ہے شہادت اہل محلہ کی اور لوگوں پر بابت قتل کے یا اپنے میں سے کسی پر اور جو شخص کسی محلے میں مجروح ہوا پھر وہاں سے اُٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہکر مرگیا تو دیت اور قسامت اُن ہی محلہ والوں پر ہوگی جہاں پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان میں صرف دو ہی شخص تھے ایک اُنمیں سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسفؒ کے نہ محمدؒ کے اور جو مقتول کسی عورت کے گاؤں میں ملا تو اُس عورت پر قسمیں مکرر کیجاویگی اور دیت اُسکی عاقلہ پر ہوگی ف یہ مذہب طرفینؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اُن لوگوں پر ہے جن سے نصرت منصور ہے اور عورت اسکی اہل نہیں ہے واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص کتاب المعاقل

ف یہ کتاب ہے اُن لوگوں کے بیان میں جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنی عواقل کے بیان میں جو جمع ہے عاقلہ کی ص جو شخص لشکری ہے تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہیں جنکے نام دیوان میں مرقوم ہیں ف دیوان عبارت ہے اُن اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور اُنکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہے یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہیں ص اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعیؒ کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اُسکے کنبے والے ہیں اسلئے کہ ایسا ہی تھا زمانے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ف روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہؒ نے شعبیؒ سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر ص اور نسخ نہیں ہوسکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرؓ نے ہر گاہ دفاتر مرتب کیے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی محضر صحابہؓ میں ف روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے اور شعبیؒ سے کہ اول جس نے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطابؓ ہیں اور مقرر کی دیت اسی عطا میں تین سال میں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں عمرؓ سے کہ اُنھوں نے دیت مقرر کی عطاؤں میں تین سال کے اندر اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم کیا دیت کا تین سال میں ہر سال میں ایک ثلث اوپر اہل دیوان کے اُنکی عطاؤں میں ص اور یہ فعل حضرت عمرؓ کا نسخ نہیں ہے بلکہ تقریر ہے اس معنی کو کہ دیت اوپر مددگاروں کے ہے اور مددگاری کی صورتیں مختلف ہیں مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں نصرت دیوان سے ٹھہری اسیطرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اُسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اُنکی عطاؤں سے تین سال کے عرصے میں ف اسیطرح جو دیت قاتل کے مال میں واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصہ میں لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل ص پھر اگر عطائیں تین سال سے زیادہ یا کم میں بیت المال میں سے نکلیں تو اُسیطرح دیت لیجاویگی ف مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال میں پیشگی مل گئی تو کل دیت اُس سے لیجاویگی اور جو چار برس میں ملی تو چار سال میں دیت وصول کیجاویگی ص اور جو شخص لشکری نہیں ہے تو اُسکے عاقلہ اُسکے کنبے والے ہیں اور دیت اُن پر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر کہ ہر ایک سے تین سال میں تین درم لیے جاوینگے یا تین سال میں چار درم ہر سال میں ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کی اس سے زیادہ کسی سے نلیں گے یہی صحیح ہے پس اگر کنبے والے اسقدر نہوں کہ دیت پوری اُن سے وصول ہوسکے تو اُسکے قریب تر دوسرے کنبے والوں کو پھر تیسرے کنبے والوں کو اسیطرح ملاتے جاویں گے یہانتک کہ دیت پوری ہوجاوے اور قاتل عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہے ف یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہوگا اور اُسیقدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ میں سے دیتا ہے اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اُس کا عاقلہ نہیں ہے اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے سنار جولاہہ وغیرہ جس کے اہل حرفہ مددگار رہوں تو عاقلہ اُس کا اُس کے حرفہ والے ہیں تو جس کا عاقلہ نہیں ہے اگر وہ مسلمان ہے تو دیت اُسکی بیت المال میں ہے اور اگر وہ ذمی ہے تو دیت اُس کے مال میں سے دیجاویگی اور بعضوں کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اُسکا عاقلہ نہ ہو تو دیت اُس کے مال میں سے تین برس کے اندر اُس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اُسکے مالک کا قبیلہ ہے اور مولی الموالات کا اُسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہے ف جیسے دیت قتل خطائی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسویں حصے سے دیت کے کم نہیں ہے بلکہ بیسواں حصہ یا زائد ہے ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا اُنھوں نے نہیں دیت دیگا عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگا عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے اور ہدایہ میں

ہے کہ ابن عباسؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ عاقلہ دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسویں حصّے سے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمدؒ نے روایت کی ہے اور مرفوعاً غریب ہے ص اور نہ وہ دیت جو صلح سے یا اقرار سے مدعیٰ علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اُس کے اقرار کی تصدیق کریں اور نہ وہ دیت جو قتل عمد میں واجب ہوئی بسبب ساقط ہو جانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت سے اور جنایت عبد سے یا عمد سے اور بیسویں حصّے سے کم کی دیت بلکہ یہ دیتیں جانی کے مال میں واجب ہوں گی ✦ ✦ ✦

کتاب الوصایا

ف یہ کتاب ہے وصیتوں کے بیان میں ص وصیت کہتے ہیں ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہے وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہوں یا بقدر حصّہ اُنکو بعد وصیت کے ملے اُس سے غنی ہو جاویں ورنہ ترک وصیت اَولیٰ ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہے جو اپنے ناتے والے پر ہووے روایت کیا اسکو امام احمدؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے اور جواز وصیت کا ثابت ہے کلام اللہ اور احادیث اور اجماع اُمت سے ص حمل کیلئے وصیت کرنی مثلاً یوں کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کیساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلاں شخص کو ملے درست ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو اسیطرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اسکے حمل کو مستثنیٰ کرنا درست ہے ف مثلاً یوں کہے کہ یہ لونڈی فلاں کو دینا مگر حمل اُسکا نہ لینا ص مسلمان اگر ذمی کیلئے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کیلئے تو درست ہے ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات میں مثل مسلمانوں کے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ یعنی نہیں منع کرتا ہے تمکو اللہ تعالیٰ اِس بات سے کہ جن لوگوں نے تم سے قتال نہیں کیا دین میں اور تمکو تمھارے شہروں سے نہیں نکالا تو تم اُنکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اُن سے ص وصیت درست ہے اجنبی کیلئے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدیویں ف اسواسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہ میں مال والا ہوں اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہیں ہے تو میں صدقہ دوں دو تہائی مال کا فرمایا آپنے نہیں پھر کہا میں نے صدقہ دوں میں نصف مال کا فرمایا نہیں کہا میں نے تصدق کروں میں تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثوں کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو اُنکو مفلس کہ ہاتھ پھیلاویں لوگوں کیسامنے اور معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے صدقہ مقرر کیا تم پر تہائی مال کا تمھارے مرنیکے وقت واسطے بڑھانے نیکیوں کے روایت کیا اسکو دارقطنیؒ نے اور امام احمدؒ نے اور بزارؒ نے ابوالدرداءؓ کی حدیث سے اور ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے لیکن یہ سب روایتیں ضعیف ہیں اور قوی کرتی ہے ایک روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام ص اور درست نہیں ہے وصیت وارث کیلئے مگر باجازت باقی ورثہ کے ف یعنی جو شخص میت کے ترکے میں سے حصّے کا مستحق ہو اُس کیلئے وصیت درست نہیں ہے اور جو محروم ہو جاوے جیسے بھائی کیلئے وصیت کی باوجود بیٹے ہونیکے تو درست ہے دلیل اس باب میں حدیث ہے ابی امامہ باہلیؓ کی کہا کہ سُنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دیدیا ہر حقدار کو اُسکا حق پس اب وصیت نہیں ہے وارث کیلئے روایت کیا اسکو امام احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے مگر نسائیؒ نے اور حسن کہا اُسکو احمدؒ نے اور ترمذیؒ نے اور قوی کہا اسکو ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ نے اور روایت کیا اُسکو دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے اور زیادہ کیا اُسکے آخر میں مگر یہ کہ چاہیں سب وارث اور اسناد اُسکی حسن ہے بلوغ المرام اور آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ منسوخ ہے اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا ماول ہے ص اور قاتل کیلئے جو مباشر ہو قتل کا لاکن باجازت ورثہ جائز ہے ف اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے وصیت قاتل کیلئے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنیؒ نے مبشر بن عبید سے اُنھوں نے حجاج بن ارطاۃ سے اُنھوں نے حکم سے اُنھوں نے ابن عیینہ سے اُنھوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے اُنھوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں درست ہے قاتل کیلئے وصیت کہا دارقطنیؒ نے کہ مبشر بن عبید متروک ہے بنا تمام حدیث کو انتہی مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل کیلئے وصیت درست ہے اور اسی خلاف پر ہے اگر ایک شخص کیلئے وصیت کی پھر اُس نے موصی کو

مار ڈالا کذا فی الاصل ص وصیت نہیں درست ہے اگر موصی صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادائے دَین وصیت پر ف اسواسطے کہ ادا کرنا دَین کا ضروری اور فرض ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کیلئے مستحب ہے اور قرآن شریف میں اگرچہ وصیت ذکر میں مقدم ہے دَین پر لیکن حکم میں مؤخر ہے باجماع مفسرینؒ کے ص اور وصیت قبول کیجاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اور رد اُسکا حیات میں موصی کے اور موصیٰ لہٗ مالک نہیں ہوتا وصیت کا جبتک اُسکو قبول نکرے مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ موصیٰ لہٗ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصیٰ لہٗ کے وارثونکو ملیگی اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کردیتا ہو مغصوب سے ف مثلاً موصی موصیٰ بہ میں ایسا تصرف کرے کہ اُس سے نام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہیں ص یا ایسے فعل سے کہ موصیٰ بہ میں ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اُس کے تسلیم موصیٰ بہ کی ممکن نہ ہوسکے مثلاً موصیٰ بہ ستو کو گھی میں لت کر ڈالے یا موصیٰ بہ گھر میں عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کردیوے مثلاً موصیٰ بہ کو بیع یا ہبہ کردیوے اور کپڑے موصیٰ بہ کا دھلانا رجوع نہ ہوگا وصیت سے اسیطرح انکار کرنا وصیت سے ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہے اور دونوں قول مفتیٰ بہا ہیں در مختار ص اور مریض کا ہبہ اور وصیت باطل ہے اُس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسیطرح باطل ہے اقرار اور وصیت اور ہبہ اُس کا اپنے کافر بیٹے کیلئے یا غلام کیلئے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کردیا بعد اُس کے اور جائز ہے ہبہ اُس شخص کا جس کے پانوں رہ گئے یا اُسکو فالج نے مارا یا اُس کے ہاتھ رہ گئے یا اُسکو سِل ہوگئی تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوئے اور موت کا خوف نہ رہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتیں جمع ہوئیں اور تہائی مال اُن سب کو کافی نہیں ہے تو جو وصیت فرض ہے اُسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جب وصیتیں یکساں ہوویں تو جس کو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کیجاویگی تو اگر اُس نے وصیت کی حج کی تو اُسکی طرف سے ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج کرادیں گے اور جو خرچ کافی نہ ہو تو جس شہر سے کافی ہو وہاں سے کرادینگے اور جو حج کرنیوالا راستے میں مرگیا اور وصیت کی اُس نے حج کی تو اُسکے شہر سے حج کرایا جاویگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر خرچ اِس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرادیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر مرا ہے وہاں سے کرادیں گے اگر خرچ اس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرادیں گے اور قول امامؒ معتمد ہے اور اسی پر متون ہیں کذا فی الدر المختار

ص باب ثلث مال کی وصیت کے بیان میں

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی زیادہ تہائی سے تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیلئے اور سدس مال کی عمرو کیلئے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دیں گے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کیلئے اور کل مال کی وصیت کی خالد کیلئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دیں گے ف امام صاحبؒ نے کہا کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اُسکو ورثہ نے جائز نہ رکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کیلئے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دیں گے اور صاحبینؒ نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہے اس معنی کر کہ موصیٰ لہٗ اُس کا مستحق نہیں ہے بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہے اِس باب میں کہ موصیٰ لہٗ ثلث میں سے بقدر اُس کے حصہ لیگا اس لئے کہ اُسکے باطل ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث مل کر چار ہوئے تو اسیطرح ثلث مال چار حصوں پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل ص امام اعظمؒ کے نزدیک موصیٰ لہٗ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاویگا ف یعنی ثلث سے زیادہ میں ضرب نہوگی مراد ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین یہاں نہیں ہے پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کیلئے اور کل مال کی ایک کیلئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوئے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث میں تو نصف ثلث یعنی سُدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگے اور چار کا ایک ربع ہے تو ربع کو ثلث مال میں ضرب کرینگے حاصل ہوگا ربع ثلث وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہیں چار میں سے یعنی تین ربع ثلث کے اور وہ اُسکو ملیں گے یہی معنی ہیں ضرب کے اور اسمیں بہت سے علماء حیران ہوگئے ہیں کذا فی الاصل ص مگر تین مقاموں میں محاباۃ اور سعایت

اور دراہم مرسلہ میں **ف** محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم کا ایک ساٹھ درم کا سو اُس نے وصیت کی تیس درم کا غلام زید کے ہاتھ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھ درم والا عمرو کے ہاتھ بیس درم کو بیچا جاوے اور سوا اُن دو غلاموں کے اور کوئی جائداد موصی کی نہ تھی تو زید کے حق میں بیس درم کی وصیت عمرو کے حق میں چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو بیس میں دیا جاویگا اور دس درم اُسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس میں ملیگا اور بیس درم اُسکی وصیت میں ٹھہرے تو عمرو نے ثلث میں سے جسقدر اپنی وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہاں پر امام اعظمؒ نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصوں کے تقسیم ہوا اور اگر اسیطرح پر یہاں عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلاموں کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال اُسکے پاس نہیں ہے تو اول غلام کیلئے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونوں غلاموں کیلئے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انہیں تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم میں اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہے تو وہ سعی کرے چالیس درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے زید کیلئے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کیلئے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسی قدر ہے پس اول کا حصہ ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے کے دو ثلث کل مال سے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوٹے درم اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہیں اُنمیں قید نصف اور ثلث کی نہیں ہے کذا فی الاصل مع اختصار **ص** اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی **ف** اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے برخلاف مثل حصے کے **ص** تو اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز کی تو اُس کا بیان وارثوں کی طرف ہے **ف** تو وارثوں سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اُسکو دیدو اسواسطے کہ جز مال مجہول ہے اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہیں ہے تو بیان اُسکا وارثوں کیطرف ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال میں سے تو مراد اُس سے سُدس مال ہوگا عرف میں عرب کے اور سہم مثل جز کے ہے ہمارے عرف میں پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سُدس فلاں شخص کیلئے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے لئے ہے اور وارثوں نے اجازت دی تو موصی لہ کو ثلث ملیگا **ف** سُدس داخل ہو جاویگا ثلث میں **ص** اور جو سُدس مال کی دو بار وصیت کی تو اُسکو سُدس ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیونکی یا تہائی کپڑونکی جو مختلف ہیں یا تہائی غلامونکی پھر دو ثلث تلف ہو گئے تو باقی کل روپے اور بکریاں اُسکو مل جاوینگی اور کپڑوں اور غلاموں میں ثلث باقی کا ثلث ملیگا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دَین بھی ہے لوگوں پر تو ہزار درم عین مال کے ثلث میں سے نکل سکیں گے تو دیدیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دَین میں سے وصول کر کے دیا جاویگا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کو اور عمرو مُردہ ہے تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان زید اور عمرو کے ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اُسوقت محتاج ہے تو موصی لہ کو ثلث اُس مال کا ملیگا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اُس نے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریونکی اور موصی کے پاس بکریاں نہیں ہیں یا تھیں لیکن قبل موت موصی کے مرگئیں تو وصیت باطل ہو گئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال میں سے تو قیمت اُسکی اُسکے مال میں سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریوں میں سے اور اُسکے پاس بکریاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی اُمہات اولاد کیلئے اور فقیروں اور مسکینوں کیلئے حالانکہ اُم ولد اُس کے تین ہیں تو ثلث مال کے پانچ حصے کر کے تین حصے اُمہات اولاد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کیلئے تو نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کیلئے اور سو روپے کی عمرو کیلئے پھر ایک تیسرے شخص کو اُن دونوں کا شریک کر دیا تو تیسرے کو ہر سیکڑے کی تہائی ملیگی **ف** اسواسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے اور ایک تیسرا اُن کے ساتھ شریک ہو گیا تو ممکن ہوگئی تینوں کی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیاں ملیں گی **ص** اور جو سو کی وصیت کی زید کیلئے اور پچاس کی عمرو کیلئے

لہ اور جزو کی امام صاحب کے نزدیک ان تینوں مسئلوں میں بالتفصیل اصل میں مذکور ہے ۱۲ ۵۲ اور یہ قول امام اعظمؒ کا ہے بنابر عرف بعض زمینوں کے اور صاحبین کے نزدیک مثل حصہ ایک وارث کے ملیگا بشرطیکہ نہ زیادہ ہو ثلث سے مگر باجازت ورثہ کذا فی الاصل ۱۲ ۵۳ اور امام زفرؒ کے نزدیک ایک ثلث باقی کا ملے گا ہر صورت میں اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے ۱۲ ۵۴ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر موصی کو ...

پھر ایک تیسرے کو اُنکا شریک کر دیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا ف یعنی چھ تہائی روپے ص اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے کا مجھ پر قرض ہے تم اُسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دَین میں ثلث مال تک اور جو اُسکے سوا وصیتیں بھی کیں تو تہائی مال جُدا کیا جاویگا وصیت کیلئے اور دو تہائیاں وارثوں کیلئے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثوں سے کہ مدعی کے دَین کی تصدیق کرو جس قدر میں کہ تم چاہو پھر جس قدر کا اہل وصایا اقرار کریں اُس کا ثلث اُنکے حصے میں سے لیا جاوے اور جو بچے وہ اُنکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کریں اُسکے دو ثلث ورثہ کے حصے میں سے لیے جاویں جو بچے اُن کو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اُن سے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعویٰ زیادہ کا کرتا ہووے اُنکے علم اور دانست پر ف یعنی اپنے علم پر قسم کھاویں کہ واللہ ہم اسقدر دَین کو جانتے ہیں ص اگر وصیت کی شئے معین کی وارث اور اجنبی کیلئے تو نصف اُس شئے کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھ نہ ملیگا ف اجنبی کے واسطے نصف اِس صورت میں ملا اسلئے کہ وارث قابل ہے وصیت کے برخلاف اِس صورت کے جب وصیت کی ہی اور میت کیلئے کیونکہ میت اہل نہیں ہے وصیت کا کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانوں کے کپڑے کی اُسمیں ایک عمدہ ہے دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصوں کیلئے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہو گیا اور معلوم نہیں کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی لیکن اگر وارث درگزر کر کے باقی دو تھانوں کو تینوں کے حوالے کر دیں تو زید اُن دونوں تھانوں میں سے جو عمدہ ہے اُسکے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان میں سے جو اُس کے اور بکر کے درمیان میں مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کیلئے تو اُس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری زید کے حصے میں آوے تو عمرو وہ لے لیگا اور جو بکر کے حصے میں آوے تو اسقدر جگہ گزوں سے ناپکر زید کے حصے میں سے عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار میں ہے ف یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے میں ہوا تو مقر لہ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے میں نہ آیا تو اُسکے برابر زمین ناپ دیجاویگی ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہیں وصیت کی تو اُس غیر کو جائز ہے کہ بعد مر جانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کر سکتا ہے اور اگر ترکہ تقسیم ہو گیا میت کا اُس کے دو لڑکوں میں پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے میں ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اُس کا لڑکا پیدا ہوا بعد مر جانے موصی کے تو لونڈی اور اُس کا لڑکا دونوں موصی لہ کے ہوں گے اگر دونوں ثلث مال سے نکل آدیں ورنہ موصی لہ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اُس کے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہے اِس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں میں سے برابر حصہ لے گا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اُس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مر جانے موصی کے یہاں تک کہ مال اُس کا بارہ سو کا ہو گیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوئے پس امام صاحبؒ کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لے گا کذا فی الاصل

ص باب بیماری میں آزاد کرنے کے بیان میں

اگر تصرف منجز یعنی نفوذ اُسکا فی الحال ہووے سو اُسمیں اعتبار حالت عقد کا ہے پس اگر صحت میں ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت میں ہووے ف تصرف منجزہ وہ ہے جو فی الحال ثابت ہو جاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہے کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا زید کا ہے بعد میری موت کے پس منجز میں حالت تصرف کا اعتبار ہے تو اگر اُسوقت صحیح اور تندرست ہے نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہے نافذ ہوگا ثلث مال سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہے جس میں انشا اور احداث ہے ایک عقد کا اور اُسمیں معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہیں یہانتک کہ اگر اقرار کیا کسی کے دَین کا مرض میں تو وہ نافذ ہوگا کل مال میں اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض میں مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے اور لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت میں کرے یا مرض میں کذا فی الاصل ص جو بیماری کہ اُسکے بعد صحت ہو جاوے وہ مثل صحت کے ہے اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ ف یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ط ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہیں تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہو تو محاباۃ مقدم ہے اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونوں برابر

ہیں ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہے کہ غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال نہیں رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کیطرف صرف کریں گے اور جس غلام کو آزاد کیا ہے وہ اپنی کل قیمت میں سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونوں میں نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہے نصف اسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو میں لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتوں کے بیچ میں ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کیطرف اور باقی دونوں کیطرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقوں کے بیچ میں ہوئی تو نصف محاباۃ میں اور نصف دو عتقوں میں صرف کیا جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم اس میں سے تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہ ہوگی لیکن صحیح نافذ ہو جاویگا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اس نے جنایت کی اور اس [illegible] دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اگر وصیت کی زید کیلئے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد [illegible] کے زید مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت میں آزاد کیا تھا تا اس کی وصیت صحیح نہ ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہو جاوے اور وارث یہ کہتے ہیں کہ اس [illegible] م کو مرض میں آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہے وصیت پر تو قول وارثوں کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جس قدر زائد ہے وہ زید کو ملے گا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت میں ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا دین کا میت پر اور اس کے غلام نے دعویٰ کیا اپنے عتق کا صحت میں اور وارث نے دونوں کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاویگا اور وہ اپنی قیمت میں سعی کرکے آزاد ہو جاوے گا

باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان میں

ہمسایہ وہ شخص ہے جس کا مکان ملا ہوا ہے ف امام صاحبؒ نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جو ایک محلے میں رہتے ہیں اور ایک مسجد ان کو جامع ہو قول امام صاحبؒ کا موافق قیاس کے ہے اسلئے کہ شفعہ میں وہی جار مستحق ہے جو ملاصق ہو ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو اسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہیں ف جیسے باپ دادا چچا ماموں اسکی بہنیں وغیرہ ہدایہ میں اسکی دلیل یہ لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہؓ سے تو انکے محرم قرابت داروں کو ان کے مالکوں سے آزاد کرا دیا واسطے اکرام انکے [illegible] اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہاں پر سہو ہوا ہے صاحب ہدایہ سے بجائے صفیہؓ کے جویریہؓ بنت حارث کہنا چاہیئے روایت کیا اسکو ابوداؤدؒ نے سنن میں ص ختن یعنی داماد وہ لوگ ہیں جو اس کے قرابت والی محرم عورتوں کے خاوند ہیں ف یہ سب انکے عرف میں ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر کو کہتے ہیں اور ختن بیٹی کے شوہر کو درمختار ص اور اہل عبارت ہے اسکی زوجہ سے ف اور صاحبینؒ کے نزدیک شامل ہے اسکے سب عیال کو دلیل امام صاحبؒ کی آیت ہے کلام اللہ کی جیسے وَسَارَ بِاَھْلِہٖ اور عرف اہل عرب کا تاَھَّلَ فُلَانٌ کہتے ہیں جسکی زوجہ ہو ص اور آل عبارت ہے اس کے اہل بیت سے اور اس کے باپ دادا بھی اس میں داخل ہیں اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اس کے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہیں قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب میں اگر اس کے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونوں چچاؤں کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونوں ماموؤں کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہے تو اس کو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہیں اگرچہ پھوپھی وارث نہیں ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کیلئے تو لڑکی لڑکا اسکے برابر ہونگے حصے میں اور جو وصیت کی اسکے ورثہ کیلئے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندوں کیلئے یا انکے اندھوں کے یا لنگڑوں کیلئے یا انکے بیکسوں محتاجوں کیلئے تو اگر وہ لوگ محصور اور معدود ہوں تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت انکے سب داخل ہونگے ورنہ انکے فقیروں کو ملیگا اور جو فلاں شخص کے فرزندوں کیلئے وصیت کی تو اسمیں عورتیں داخل ہونگی ف جب فلاں عبارت ہو قبیلہ سے یا فخذ سے ورنہ اناث داخل نہونگی درمختار ص وصیت کی کسی شخص کے موالی کیلئے اور اسکے آزاد کرنیوالے بھی ہیں اور آزاد کیے ہوئے بھی ہیں تو وصیت باطل ہوگی ش اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک

ہے معتِق بالکسر اور معتَق بالفتح میں اور لفظ عام نہیں اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہیں کرتا اور بعض کتب شافعیہ میں ہے کہ وصیت کل کیلئے ہے

ص باب خدمت اور سکونت اور پھلوں کی وصیت کے بیان میں

صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصیٰ لہ کو تسلیم کیے جاویں واسطے اجراے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکیں تو گھر کی تقسیم کیجاوے ف یعنی موصیٰ لہ کو گھر میں سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیویں کہ اُسمیں اجراے وصیت ہووے ص اور غلام میں مہایاۃ کرلیں ف یعنی باری باری نفع میں تو موصیٰ لہ خدمت لیوے اُس قدر غلام سے جس میں وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیویں اُس مقدار میں جس میں وصیت صحیح نہیں ہوئی کذا فی الاصل ص اگر موصیٰ لہ موصی کی زندگی میں مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصیٰ لہ کے وارثوں کو پھر آوے گی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ میں پھل موجود ہیں تو موصیٰ لہ کو یہی پھل وقت موت موصی کے ملیں گے نہ آئندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدًا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اُس کو یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ملا کریں گے جیسے غلہ باغ کی وصیت میں خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ملا کریں گے اور بھیڑوں کے بال کی وصیت میں اور اُنکے بچوں اور دودھ کی وصیت میں وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے ف ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالوں میں فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہیں خواہ بالفعل ہو یا آئندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہیں گے مگر جب اُس نے ابدًا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہیں موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدوم پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاۃ میں نہ صوف معدوم اور ولد معدوم میں کذا فی الاصل ص کافر نے اپنی صحت میں عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اُس کے وارثوں کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ بنانے کے لیے خواہ معین لوگوں کے لئے یا غیر معین لوگوں کے لئے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں ہے دارالاسلام میں ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لئے صحیح ہے

ص باب وصی کے بیان میں

عرب کہتے ہیں اوصیٰ الیٰ فلان جب اُسکو اپنے مال میں اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اُس کو موصیٰ الیہ اور وصی کہتے ہیں زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کرلیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوئی ورنہ رد نہ ہوگی ف یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہ ہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلئے کہ موصی نے اُس پر بھروسہ کیا اب وہ اگر اُسکی غیبت میں رد کرے تو فریب دہی ہو سکذا فی الاصل ص اور جو زید نے سکوت کیا یہانتک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونوں جائز ہیں بعد اسکے پس اگر وصی نے ترکہ میں سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیسے ناواقف ہووے بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اُس کے رد کو نافذ کردیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی انکے بدلے میں اور کسی کو کرے اور جو اپنے غلام کو وصی کیا تو صحیح ہے اگر وارث موصی کے نابالغ تھے ورنہ نہیں اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنیسے عاجز ہو تو قاضی اُسکے ساتھ دوسرے کو ملادے پس اگر وصی امین ہے اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہے تو قاضی اُسکو معزول نکرے بلکہ واجب ہے وصی رکھنا اُس کا ف اور جو قاضی نے باینہمہ اُسکو معزول کردیا تو عزل نافذ ہے لیکن قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا در مختار ص اگر وصی میت کے دو شخص ہیں تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہیں کرسکتا مگر میت کیواسطے کفن خرید سکتا ہے اور اُسکی تجہیز کرسکتا ہے اور اُسکے حقوق کی خصومت اور اُسکے قرضے کا ادا کرنا اور اُسکے قرضے کا تقاضا اور مطالبہ اور اُس کے طفل کیواسطے خرید نا حوائج کا اور اُسکے لئے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہووے اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جس کے تلف ہونیکا خوف ہے اُسکا بیچنا یہ سب کام ایک وصی بغیر دوسرے کے کرسکتا ہے ف امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا یہ مذہب ہے

ملہ اس لئے کہ بنزدیک وقف کے ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور وقف میں توریث ہوتی ہے اُنکے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ معصیت ہے پس درست نہ ہوگا کذا فی الاصل ۱۲ منہ ملہ اس واسطے کہ وصیت کل مال کے ساتھ بسبب حق ورثہ کے صحیح نہیں ہوتی تھی اور جب مستامن کے ورثہ دارالاسلام میں کوئی نہیں اور دارالحرب میں جو ہیں وہ حکم اموات میں ہیں پس وصیت کل مال سے صحیح ہوگی اس لئے کہ کوئی مانع صحت وصیت نہیں ۱۲

ف امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا یہ مذہب ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک سب کام کرسکتا ہے کذا فی الاصل ص وصی کا وصی خواہ وصی نے اوسکو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہو دے بہر صورت دونوں ترکوں میں وصی ہے اور صحیح ہے تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار کی طرف سے جب غائب ہوں یا صغار کی طرف سے پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے میں سے دے کر وارثوں کا حصہ لے لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہیں سکتے ف اس واسطے کہ قسمت صحیح ہو گئی ص اور وصی کی قسمت موصی لہ کی طرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہیں ہے تو اگر وصی نے موصی لہ کا حصہ لے لیا اور وہ اوسکے پاس سے تلف ہو گیا تو موصی لہ مابقی مال میں سے پھر ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ کی طرف سے تقسیم کر کے حصہ اوسکا لے سکتا ہے اگر وصی نے وارثوں کے ساتھ قسمت کی اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہو گیا خواہ وصی کے پاس سے یا جس کو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے مابقی مال کے ثلث میں سے اور وصی کو درست ہے کہ ایک غلام کو ترکہ میں سے بیع کر ڈالے اگرچہ میت کے قرض خواہ حاضر نہ ہوویں ف اس لئے کہ قرض خواہوں کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین ترکے سے در مختار ص اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچ کر اسکی قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اُس غلام کو بیچا اور ثمن اُس کی لے لی بعد اس کے وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے میں سے لے لیوے اسی طرح اگر متروکہ تقسیم ہوا اور نابالغ کو ایک غلام حصہ میں پہنچا اور اس کو وصی نے بیچ کر ثمن اس کی لے لی پھر وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد اس کے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال میں سے اور نابالغ وارثوں سے حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہیں ہے مگر اسی قدر غبن سے جو لوگوں کو خرید و فروخت میں ہوا کرتی ہے نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہے اور حوالہ قبول کرسکتا ہے اس پر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہیں دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال جو غائب ہے اس کی بیع کرسکتا ہے مگر عقار کی کہ اس کی حفاظت ضرور نہیں ہے اور اس کے مال میں تجارت نہیں کرسکتا اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حق میں مال ترکہ میں سے اس کے سوا اور جگہ درست ہے جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے لئے ہزار درم دین ہونے کی میت پر اور انھیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں مردوں کے لئے ہزار درم دین ہونے کی میت پر ف یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہیں اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہیں تو دونوں شہادتیں صحیح ہیں ص اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لئے اس بات کی کہ میت نے ان کے لئے ہزار درم کی وصیت کی ہے تو یہ شہادت باطل ہے یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لئے ایک غلام کی وصیت کی ہے اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لئے ثلث مال کی وصیت کی ہے تب بھی باطل ہے ۔

کتاب الخنثیٰ

یہ کتاب ہے خنثیٰ کے احکام میں ص خنثیٰ وہ ہے جو فرج اور ذکر دونوں رکھتا ہو وے پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہے اور پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہے ف اس لئے کہ روایت کیا ابن عدی نے کامل نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اس کی میراث سے تب فرمایا آپؐ نے کہ جہاں سے پیشاب کرتا ہے اس کا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف میں حضرت علیؓ سے مثل اس کے کذا فی تخریج الهدایۃ ص اور جو دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہے تو جہاں سے اول پیشاب نکلتا ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونوں جگہوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو وے تو وہ خنثیٰ مشکل ہے ف اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاوے گا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہے ص یہ سب باتیں قبل بلوغ کے ہیں پھر جب بالغ ہوا اور

اس کی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اس نے جماع کیا تو وہ مرد ہے اور جو اس کی چونچیاں ابھر آئیں یا دودھ اتر آیا یا حیض آگیا یا حمل رہ گیا یا اس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہے اور جو کوئی علامت ان میں سے ظاہر نہیں ہوئی یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں مثلاً داڑھی بھی نکلی اور چونچیاں بھی ابھر آئیں تو وہ خنثائی مشکل ہے **ف** آگے اسی کے احکام مذکور ہوتے ہیں وہ یہ ہیں **ص** اگر عورتوں کی صف میں کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردوں کی صف میں کھڑا ہووے تو اس کے دائیں بائیں والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اس کا ختنہ کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کو ایک لونڈی خرید دیں کہ وہ اس کا ختنہ کرے اگر اسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دیں پھر بیچ کر روپیہ اس کا بیت المال میں داخل کرلیں اور جو قبل اس کے حال کھلنے کے کہ مرد ہے یا عورت مرجاوے تو اس کو غسل نہ دیویں بلکہ تیمم کرادیویں **ف** اور یہاں پر اس کے غسل کرانے کے لئے لونڈی خرید نہیں سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہیں ہوسکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسلِ موت درست نہیں ہے اور خنثیٰ جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہے اس کی قبر پر پردہ کرنا اور جو خنثیٰ اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کیلئے آوے تو امام کے قریب مرد کو رکھیں پھر خنثیٰ کو پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگوں کی آنکھ سے پھر خنثیٰ کا **کذا فی الاصل**

ص اگر خنثائی مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثیٰ کو چھوڑ تو بیٹے کو دو حصے اور خنثیٰ کو ایک حصہ ملے گا **ف** یہ مذہب امام کا ہے اس واسطے کہ خنثیٰ کو ان کے نزدیک اقل النصیبین ملے گا اسی پر فتویٰ ہے **درمختار** اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائل متفرقہ** گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اس طرح پر کہ اس سے نکاح یا طلاق یا بیع اس کی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہے **ف** لیکن کتابت تین قسم ہے ایک غیر مستبین جو معلوم نہیں ہوتی جیسے کتابت صفحۂ ہوا پر یا پانی پر تو اس کا اعتبار نہیں ہے دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے تیسرے مستبین مرسوم بایں طور کہ کاغذ پر ہووے اور معنون ہو جیسے فلاں کی طرف سے فلاں کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہے خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے **کذا فی الاصل ص** لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑے گی اور جس کی زبان بند ہوگئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اس کے اشارے معلوم ہونے لگیں تو مثل گونگے کے اسکا حکم ہے ورنہ نہیں **ف** اور مقدار امتداد بعضوں کے نزدیک ایکسال ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ کہ زمانہ موت تک رہے اور اسی پر فتویٰ ہے **کذا فی الاصل ص** چند بکریاں ذبح کی ہوئی ہیں اور اس میں مردار بکریاں بھی ہیں لیکن مردار کم ہیں تو سوچ کر کھاوے اگر اضطرار نہووے **ف** اس واسطے کہ حالت اضطرار میں تو مردار بھی کھانا حلال ہے اور اس میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے فقط ،

الحمد للہ والمنۃ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہنچی خدا اس کتاب کو مقبول فرماوے اور مصنف اور مترجم اور کاتب اور اس کے چھاپنے والے کو اور سب مسلمانوں کو توفیقِ خیر عطا فرماوے اور خاتمہ سب کا نیک کرے ۔ (۱۲۹۳ھ)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَغَفَرَلَنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ